DUE DATE

Cl. No. ________ *Acc. No.* ________

Late Fine Ordinary Books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night Book **Re. 1/-** per day.

الندوہ

جلد ۹ نمبر ۱ | مجلس ندوۃ العلماء کا ماہوار رسالہ | جنوری سنہ ۱۹۱۲ء محرم سنہ ۱۳۳۰ھ

اڈیٹر

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمان خان شروانی

نائب اڈیٹر

سید سلیمان

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبدالولی خلف علامہ آسی عبد العلی صاحب مدراسی مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں بہ کمال حسن وزیر باسط طبع ہو کر

(دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

اس نمبر سے الندوہ کی نوین جلد شروع ہوتی ہے، الندوہ نے آٹھ برس تک قوم کے جو مذہبی، علمی اور ادبی خدمات انجام دیے خدا کا شکر ہے کہ اُسنے انکو حسن قبول عطا فرمایا، دعا ہے کہ خدا اُسکے آیندہ خدمات کو بھی قوم و مذہب کے لیے سودمند کرے، ھو المستعان و علیہ التکلان،

ہم نے چند بار یہ شکایت سُنی کہ ندوہ، اسقدر متعصب ہے کہ شیعہ طلبہ کو اسمین تعلیم پانے کی اجازت نہین ہے، لیکن ہمکو افسوس ہے کہ کیونکر یہ غلط خبر مشہور کی گئی ہے، علماے ندوہ کو معلوم ہے کہ سنی علمانے خود شیعون سے تحصیل علم مین مضایقہ نہین کیا، محقق طوسی مشہور شیعہ تھے، لیکن علامہ قطب الدین رازی، اور شیرازی جن سے علم کا سلسلہ پھیلا، اور جو سُنی تھے محقق موصوف کے شاگرد رشید تھے، ایک زمانہ مین ایک شیعی طالب العلم آیا تھا، اور مہینون ندوہ مین رہکر پڑھتا رہا تھا، آج بھی کسیکو شبہہ ہو تو کسی شیعہ طالب العلم کو بھیجکر دیکھے کہ یہ خبر کہانتک صحیح ہے؟

زمین عشق بہ کونین صلح کل کردیم، تو خصم باش و ز ما دوستی تماشا کن،

جرجی زیدان کی کتاب کا جواب میں نے عربی زبان میں لکھا تھا، وہ اب چھپکر طیار ہے اور مصر وغیرہ بھیجا جائے گا. قیمت ۸ ہے. اگرچہ اسکے مخاطب زیادہ تر عرب و مصر و شام کے لوگ ہیں، لیکن اگر اردو میں بھی ترجمہ ہو جائے تو بہتر ہے. مجھکو تو فرصت نہیں، کوئی اور صاحب یہ تکلیف گوارا فرمائیں.

میں نے بحیثیت سکرٹری انجمن وقف علی الاولاد، ہوم ممبر ویسرائے کونسل سے درخواست کی تھی کہ وقف علی الاولاد کا ایک ڈپوٹیشن قبول کریں تاکہ یہ مسئلہ اچھی طرح ان کے ذہن نشین کیا جائے. مہربانی سے انھوں نے ڈپوٹیشن منظور کیا جو ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء کو بمقام کلکتہ پیش ہوگا. اس ڈپوٹیشن میں مشاہیر علما اور رؤسا و امراے اسلام شریک ہونگے اور امید ہے کہ یہ کارروائی ہماری کامیابی کا پیش خیمہ ہو.

ایک عظیم الشان تحریک

یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفصل اور مستند سوانح عمری مرتب کرنے کی تجویز

کیا عجیب بات ہی! ہندوستان مین چھ کروڑ مسلمان ہین، مشرقی علوم و فنون ابھی تک زندہ ہین، نہایت لائق اور قابل فخر انشا پرداز موجود ہین، ملکی زبان نے ایسی قابل قدر تصنیفات پیش کین کہ روم و مصر مین مضمون کے لحاظ سے ان کا جواب نہین، قومی روایات کا مذاق بچہ بچہ کی رگ مین ہی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قدیم اور جدید دونون گروہ کو یہ عقیدت و نیاز ہی کہ آپ کے نام پر جان و مال قربان کر دینا کوئی بات نہین،

یہ سب ہی، لیکن اتنی بڑی وسیع قوم، اور اتنی عالمگیر زبان (اردو) مین جناب رسول اللہ کی کوئی سوانح عمری نہین، یا ہی تو ایسی ہی کہ اس کو سیرت نبوی کہنا آنحضرت کی روح مبارک کو آزردہ کرنا ہی، سیرت نبوی کی ضرورت اس لحاظ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ قوم مین جدید تعلیم وسعت سے پھیلتی جاتی ہی، یہی جدید تعلیم یافتہ گروہ، ایک دن قوم کی قسمت کا مالک ہوگا یہ گروہ آنحضرت کی حالات زندگی اگر جاننا چاہتا ہی، تو اردو مین کوئی مستند کتاب نہین ملتی، اسلیے اسکو چار ناچار انگریزی تصنیفات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہی جن مین یا تعصب کی رنگ آمیزیان ہین، یا ناواقفیت کی وجہ سے ہر موقع پر غلطیان ہین،

ایک خاص بات یہ ہی کہ سیرت نبوی کی ضرورت پہلے صرف تاریخی حیثیت سے تھی لیکن اب عقائد کی حیثیت سے بھی ہی، یورپ جو اسلام پر نکتہ چینی کرتا ہی، زیادہ تر اس بنا پر کرتا ہی کہ بانی اسلام کے اخلاق و عادات و تاریخ زندگی ایسی نہین، کہ ان کو خدا کا بھیجا ہوا معصوم پیغمبر کہا جا سکے، یہی وجہ ہی کہ سر ولیم میور صاحب نے آنحضرت کے حالات

زندگی پر جو کتاب لکھی اسکو پادریون نے اپنا خاص کام سمجھا اور خود صاحب موصوف نے تصریح کی ہے کہ انھون نے یہ خدمت زیادہ تر پادری فنڈر صاحب کی دفع ضرورت کے لیے انجام دی،

میں ایک مدت سے ان باتون کا احساس کر رہا تھا لیکن اس بنا پر قلم اٹھانے کی جرات نہین ہوتی تھی کہ آنحضرت کے واقعات میں ایک حرف بھی صحت کے اعلیٰ معیار سے ذرا اُتر جائے تو سخت جرم ہے،

یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں سیکڑون ہزارون کتابین لکھی گئین لیکن جو گروہ زیادہ محتاط اور ادب شناس تھا اُسنے بہت کم جرات کی، کبار محدثین مثلاً امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابن داؤد، ابن ماجہ، امام مالک نے سیرت نبوی مین کوئی کتاب نہین لکھی،

لیکن ان احتیاطات کے سبب سے عظیم الشان مقاصد فوت ہوئے جاتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ مورخین اسلام مثلاً طبری، ابن قتیبہ، بلاذری، محمد بن اسحاق، وغیرہ نے جو علم حدیث مین بھی کمال رکھتے تھے باوجود دین اور احتیاط کے آنحضرت کے حالات زندگی مین مبسوط کتابین لکھین، جس ضرورت نے مورخین کو اسپر آمادہ کیا وہی آج بھی ہے، بلکہ آج یہ ضرورت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے،

قوم کی بابت ایک مدت سے تقاضا ہے کہ مین سب کام چھوڑ کر سیرت نبوی کی تالیف مین مصروف ہو جاؤن خود مین بھی اپنی پہلی رائے سے رجوع کر چکا ہون اور اس شدید ضرورت کو تسلیم کرتا ہون، لیکن کام انجام دینا آسان کام نہین ہے مین ان مشکلات کو کسی قدر تفصیل سے لکھتا ہون تاکہ قوم اپنی اور میری ذمہ داریون کو اچھی طرح سمجھ لے

عربی مین آنحضرت کی جسقدر سوانح عمریان لکھی گئین اگرچہ بے شمار ہین لیکن جو اصل ماخذ ہین حسب ذیل ہین،

مغازی موسیٰ بن عقبہ،	یہ سب سے قدیم تصنیف ہے، مصنف نے ۱۴۵ ہجری مین وفات پائی
مغازی ابن اسحاق،	یہ آغاز دولت عباسیہ کی تصنیف ہے،
سیرت ابن ہشام،	مصر مین چھپ گئی ہے،
طبقات ابن سعد،	اسکی دو جلد، خاص سیرت نبوی مین ہے،
تاریخ ابن واضح کاتب عباسی،	یورپ مین چھپی ہے، پہلی جلد مین مختصراً سیرت نبوی بھی ہے،
طبری المتوفی ۳۱۰ سنہ ہجری،	مشہور کتاب اور ابن الاثیر اور ابن خلدون کا ماخذ یہی کتاب ہے،

یہی کتابین تمام تاریخی کتابون کا ماخذ ہین، لیکن ان مین سے ایک کتاب بھی ایسی نہین جسمین صرف صحیح واقعات درج کیے گئے ہون، اسلیے ضرورت ہی کہ اُن کی تحقیق و تنقید کی جائے، ان کتابون مین اکثر راویون کے نام مذکور ہین، اسلیے اگر اُن کے حالات معلوم ہو جائین، تو آسانی سے روایت کی صحیح یا غیر صحیح ہونے کا حال معلوم ہو سکتا ہی، لیکن مشکل یہ ہی کہ اسماے رجال کی جو مشہور کتابین ہین، مثلاً تہذیب التہذیب، و تہذیب الکمال و تہذیب الاسما، وغیرہ، اُن مین ان راویون مین سے اکثر کے حالات نہین ملتے، اس بنا پر سیکڑون کتابون کا مطالعہ کرنا اور ان راویون کا پتہ لگانا پڑیگا، اسکے ساتھ تاریخی سلسلہ سے الگ بہت سی حدیث اور آثار کی نایاب اور مستند کتابون کا مہیا کرنا پڑیگا جن سے **سیرت نبوی** کے متعلق صحیح واقعات معلوم ہون،

حدیث کی کتابون مین آنحضرت کے بہت سے واقعات مختلف واقعات کے ضمن مین آجاتے ہین، اس غرض سے **حدیث** کی تمام کتابین چھاننی پڑینگی کہ ریزہ چینیون سے ذخیرہ مہیا کیا جائے،

یہ ایک طرف کے مشکلات ہین دوسری طرف یہ دقت ہی کہ آجکل جو شخص **سیرت نبوی** کو مرتب کرنا چاہے اسکا بڑا فرض یہ ہی کہ یورپ نے آنحضرت کے حالات مین جو بیشمار کتابین لکھی ہین، ان پر نظر رکھتا ہو، اگرچہ اسمین شک نہین کہ یورپ کا ماخذ، صرف عربی ہی تصنیفات ہو سکتی ہین، لیکن یورپین مصنف عموماً انھین واقعات کو اسطرح ترتیب دیتے ہین کہ نتیجہ ان کے موافق نکلتا ہی، اسکے ساتھ وہ بہت سے ایسے راویون سے استناد کرتے ہین، جو مسلمانون مین عام طور پر مشہور و معروف ہین لیکن دراصل ان کا کچھ اعتبار نہین مثلاً میور صاحب نے اپنی کتاب کا مدار زیادہ تر واقدی و ابن ہشام پر رکھا ہی، حالانکہ یہ دونون، محدثین کے نزدیک چندان قابل اعتبار نہین،

غرض یہ نہایت ضروری ہی کہ کم از کم انگریزی زبان مین جو کتابین سیرت نبوی کے متعلق لکھی گئی ہین ان سے واقفیت حاصل کی جائے،

واقعات مذکورۂ بالا سے ثابت ہوگا کہ ایک مکمل سیرت کی تصنیف کے لیے امور ذیل کی ضرورت ہی،

(۱) ایک وسیع کتب خانہ جسمین وہ تمام عربی اور انگریزی کتابین ہون جن کا اشارہ اوپر ہو چکا،

(۲) علما کی ایک جماعت جن سے مشورہ اور مدد مل سکے، ندوہ مین قابل ارباب علم موجود ہین،

(۴) ایک شاخ جسمین حسب ذیل اشخاص ہون،

معاون، (۲) جو روایتون کے نقل و انتخاب مین مدد دین،

کاتب، (۲) مسودہ کے صاف کرنے کے لیے،

مترجم انگریزی (۲) جو انگریزی کتابون کا ترجمہ کرین،

چپراسی، (۱)

ان مصارف مین سے کتابون کے خریدنے کا یکمشت رقم درکار ہے، باقی ماہوار مصارف مین جسکی تعداد دوسو پچاس روپیہ ماہوار سے کسی طرح کم نہین ہوسکتی، اور چونکہ محض اردو اڈیشن بیکار ہے جب تک انگریزی اور عربی مین شائع نہو، سیرت نبوی کی اشاعت کی ضرورت سب سے زیادہ یورپ مین ہے کہ یورپ کے خیالات کی اصلاح ہو اسلیے کتاب کی تصنیف کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اسکا انگریزی مین بھی ترجمہ کیا جائے اس بنا پر مصارف کی تعداد مین اور بھی اضافہ ہوجائیگا،

ان اسباب کی بنا پر ایک مجلس قائم کی جاتی ہے جسکا نام **مجلس تالیف سیرت نبوی** ہوگا،

اسکے ارکان حسب ذیل ہون گے،

مربی، جو حضرات کم از کم یکمشت ہزار روپیہ یا دس روپیہ ماہوار عنایت فرمائین،

ارکان، جو حضرات ایک روپیہ ماہوار عنایت فرمائین،

معین، جو حضرات نایاب قلمی تصنیفات ملکیۃً یا استعارۃً عنایت فرمائین یا کسی اور مفید طریقہ سے مدد دین،

ماہانہ چندہ ویلو رسید کے ذریعہ سے وصول کیا جائے گا،

جو حضرات اس تجویز کے متعلق خط کتابت کرنا چاہین وہ مجھ کو، لکھنؤ کے پتہ سے مخاطب فرمائین،

شبلی نعمانی

ندوۃ العلماء

لکھنؤ

اختلاف

اور

مُسامحت

آجکل قوم کے تنزل و ادبار کے مسئلہ پر جب بحث کی جاتی ہے تو تنزل کا سب سے بڑا سبب جو قرار دیا جاتا ہے وہ آپس کا اختلاف ہے، ہر شخص کو نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں اس سرے سے اُس سرے تک عام مرض پھیلا ہوا ہے، شیعہ، سنّی، مقلد، غیر مقلد، وہابی، بدعتی، معتزلۂ حال (نیچری)، بیسیوں فرقے ہیں، پھر ان میں الگ الگ جتھے جن میں سے ہر ایک دوسرے کو گمراہ اور بددین کہتا ہے، دار اباب بریلی، دیوبند، ندوہ، سب حنفی ہیں لیکن بریلی والوں کے نزدیک دیوبند اور ندوہ دونوں کافر، اس تفرق، اس اختلاف، اس بوقلمونی کے ساتھ کوئی قوم کیونکر زندہ رہ سکتی ہے؟ یہ حالت پیش آئے تو ایک کوہ گران کی بھی دھجیاں اڑجائیں، چونکہ اس خیال کا اثر ایک بہت بڑے قومی اور تاریخی مسئلہ پر پڑتا ہے اسلیے ہم اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہیں،

اس مسئلہ کے طے کرنے کے لیے امور ذیل کا فیصلہ کرنا چاہیے،

(۱) کیا زمانۂ سلف میں اختلاف نہ تھا؟،

(۲) اختلاف کے ساتھ اتحاد ممکن ہے یا نہیں؟،

پہلے امر کے لیے ہمکو اس زمانہ پر نظر ڈالنی چاہیے جب آفتاب اسلام کی دوپہر تھی، جب ایک طرف تیغ و سنان نے اسپین، اور سندھ کے ڈانڈے ملا لیے تھے، اور دوسری طرف سر بریدہ قلم نے مصر و یونان کے خفتہ علوم و فنون کو جگا دیا تھا اسوقت، قدری، جبری، معتزلی، جہمی، وغیرہ وغیرہ اسقدر بیشمار فرقے تھے کہ بمشکل ان کو ۷۳ کے عدد میں محصور کیا گیا، ان فرقوں میں جو اختلاف تھا اسکی یہ کیفیت ہے کہ ایک دوسرے کو کافر بلکہ کافر سے بدتر کہتا تھا اور گمراہ و مرتد و زندیق کہنا تو معمولی بات تھی،

معتزلہ قرآن مجید کو مخلوق اور حادث کہتے تھے، اس مسئلہ کی نسبت محدثین اہل سنت کے یہ اقوال امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں نقل کیے ہیں،

وکیع بن الجراح	من زعم ان القرآن محدث فقد کفر	جسکا یہ خیال ہو کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے،
یزید بن ہارون	من زعم ان کلام اللہ مخلوق فهو والذی لا الٰہ الا هو زندیق	جو یہ سمجھتا ہو کہ کلام الٰہی مخلوق ہے خدائے یکتا کی قسم وہ زندیق ہے،
امام بخاری	نظرت فی کلام الیهود والنصاریٰ والمجوس فما رایت قوما اضل فی کفرهم من جهمیة[1]	میں نے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، سب کا کلام دیکھا ہے کوئی کفر میں اس قدر گمراہ نہیں جس قدر جہمیہ

اشعری، ماتریدی، حنبلی، محدثین، سب اہل سنت وجماعت ہیں، اور سب ایک دوسرے کو برسرحق سمجھتے ہیں تاہم جب ان میں سے ایک اپنے عقائد کا ذکر دوسرے کے مقابلہ میں کرتا ہے تو اسکا نام اس طریقہ سے لیتا ہے، تمہید ابوشکور سالمی[2] حنفیوں کی علم عقائد کی مشہور و مستند کتاب ہے اسمیں لکھا ہے،

قال بعضهم انا نعرف الله تعالیٰ بالرسول وهو قول الاشعری وقال اهل السنة والجماعة انا نعرف الرسول بالله تعالیٰ - تمہید مطبوعہ دہلی صفحہ ۶۰،	بعض کہتے ہیں کہ ہم خدا کو رسول کے ذریعہ سے جانتے ہیں اور یہی اشعری کا قول ہے اور اہل سنت وجماعت کا یہ قول ہے کہ ہم رسول کو خدا کے ذریعہ سے جانتے ہیں،

امام بزدوی نے علم کلام میں جو کتاب لکھی ہے اور جسکا قلمی نسخہ ہماری پیش نظر ہے اس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے،

علامہ ذہبی مشہور محدث ہیں اور فن حدیث میں ان کے بعد کوئی ان کا ہمسر نہیں پیدا ہوا، ان کی نسبت علامہ ابن سبکی طبقات میں لکھتے ہیں،

هذا شيخنا الذهبي له علم وديانة وعنده على اهل السنة تحمل مفرط فلا يجوز ان يعتمد عليه وهو شيخنا ومعلمنا غير ان الحق احق بالاتباع[3] -	یہ ہمارے استاذ ذہبی عالم ہیں، متدین ہیں، ان میں اہل سنت سے نہایت تعصب ہے اس لیے ان پر اعتماد نہیں ہوسکتا، اور وہ ہمارے شیخ اور معلم ہیں لیکن حق بات پیروی کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے،

---

[1] کتاب مذکور مطبوعہ الہ آباد ص ۱۷۱ تا ۱۹۳،

[2] کتاب حنفیوں کی علم کلام کی مشہور اور مسلّم کتاب ہے،

[3] الرفع والتکمیل مصنفہ مولانا عبدالحی لکھنوی صفحہ ۲۰

علامہ ابن عبد البر جو مشہور محدث گذرے ہین اور جنکی شرح موطای امام مالک شروح موطا مین سب سے بہتر ہے انھون نے اپنی کتاب جامع بیان العلم مین جو ۱۳۲۰ہجری مین قاہرہ مین چھاپی گئی ہے ایک خاص باب باندھا ہے اسکا اقتباس ہم اس موقع پر نقل کرتے ہین،

فعن مغيرة عن حماد انه ذكر اهل الحجاز فقال سألتهم فلم يكن عندهم شيء والله لصبيانكم اعلم منهم بل صبيان صبيانكم۔	مغیرہ سے مروی ہے اور مغیرہ حماد سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے اہل حجاز کا تذکرہ کیا تو کہا کہ مین نے اُن لوگون سے سوالات کیے تو اُنکے پاس کچھ نہ تھا خدا کی قسم تمھارے بچے اُن سے زیادہ علم رکھتے ہین بلکہ تمھارے بچون کے بچے بھی،
وعن الزهري قال ما رأيت قوما انقض لعرى الاسلام من اهل مكة ++++ وهذا ابن شهاب (اي الزهري) قد اطلق على اهل مكة في زمانه انهم ينقضون عرى الاسلام ما استثنى منهم احدا وفيهم من اجلة العلماء من لا خفاء بجلالته في الدين واظن ذلك والله اعلم لما روي عنهم في الصرف ومتعة النساء وروى علي بن مسهر عن هشام بن عروة عن ابيه قال قالت عائشة ما علم انس بن مالك وابو سعيد الخدري بحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما كانا غلامين صغيرين ++ وعن ابن وهب قال سمعت مالكا وذكر عنده اهل العراق فقال انزلوهم منزلة اهل الكتاب لا تصدقوهم ولا تكذبوهم	زہری سے مروی ہے کہ مین نے کسی قوم کو اہل مکہ سے زیادہ شیرازۂ اسلام کو منتشر کرنے والا نہین دیکھا ++++ ابن شہاب زہری نے اپنے زمانہ کے تمام اہل مکہ کے متعلق کہا کہ وہ اسلام کے شیرازہ کو منتشر کرتے ہین زہری نے ان مین کسی کو مستثنی نہ کیا حالانکہ اُن مین بڑے بڑے علما موجود تھے جنکی مذہبی عظمت و جلالت مخفی نہین، مین گمان کرتا ہون کہ زہری نے یہ اسلیے کہا کہ اہل مکہ سے مسئلہ صرف و متعہ مروی ہے، علی بن مسہر نے ہشام بن عروہ سے روایت کی اور ہشام اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ انس بن مالک اور ابو سعید خدری نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہین جانا وہ دونون چھوٹے بچے تھے، اور ابن وہب سے مروی ہے کہ امام مالک کے سامنے اہل عراق کا تذکرہ ہوا تو انھون نے فرمایا کہ اہل عراق کو اہل کتاب کی طرح سمجھو نہ انکی تصدیق کرو نہ تکذیب،

اختلاف کے ساتھ اتحاد اوپر کی روایتون سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ عین ترقی اسلام کے زمانہ مین اختلاف عقائد کی کیا حالت تھی لیکن اُسوقت لوگ اس نکتہ کو سمجھ سکتے تھے اور سمجھے تھے کہ اختلاف کے ساتھ بھی مشترک اغراض مین اتحاد ممکن ہے،

اس نکتہ کی تلقین خود قرآن مجید نے کی تھی،

وان جاهداك على ان تشرك بي	اگر وہ دونون یعنی ماں باپ یہ کوشش کرین کہ تو ہمارا شریک اس چیز کو ٹھہرائے

۱۔ صفحہ ۱۹۵ تا ۲۰۳،

مالیس لک بہ علم فلا تطعہما وصاحبہما فی الدنیا معروفا	جسکا تجکو علم نہین تو تو ان کا کہنا نہ مان لیکن دنیا مین انسے اچھی طرح پیش آ۔

اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ مثلاً ایک شخص مسلمان ہو اور اسکے ماں باپ مشرک اور کافر ہون اور چاہتے ہین کہ اپنے بیٹے کو بھی مشرک و کافر بنالین اس حالت مین خدا حکم دیتا ہے کہ کفر و شرک مین ان کا کہنا نہین تسلیم کرنا چاہیے لیکن اس سے ان کے حقوق پدری زائل نہین ہوجاتے اسلیے دنیاوی معاملات مین ان کا ادب لحاظ اسی طرح مدنظر رکھنا چاہیے جو عموماً والدین کا حق ہے،

اس آیت نے بتا دیا کہ اختلاف اور اتفاق کے حدود الگ الگ ہین یہ ممکن ہے کہ مذہب کے معاملہ مین اختلاف ہو اور دوسرے معاملات مین اتحادی اصول پر عمل کیا جائے۔

قرون اولی مین اس اصول پر عمل ہا مثالین ہم ذیل مین لکھتے ہین جن سے یہ مسئلہ اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیگا

(۱) اوپر گذر چکا کہ محدثین قدریہ، جبریہ، معتزلہ، شیعہ وغیرہ کو اہل بدعت اور اہل ہوا کہتے تھے، ان کو گمراہ اور.... سمجھتے تھے با این ہمہ دین کا نہایت اہم کام یعنی حدیث کا روایت کرنا ان سے جائز سمجھتے تھے فن محدث کا یہ ایک مسئلہ ہے کہ فرقہائے باطلہ سے حدیث روایت کرنا جائز ہے یا نہین یعنی مثلاً اگر ایک حدیث آنحضرت سے منقول ہو جسکے سلسلۂ روایت مین معتزلی یا شیعہ وغیرہ ہون تو یہ حدیث معتبر ہوگی یا نہین اس مسئلہ کے متعلق اکثر ائمہ حدیث کا یہی فتوی ہے کہ ان مین سے خطابیہ کے سوا جنکے مذہب مین جھوٹ بولنا جائز ہے باقی اور فرقون سے روایت کرنا جائز ہے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مین ابن حبان کا قول نقل کیا ہے،

لیس بین اهل الحدیث من اصحابنا خلاف فی ان الصدوق المتقن اذا کانت فیه بدعة ولم یکن یدعوا الیها ان الاحتجاج باخباره جائز[1]	ہمارے ائمہ مین سے محدثین کے نزدیک اس امر مین کوئی اختلاف نہین ہے کہ اگر راست گو صاحب حافظہ بدعتی ہو لیکن اپنی بدعت کی طرف لوگون کو بلاتا نہین تو اسکی روایات سے دلیل لانا جائز ہے

اسی کتاب مین حاکم نیسابوری کی تاریخ نیشاپور سے نقل کیا ہے،

ان کتاب مسلم ملآن من الشیعة[2]	امام مسلم کی کتاب شیعی رواۃ سے بھری ہوئی ہے،

علامہ ابن الصلاح کا قول ہے،

---

[1] کتاب مذکور طبع لکھنؤ صفحہ ۱۴۱، [2] کتاب مذکور صفحہ ۱۴۲،

فان کلتہم مطابقۃ بالروایۃ عن المبتدعۃ غیر الدعاۃ[1] - محدثین کی تصنیفات غیر داعی بدعتیون کی روایت سے پر ہین،

ابراہیم بن یحیی امام شافعی کے استاد تھے، ان کا مذہب قدری تھا، اسلیے جب امام شافعی ان سے روایت کرتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی جسکا دین مشکوک ہے لیکن روایت صحیح کرتا ہے خطیب بغدادی اسی قول کو نقل کرکے لکھتے ہین،

ان ھذا مذھب ابن ابی لیلی و سفیان الثوری و نحوہ عن ابی حنیفۃ بل حکاہ الحاکم فی المدخل عن اکثر ائمۃ الحدیث[2]

یہ ابن ابی لیلی اور سفیان ثوری کا مذہب ہے اور اسی کے مثل ابو حنیفہ سے مروی ہے بلکہ یہی مذہب حاکم نے مدخل مین اکثر ائمہ حدیث کا نقل کیا ہے،

امام شافعی کتاب الام مین لکھتے ہین،

فلم نعلم من سلف الائمۃ من نقیدی بہ ولا من بعدھم من التابعین رد شہادۃ احد بتاویل وان خطاءہ وضلہ و راٰہ استحل ما حرم اللہ علیہ

(فتح المغیث صفحہ ۱۴۲)

ہم نے گذشتہ ائمہ مین سے جنکی اقتدا کی جاتی ہے اور نہ اُنکے بعد کے علماے تابعین مین سے کسی کو جانتے ہین، جسنے کسی تاویل سے کسی کی شہادت رد کردی ہو گو وہ اسکو گنہگار یا گمراہ کیون نہ قرار دیتا ہو یا اُسکے متعلق یہ کیون نہ سمجھتا ہو کہ اُسنے خدا کی حرام کی ہوئی چیز حلال کردی.

علامہ ذہبی میزان الاعتدال ابان بن تغلب کے ذکر مین لکھتے ہین،

ان البدعۃ علی ضربین فبدعۃ صغری کغلو التشیع اوکالتشیع بلاغلو ولا تحرق فھذا اکثر فی التابعین وتابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ھؤلاء لذھب جملۃ اٰثار النبویۃ وھذہ مفسدۃ بینۃ * * * فالشیعی الغالی فی زمان السلف وعرفھم ھو من تکلم فی عثمان والزبیر وطلحۃ ومعویۃ وطائفۃ ممن حارب علیا رضی اللہ عنہم وتعرض بسبھم والغالی فی زماننا وعرفنا ھو الذی یکفر ھؤلاء ویتبرأ من الشیخین ایضا فھذا ضال مغر -

بدعت کی دو قسمین ہین بدعت صغریٰ جیسے شیعیت مین شدید ہونا یا شیعیت بغیر شدت ...... یہ شیعیت تابعین و تبع تابعین مین بہت ہے باوجود اسکے ان مین مذہب، تقوی اور صدق ہے، اگر ان لوگون کی حدیثین رد کردی جائین تو آثار نبوی کا ایک حصہ جاتا ہے اور یہ خرابی ظاہر ہے * * شدید شیعی سلف کے زمانہ میں اور اصطلاح مین وہ شخص ہے جسکو حضرت عثمان زبیر طلحہ معاویہ اور اُس گروہ سے جنھون نے حضرت علی سے جنگ کی کلام ہو اور اُنکو بُرا کہتا ہو اور ہمارے زمانہ میں اور ہماری اصطلاح مین شدید شیعی وہ ہے جو ان لوگون کی تکفیر کرتا ہے اور نیز شیخین سے تبرا بھی کرتا ہو یہ شخص گمراہ اور فریب خوردہ ہے،

[1] کتاب مذکور صفحہ ۱۴۲، [2] الفیۃ الحدیث صفحہ ۱۴۱،

اس قسم کے سیکڑون اقوال ہین جنکا شمار نہین ہو سکتا، یہ مسئلہ اس اصول کی بنا پر ہی کہ مذہبی اعتقاد اور راست گوئی الگ الگ باتین ہین، ممکن ہی کہ ایک شخص کے عقائد اچھے ہون لیکن کاذب الروایت ہو، اسیطرح ممکن ہی کہ ایک شخص کے عقائد خراب ہون لیکن دروغگو نہ ہو، محدثین کی انتہائی نکتہ سنجی حقیقت شناسی اور بے تعصبی ہی کہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے ایک شخص کو بدعقیدہ، بدعتی گمراہ سمجھتے ہین لیکن اگر ان کے تجربہ نے ثابت کر دیا ہی کہ وہ شخص جھوٹ نہین بولتا تو اس سے بے تکلف حدیث سیکھتے ہین روایت کرتے ہین اسکی شاگردی کا اعتراف کرتے ہین،

قتادہ ایک مشہور محدث گذرے ہین، ان کی نسبت علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین لکھا ہی:

ماکان قتادة یرضی حتی یصیح به صیاحا یعنی القدر قال ابن عروه	قتادہ کو جب تک زور شور کے ساتھ چلا نہ لیتے تھے چین نہین آتا تھا یعنی قدر
والله ستوائی قال قتادة کل شئ بقدر الا المعاصی قلت	اور ستوائی کہتے ہین کہ قتادہ کا قول تھا ہر چیز کی تقدیر ہو چکی ہی لیکن گناہ
مع هذا الاعتقاد الردی ما تأخر احد عن الاحتجاج بحدیثه الله	نہین مین کہتا ہون کہ اس اعتقاد فاسد کے باوجود کوئی انکی حدیث کے ساتھ
یسامحه (تذکرة الحفاظ مطبوعه حیدرآباد جلد اول صفحه ۱۱۰)	حجت لانے سے باز نہ رہا، خدا انکو معاف کرے،

(۲) اسی اصول کا یہ نتیجہ تھا کہ نصاب تعلیم مین مخالف فرقے کے لوگون کی مذہبی کتابین بھی داخل تھین ہر شخص جانتا ہی کہ زمخشری معتزلی تھا، اور اسنے قرآن شریف کی جو تفسیر کشاف کے نام سے لکھی، اسمین اپنے عقاید کہین صریحًا اور کہین اشارۃً داخل کیے، تاہم یہ کتاب ابتدا سے آجتک ہمارے علما کے درس اور مطالعہ مین رہی، علما کو یقین تھا کہ ادب، عربیت، معانی و بلاغت کے لحاظ سے یہ کتاب لاجواب ہی اسلیے اسکی عام خوبی سے انکار نہین کر سکتے تھے البتہ جہان جہان زمخشری نے اپنے عقائد کا اظہار کیا ہی، وہان تنبیہ کر دیتے تھے کہ یہ معتزلہ کے عقائد ہین،

(۳) عقلی اور ادبی علوم مین، اختلاف عقائد کا مطلق اثر نہ تھا، علوم عقلیہ مین جو لوگ امام فن مانے جاتے ہین تقریبًا کل آج کل کے نقطہ نظر سے خارج المذہب اور کم از کم فاسد العقیدہ تھے، فارابی اور بوعلی سینا افلاک کو قدیم مانتے تھے محقق طوسی، غالی شیعہ تھے، چنانچہ تجرید مین خلفاے راشدین کے مطاعن نہایت تفصیل سے لکھے ہین، فن بلاغت کے تمام ارکان یعنی جاحظ، عبدالقادر جرجانی، سکاکی، معتزلی تھے، نحو کا سب سے اعلی درجہ کا مصنف رضی شیعہ ہی فنون ریاضیہ یعنی اقلیدس اور حساب کا تمامتر مدار محقق طوسی کی تصنیفات پر ہی، بااین ہمہ تمام علماے اہل سنت وجماعت انھین کتابون کو پڑھتے پڑھاتے اور انھین کو اپنا ماخذ اور مرجع قرار دیتے آئے اور ان کے مصنفون کے نام کے

بجاے، ان کو شیخ، محقق، معلم ثانی، امام کے لقب سے یاد کرتے ہین، مأتہ عامل کا مشہور شعر ہے،

عامل اندر نحو صد باشد چنین فرمودہ اند　　شیخ عبدالقاہر جرجانی بیر ہدی

(۴) سب سے بڑھ کر یہ کہ اہل سنت و جماعت مخالفین مذہب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے اور پڑھتے تھے گو بعض لوگون نے اسکی مخالفت بھی کی لیکن عام فتوی یہی رہا کہ سب کے پیچھے نماز جائز ہے،

امام نووی جو مشہور محدث تھے انھون نے لکھا ہے،

ولم یزل السلف والخلف علی الصلوة خلف المعتزلة وغیرهم[۱]

اور سلف و خلف کا اس پر برابر اتفاق رہا کہ معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے،

عبد العلی بحر العلوم ارکان اربعہ مین لکھتے ہین،

واما انہ لا یجوز الصلوة خلف منکر الشفاعة لاهل الکبائر ومنکر الرویة وعذاب القبر ومنکر الکرام الکاتبین لانه کافر لتواتر هذه الامور من الشارع ولا یصلی خلف منکر المسح علی الخفین المشبهة واشالها من تشویشات المتأخرین مخالفة لما علیه القدماء من الائمة المجتهدین فلا یلتفت الیها فضلا عن ان یفتی بها (ازکتاب الصلوة مطبوعہ مطبع سعیدی کلکتہ ۱۹۵و۱۹۶)

باقی یہ امر کہ جو شخص شفاعت کبائر اور رویت اور عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا منکر ہو اسکے پیچھے اسوجہ سے نماز ناجائز ہے کہ یہ امور شارع سے بتواتر ثابت ہین اسلیے اسکا منکر کافر ہے، اور یہ امر کہ مسح خفین کا جو منکر ہو اسکے پیچھے اور مشبہ کے پیچھے نماز ناجائز ہے تو یہ اور اس قسم کی باتین متاخرین کی تشویشات مین سے ہین جو ائمہ مجتہدین کے خلاف ہین، ان کی طرف التفات بھی نہین کیا جا سکتا چہ جائے کہ ان پر فتوی دیا جائے،

شبلی نعمانی

تمدن

(۲)

یہ مضمون مشہور عالم مل کے مضمون سے ماخوذ ہے، اسکا پہلا نمبر جون ۱۹۱۱ء کے الندوہ مین،

---

[۱] فتح المغیث صفحہ ۱۴۳،

شائع ہوا تھا، دوسرا اب شائع ہوتا ہے

مل نے تمدن کی حقیقت اور اُسکے مختلف متعلقات خصائص اثرات کی جو تشریح کی ہے، نہایت تعجب کی بات

یہ ہے کہ وہ مشہور مورخ و فلسفی تاریخ ابن خلدون کی تحقیقات سے بعض خیالات سے بالکل مشابہ ہے، مقدمہ ابن خلدون کا

انگریزی زبانون مین ترجمہ ہوچکا ہے، ممکن ہے کہ وہ مل کی نظر سے گذرا ہو، بہرحال خیال ہے

تمدن کے اخلاقی اثرات، مندرجہ ذیل دو عنوانات کے تحت مین رکھے جاسکتے ہین،

(۱) اولاً وہ اثرات، جو افراد کی اخلاقی زندگی پر براہ راست تمدن سے واقع ہوتے ہین،

(۲) ثانیاً، وہ اثرات، جو اجتماعی طاقت کے مقابلہ مین انفرادی قوت کی روز افزون پستی کا نتیجہ ہین،

کیمپڑ عوائد اخلاقی، کے اوپر کسی اعلی تمدن کا ایک خاص اثر یہ ہوتا ہے، کہ افراد کی بلند ہمتی ماند پڑجاتی ہے یا زیادہ صحیح طور پر یون کہنا چاہیے، کہ انکی کل حوصلہ مندیان، انکے جالب المنفعت مشاغل کے تنگ دائرہ کی مرکز ہوکر رہ جاتی ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ تمدن کی وسعت کے ساتھ ساتھ، افراد کی آسایش و حوائج کا انحصار، کچھ اُن کی ذاتی جد و جہد پر نہین رہتا، بلکہ انکا سامان عام سوسائٹی کرتی ہے، کیونکہ وحشیانہ زندگی کے برعکس، جہان کہ ہر فرد کو اپنی جان و مال کی حفاظت، اور اپنی حریت برقرار رکھنے کے لیے، خود اپنی جسمانی یا دماغی قوت پر اعتماد کرنا پڑتا ہے، تمدن کا تو اقتضا ہی یہ ہے کہ ان چیزون کو انفرادی کوششون سے کوئی تعلق نہو، اسی لیے عہد جہالت کے پیدا کردہ خطرات مین سے اکثر تو ایسے ہوتے ہین جنکا دفعیہ تمدن نے ایسے طرز معاشرت کی سہولتون سے از خود ہوجاتا ہے، بعض ایسے ہوتے ہین جنکے لیے محکمہ جنگ، ایوان عدالت، و سررشتہ پولیس، سپر کا کام دیتے ہین، اور باقی ماندہ کی روک تھام تمام جمہوری ادارے کردیتی ہے، لیکن ان چیزون سے بے تعلق ہوجانے کے بعد، بجز خواہش نام و نمود یا رفاہ خلق کے انفرادی قوت کا مصرف باقی ہی کیا رہ جاتا ہے، مگر یہ ظاہر ہے کہ جو چیزین ان جذبات کی مخاطب ہین، وہ حوائج مین داخل نہین انکا اکتساب اختیاری ہے، لازمی نہین، اور اسکے علاوہ، یہ جذبات ہر شخص پر یکسان طور سے موثر بھی نہین ہوتے، ان مین سے صرف ایک شے، یعنی خواہش دولت ایسی ہے، جو عالمگیر کہی جاسکتی ہے، اور دولت ہی ایسی شے ہے، جو من حیث الکل گو خواہشات کے اتمام کا آلہ ہے، اس لیے اعلی متمدن جماعات مین کثیر کثیر کی تمام، یا تقریباً تمام، قوت کا مرکز، یہی حصول کی خواہش ہوتی ہے، لیکن ذی اقتدار گروہ، وہ گروہ جسکی کوششین نہایت اعلی پیمانہ پر اور نہایت نتیجہ خیز ہوسکتی ہین، ن

خود ہی کافی طور پر دولتمند ہوتا ہی اسکو کیا احتیاج ہی کہ وہ دولت یا ذاتی وجاہت کے لیے مشقت و ریاضت گوارا کرے، اس گروہ کی حوصلہ مندیون کے لائق اگر کوئی چیز ہوسکتی ہی تو وہ سلطنت کے اعلیٰ عہدہ ہین اور اگران ارباب وجاہت کو ان مراتب عالیہ پر پہونچکر اپنی ذاتی جائداد کے انتظام کے مقابلہ مین کم وقتون کا سامنا ہوتا تو یہ لوگ یقیناً انکے لیے کوشش کرتے، لیکن چونکہ ان عہدہ ہاے جلیلہ کی فرائض کی انجام دہی، بغیر ذمہ دارانہ دردسری، محنت شاقہ، اور فکر و تردد کے ممکن نہین اسیلیے تجربہ بتاتا ہی کہ جو لوگ مشاغل تفریح اور لہو ولعب مین وقت گذاری کے خوگر ہین، اُن پر اعلیٰ عہدون کی ہوس چندان کارگر نہین ہوتی، اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ متمدن ممالک مین طبقۂ متوسط کی حوصلہ مندیان جالب المنفعت مشاغل مین محدود ہوکر رہ جاتی ہین، اور طبقۂ اعلیٰ کی حوصلہ مندیان توگویا مردہ ہوجاتی ہین،

تمدن کی ایک اور خصوصیت یہ ہی کہ درد و تکلیف کا نظارہ، بلکہ بعض اوقات تصور بھی، وہ طبقات اپنے سے دور رکھتے ہین، جو منافع تمدن سے کامل طور سے مستفید ہوتے ہین، ایام جہالت کی طرز معاشرت کا ایک لازمی نتیجہ غیر منقطع سلسلۂ جنگ و جدل ہوتا ہی جس سے افراد ظلم و تشدد کی برداشت کے عادی ہوجاتے ہین اور انکے قلوب سخت ہوجاتے ہین، یہی سبب ہی کہ آج جن چیزون کا نظارہ ہمکو سخت ناگوار ہوتا ہی، اُن مین قدما کے نزدیک کوئی بات ناپسندیدہ نہ تھی اور اس زمانہ کے نہایت رحمدل افراد وہ کارروائیان کرتے تھے، جو ہمارے خیال مین سخت شقاوت کے افعال ہین ہمارے معیار کے مطابق قدما تکلیف رسانی کے مرتکب ضرور ہوتے تھے، لیکن اسکی وجہ یہ ہی کہ ہم جس شی کو باعث تکلیف خیال کرتے ہین انکے نزدیک وہ ایسی تھی ہی نہین جو تکلیف، ہمارے نقطۂ خیال کے مطابق، وہ دوسرون کو پہونچایا کرتے تھے اسکے روزمرہ برداشت کرنے کے وہ اسقدر عادی ہوگئے تھے کہ انکے خیال مین وہ تکلیف ہی نہ تھی، لیکن اب حالات زمانہ کے اقتضا سے انفرادی معرکہ آرائیون کا گویا خاتمہ ہوگیا ہی، افراد کا باہمی دست و گریبان ہونا تقریباً مسدود ہوگیا ہی، اور وہ افعال، جن مین شقاوت کا کچھ بھی شائبہ شامل ہی، یا جنکے ارتکاب مین ذرا بھی کسی دردانگیز نظارہ کا سامنا ہوتا ہی، اب سوسائیٹی کے خاص گروہون یا خاص افراد سے متعلق کردیے گئے ہین، مثلاً جراح، قصاب، جلاد و حاکم عدالت وغیرہ اور پبلک کو ان سے کوئی تعلق نہین رہا، جسکا نتیجہ یہ ہی، کہ مرفہ الحال طبقہ کے اُن کثیر التعداد افراد کو جنھین کوئی ذاتی گزند نہین پہونچا ہی، جسمانی تکلیف، کا معنی دیکھنے کے لیے بجاے تجربہ و مشاہدہ کے اپنی قوت متخیلہ کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہی، اور جون جون اعلیٰ طبقات مین نفاست بڑھتی جاتی ہی، اس خصوصیت مین بھی ترقی ہوتی جاتی ہی

یہان تک کہ نفاست پسندی کا معیار یہ قرار پاجاتا ہی کہ نہ صرف درد و تکلیف کا نظارہ، بلکہ تصور بھی نہ آنے پائے کہا
مقصد کے حصول کے لیے ایسے اسباب مصنوعی مہیا کرنا ہوتے ہین جنکا جمع ہونا بجز ایک اعلیٰ تمدن کی سوسائیٹی کے
کسی حالت مین ممکن نہین اس موقع پر یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہی کہ درد و تکلیف کی اکثر صورتین ایسی ہین جو اُن لوگون کے لیے
تو معمولی بات ہین جنکو انکا تجربہ ہو چکا ہی، مگر جنکو دوسرے لوگ ناقابل برداشت سمجھتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہو کہ ما قبلیہ
کے مقابلہ مین گو موجودہ متمدن جماعات زیادہ رقیق القلب و رحم دل ہوگئی ہین تاہم اُن مین مردانگی کا عنصر نہایت خفیف
رہگیا ہو مردانگی کے معنی یہ ہین، کہ انسان کسی اعلیٰ مقصد کے لیے سب کچھ کر گزرنے اور خصوصاً ناخوشگوار تکلیف دہ
کیفیات کے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو، اور جو شخص ابتدا ہی مین ان چیزون کا عادی نہین ہوتا، وہ کبھی اعلیٰ کیرکٹر
کا انسان نہین ہو سکتا، لیکن دور جدید کے اعلیٰ شائستہ طبقہ مین نفاست پسند حلقہ مین، اخلاقی زنانہ پن ایسا سرایت
کر گیا ہی، جسنے انکو ہر قسم کی جد و جہد کے ناقابل بنا دیا ہی، اور ہر قسم کے ریاضت طلب مشاغل سے انکو عاری کر دیا ہی،
ایسی جماعت سے ہم اس موقع پر جبکہ نہ صرف نہ صرف تکلیف کشی بلکہ تکلیف جوئی، افراد پر واجب ہوجاتی ہو کسی مردانہ
فعل کی توقع کر سکتے ہیں محنت و مشقت یہ لوگ نہین کر سکتے، زبان طعن کے حملہ یہ نہین برداشت کر سکتے، مخالفانہ نکتہ چینیون
کی تاب انکو نہین، اور نہ تو اور انہین اتنی جرأت بھی نہین کہ کسی ایسے شخص کو، جن سے یہ روزمرہ ملا کرتے ہین، اسکی کسی بات
پر ٹوکین یا اُس سے کوئی غیر خوشگوار بات کہین، یہ عام اخلاقی بزدلی و نامردی تاریخ عالم مین ایک نادر واقعہ ہو لیکن
رفتار تمدن کا لازمی نتیجہ ہی، اور اسکا وجود اُسوقت تک قائم رہیگا، جبتک کہ ہم خود اسکے مخالف اسباب جمع کر کے
اسکو نہ توڑ دین،

لیکن ان حالات کے ساتھ، اگر ایک طرف محاسن اخلاق کا سرچشمہ خشک ہو جاتا ہی، تو دوسری جانب بداخلاقیون
کا بھی، ایک حد تک سدباب ہو جاتا ہی، اسلیے کہ تمام جمہوری رائے کم از کم، غیر خوشنما بدکاریون کے ضرور منافی ہی،
اور جون جون یہ صدائے جمہور بلند ہوتی جاتی ہی، اور کوئی خاص فرد یا طبقہ، اس سے متاثر ہوے بغیر نہین رہ سکتا
سوسائیٹی کی حالت روبہ اصلاح ہوتی جاتی ہی اور زندگی کے بیرونی حصون مین زیادہ شائستگی آتی جاتی ہی، یہ امر بھی
قابل لحاظ ہی کہ اشاعت تعلیم کے اقتضا سے جو تمدن کا لازمی نتیجہ ہی، عام جمہوری رائے کے معیار کی جزئی مگر کافی طور
پر اصلاح ہو جاتی ہی، وہ توہمات و تعصبات گو تا گون جنھون نے بیجا طور پر نوع انسان مین اسقدر منافرت پھیلا رکھی ہی

رفع ہوجاتے ہیں، انسان نتائج افعال کے اندازہ کرنے مین نسبتاً انصاف پسند ہوجاتا ہی، اور اُن دلائل کی بنیاد صحیح طور پر تلاش کرتا ہی جنکی بنا پر دیگر افراد کے افعال پر مدح وذم کے احکام لگائے جاتے ہین مختصر یہ کہ افعال اخلاقی پر آفرین و نفرین کرنے کا معیار زیادہ صحیح ہوجاتا ہی، ہاں یہ امر کہ عام جمہوری رائے کی اس شایستگی کے حدود و مدارج کیا ہین، ایک علحدہ موضوع ہی جسکے متعلق یہان صرف اتنا اشارہ کافی ہی کہ اسکے حدود نہایت وسیع ہین اور جون جون عموم تمدن، یعنی اشاعت تعلیم و تہذیب جذبات مین ترقی ہوتی جائیگی، اسی نسبت سے لوگون کی زبان مستدل و محقق دعاوی کی زیادہ خوگر ہوتی جائے گی،

تمدن کا ایک اور اہم اثر جسکی جانب تعجب ہی کہ ابھی کافی اعتنا نہین کیا گیا، یہ ہی کہ انفرادی ہستیان اجتماعی ہستیون کے سامنے اتنی مغلوب ہوجاتی ہین، کہ گو افراد کا اعتماد صدائے عام پر بڑھتا جاتا ہی لیکن ثابت الاساس صدائے عام کی چندان وقعت باقی نہین رہتی، بہ دیگر الفاظ، متمدن سوسائیٹی مین ایک اعلی اخلاق ایک مستحکم کیریکٹر کی حاجت، معاشرتی حیثیت سے باقی نہین رہتی حالانکہ غیر متمدن جماعت مین یہی ایک شے معاشرت مین وقار قایم رکھ سکتی ہی، مثال کے لیے ایک چھوٹے قریہ کی حالت پر غور کرو، یہان کا بازار یا تجارت گاہ عبارت ہی ایک بساطی کی ذات سے جو اہل قریہ کی تجارتی ضروریات کا واحد مرجع آمال ہی، یہ بھی ماننا پڑیگا کہ خریدارون کی مختصر آبادی کا تقریباً ہر فرد اس سے متعدد بار معاملت کرچکا ہی، اب اس صورت مین اگر یہ دوکاندار بددیانتی سے کام لینا چاہے، تو کیا کامیابی ہوسکتی ہی، خریدارون کا شمار چند سے زائد نہین، اگر انکو اس بدمعاملگی پر اطلاع ہوگئی، تو صاحب دوکان کا مدار معاش معرض خطر مین آتا ہی،

الغرض یہ خوف یا اندیشہ ایسی چیز ہی جو اکثر بداخلاقیون کے مقابلہ مین سپر کا کام دیتا ہی، اسکے مقابلہ مین اُن تجارت پیشہ اصحاب کی حالت پر بھی نظر کرو جو ان تمدن مین عظیم الشان شہرون مین کسب معیشت کرتے ہین، انکی حالت اول الذکر سے کسقدر مختلف ہوتی ہی، یہ لوگ اگر غایت احتیاط و ایمانداری کو برتین، تو کس لیے؟ اور حاصل نفع کی بنا پر؟ انکو اپنے فوری نفع کی امید صرف اس صورت مین نظر آتی ہی کہ یہ لوگ اپنے مال کی تعریف مین بیجا غلو و مبالغہ سے کام لین اور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ادعا کے لہجہ مین باشندگان شہر کے گوش زد اپنے مال کی خوبی کردین، اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ گو کوئی خریدار دوبارہ دوکان کے اندر قدم نہ رکھے گا، تاہم اتنے بڑے شہر مین، جہان لاکھون کی آبادی ہو، ضعیف العہد کچھ نہ کچھ ناواقف و نئے خریدار ضرور مل جائین گے بے شبہ آج ہر طرف سے ریاکاری اور گندم نمائی و جو فروشی کے تماشے

ہو رہی ہے لیکن اسکا اصل مجرم کون ہے؟ صرف سوسائٹی کا وہ نظام، ہیئت اجتماعی کی وہ ترکیب جو تمدن کے نام سے موسوم ہے اور جو ہمیں یہ سبق دیتا ہے، کہ ایک ہنگامہ خیز غلغلہ میں، ایک محشرستان اضطراب میں، اگر کوئی شے حاضرین کی توجہ کو اپنی جانب منعطف کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے تو وہ دلکش سے دلکش آلات موسیقی نہیں، بلکہ محض بلند بانگ صدائے طبل ہے آج کسی شخص کی کامیابی کا راز اسکے جوہر قابلیت نہیں، بلکہ صرف یہ امر کہ دوسرون کو اپنے سے کتنا متاثر یا کتنا مرعوب کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ پہلے آدمی جتنی کوشش و قوت اپنے مین استحقاق پیدا کرنے پر صرف کرتا تھا، وہ اب اس پر صرف کرنے لگا ہے کہ دوسرے اس سے خوش ظن ہو جائیں، اور اُسے مستحق خیال کرنے لگیں۔ ایک وقت وہ تھا جب یہ مقولہ الطلوع علوم متعارفہ کے مسلم تھا کہ "دروغ کو فروغ نہیں" ور سایہ کو آنچ نہیں، لیکن آج مقتضیات زمانہ نے اس ضرب المثل کی صحت بہت کچھ مشتبہ کر دی ہے، آج یہ نظر آنے لگا ہے کہ پبلک کی نظر توجہ کو اپنی جانب منعطف کرنے کے لیے خدا عی لازمی ہے اور خالص دیانت داری کی قیمت بازار معاشرت میں محض کس مپرسی و ناقدری ہے چنانچہ یہ ہونے لگا ہے، کہ اندرونی خوبیوں کی بجائے ظاہری نمایش و ملمع سازی کو روز بروز فروغ ہوتا جاتا ہے،

ہمکو صرف اسی کا ماتم کرنا نہیں کہ تمدن کی اس رفتار نے بعض انفرادی محاسن کا خاتمہ کر دیا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُسنے صدائے عام کی بنیاد ہی بیخ کر دی ہے، تعلیم عام کو ناقص کر دیا ہے، اور قلیل التعداد تعلیم یافتہ جماعت کا اثر کثیر التعداد غیر تعلیم یافتہ طبقہ پر بہت ہلکا کر دیا ہے، جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہمارے علمی مذاق کو سب سے زیادہ صدمہ پہونچا ہے، جس زمانہ میں دنیا کے کتب خانے عبارت تھی معدودے چند کتابون کے مجموعہ سے، اور جب پڑھنے پڑھانے کا عام رواج مطلق نہ تھا اُسوقت مصنفین اس توقع اور صحیح توقع کے ساتھ قلم اُٹھاتے تھے کہ انکی تصانیف کو ایک محدود طبقہ کی نظر سے گذرینگی تاہم اُن پر کامل غور و خوض کیا جائے گا، اور اگر وہ اس معیار پر پوری اُتریں، تو مدت دراز تک زیر مطالعہ رہا کرین گی اُسوقت مصنفین کو یقین تھا کہ ستایش و آفرین کا معیار کیفیت ہے کمیت نہیں، حُسن قبول کا سنگ بنیاد خوبی مضامین ہے کثرت صفحات نہیں، اور اسی یقین کا یہ نتیجہ تھا، کہ بغیر کافی دماغ سوزی و جگر کاوی کے کسی شخص کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ قلم کو دست تصنیف کے ساتھ تکلیف دیا کرے، لیکن آج کیا حالت ہے؟ آج زمانہ کی کایا پلٹ ہو گئی ہے، آج عصر تعلیم کا دور دورہ ہے، اور ہر شخص پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہے، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ غور رسی کی جگہ عجلت پسندی نے اور خوض و تعمق کی جگہ سطحیت نے لے لی ہے، بے شبہ آج ہر شخص بہت سی کتابیں دیکھ ڈالتا ہے، لیکن مطالعہ کی غرض سے نہ

معانی ومطالب کو جزو دماغ بننے کی اجازت نہین دیتی جب کتابون کی تعداد محدود تھی، اسوقت ہر شخص اطمینان کے ساتھ اپنا کافی وقت اُن پر صرف کرتا، لیکن اب جبکہ ہر خواندہ شخص زمرۂ مصنفین مین شامل ہو رہا ہی کتب بین پبلک کے پاس اس امر کے فیصلہ کا کیا معیار ہی، کہ کون سی کتابین قابل مطالعہ ہین اور کون سی ناقابل مطالعہ؟ ظاہر ہی کہ بجز اسکے کچھ نہین کہ وہ ہر مطبوعہ چیز کو پڑھے، اور اس طرح کتب بین پبلک کے قُوی پر ناقابل برداشت بار پڑ گیا ہی جس سے دنیا مجبور ہو گئی ہی کہ علمی غذا کو بجاے چبانے اور ہضم کرنے کے نگل جایا کرے یہ بھی منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ ہی جسکے باعث اعلیٰ و پایدار کتابون کا وجود روز بروز شاذ ہوتا جاتا ہی، اور سریع الفنا اخبارات کا اثر کتابون کے مساوی بلکہ اُن سے وسیع تر ہو رہا ہی چنانچہ یہ اسی کا نتیجہ ہی کہ آج عموماً مصنفین اپنے خیالات یا اُن مغوات کو جنھین وہ خیالات سے تعبیر کرتے ہین، تصانیف سے قبل اخبارات ورسائل کے ذریعہ سے شائع کر دیتے ہین، اور پبلک کی تشبیہ تو درحقیقت اُس آرام طلب عیش پسند شخص سے دی جاسکتی ہی، جو اپنے فرائض سے متعلق بھی خود اپنی طبیعت پر زور نہین ڈالتا، بلکہ جسنے اپنے تئین دوسرون کے سہارے پر چھوڑ رکھا ہی، اور جسکو متاثر و مرعوب کرنے کے لیے کسی نکتہ سنجی اور حکیمانہ پند وموعظت کی ضرورت نہین، بلکہ کسی رائے کا محض اعادہ و تکرار کافی ہی،

ان حالات کے ساتھ اب یہ نوبت پہونچ گئی ہی کہ ہمارے علوم ادبیہ بازیچۂ اطفال بن گئے ہین، وہ تصانیف جو دماغ سوزی کا ثمرہ ہون، تقریباً مفقود ہو گئی ہین، اور اگر کسی چیز کی عام طور پر مانگ ہی تو وہ ناول و میگزین ہی گو ناول نویس اور اڈیٹر بھی اس افراط سے پیدا ہو گئے ہین، کہ یہ پیشہ بھی اب بمشکل کامیاب پیشہ کہے جا سکتے ہین، اور بمذاقی تو اس حد تک بڑھ گئی ہی کہ تصنیف درکنار اعلیٰ تنقید بھی لوگون پر بار ہونے لگی ہین، اور پبلک کی بے شوقی کا یہ عالم ہی کہ کسی عمیق اور غور طلب تنقیدی مضمون کو بھی صبر وسکون سے نہین پڑھ سکتے، ادب اعلیٰ جو اپنے اصل مقصود کے لحاظ سے مروج الوقت عقائد وخیالات کا مصلح و ناقد تھا، اور جسکی علت غائی موجودہ سطح کو بلند کرنا تھی اب ایک حالت پر منجمد ہو کر رائج الوقت خیالات کا محض آئینہ بن گیا ہی،

سوال یہ ہی کہ کیا یہ امراض ناقابل علاج ہین، کیا منافع تمدن سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے انفرادی قوت کا زوال، عوام پر خواص کے اثر کا انحطاط، خداعی کی گرم بازاری، اور سواد عام کی قوت اصلاح کا ضعف ہمکو چار و ناچار تسلیم کرنا چاہیے؟ کیا یہ خرابیان تمدن کے ہمراہ لاینفک ہین؟ نہین، ہمین اسقدر مایوس ہونے کی ضرورت نہین،

ہم جو اصلاحات چاہتے ہین، تمدن انکے منافی نہین، بلکہ یہ بالکل ممکن ہو کہ دولت گم گشتہ دوبارہ ہاتھ آجائے، علاوہ بریں سرمایۂ اخلاق ضائع ہونے سے محفوظ رہے، لیکن ان اصلاحات کی عملی تدبیر توکل پسندی اور رضا بقضا نہین، اور نہ ان خرابیون کی مدافعت مین ہماری حریفانہ زور آزمائی ہو بلکہ صرف یہ ہو کہ ہم ان مضرت رسان تحریکات کے مقابل دو چند اور ایسی تحریکات پیدا کردین جن سے اول الذکر کے نقصانات کا ازالہ ہوجائے، یہ نقائص گو متعدد ہین تاہم تحلیل سے انکا مدار صرف دو اصولی خرابیون پر آکر ٹھہرتا ہو،

(۱) اولاً یہ کہ جماعت کے سامنے، فرد واحد کا تشخص کالعدم ہوجاتا ہو، اور یہ قطرہ جو بحر ہو کر اپنی ذاتی ہستی کھو دیتا ہے

(۲) ثانیاً یہ کہ افراد کے کیرکٹر مین بجائے استحکام و استقلال کے جُبن و تزلزل پیدا ہوجاتا ہو،

یہ تو تشخیص تھی، اب پہلے مرض کا علاج یہ ہو کہ افراد مین مشارکت و اتحاد کامل تر اور وسیع تر اصول پر پیدا کیا جائے، اور دوسرے درد کا درمان صرف یہ ہو کہ ہماری قومی تعلیم گاہین اور ہمارے آداب معاشرت ایسے ہون جن سے اخلاق افراد کو قوت پہونچے،

اصلاح اول کا مدار چونکہ خود عوامل اجتماعیہ کے تغیرات پر ہو اسلیے اسمین دفعۃً کامیابی نہین ہوسکتی بلکہ حسب اقتضاے ضروریات، اسمین بتدریج سہولتین پیدا ہوتی جائین گی اور اسکے بعض خفیف آثار تو اب بھی نظر آرہے ہین چنانچہ افراط مقابلہ و افزایش آبادی کا یہ اثر گریٹ برٹن مین محسوس ہونے لگا ہو، کہ خردہ فروش قلت منافع سے تنگ آکر اب اپنی اپنی تجارت سے دست بردار ہورہے ہین، اور بجائے انکے نہایت اعلی پیمانہ پر مشترکہ سرمایہ کے ساتھ تجارتی کمپنیان قائم ہوتی جاتی ہین، یہ حالت دیکھکر بعض لوگون کو یہ امید ہوتی ہو کہ کچھ عرصہ مین کشمکش مقابلہ بالکل فنا ہوکر تمام کاروبار تجارت قوم کی صرف ایک خاص باضابطہ جماعت یا کمپنی کے ہاتھ مین آجائے گا، ہم اس مبالغہ آمیز توقع کی تائید تو نہین کرتے مگر اتنا ضرور یقین رکھتے ہین، کہ چندروز کے بعد ہر پیشہ اور ہر شعبۂ تجارت مین، بجائے غیر محدود و غیر منظم کشاکش مقابلہ کے، ایک خاص نظام، جو اصول مشارکت پر مبنی ہوگا، قائم ہوجائے گا اور مختلف افراد اپنی محنت اور اپنے راس المال کا صرف متفرق طور پر بہانے کے بجائے، انکو یکجا کرکے کسی کام مین لگا سکینگے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ خریدارون کو بجائے غیر محدود افراد مین سے انتخاب کرنے کے بعض چند کمپنیون مین انتخاب کرنا رہجائے گا، غرض کشاکش مقابلہ فنا تو نہ ہوگی، البتہ اسکی ایک منتظم و آرام دہ صورت قائم ہوجائیگی،

لیکن یہ اصول مشارکت جسکے مصرف تجارت کی طرف ہم ابھی اشارہ کر چکے ہین، اس پر عملدرآمد جس طبقہ کے لیے سب سے زیادہ اہم ہے وہ علمی گروہ ہے، علمی گروہ کا لفظ ہم یہان نہایت وسیع معنے مین لے رہے ہین، اور اسکے تحت مین اُن تمام افراد کو شامل کرتے ہین، جنکا مدار معاش کوئی نہ کوئی علم ہے، اس گروہ کی موجودہ حالت کسقدر افسوسناک ہے، امثال کے لیے کسی مشہور طبیب کی حالت پر نظر کرو، اسکے سر اتنا کام ہے کہ کوئی شخص اطمینان و دیانت داری کے ساتھ اسکو انجام نہین دیسکتا، اور اس ہجوم کار کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بہت سے مریضون کو بالکل سرسری طور سے دیکھکر ٹال دیتا ہے، اس کے ساتھ یہ مقدمہ بھی ملاؤ، کہ اسی محلہ مین متعدد اطبا اور بھی رہتے ہین، جنھون نے اُسی مرجع خلائق طبیب کی طرح محنت کرکے تحصیل طب کی تھی، اسی کے مساوی مدت صرف کی تھی، اسی کے مثل امتحانات پاس کیے تھے باایںہمہ آج اُنکا بازار سرد ہے، آج وہ کثرت فرصت سے اُکتا رہے ہین، لیکن ہمارے اشارہ کردہ اصول مشارکت پر عمل کرنے سے انکی حالت بالکل مختلف ہوتی، اس صورت مین یہ ہوتا کہ باہمی رضامندی سے ان تمام طبیبون کا ایک نظام، ایک عملہ قائم ہو جاتا، اس جماعت کا سردار وہی مشہور طبیب ہوتا، اور باقی معمولی اطبا اسکے ماتحت ہوتے جنکا کام کثیر التعداد مگر خفیف امراض کا علاج کرنا ہوتا، اور جو چند اہم اور مہلک مرض رہ جاتے انکے علاج کی ذمہ داری صرف اُسی افسر الاطبا کے سر ہوتی، اور اسطرح ایک طرف مریضون کی جانب پورے اطمینان کے ساتھ توجہ ہو سکتی، دوسری جانب چھوٹے بڑے تمام اطبا کو اپنی اپنی جگہ اپنے قوی و قابلیت سے کام لینے کا موقع مل جاتا،

ارباب قلم کی موجودہ حالت، طبابت پیشہ گروہ سے بھی زائد اس اصول کو عملی جامہ پہنانے کی متقاضی ہے، اس میدان مین کشاکش مقابلہ حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے، اور اب نہین تھم سکتی، ایک زمانہ وہ تھا جب کسی کتاب کی بقا کا معیار یہ سمجھا جاتا تھا، کہ آیندہ نسلین اُسے نگاہ قبول سے دیکھین لیکن اب جبکہ مصنفین کی تعداد حد شمار سے خارج ہو گئی ہے اور کتابون کے انبار ہر طرف لگے ہوئے ہین، یہ توقع رکھنا ہی نادانی ہے، کہ اخلاف کو اسلاف کے اعلیٰ علمی کارنامون پر نظر کرنے کی بھی فرصت ملیگی، درحقیقت، آج آسمان تصنیف پر اس کثرت سے سیارے طلوع ہو گئے ہین، کہ دیکھنے والون کی نگاہین خیرہ ہو گئی ہین، اور کھوٹے کھرے کا امتیاز مطلق نہین رہ گیا ہے، اس پر ستم یہ کہ کتب فروشون کے گمراہ کن اشتہارات، اور عام اخبارات و رسائل کی سطحی اور جاہلانہ تنقیدون نے پبلک کے سمند مذاق پر ایک اور تازیانہ کا کام دیا ہے، چنانچہ یہ درد بظاہر اب ناقابل علاج معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر

اسکی اصلاح کی کوئی صورت ہوسکتی ہے، تو صرف یہ کہ مصنفین کو اہل مطبع وغیرہ کی خارجی امداد سے قطعاً مستغنی ہوکر خود اپنی جماعت پر زیادہ اعتماد کرنا چاہیے، اور اپنے ہی گروہ مین سے چند ایسے افراد کو منتخب کرنا چاہیے جو اسوقت ملک کے بہترین مصنفین تسلیم کیے جاتے ہون اور جنکی وقعت و قابلیت کا سکہ تمام پبلک پر بیٹھا ہو، یہ لوگ گویا اقلیم تصنیف و تالیف کے حکام عدالت ہون، اور انکا کام یہ ہو کہ یہ لوگ انتہائی بے تعصبی برتنے کے بعد جدید الشیوع کتابون مین سے جنکو قابل مطالعہ سمجھین اُن پر مہر استناد لگا دین۔

لیکن اس نوعیت کی تمام اصلاحات ایسی ہین، جو دفعۃً ظہور مین نہین آسکتین، بلکہ جنکی تکمیل کے لیے زمانہ درکار ہے، ہان ضرورت ایک امر کی اصلاح یعنی تعلیم گاہون کے نصاب و طرز تعلیم مین اصلاح، بلاشبہ ایسی چیز ہے جسکو قوت سے فعل مین لانے کے لیے پبلک کی تھوڑی سی مستعدی و دور اندیشی کافی ہے گو اسی کے ساتھ یہ امر بھی افسوسناک ہے کہ یہی مسئلہ ایسا ہے، جسکی راہ مین سب سے زیادہ تعصبات حائل ہو رہے ہین اور قدامت پرست گروہ نصاب و طرز تعلیم قدیم سے ذرہ بھر بھی ہٹنا گوارا نہین کرتا[1]

تعلیم کی یہ غرض ہرگز نہین کہ طلبہ کو چند واقعات یا چند اقوال رٹا دیے جائین، بلکہ اسکا واحد مقصد یہ ہے کہ طلبا مین وہ قوت وہ استعداد پیدا کر دی جائے جس سے وہ اپنے دماغی قوی کو بوجہ احسن کام مین لا سکین، اور اپنی عقل و رائے کی بنا پر حق و باطل، کذب و صداقت مین خود امتیاز کر سکین، اساتذہ کا یہ فرض ہرگز نہین کہ وہ زبردستی اپنے ذاتی عقائد و خیالات طلبہ کے دماغ مین پیوست کر کے اُنھین اپنا حلقہ بگوش مرید بنائین، بلکہ انکا فرض محض اسقدر ہے، کہ طلبہ مین حقیقت جوئی کا شوق اور تحصیل علم کا عشق پیدا کر دین، یاد رکھنا چاہیے، کہ جسوقت تک تلامذہ تقلید جامد کے بند سے آزاد نہ کیے جائین گے، جسوقت تک اُن مین صحیح آزاد خیالی کا جوہر نہ پیدا کیا جائے گا اور جبوقت تک بڑے اور ہونہار دماغون پر چھوٹے اور فرسودہ دماغون کی حکومت قائم رہیگی، اُسوقت تک ملک مین کوئی محقق کوئی مجتہد فن نہین پیدا ہو سکتا، دنیا مین جن قومون نے ترقی کی ہے، یا جنکا آفتاب تمدن آج نصف النہار پر ہے، انکا دستور العمل یہ رہا ہے، کہ وہ اپنی درسگاہون مین پروفیسر ہمیشہ ایسے شخص کو منتخب کرتے ہین، جسکے ذاتی معتقدات خیالات

[1] اس موقع پر ل نے کیمرج، آکسفورڈ، ایٹن وغیرہ انگریزی درسگاہون پر اعتراضات کیے ہین، اور انکو بہت پھیلا کر لکھا ہے لیکن اول تو اس خیال سے کہ اردو دان پبلک کو اُن سے کچھ دلچسپی نہ ہوگی، اور دوسرے اسلیے بھی کہ ۱۹۱۲ء مین ۱۸۳۶ء کے نقائص کا وجود ہی نہ تھا ... ہے، ہم نے ان مطالب کو اردو مین لانا مناسب نہین خیال کیا۔ مترجم

خواہ کچھ ہون مگر جو تعلیم کے حقیقی مفہوم سے واقف ہو یعنی تلامذہ مین علم پرستی کا صحیح مذاق، حقایق کی جستجو اور تحقیقات کا خالص شوق پیدا کر سکے،

یہ ہو تعلیم کا اصل الاصول، جسکے سمجھ لینے کے بعد تعیین نصاب مین چندان دشواری باقی نہین رہتی، مختصراً ہم اتنا بتا دینا چاہتے ہین کہ ہمارے مدارس کی صف نصاب مین ایک ممتاز جگہ ادب القدما کو ملنا چاہیے، قدما اور خصوصاً مشاہیر یونان کی علمی عظمت اسقدر بلند پایہ ہو کہ انکے تصانیف کے پڑھنے والے اُس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہین سکتے اسی کے ساتھ ہماری موجودہ نسل کے طلبا جب اپنے اور انکے تمدن معاشرت، و معتقدات کے عظیم الشان تباین پر غور کرین گے، تو انکے دل مین بلند نظری، رواداری، اور وسعت خیالات پیدا ہونا تقریباً ناگزیر ہو، اس ضمن مین دوسرے نمبر فن تاریخ ہو جس سے میری مراد محض حفظ واقعات نہین، بلکہ جسکے فلسفیانہ مطالعہ سے ہم مین اسباب و علل کی تفتیش کا شوق پیدا ہوتا ہو، جس سے نفس انسانی کی کمزوری کا مرقع، اور قومون کے عروج و زوال کا نقشہ مع انکے اسباب کے نظر کے سامنے پھر جاتا ہو، علاوہ جس سے یہ سبق ملتا ہو، کہ محنت و دیانت کے ساتھ کوشش کیے جانے سے کتنے نفع بخش اثرات مترتب ہو سکتے ہین، اور ہمارے نزدیک تو ہمارے موجودہ ملکی، اور نیز معاصر اقوام کے علم ادب کی تعلیم کو فن تاریخ ہی کا ایک شعبہ قرار دینا چاہیے،

خالص ذہنی مضامین مین سب سے ممتاز مرتبہ دو چیزون کا ہو،

اولاً فن منطق، جو ہمارے تمام معلومات کی صحت و غلطی جانچنے کے لیے معیار کا کام دیتا ہو،

ثانیاً علم النفس، جو دیگر علوم کا مقدمہ ہو، لیکن جیسا کہ ہم ابھی کہہ چکے ہین، ان علوم سے یہ مفہوم نہین کہ چند اصطلاحی الفاظ یا کسی مصنف کے چند مقولے یاد کر لیے جائین، بلکہ انکے اصول کو جزو دماغ کر لینا چاہیے، تاکہ ہمارے روزمرہ کے اقوال و اعمال سب انھین کے پابندی کے ساتھ سرزد ہون، منطق کی غرض یہ ہونا چاہیے، کہ ہم مستدل گفتگو کے عادی ہون، مقدمات و نتایج کی صحت کا خاص لحاظ رکھین، اور دوسرون کے کلام کو بھی اسی معیار پر جانچین، اسی طرح علم النفس کی غایت یہ ہو کہ ہم خود اپنے اور نیز دوسرون کے نفس کی کیفیات کا بہ غور مطالعہ کرین، اور اس مشاہدہ و تجربہ سے مفید نتایج اخذ کرین،

ان مضامین کے بعد حکمت کے دیگر دقیق اصناف کا نمبر آتا ہو، انکی تعلیم یون ہونا چاہیے، کہ ہر خواندہ شخص ان

ان سب کے ابتدائی اصول سے واقفیت حاصل کرے، اور بعض افراد ایسے ہون جو ان مین کمال پیدا کرین حکمت کی دو بڑی تقسیمات ہوسکتی ہین

اولاً، وہ اصناف جنکے لیے استقرا و تجربہ ضروری نہین، بلکہ جو محض قیاسی ہین مثلاً ریاضی،

دوسرے وہ علوم جو قیاس کے ساتھ استقرا و تجربہ کے بھی محتاج ہین، مثلاً اخلاقیات، سیاسیات وغیرہ اقتصادیات، اور فنون لطیفہ، ان علوم کی تعلیم ماہرین فن کے ذریعے سے ہونا چاہیے، لیکن معلم کی فضیلت کا معیار صرف یہ ہونا چاہیے کہ وہ تلامذہ مین آزاد خیالی اور تحقیق پسندی کس حد تک پیدا کرسکتا ہے، اور ہماری رائے مین تو مذہب کی تعلیم بھی جبتک اسی وسیع اخیالی کے اصول پر نہ ہوگی، اسوقت تک نہ مذہب اور عقل کی مخاصمت رفع ہوگی اور نہ فرقہ وارانہ تعصبات کی آگ سرد ہوگی،

اب رہے آداب معاشرت وغیرہ کے تغیرات، تو انکی تفصیل کے لیے ایک علیحدہ مستقل مضمون کی ضرورت ہے مگر ہماری معاشرتی زندگی مین چند خوش آیند تغیرات اصلاح نظام تعلیم کے بعد خود بخود ہوجائین گے تاہم یہان اتنا اشارہ کردینا کافی ہے کہ اصلاح معاشرت کا راس الاصول یہ ہو، اور جسکی جانب ہمین رفتار جمہوریت از خود لیے جارہی ہے کہ موروثی نجابت وغیرہ کے بجاے کسی فرد کی وقعت و اعزاز کا معیار محض اسکی ذاتی و اکتسابی قابلیت کو قرار دینا چاہیے، اور پدرم سلطان بود کے اصول کو قطعاً ترک کردینا چاہیے، اسلیے کہ بجز اسکے اور کوئی طریقہ نہین ہے جس سے اُن لوگون کو جو اپنی آبائی عزت کے اعتماد پر کاہل ہوکر بیٹھ گئے ہین کام کرنے کی کوئی تحریک ہو،

عبدالماجد

سائنس فناے مادہ کا قائل ہوگیا

فنا و بقاے مادہ

سائنس اور مذہب کے متنازع فیہ مسائل مین سے ایک مسئلہ فنا و بقاے مادہ کا مسئلہ ہے، یہ مسئلہ بذات خود کوئی متنازع فیہ مسئلہ نہین ہے لیکن چونکہ اسکے ثبوت و عدم ثبوت کا لازمی نتیجہ حدوث و قدم عالم ہے اسلیے اس مسئلہ کی سرحد پر آکر خواہ نخواہ سائنس اور مذہب کا حریفانہ مقابلہ ہوجاتا ہے،

مذہب حدوث عالم یعنے فناے مادہ کا قائل ہے، سائنس قدم عالم یعنے بقاے مادہ کا مدعی ہے، اسی بنا پر صدیون

علی المذہب جو ہمیشہ سائنس اور مذہب کے تخالف آرا کے موقع پر سائنس کی فتح اور مذہب کی شکست کا اعلان کرتے ہین، اس موقع پر بھی انھون نے سائنس کے مقابلہ مین مذہب کی ہزیمت کا اعلان کیا،

سائنس کے تغیرات طرفداران مذہب کہتے ہین شکست و فتح کا فیصلہ محض مخالفت پر مبنی نہین بلکہ دلائل کی غالبیت اور مغلوبیت پر، اسی ضمن مین سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا فلسفہ اور سائنس کی تحقیقات مذہب کی صداقت کا معیار بن سکتی ہین یا نہین، حامیان فلسفہ کہین گے "ہان" لیکن طرفداران مذہب عرض کرین گے، کہ جس سائنس کی تحقیقات کا یہ عالم ہو کہ صبح کی تحقیقات شام کو بدل جائین اور آج کی صحیح تحقیقات کل غلط ہو جائین اُسکو کس اعتبار پر ہم مذہب کے غیر متغیر اور ناممکن التبدیل مسائل کا معیار صحت قرار دین، کل تک علمائے مادہ کے خیال پر سائنس کو ہنسی آتی تھی، لیکن آج یہی خیال مسئلہ مسلمہ بنتا جاتا ہے،

کتاب نشوء المادة مشہور[1] فرنچ فلسفی مورخ مسیو گستاولی بان جسکو ہم اب تک صرف "تمدن عرب" اور "روح معاشرت" کے مصنف کی حیثیت سے جانتے تھے، اُسنے اپنے دس برس کی مسلسل کوششون کا نتیجہ ایک جدید فلسفی تصنیف کی صورت مین پیش کیا ہے جسکا نام "نشوء المادة" یعنی "ایوولیوشن آف دی میٹر" ہے، اس تصنیف نے مادہ کی ترکیب و قدم کے قدیم تحقیق مین ایک تزلزل عظیم پیدا کر دیا، علمائے یورپ کا بیان ہے کہ ڈارون کی تصنیف اصل الانواع کے بعد اس درجہ کی کوئی تصنیف علمی دنیا مین ظاہر نہ ہوئی،

قدیم اصول یہ تھا کہ مادہ ایسے چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب ہے جنکی تقسیم ہم نہین ہو سکتی، اصطلاح مین ان ذرات کو جزو لایتجزی اور جواہر فردہ (اٹمس) کہتے ہین، یہ ذرات ہر قسم کے تغیر و انقلاب و تحلیل و فنا سے پاک ہین، مصنف نشوء المادة کی تحقیق اسکے بالکل مخالف ہے وہ کہتا ہے جسطرح زندہ مخلوقات تغیر و فنا قبول کرتے ہین، اسیطرح یہ ذرات جمادیہ بھی تغیر و تحلیل قبول کرتے ہین اور وہ فنا ہو جاتے ہین یعنی اصول تغیر و فنا جسطرح اجسام مرکبہ پر جاری ہے جواہر فردہ (اٹمس) پر بھی جاری ہے، اس بنا پر یہ اصول کہ مادہ فنا نہین ہوتا قابل ترمیم ہے، ابتداءً مسیو لی بان کی اس تحقیق کی نہایت سخت مخالفت کی گئی، آخر رفتہ رفتہ اُسکے اکثر تعدات کو جو تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہین عقلائے یورپ تسلیم کرتے جاتے ہین، مزید تفصیل کے لیے ہم قدیم و جدید تحقیق کو الگ الگ کرکے دکھاتے ہین،

---

[1] ماخوذ الہلال، اکتوبر ۱۹۱۳ء

قدیم تحقیق

کائنات جسکے اجزا جمادات و نباتات و حیوانات ہین وہ علماے کیمسٹری (علم التحلیل و التعقید) کی تحقیق مین مختلف بسیط عناصر سے مرکب ہی جنکی تعداد ستر سے زیادہ ہی، یہ عناصر تحلیل نہین قبول کرتے، یہ عناصر دوسرے طریقون سے الگ ہو کر مختلف انواع اور اشکال پیدا کرتے ہین جب ہم ایک کاغذ کو جلاتے ہین تو وہ اپنی شکل کو چھوڑ کر ایک سیاہ خاک کی صورت اختیار کرلیتا ہی جسکے صفات خاصہ اور شکل و نوعیت کاغذ کے صفات خاصہ اور شکل و نوعیت سے بالکل مختلف ہوگی کیونکہ کاغذ کے عناصر ترکیبی یعنی کاربون، ہیڈروجن اور آکسیجن وغیرہ کی بالکل تحلیل ہوگئی، اور موجودہ جسم کے اجزائے ترکیب اول جسم کے اجزائے ترکیب بالکل مختلف ہوگئے، مثلاً کاغذ کے کاربون کا کچھ حصہ جل کر ہوا کی آکسیجن مین مل گیا، یہ آکسیجن اس کاربون سے مل کر کاربونک ایسڈ کی صورت اختیار کرکے گیس ہوگیا، کاغذ کا ہیڈروجن بھی کاغذ سے علحدہ ہوکر ہوا کی آکسیجن مین شامل ہوگیا، یہ ہیڈروجن سے ملا ہوا آکسیجن بخارات کی صورت مین پانی بن گیا، کاربون کا بقیہ حصہ جو آکسیجن سے نہین ملا تھا، سیاہ مادہ کی صورت مین ہمارے سامنے پڑا رہ گیا، اس تمثیل سے یہ تجربی ظاہر ہوگا کہ کسی جسم کے عناصر کیونکر تحلیل و ترکیب سے مختلف نوعیت و شکل اختیار کرتے ہین، لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ گو کاغذ کی شکل و صورت جلنے سے تحلیل ہوکر بالکل بدل گئی لیکن اُسکے جواہر فردہ یعنی ذرات ابتک اپنی اصلی غیر متغیر حالت مین گیس اور پانی کی نوعیت مین موجود ہین اُن پر بجز تفرقِ اجزا کے کسی قسم کا انقلاب اور تغیر طاری نہین ہوا، اس تمثیل کے مطابق تحلیل و ترکیب کیماوی سے اجسام مین جو تغیرات و انقلابات پیدا ہوتے ہین اُن سے صرف شکل و صورت کی تبدیلی کے سوا عناصر اور ذرات کی حقیقت مین کسی قسم کا انقلاب نہین پیدا ہوتا،

اس تحقیق کی بنا پر عالم مادی حسب ذیل اجزا سے مرکب ہی،

(۱) مادہ (میٹر) جو وزن کیا جا سکتا ہی، اور جسکو چھوتے ہین،

(۲) قوت جو مادہ مین حرکت پیدا کرتی ہی، یہ قوت نہ وزن کی جا سکتی ہی اور نہ چھوئی جا سکتی مثلاً کشش، روشنی، حرارت، اور برقیت یا کہربائیت، یہ قوت ذراتِ مادہ مین بصورتِ حرکات ساری ہی،

(۳) اثیر (ایتھر) وہ نہایت رقیق دخانی شے جسمین مادہ کے ذرات تیرتے ہین جو نہ وزن کیا جا سکتا ہی اور نہ کسی حاسہ سے اُسکا احساس کیا جا سکتی ہی، وہ سیال (لیکویڈ) اور خالص گیس سے بھی زیادہ لطیف ہی، جسکی حقیقت اس سے زیادہ نامعلوم ہی،

یہ اجزائے ثلثہ اپنی خاصیت، حقیقت اور ترکیب مین ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہین، اور ہر ایک کی ہستی دوسرے سے بالکل الگ ہے،

جدید تحقیق جدید تحقیق کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ عالم کے سابق الذکر اجزائے ثلثہ کو صرف ایک قرار دیتی ہے، اور انکو مختلف حقیقت تابع کرتی ہے، اسکے نزدیک مادہ بصورت قوت منتقل ہوتا ہے اور قوت ایتھر کی شکل مین بدل جاتی ہے، ایتھر ایک نامعلوم حقیقت شی ہے جسکا وجود زیادہ تر مفروض ہے، اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے ریڈیم وغیرہ کے خواص معلوم کرنے چاہئین،

فن کیمسٹری مین ثابت ہو چکا ہے کہ ریڈیم اور اسکے مثل اور جو چیزین دریافت ہوئی ہین، وہ چند تیز تیز حرکت کرنے والے ذرات اپنی جگہ چھوڑ کر خود فنا ہو جاتی ہین، یہ ذرات اپنی خاصیات کے لحاظ سے مادہ اور ایتھر کی درمیانی شکل اختیار کر لیتے ہین، وہ ہوا کو اس قابل بنا دیتے ہین کہ وہ کہربائیت یا برقیت کی حرکت کے لیے ذریعہ بن سکے، وہ سخت سخت مادہ کو چیر کر اس پار ہو جاتے ہین، ریڈیم وغیرہ کے یہ خصائص وہ ہین جو چونکہ سائنس کی دنیا کے لیے بالکل عجیب باتین تھین جنکی نظیر سائنس کے خزانۂ معلومات مین اس سے پہلے موجود نہ تھی اور جنکو دریافت شدہ قوی مین سے کسی کا فعل نہین قرار دیا جا سکتا تھا، اسلیے اس جدید تحقیق کی تشریح اسباب مین علمائے طبیعیات نے بہت سی تھیوریان پیش کین، لیکن قوت تنقید کے مقابلہ مین وہ ثابت قدم نہ رہ سکین، اسی اثنا مین اس تحقیق کی تشریح مین ڈاکٹر لی بان نے اپنی تھیوری پیش کی جو تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی تھی، اسنے استقلال و ثبات قدم کے ساتھ قوت تنقید کا مقابلہ کیا اور کامیاب ہے،

ڈاکٹر موصوف کی تھیوری یہ ہے کہ ریڈیم وغیرہ کا جو یہ جدید خاصہ دریافت ہوا ہے وہ کوئی عجیب چیز نہین ہے جو صرف ریڈیم مین پائی جاتی ہو، بلکہ تمام اجسام مادی اس خاصہ مین مشترک ہین، ریڈیم کی طرح کائنات کا ہر ایک مادی جسم تحلیل سے منحل ہو کر خود فنا ہو جاتا ہے اور بعض ذرات ریڈیم کی طرح اپنی یادگار چھوڑ جاتا ہے، پہلے یہ جسم منحل ہو کر بشکل ذرات مختلف عناصر جن سے وہ مرکب تھا، بن جائے گا، یہ عناصر جو بشکل ذرات ہین دوبارہ تحلیل سے مختلف قوائے طبیعیہ یعنی نور، کہربائیت، شمس، حرارت وغیرہ بن جاتے ہین یہ قوی بدیر بسرعت ایتھر کی صورت اختیار کر لیتے ہین جو فنا ہونے کے ہم معنے ہے، ریڈیم اور عام جسم کے انحلال و فنا مین فرق یہ ہے کہ ریڈیم ان تمام مراحل کو نہایت تیزی اور سرعت کے ساتھ طے کر لیتا ہے اور عام جسم دیر مین طے کرتے ہین تاہم اصولاً ہر وہ انحلال و فنا سے کوئی جسم خالی نہین،

مادہ کی اندرونی قوت پہلی منزل مین جب مادہ ذرات کی صورت مین منتقل ہوتا ہے تو انمین اسقدر تیزی اور سرعت پیدا

ہوجاتی ہے کہ انکی سرعت حرکت نور کی سرعت حرکت کے برابر ہوجاتی ہے اور سکنڈ مین وہ ..... ۳ کیلومیٹر مسافت طے کر لیتے ہین یہ قوت کہان سے پیدا ہوگئی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ مادہ جیسا کہ ابتک سمجھا جاتا تھا قوت سے الگ درجامد کوئی شی نہین ہے جسکے ذرات مین قوت تیرتی پھرتی ہو، بلکہ مادہ درحقیقت ایک عظیم الشان قوت کا خزانہ ہے جو ابتک مخفی تھی ڈاکٹر لی بان نے اس قوت کا "ذرات مادہ کی اندرونی قوت" نام رکھا ہے، یہ قوت انحلال و تغیر کے اثنا مین فنا ہوجاتی ہے اب تک جتنی قوتین دریافت ہوئی ہین، ذرات کی یہ اندرونی قوت اُن تمام قوتون سے زیادہ طاقتور اور زیادہ پُر زور اور زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہے، اگر علماے طبیعیات ذرات مادہ کی تحلیل آسانی اور سُرعت کر سکتے تو فطرت کی ایک عظیم الشان قوت انسان کے دست قدرت مین آ سکتی ہے، ایک گرام لوہا کے ذرات مادہ جو ایک سکنڈ مین فنا ہوجاتے ہین میکانیک حساب سے دریافت ہوا ہے کہ اس ایک گرام کے ذرات تحلیل ہوکر اتنی قوت پیدا کر سکتے ہین جو اسّی کرور گھوڑون کی قوت کے برابر ہو، یا اتنی قوت ہے کہ ایک ٹرین کو تمام کرۂ ارض کے گرد چار مرتبہ گردش دے سکتی ہے،

ڈاکٹر لی بان نے اس اصول کی بنا پر کہ تمام قواے طبیعیہ ایک دوسرے کی صورت مین منتقل ہو سکتے ہین کُل قواے طبیعیہ کو جو اس وقت تک معلوم ہین، مادہ کی اس اندرونی قوت کی صورت مین منتقل کر لیا ہے،

تکوین عالم | گذشتہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادہ درحقیقت مختلف قسم کی قوتون کا مجموعہ ہے، اس بنا پر سوال ہوگا کہ پھر مادہ کیونکر وجود مین آیا؟ اسکا جواب کسی قدر تحقیق سے دیا جائے وہ صرف **نظری** اور علمی ہوگا، واقعہ اور عمل ومشاہدہ کے رو سے اسکا کوئی جواب نہین دیا جا سکتا، اس جدید تھیوری کی بنا پر سوال تکوین عالم کا علمی جواب دیا جا سکتا ہے کہ ابتداءً عالم مین ایتھر کے سوا کچھ نہ تھا، ایتھر کسی نامعلوم سبب کے اثر سے منجمد ہوگیا، اور سخت مادہ بن گیا، اور اس سے اجرام سماوی (ہیولی یا ڈویز) پیدا ہوے

نتیجہ | تحقیقات جدیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قبل از کائنات صرف ایتھر تھا اور بعد از کائنات بھی صرف ایتھر رہیگا، اسلیے ضروری سوالات یہ پیدا ہون گے کہ ایتھر کیا چیز ہے؟ کیا اسکا کوئی وجود سائنس دلائل سے ثابت کر سکتا ہے؟ کیا یہ صرف ایک فرضی وجود کا نام ہے، یا واقعی؟ ان متعدد سوالات کا صرف ایک جواب ہے، ایتھر ایک علمی اصطلاح ہے جسکا کوئی وجود دلائل سے ثابت نہین[1]، اسلیے جدید تحقیق کا آخری نتیجہ جہان تک ڈاکٹر لی بان پہونچے ہین یہ ہے کہ "

---

[1] اس خاص فقرہ کے لیے دیکھو الدروس الاولیہ فی العلوم الطبیعیہ مولفہ الن جیکسن صفحہ

مادۂ کائنات پر کسی شے کا اضافہ نہیں ہو سکتا لیکن مادہ کا ہر ذرہ فنا کی طرف جا رہا ہے

سید سلیمان

علمی خبریں

حاجیوں کی تعداد

آج جبکہ مادیت دنیا میں بڑھتی جاتی ہے، مذہبی غلو و شغف لوگوں کے دلوں سے کم ہو رہا ہے، مسلمان جو زیادہ تر غیر اسلامی سلطنتوں کے ماتحت ہیں وہ مختلف حیلوں سے فریضۂ حج ادا کرنے سے روکے جاتے ہیں، جدید تعلیم جو تمام اسلامی ممالک میں سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے وہ حج کی وقعت روز بروز دلوں سے کم کر رہی ہے، سرزمین عرب جو اس فرض کی جائے ادا ہے، وہ امن عام سے خالی ہے، یہاں آرام دہ ہوٹل اور راحت رسان سواریاں معدوم ہیں، راستے دشوار گذار اور پرخطر، ملک خوشنما مناظر، ظاہری حسن جمال اور ہر قسم کی لغزشوں سے پاک ہے، باوجود ان تمام مزاحمتوں کے باوجود ان تمام ممانعتوں کے یہ امر کچھ کم قابل حیرت نہیں ہے کہ قاصدین بیت الحرام کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے، سنہ ۱۸۹۸ء میں حاجیوں کی تعداد ۹۲۰۰۰ تھی، سنہ ۱۹۰۲ء میں یہ تعداد بڑھکر ۲۰۰۰۰۰ ہوگئی، سنہ ۱۹۰۷ء میں ۲۸۱۰۰۰ حاجی تھے جنکی تفصیل یہ ہے،

نمبر	سنہ	قوم	تعداد
۱	سنہ ۱۹۰۷ء	رعایائے حکومت ٹرکی	۱۱۲۰۰۰
۲	"	ہندوستانی	۴۰۰۰۰
۳	"	مراکشی و جزائری و طرابلسی	۱۷۰۰۰
۴	"	روسی	۱۶۰۰۰
۵	"	ایرانی	۱۵۰۰۰
۶	"	سودانی	۱۳۰۰۰
۷	"	باشندگان ایشیائے وسطی	۱۲۰۰۰
۸	"	اہل ملاگا	۴۰۰۰
۹	"	چینی، سنگالی، افغانی وغیرہ،	۵۱۰۰۰

مرقومۂ بالا تعداد مین خود اہل ملک عرب کی تعداد یا جو اندرون ملک سے آئے انکی تعداد شامل نہین ہے جو یقیناً دس بارہ ہزار ہوگی اس لحاظ سے حاجیون کی مجموعی تعداد چار سال مین کم ہوگئی۔ حجاز ریلوے کی سعی سے امید ہے کہ روز بروز حاجیون کی تعداد زیادہ ہوگی

سائنس کی ترقی سے امید تھی کہ اب انسان کی سلامتی کا زمانہ شروع ہو جائے گا لیکن خلاف امید انسان کی ہلاکت کے اور نئے نئے سامان پیدا ہوتے جاتے ہین، ہوائی جہاز انسان کے لیے ایک سامان راحت پیدا ہوا تھا اور عالم انسانی اس ایجاد سے مسرور تھا کہ اب ہمکو فضائے آسمانی کی بادشاہت بھی حاصل ہوئی لیکن وہ مسرت بہت جلد غم کی صورت مین منتقل ہوگئی جبکہ ان ہوائی آلات پرواز سے مواقع جنگ مین کام لیا جانے لگا، اسلیے ضرورت تھی کہ اس جدید قوت کی مزاحمت کے لیے کوئی تدبیر نکالی جائے، جرمنی مین اسکی کوشش کیجا رہی ہے کہ ہوائی جہازون کے مقابلہ کے لیے خاص توپین تیار کی جائین جن سے ان جہازات کو صدمہ پہونچایا جا سکے، ان توپون کے بنانے مین ایک حد تک کامیابی ہوئی ہے،

دنیا کا اسی اسان جسقدر بڑھتا جاتا ہے، دنیا کی آبادی مین ترقی ہوتی جاتی ہے، باشندگان روئے زمین کی مجموعی تعداد ۱۸۰۰ء مین ۶۸۲۰۰۰۰۰۰ تھی ۱۸۸۰ء مین یہ تعداد ۲۰۰۸۰۰۰۰۰۰ تک پہونچی ۱۹۰۰ء مین ۱۳۱۰۰۰۰۰۰۰ تک ترقی ہوگئی ۱۹۱۰ء مین سطح زمین پر ۱۷۰۰۰۰۰۰۰۰ انسان بستے تھے،

فرنچ گورنمنٹ کی طرف سے مسیو ویولیٹ اسلیے عراق بھیجے گئے تھے، کہ دجلا و فرات کے درمیانی مقامات مین جو برباد شدہ تاریخی منہدم عمارات ہین انکی تحقیق کرین مسیو موصوف نے ایک عمارت کی رپورٹ اپنی گورنمنٹ کی خدمت مین پیش کی ہے جسکو فرزندان ہارون الرشید مین سے کسی نے دجلہ کے کنارے بغداد کے شمالی حصہ مین تعمیر کرایا تھا، اس عمارت مین بہت سے عجیب و غریب نقش و نگار ہین جو سنگ مرمر پر بنائے گئے ہین، اور گلکاری کے بھی بہت سے نمونے ہین، یہ عمارت اُس عباسی تمدن کے فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے جو خلفائے بغداد کے عہد مین پیدا ہوا تھا، اور جو یہان سے لیکر بحر متوسط کے سواحل پر پھیلتا ہوا اندلس تک پہونچ گیا تھا، مسیو ویولیٹ کی تحقیق مین یہ طرز تعمیر ساسانی طرز تعمیر ہے۔

سید سلیمان

مضامین عالمگیر

(مصنفہ)

مولانا شبلی نعمانی

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق مخالف مؤرخون نے جو غلط بیانیان کی ہین اور جو الزامات قائم کیے ہین انکی مؤرخانہ تحقیق و تنقید، اور صحیح واقعات و حالات،

قیمت درجہ اول طبع اعلے .... عہ

قیمت درجہ دوم .... (۱۰

فضل الرحمن منیجر المعین ندوہ لکھنو

مقالات شبلی

(زیر ترتیب)

مولانا شبلی نعمانی کے وہ علمی، تاریخی، اور مذہبی مضامین کا مجموعہ جو اب تک مدون نہین ہوسکے تھے، تعداد صفحات ۔۔ ۳۰۰ سے زائد، لکھائی چھپائی کاغذ اعلے قیمت .... عہ

منیجر الندوہ، لکھنو

الندوہ

جلد ۹ — مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار رسالہ — فروری سنہ ۱۹۱۲ع

نمبر ۲ — صفر سنہ ۱۳۳۰ھ

اڈیٹر

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمان خان شروانی

نائب اڈیٹر

سید سلیمان

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبد الولی خلف علامہ آسی عبد العلی صاحب مدراسی مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں کمال حسن وزیرسا طبع ہو کر

(دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الندوہ

شذرات

جرجی زیدان کی رد مین ہم نے عربی زبان مین جو رسالہ لکھا ہی، اسکے کچھ اجزا، سید رشید رضا جو مصر مشہور عالم، اور المنار کے اڈیٹر ہین، اُنکے پاس بھیجدیے تھے، اُنھون نے جو جواب لکھا اسکا ترجمہ حسب ذیل ہی

> مین خاص طور پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپنے جرجی زیدان کی کتاب کا رد لکھا اگر مجھکو فرصت ملتی جیسی کہ آپ کو خدانے دی ہی تو مین آپ سے پہلے اس عظیم الشان خدمت کو انجام دیتا، مین نے مصر کے بعض اساتذہ کو اسکی ترغیب دی تھی لیکن اُن لوگون نے کاہلی کی، مین آپ کے رسالہ کو المنار مین چھاپونگا۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگا کہ مصر کے علما بھی جرجی زیدان کی خیانت کاریون سے نالان تھے لیکن جواب لکھنے کی ہمت نہین کرتے تھے، یا ان کو موقع نہین ملتا تھا،

ہم نہایت خوشی سے اس امر کا اظہار کرتے ہین کہ سید رشید رضا صاحب موصوف ندوہ کے جلسہ سالانہ مین شریک ہونے کے لیے ہندوستان مین آنا چاہتے ہین. حال ہی مین ان کے بھائی کو کسی نے قتل کر ڈالا انھون نے لکھا ہو کہ "اگر یہ واقعہ نہ ہوا ہوتا تو میرا آنا بالکل قطعی تھا المنار کا انتظامی کام وہی چلا سکتے تھے مین ان کا قائم مقام تلاش کررہا ہون گا اگر مل گیا تو ضرور آؤن گا"

اسقدر دور دراز مسافت کا بار اسلام ندوہ مین آنا چاہتے ہین لیکن خود آس پاس کے لوگون کو خبر تک نہین ہوتی

ہیچ کس منت ندارد در دیا نویشتن — آب تا در گل بود، آب ست در مینا گلاب

طلبہ قدیم دار العلوم ندوۃ العلما

دار العلوم کے طلبہ جو فارغ التحصیل ہوکر یا ایک معقول حد تک پڑھ کر یہان سے نکلے وہ ابھی تعداد مین بہت کم ہین اور اسلیے اگر وہ اب تک پبلک مین روشناس نہین ہین اور باہم تعارف اور اطلاع حال کا کوئی ذریعہ نہین پیدا کیا ہی، تو تعجب کی بات نہین لیکن یہ کم مسرت ہی کہ طلبہ قدیم کو خود یہ خیال پیدا ہوا اسوقت اتفاق سے کلکتہ مین دار العلوم کے اکثر طلبہ موجود ہین اسلیے وہین سے اس تحریک کا آغاز ہوا. ان لوگون نے کلکتہ مین ایک انجمن لجنۃ المتخرجین قائم کی ہی جسکا مقصد یہ ہی کہ وہ ندوہ کے ساتھ اور خود باہم تعارف اور تعلقات کا ایک باقاعدہ انتظام قائم کرین انھون نے خواہش ظاہر کی ہی کہ اس غرض کے لیے الندوہ کے دو صفحے مخصوص کر دیے جائین جسکا عنوان طلبہ قدیم دار العلوم ہوگا. ان صفحات مین خود طلبہ کے مضامین یا خطوط چھپین گے جن سے اُن کے مشاغل اور حالات معلوم ہونگے اور یہ ظاہر ہوگا کہ جو طالب العلم جہان ہی اسلامی اور قومی اور ندوہ کے مقاصد کے متعلق کیا خدمت انجام دے رہا ہی اس کام کے لیے صاحب جاہت اور دولت ہونا ضرور نہین. اگر ہمت اور عزم اور سلیقہ ہو، تو ہر شخص کچھ نہ کچھ مفید کام کر سکتا ہی اور سیکڑون ہزارون آدمیون کو اپنا ہم خیال اور ہم زبان بنا سکتا ہی،

درجہ تکمیل علم ادب درجہ تکمیل وہ درجہ ہی جس مین طالب العلم، مولویت کی سند حاصل کرنے کے بعد دو برس تک صرف ایک خاص فن کی تعلیم پاتا ہی تاکہ اس فن خاص مین کمال کا درجہ حاصل کرے، اس سال اس درجہ مین (صیغہ ادب)

ایک طالب العلم عبد الواجد خان تھے، سوالات ہندوستان کے مشاہیر علماے ادب سے طیار کرائے گئے تھے
اور زبانی امتحان ڈاکٹر ہارویز پروفیسر عربی علی گڈھ کالج کے متعلق کیا گیا تھا کہ کسی قسم کی رورعایت کا احتمال نہو
زبانی امتحان کا طریقہ نہایت مشکل رکھا گیا تھا یعنی طالب العلم کو ایک علمی عنوان دیا جائے اور اسی وقت اسکو حکم
دیا جائے کہ کھڑے ہو کر فی البدیہ اس عنوان پر عربی زبان مین لکچر دے، اسمین کامیابی کے لیے تین چیزین درکار
ہین عربی زبان مین برجستہ لکچر دیسکنا، وسیع المعلومات ہونا، ملکۂ تقریر ہونا، ہم کو نہایت مسرت ہی کہ طالب العلم مذکور
نے جس طریقہ سے امتحان دیا، ڈاکٹر صاحب ممدوح کو ایک گونہ اسپر تعجب ہوا، انھون نے ہم کو ایک خط لکھا ہی
اور طالب العلم موصوف کی نہایت تعریف کی ہی۔

عبد الواجد خان موصوف نے انگریزی بھی کسی قدر ندوہ مین پڑھی ہی، اور اگر دو برس تک وہ صرف
انگریزی پڑھینگے تو امید ہی کہ انگریزی زبان مین اچھی طرح تقریر کر سکینگے، اسلیے ارادہ ہی کہ ان کو دو برس تک انگریزی
پڑھائی جائے، اور پھر تکمیل انگریزی اور اشاعت اسلام کے لیے لندن بھیجا جائے۔

اسی قسم کے ایک اور فارغ التحصیل طالب العلم ندوہ مین انگریزی تعلیم پا رہے ہین وہ ان کو بھی ولایت بھیجنے کی تجویز ہی۔

کیا ایک کے گناہ سے دوسرے پر عذاب ہو سکتا ہی؟

مصطفیٰ آباد سے ایک صاحب حسب ذیل شکوک کا ازالہ چاہتے ہین۔

(۱) قرآن مجید مین ایک طرف ہی کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک کے
گناہ سے دوسرے پر کوئی عذاب نہین ہوتا، دوسری طرف واذا اردنا ان نہلک قریۃ الآیۃ سے
معلوم ہوتا ہی کہ کبھی آبادی کی آبادی ہلاک کر دی جاتی ہی جسمین یقیناً ہر قسم کے لوگ ہوتے ہین اس سے
لازم آتا ہی کہ گنہگاروں کے ساتھ ناکردہ گناہ بھی پکڑے جاتے ہین۔

(۲) بعض نسخ قرآن کے جواز بلکہ وقوع کے قائل ہین حالانکہ اس سے لازم آتا ہی کہ نعوذ باللہ قرآن پاک
جامع اور ہر زمانہ کے مطابق نہین ہی۔

(۳) قرآن مجید مین ہی الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ الآیۃ، یہ آیت بظاہر خبر ہی لیکن خبر کی

صورت میں اسکا خلاف واقع ہونا لازم آتا ہی،

ہم ہند جذیل مضمون میں پہلے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ آیندہ نمبر میں دوسرے سوال
کا جواب دینگے۔ تیسرا سوال دوسرے سوال کے تحت میں آجائیگا،

درحقیقت یہ مسئلہ بھی اُن خاص اسلامی مسائل میں سے ہی جن سے یا تو دیگر مذاہب نے تعرض ہی نہیں کیا یا کیا تو اثباتی پہلو سے۔ عیسائیت میں اس مسئلہ کے متعلق ہم کوئی حکم نہیں پاتے۔ توریت اس مسئلہ کے متعلق یہ رائے رکھتی ہی کہ باپ کے گناہ سے صرف دوسرے پر ہی عذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی کئی پشت تک اُس مجرم اول کے گناہ کا عذاب باقی رہتا ہی،

تو ان کو سجدہ نہ کر اور نہ اُنکی پرستش کر، کیونکہ میں تیرا پروردگار ہوں غیرت والا خدا
باپوں کے گناہ کا بدلہ بیٹوں سے لیتا ہوں تین یا چار پشتوں تک (سفر خروج ۲۰-۵)

مذہب کے علاوہ قانون کے لحاظ سے بھی یہ مسئلہ قابل بحث ہی کیا باپ کے جرم میں بیٹا گرفتار ہو سکتا ہی یا بیٹے کی قانون شکنی کی سزا باپ کو دی جا سکتی ہی، اسلام کے سوا دوسری قوموں کی قدیم تاریخیں اسکا جواب اثبات میں دیتی ہیں لیکن اسلام کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے خالی ہی،

ہر فرد اپنا وجود مستقل رکھتا ہی

زیادہ غور سے معلوم ہوگا کہ اس مسئلہ کی بنیاد درحقیقت اس اصول پر ہی کہ ہر فرد انسان اپنے تمام افعال و اعمال میں مستقل آزاد اور خود مختار ہی، اور اپنے تمام افعال و اعمال کا وہ خود جوابدہ ہی، اسلام کے سوا چونکہ اور مذاہب اس اصول سے خالی ہیں اسلیے مسئلہ مذکورۃ الصدر میں بھی وہ کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے قرآن مجید اس اصول کو ان آیات کریمہ میں ظاہر کرتا ہی،

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت (بقره ۲۹۰)	ہر جان کے فعل کا نفع و نقصان اسی پر ہی،
ان احسنتم احسنتم لانفسكم وان اساتم فلها (بنی اسرائیل)	اگر نیکی کی تو اپنے لیے کی اور برائی کی تو اپنے لیے کی،
من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها وما ربك بظلام للعبيد (سجده ۵۰)	جسنے اچھا کام کیا اپنے لیے کیا اور جسنے برا کام کیا اپنے برے لیے کیا تیرا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا،
من اهتدى فانما يهتدي لنفسه ومن ضل فانما يضل عليها (اسرا)	جو ہدایت حاصل کرتا ہی اپنے لیے کرتا ہی اور جو گمراہ ہوتا ہی اپنے لیے ہوتا ہی،

من كفر فعليه كفره ومن عمل صالحا فلانفسهم يمهدون (روم ۵)	جسنے کفر کیا اُسکا نقصان اُسیکے لیے ہی اور جسنے نیک کام کیا وہ اپنے لیے
من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها ثم الى ربكم ترجعون - (جاثیہ ۲)	جسنے نیک کام کیا اپنے لیے کیا اور جسنے بُرا کام کیا اپنے لیے کیا پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہون گے،
كل امرئ بما كسب رهين - (طور ۲)	ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھ گرو ہی،
كل نفس بما كسبت رهينة (مدثر)	ہر جان اپنے اعمال کے ہاتھ گرو ہی،
فالهمها فجورها وتقويها قد افلح من زكيها وقد خاب من دسيها - (شمس)	خدا نے ہر نفس کو بدی اور نیکی دونون الہام کر دیا، جسنے اُس نفس کو پاک کیا وہ حقیقتاً کامیاب ہوا اور جسنے اُسکو گندہ کیا وہ حقیقتاً ناکامیاب ہی
فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره - (زلزال)	جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا وہ اُسکو بھی دیکھیگا اور جو ذرہ بھر بُرائی کریگا اُسکو بھی دیکھیگا،
قد جاءكم بصائر من ربكم فمن ابصر فلنفسه ومن عمي فعليها - (انعام)	تمھارے پروردگار کی جانب سے آیتین آگئین اب جو بصارت حاصل کریگا اپنے لیے، جو اندھا بنے گا اپنے لیے،

ایک کا گناہ دوسرے کو کوئی نقصان نہین پہونچاتا

ان آیات سے یہ اصول بالکل واضح ہو جاتا ہی کہ ہر فرد انسان اپنے تمام افعال کا وہ خود تنہا جوابدہ ہی ہر فرد کا وجود عمل خود مستقل وجود رکھتا ہی اور ہر فرد کے عمل کا اثر خود اُسکی ذات تک محدود ہی اس اصول کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ ایک گناہ سے دوسرے کو کوئی گزند نہ پہونچے گا، اسلیے خدائے پاک نے قرآن مجید مین متعدد مقامات مین نہایت تصریح کے ساتھ ایک نہایت بلیغ فقرہ مین اس نتیجہ کو ظاہر کر دیا،

ما عليك من حسابهم من شيء وما من حسابك عليهم من شيء (انعام)	نہ تم پر کچھ اُنکا حساب ہی اور نہ اُنکا تم پر کچھ حساب ہی،
ولا تزر وازرة وزر اخرى وان تدع مثقلة الى حملها لا يحمل منه شيء ولو كان ذا قربى - (ملائکہ)	ایک کا بوجھ (گناہ) دوسرا نہین اُٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ لدا ہوا (گنہگار) اُس بوجھ کے اُٹھانے کے لیے (کسی کو) بلائے گا تو کچھ اُٹھایا نہ جائیگا گو وہ قرابتدار ہو،
ولا تكسب كل نفس الا عليها ولا تزر وازرة وزر اخرى - (انعام ۲۰)	ہر جان کے فعل کا گناہ اسی پر ہی، ایک کا بوجھ دوسرا نہین اُٹھائے گا،
الا تزر وازرة وزر اخرى وان ليس للانسان الا ما سعى (نجم)	یہ کہ ایک کا بوجھ دوسرا نہین اُٹھائیگا اور انسان کے لیے کچھ نہین ہی لیکن جو کچھ کوشش کرے

من اهتدى فانما يهتدى لنفسه ومن ضل فانما يضل عليها ولا تزر وازرة وزر اخرى (بنی اسرائیل-۲)

جو ہدایت پاتا ہے اپنے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے اپنے لیے اور ایک کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا۔

ولا تزر وازرة وزر اخرى ثم الى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم تعملون (زمر)

اور ایک کا بوجھ دوسرا نہ اٹھائے گا پھر تمھارا اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہے پس وہ تمھیں تمھارے اعمال کی خبر دیگا۔

يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم (مائدہ)

مسلمانو اپنی خبر لو اگر تم راہ راست پر ہو تو جو گمراہ ہوا اس سے تمکو ضرر نہیں پہونچے گا۔

ان آیات اربعہ سے یہ مسئلہ بطور اصول بالکلیہ کے مستنبط ہوتا ہے کہ ایک فرد کا گناہ دوسرے فرد کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ اس اصول کے خلاف تمام قرآن مجید میں اور نیز صحیح احادیث میں ایک حرف مذکور نہیں ہے مستفسر نے جو آیت نقل کی ہے وہ اس اصول کے بالکل مخالف نہیں اور جو انھون نے نتیجہ نکالا ہے وہ قرآن مجید کی بنا پر بالکل خلاف واقعہ ہے یہ صحیح ہے کہ خدا کبھی ملک کے ملک کو برباد کر دیتا ہے جیسے بابل۔ اشور۔ نینوی۔ کبھی قوم کی قوم کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے ثمود، عاد، ارم، وغیرہ کبھی گانون کی ایک مختصر آبادی کو بے نشان کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت ہود، حضرت لوط، حضرت صالح کی قومون کے شہر اور گانون برباد کر دیے گئے۔ اور یہ تمام واقعات قرآن مجید میں مذکور ہین لیکن کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ اس ملک یا قوم یا شہر کو بلا گناہ برباد کیا گیا ہے یا اُسکے گنہگار حصے کے ساتھ اسکے ناکردہ گناہ حصہ پر بھی عذاب بھیجا گیا ہے۔ بلکہ ہر جگہ قرآن مجید کے بیان سے دو باتین سمجھی جاتی ہین۔

(۱) کسی جماعت یا آبادی پر اُسی وقت خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے جب فسق و فجور گناہ انمین عام ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کسی آبادی اور جماعت مین کچھ حصہ پاک اور نیکوکار لوگون کا ہوتا ہے تو اُس آبادی یا جماعت پر نزول عذاب کے وقت وہ خاص حصہ عذاب سے بچا لیا جاتا ہے اور اُسکو نجات عنایت کی جاتی ہے۔

خدا کا عذاب صرف گنہگار پر آتا ہے

امر اول کے ثبوت کے لیے مندرجہ ذیل آیتین پڑھو۔

فكاين من قرية اهلكناها وهي ظالمة فهي خاوية على عروشها وبئر معطلة وقصر مشيد (حج)

کتنی آبادیان ہین جنکو ہم نے ہلاک کیا وہ گنہگار تھین اب وہ گری ہین اپنی چھتون پر اپنے بے صرف کنوؤن پر اور پختہ گچ کیے گئے محل پر۔

وكم قصمنا من قرية كانت ظالمة وانشأنا بعدها قوما آخرين (انبیا)

کتنی آبادیون کو جو گنہگار تھین ہمنے ریزہ ریزہ کر دیا اور انکے بعد دوسری قوم پیدا کیا۔

وماکان ربک لیهلک القری واهلها مصلحون (ہود)

تیرے رب کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آبادیوں کو ہلاک کر دے درانحالیکہ وہاں کے باشندے نیک عمل ہوں

ذلک من انباء القری نقصه علیک منها قائم ومنها حصید وما ظلمناهم ولکن ظلموا انفسهم ۔ (ہود)

یہ آبادیوں کے واقعات جنکو ہم تجھ سے (ملے نبی) بیان کرتے ہیں، ان میں سے بعض ابتک قائم ہیں اور بعض مٹ گئیں ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر انھوں نے ظلم کیا۔

وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وهی ظالمة ان اخذه الیم شدید ۔ (ہود)

اسی طرح تیرے رب کی پکڑ جب وہ کسی ملک کو پکڑتا ہے درانحالیکہ وہ گنہگار ہو بیشک اُسکی پکڑ سخت دردناک ہے،

وتلک القری اهلکناهم لما ظلموا وجعلنا لمهلکهم موعدا ۔ (کہف)

یہ بستیاں وہ ملک جنکو ہم نے برباد کر دیا جب انھوں نے گناہ کیا اور ان کی بربادی کا ایک وقت مقرر کیا۔

وکم قصمنا من قریة بطرت معیشتها فتلک مساکنهم لم تسکن من بعدهم الا قلیلا وماکان ربک مهلک القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلو علیهم ایاتنا وماکنا مهلکی القری الا واهلها ظالمون ۔ (قصص)

کتنی قوموں کو ہم نے ریزہ ریزہ کر دیا جب وہاں کی زندگی مغرور ہو گئی یہ ہیں انکی بستیاں جو انکے بعد آباد نہ ہوئیں لیکن بعض تیرا رب آبادیوں کو اسوقت تک برباد نہیں کرتا جب تک اُنکے بڑے شہر میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہو جو ہمارے احکام اُنکو پڑھکر سنائے ہم کسی ملک کو برباد نہیں کرتے لیکن جب اہل ملک گنہگار ہوں،

ولقد اهلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجاءتهم رسلهم بالبینات وماکانوا لیومنوا کذلک نجزی القوم المجرمین ۔ (یونس)

ہم نے تم سے پہلے قوموں کو ہلاک کیا جب انھوں نے گناہ کیا اور انکے پاس جانتے بوجھتے کھلے احکام لیکر آئے اور نہ تھے وہ کہ ایمان لاتے اسیطرح ہم مجرم قوم کو بدلہ دیتے ہیں،

اولم یروا کم اهلکنا من قبلهم من قرن مکناهم فی الارض مالم نمکن لکم وارسلنا السماء علیهم مدرارا وجعلنا الانهار تجری من تحتهم فاهلکناهم بذنوبهم وانشانا من بعدهم قرنا اخرین ۔ (انعام ۱)

کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کیں جنکو ہم نے زمین میں وہ اختیار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا اور ہم نے اُن پر بکثرت بارش بھیجی اور اُنکے نیچے نہریں جاری کیں پھر اُنکے گناہوں کے بدلے انکو ہلاک کیا اور اُنکے بعد دوسری قوم کو اُٹھایا،

کذبوا بایات ربهم فاهلکناهم بذنوبهم ۔ (انفال ۶)

اُن لوگوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کی تکذیب کی تو ہمنے اُنکو اُنکے گناہوں کے سبب ہلاک کیا

كفروا بآيات الله فاخذ الله بذنوبهم (انفال - ۴)	خدا کی نشانیوں کا انکار کیا تو خدا نے انکے گناہوں کے سبب انکو برباد کیا

ان آیتون کے علاوہ **قرآن مجید** مین اور بہت سی آیتین ہین جن سے یہ اصول مفہوم ہوتا ہے کہ خدا کا عذاب صرف انھین اقوام و ممالک پر آتا ہے جو خدا کی نافرمانی کرتے ہین، اسکے رسول کی تکذیب کرتے ہین، اور جنمین فسق و فجور و عصیان عام ہو جاتا ہے ۔

نیکوکار عذاب سے نجات پاتے ہین

امر دوم یعنی یہ کہ جب کسی گنہگار آبادی یا جماعت مین چند نیکوکار لوگ بھی ہوتے ہین تو وہ ہمیشہ اس عذاب سے جو اس آبادی یا جماعت پر نازل ہوتا ہے نجات پاتے ہین یہ مفہوم حسب ذیل آیات سے بوضاحت ظاہر ہوتا ہے ۔

حتى اذا جاء امرنا وفار التنور قلنا احمل فيها من كل زوجين اثنين واهلك الا من سبق عليه القول ومن امن وما امن الا قليل (ہود)	جب ہمارے پاس کا حکم آ پہنچا اور تنور نے جوش مارا (ہم نے نوح سے) کہا کہ ہر جوڑے مین سے دو دو اٹھالو اور اپنے گھر والون کو سوا ان کے جن پر ہمارا حکم پہلے آچکا اور ایماندارون کو لیلو، اور ایماندار نہ تھے لیکن کم،
ولما جاء امرنا نجينا هودا والذين امنوا معه برحمة منا ونجيناهم من عذاب غليظ (ہود)	جب ہمارا حکم آیا ہم نے ہود کو اور جو لوگ انکے ساتھ ایمان لائے نجات دی اپنی رحمت سے اور انکو بچا لیا سخت عذاب سے،
فلما جاء امرنا نجينا صالحا والذين امنوا معه برحمة منا (ہود)	جب ہمارا حکم آیا ہم نے صالح کو اور ان لوگون کو جو انکے ساتھ ایمان لائے اپنی رحمت سے نجات دی ۔
ثم صدقناهم فانجيناهم ومن نشاء واهلكنا المسرفين ۔ (انبیا)	ہم نے ان سے (انبیا) اپنا وعدہ سچا کیا اور انکو اور جنکو چاہا نجات دی اور گنہگارون کو ہلاک کیا،
فانجيناه والذين معه برحمة منا وقطعنا دابر الذين كذبوا باياتنا وما كانوا مؤمنين (ہود)	ہم نے اسکو اور جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے نجات دی اور ان لوگونکو برباد کردیا جنھون نے ہماری نشانیون کی تکذیب کی اور وہ مومن نہ تھے،

ان آیات کے پڑھنے کے بعد کوئی شبہہ نہین رہتا کہ خدا جب گنہگار جماعت پر عذاب بھیجتا ہے تو ہمیشہ اسمین سے اسکے نیک اور پاک افراد کو اس عذاب سے بچا لیتا ہے اور اپنی رحمت سے اسکو نجات عنایت کرتا ہے آیات سابقہ مین جن لوگون کی نجات کا ذکر ہے وہ انبیا اور پیروان انبیا ہین جنکو جب انکی قومون پر عذاب آیا نجات حاصل ہوئی اس سے یہ شبہہ نہ پیدا ہو کہ یہ نجات صرف انبیا اور اصحاب انبیا کے لیے مخصوص ہے ہم چند آیتین نقل کرتے ہین جنمین بنی اسرائیل کی

ایک جماعت کا ذکر ہی جو گنہگار تھی لیکن اُنمین بعض لوگ نیک بھی تھے جب خدا کا عذاب اُن گنہگارون پر آیا تو خدا نے اُن نیک لوگون کو اُس عذاب سے محفوظ رکھا، یہ واقعہ حضرت موسیٰ سے بہت بعد کا ہی،

وسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر اذ	اور اُن سے اُس گانون کا حال پوچھو جو دریا کے کنارے تھا جو گناہ کرتے تھے
يعدون في السبت اذ تاتيهم حيتانهم يوم سبتهم	سبت کے دن جب مچھلیان آتی تھین سبت کے دن اور جب اُنکے سبت کا دن نہوتا تھا
شرعا ويوم لا يسبتون لا تاتيهم كذلك نبلوهم بما كانوا	تو نہین آتی تھین، اسی طرح ہم آزماتے ہین اُس کام کے ساتھ جسکے ساتھ
يفسقون واذ قالت امة منهم لم تعظون قوما الله	وہ فسق کرتے تھے، اور یاد کرو جب کہ کہا اُن مین ایک گروہ نے کیون نصیحت
مهلكهم او معذبهم عذابا شديدا قالوا	کرتے ہو اُن لوگون کو جنکو اللہ ہلاک کرنے والا ہی یا سخت عذاب دینے والا ہی،
معذرة الى ربكم ولعلهم يتقون فلما نسوا	اُنھون نے نصیحت کرنے والون نے کہا معذرت کے لیے تمھارے
ما ذكروا به انجينا الذين ينهون عن السوء	پروردگار کے حضور مین اور تاکہ یہ پرہیز کرین، پس جب بھول گئے جو اُنکو
واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس	نصیحت کی گئی تھی تو نجات دی ہم نے اُنکو جو برائی سے منع کرتے تھے اور
بما كانوا يفسقون - (اعراف)	پکڑ لیا عذاب سخت مین گنہگارون کو اُنکے فسق کے سبب،

رفع شبہات ان دونون امور کے اثبات کے بعد ضرورت ہی کہ بعض اُن آیات و احادیث کی بھی توضیح کیجائے جن سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہی کہ عاصی و نافرمان کے عصیان و نافرمانی کا اثر دوسرے مطیع و فرمان بردار بندون تک بھی پہنچتا ہی، پہلے ہم اِن تمام آیات کی تفسیر واحداً بعد واحدٍ بیان کرتے ہین اسکے بعد احادیث کو علی الترتیب ذکر کرین گے اس قسم کی آیتین جن سے بظاہر اس قسم کے شبہ پیدا ہوتے ہین دو ہین،

(۱) واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها	جب ہم چاہتے ہین کہ کسی ملک کو برباد کرین تو وہان کے اہل نعمت کو
ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها	حکم کرتے ہین تو وہ نافرمانی کرتے ہین اُس ملک مین، تو اسپر حکم ثابت ہوجاتا ہی
تدميرا - (اسراء)	پھر ہم اُس ملک کو برباد کر ڈالتے ہین،

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ صرف ارباب عیش و نشاط و ناز و نعم گناہ کرتے ہین اور اُسکی پاداش مین تمام آبادی برباد کردی جاتی ہی لیکن درحقیقت اس آیت کا یہ مفہوم نہین ہی کہ صرف اُن اونچے طبقے والون کے عصیان و تمرد سے تمام لوگ مبتلاے عذاب کردیے جاتے ہین کیونکہ آیت مین کوئی ایسا لفظ نہین ہی جس سے یہ سمجھا جائے کہ بقیہ

آبادی گناہ سے پاک تھی اور پھر ہلاک کردی گئی، بلکہ مقصود تو یہ ہی کہ عموماً ہر نیکی کے دشمن اور ہر اصلاح کے مخالف امرا اور اعلی سوسائٹی کے لوگ ہوتے ہین اور یہی وہ لوگ ہین کہ جو ملک مین ہر قسم کے قبائح و شنائع کے مرتکب ہوتے ہین اور چونکہ یہ لوگ کل آبادی کے پیشرو اور امام ہوتے ہین اسلیے رفتہ رفتہ اتباع و تقلید کے اثر سے یہ برائیان دیگر طبقون تک بہت جلد پہونچ جاتی ہین اور پھر تمام ملک مین پھیل جاتی ہین اور اسطرح آخر کو تمام ملک ہلاک و برباد ہوجاتا ہی اس آیت پاک کی صحت و صداقت پر تمام اقوام دنیا کی تاریخین شاہد ہین

(۲) واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ (انفال) | اور فتنہ سے بچو جسکا اثر خاص اُن لوگون کو جنھون نے ظلم کیا ہو نہ پہونچیگا

اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ گناہ کا اثر خاص گنہگارون تک محدود نہ رہیگا بلکہ اور لوگون تک بھی پہونچیگا لیکن حقیقت یہ ہی کہ اس آیت پاک مین جو لفظ فتنہ مذکور ہی اُس سے گناہ مراد لینا صحیح نہین ہی بلکہ فتنہ سے عام فتنہ، فساد، نفاق، تفریق و نا اتفاقی مراد ہی مفسرین نے یہی معنی بتلائے ہین اس صورت مین آیت پاک کا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمانو! فتنہ و فساد و نفاق و نا اتفاقی سے بچو کیونکہ اس سے جو اثر پیدا ہوگا وہ صرف فساد کرنے والون تک محدود نہ رہیگا بلکہ کرنے والون کے ساتھ نہ کرنے والون کو بھی نتیجہ مین شریک ہونا پڑیگا جیسا کہ دنیا مین عام فتنہ و فساد کے موقع پر مشاہدہ ہوا کرتا ہی یہ جواب لفظ فتنہ کی توضیح معنی سے دیا گیا لیکن اگر بالفرض ہم فتنہ کے معنے گناہ یا عذاب کے لے لین تو بھی اس آیت کا مفہوم وہ نہوگا جو معترض نے سمجھا ہی اسکی تفصیل یہ ہی کہ نحوی حیثیت سے اس آیت کی تین ترکیبین ہوسکتی ہین

اول یہ کہ فتنۃ موصوف اور لا تصیبن صیغہ مستقبل ہو اور صفت ہو،

دوم یہ کہ واتقوا فتنۃ ایک جملہ مستقل الگ ہو اور لا تصیبن صیغہ نہی ہو کر دوسرا فقرہ ہو،

سوم یہ کہ فتنۃ موصوف اور مقولا فیہا ایک جملہ بیچ مین محذوف ہو جیسا کہ اس موقع پر اکثر کلام عرب مین محذوف ہوتا ہی یہ محذوف فقرہ فتنۃ کی صفت ہو اور لا تصیبن (نہی) تا آخر آیت تک مقولہ ہو،

وہ ترجمہ جو معترض نے اس آیت کا کیا ہی وہ صرف پہلی ترکیب کی بنا پر صحیح ہوگا، لیکن دوسری دونون ترکیبون کے اختیار کرنے سے آیت کا ترجمہ یہ ہوگا،

دوسری ترکیب، ”عذاب یا گناہ سے بچو، کہین خاص تم مین سے گنہگارون کو اُس کا اثر نہ پہونچے“

تیسری ترکیب، ”اُس عذاب یا گناہ سے بچو جسکے بارہ مین کہا گیا ہی کہ خاص تم مین سے گنہگارون کو اس کا کہین اثر نہ پہونچے“

علامہ زمخشری جن سے بڑھکر مفسرین میں کوئی نحو و لغت کا امام نہیں، دوسری اور تیسری ترکیب کو زیادہ صحیح کہتے ہیں اور انہی دونوں ترکیبوں کی صحت پر آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں،

فکانہ قیل واحذروا ذنبا او عقابا ثم قیل لا تتعرضوا للظلم فیصیب العقاب او اثر الذنب و وبالہ من ظلم منکم خاصۃ (تفسیر سورۂ انفال، رکوع ۱۷)	گویا کہا گیا ڈرو گناہ سے یا عذاب سے پھر کہا گیا نہ تعرض کرو گناہ سے کہ پہونچے عقاب یا گناہ کا اثر اور اُسکا وبال تم میں سے خاص گنہگاروں کو،

اسکے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ آخری معنوں کی تائید ابن مسعود کی قرأت سے بھی ہوتی ہے، ابن مسعود کی قرأت میں لا تصیبن کی جگہ لتصیبن ہے جسکی بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا،

"عذاب یا گناہ سے بچو اُسکا اثر بالضرور خاص اُن لوگوں کو پہونچے گا جو تم میں گنہگار ہیں"

بہرحال اس تحقیق سے بھی ظاہر ہوگا کہ قرآن مجید سے اس آیت کا بھی یہ مفہوم نہیں ہے کہ گنہگاروں کے گناہ کا خمیازہ بے گناہوں کو بھی اُٹھانا پڑیگا، بلکہ اسکے برخلاف اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کا اثر خاص گنہگاروں تک محدود رہے گا،

قرآن مجید کے بعد ہم اُن صحیح احادیث کی تشریح کرتے ہیں جن سے مفہوم ہوتا ہے کہ گنہگار جماعت کے ساتھ بے گناہ جماعت بھی مبتلا ہوتی ہے اس قسم کی احادیث حسب ذیل ہیں،

| عدم ادائے فرائض | مسند کسّی میں مروی ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،

اخبرنا یزید بن ہارون قال اخبرنا اسمٰعیل بن خالد عن قیس بن ابی حازم عن ابی بکر الصدیق انکو تقرؤن ہذہ الآیۃ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ	یزید بن ہارون نے خبر دی کہا کہ خبر دی ہمکو اسماعیل بن خالد نے اُنھوں نے روایت کی قیس سے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ تم یہ آیت پڑھتے ہو، "مسلمانو اپنی خبر لو جو گمراہ ہوا وہ نقصان تمکو نہ پہونچائے گا،" اور میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ لوگ ظالم کو جب ظلم کرتے دیکھیں اور اُسکا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ خدا اُن سب کو عذاب میں لپیٹ لے

اولاً اس حدیث میں یہ واقعہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ خدا سب کو ہلاک کر دیتا ہے بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ قریب ہے کہ خدا اُن سب کو عذاب میں شامل کرلے،

ثانیاً اگر خدا ان سب کو ظلم مین شامل کرلے تو درحقیقت اسمین بیگناہ افراد پر عذاب نہین ہی بلکہ گنہگار افراد پر ہی کیونکہ شریعت نے منجملہ دیگر فرائض، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دعوت الی الخیر گنہگارون کو وعظ و ارشاد اور آخر ان سے قطع تعلق بھی فرض قرار دیا ہی، اسلیے اگر کسی جماعت کے بعض افراد کوئی گناہ کرین اور دوسرے افراد گو شریک گناہ نہون لیکن گنہگارون کو نہ سمجھائین انکو باز نہ رکھین اور بالآخر اُن سے قطع علائق نکرین تو وہ دوسرے گناہ کے مرتکب ہونگے اسیلیے موخر الذکر بھی اول الذکر کے عذاب مین داخل ہونگے اس سے اوپر قرآن مجید کی ہم نے چند آیتین نقل کی ہین جنمین یہودیون کی تین جماعتون کا حال بیان ہی پہلی جماعت گنہگار تھی، دوسری پاک تھی لیکن وہ فرض امر بالمعروف کو ادا نہین کرتی تھی اور نہ علانیہ اُن سے نفرت ظاہر کرتی تھی تیسری جماعت پاک بھی تھی اور فرض دعوت و ارشاد بھی ادا کرتی تھی تیسری جماعت کی حصول نجات کا ذکر خدا نے بالتخصیص کیا ہی اور پہلی جماعت پر عذاب نازل ہونے کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہی جن سے مفہوم ہوتا ہی کہ دوسری جماعت بھی اُنکے ساتھ شریک عذاب رہی، ہم آسانی کے لیے وہ آیتین یہان بھی نقل کر دیتے ہین

واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر اذ يعدون	اور پوچھو ان سے اُس گاؤن کا قصہ جو دریا کنارے تھا جب گناہ کرتے تھے
في السبت اذ تاتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا	سبت کے دن جب آتی تھین مچھلیان سبت کے دن اور جب وہ سبت نکرتے
ويوم لا يسبتون لا تاتيهم كذلك نبلوهم بما كانوا	تو نہ آتی تھین اسیطرح ہم آزماتے ہین انکو اُنکے فسق کے کام سے اور یاد کر جب
يفسقون واذ قالت امة منهم لم تعظون قوما	کہا ان مین سے امر بالمعروف کرنے والون کو کیون سمجھاتے ہو اُس قوم کو جسکو
الله مهلكهم او معذبهم عذابا شديدا قالوا	خدا ہلاک کرنے والا ہی یا سخت عذاب دینے والا ہی کہا انھون نے امر بالمعروف
معذرة الى ربكم ولعلهم يتقون فلما نسوا	کرنے والون نے معذرت کیلیے تمھارے پروردگار کے حضور مین اور تاکہ
ما ذكروا به انجينا الذين ينهون عن السوء	وہ گناہ کا پرہیز کرین، پس جب وہ بھول گئے جسکی نصیحت کیے گئے تھے نجات
واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما	دی ہم نے انکو جو روکتے تھے گناہ سے اور عذاب سخت مین پکڑ لیا گنہگارون
كانوا يفسقون - (اعراف)	کو اُن کے فسق کے سبب،

شرح جاری | بخاری کتاب الدیات مین ہی،

عن مسروق عن عبد الله رضی عن النبی صلعم	مسروق عبد اللہ رضی سے اور عبد اللہ رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہین،

قال لا تقتل نفس الا كان على ابن آدم الاول كفل منها:

کہ رسول اللہ نے فرمایا اگر کوئی قتل نہین کیا جاتا لیکن فرزند آدم اول پر اُسکے گناہ کا ایک حصہ ہوتا ہی،

اس حدیث سے بھی بظاہر اسپر استدلال ہوسکتا ہی کہ ایک گناہ کا دوسرے پر اثر ہوتا ہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ ایسا نہین ہی دنیا مین بھلائی یا برائی دو قسم کی ہوتی ہی، اول وہ جسکا اثر صرف فاعل کی ذات تک محدود رہتا ہی، اور جو کچھ دیر کے بعد فنا ہوجاتا ہی ثانی وہ جسکا اثر غیر محدود زمانہ تک یا ایک مدت تک باقی رہتا ہی، دوسری قسم کی نیکی یا بدی کا اثر پہلی قسم کی نیکی یا بدی کی طرح سریع الفنا نہین ہوتا بلکہ جب تک اُس نیکی یا بدی کا وجود دنیا مین باقی ہی اُسکا اثر ثواب یا عذاب کی صورت مین باقی ہی، اسی قسم کی نیکی یا بدی کا نام خیر جاری یا شر جاری ہی عموماً جسطرح وہ نیکیان جو پبلک اور جمہور کے نفع کے لیے کی جاتی ہین وہ خیر جاری ہوتی ہین اسی طرح وہ بدیان جن سے پبلک کو نقصان مستمر پہونچتا ہو وہ شر جاری ہین **قاتل اول** جسکے دست ظلم نے سب سے پہلے **قتل** کو ایجاد کیا جب تک اُسکے اس ایجاد کا وجود دنیا مین ہی اسکے گناہ کا اثر باقی ہی، جسطرح کسی نیک انسان کی نیک یادگار جب تک دنیا مین باقی رہتی ہی، اور لوگ اُس سے منتفع ہوتے رہتے ہین اُسکی نیکی کا غیر فانی اثر باقی ہی اور درحقیقت خیر جاری یا شر جاری مین ہر جدید نفع یا نقصان کا سبب اول وہی فاعل اول ہوتا ہی، اسیلیے ہر جدید نفع یا نقصان کے موقع پر اُسکو بھی اس نفع یا نقصان سے حصہ ملنا چاہیے،

کثرت گناہ

بخاری باب قصہ یاجوج وماجوج مین ہی،

عن زينب بنت جحش ... قالت قلت يا رسول الله أنهلك وفينا الصالحون قال نعم اذا كثر الخبث .

زینب بنت جحش سے مروی ہی... انھون نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مین کچھ صالح لوگ ہون گے اور پھر ہلاک کردیے جائین گے؟ آپ نے فرمایا ہان جب گناہ کی کثرت ہوجائے،

یہ حدیث بھی معترض پیش کرسکتا ہی لیکن اولاً یہ ظاہر ہی کہ اسمین یہ بیان نہین ہی کہ وہ صالح بندے بھی ہلاک کردیے جائینگے ثانیاً رسول اللہ صلعم کے اس فقرہ کا کہ "ہان جب گناہ کی کثرت ہوجائے" یہ مفہوم ہی کہ جب گناہ اسقدر زیادہ ہوجائے کہ جو لوگ بذات خاص صالح ہون لیکن وہ فریضہ امر بالمعروف وارشاد کو نہ ادا کرتے ہون اور نہ انھون نے گنہگارون سے قطع تعلقات کیا ہو ایسی صورت مین یقیناً وہ بھی داخل عذاب ہون گے، اسکی مثال نہایت صاف اور ظاہر ہی

ایک شہر نے عام طور سے حکومت سے بغاوت کی گرچند لوگ گو دل سے اطاعت گزار ہے لیکن انھون نے باغی باشندون کو نہ اطاعت پر آمادہ کیا اور نہ اُن سے قطع تعلق کیا ایسی حالت مین وہ چند لوگ بھی جرم بغاوت سے بالکل پاک نہین کیے جا سکتے.

تعذیب المیت ببکاء اہلہ | **بخاری کتاب الجنائز مین ہر**

..... فقال عبد اللہ بن عمر لعمرو بن عثمان الا تنہی عن البکاء فان رسول اللہ صلعم قال ان المیت یعذب ببکاء اہلہ علیہ فقال ابن عباس کان عمر یقول بعض ذلک ... لما اُصیب عمر دخل علیہ صہیب یبکی یقول واخاہ ... فقال عمر یا صہیب اتبکی علی وقد قال رسول اللہ صلعم ان اللہ یعذب ببکاء اہلہ

..... کہا عبد اللہ بن عمر نے عمرو بن عثمان سے کہ تم رونے سے منع کیون نہین کرتے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ میت پر اہل بیت کے اُسپر رونے سے عذاب ہوتا ہو حضرت ابن عباس نے کہا کہ حضرت عمر بھی کچھ ایسی ہی کہتے تھے ... جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب اُنکے پاس روتے ہوئے آئے اور کہتے تھے ہاے بھائی حضرت عمر نے کہا صہیب تم مجھپر روتے ہو حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا ہو کہ میت پر اہل بیت کے رونے سے عذاب ہوتا ہو،

دوسری حدیث اسی باب مین ہو

عن المغیرۃ سمعت النبی صلعم یقول من نیح علیہ یعذب بما نیح علیہ

مغیرہ سے مروی ہو کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہو کہ جسپر نوحہ کیا جاتا ہو اُسکو جو کچھ نوحہ کیا جاتا ہو اُسکے ساتھ عذاب کیا جاتا ہو،

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہو کہ اہل بیت کے جاہلانہ گریہ وزاری سے میت پر عذاب ہوتا ہو لیکن واقعہ یہ ہو کہ خود صحابہ کے زمانہ مین ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی صحت روایت سے حضرت عائشہ نے انکار کیا تھا اور قرآن مجید کی آیت لا تزر وازرۃ وزر اخری اپنی سند مین پیش کی تھی اور بتایا تھا کہ واقعہ یہ ہو کہ رسول اللہ نے ایک میت کو دیکھکر یہ الفاظ فرمائے تھے کہ .. اسپر عذاب ہو رہا ہو اور لوگ رو رہے ہین ،، راوی سوء فہم سے یہ سمجھا کہ ،، ان کے رونے سے اُسپر عذاب ہو رہا ہو ،، (بخاری کتاب الجنائز) ائمہ حدیث نے اس باب مین جو محاکمہ کیا ہو وہ یہ ہو کہ ،، اگر یہ جاہلانہ گریہ وزاری اُس میت کی عادت سے ہو یا اُسکی فرمایش سے ہو تو اہل بیت کے فعل سے اُسپر عذاب ہوگا ورنہ نہین ،، لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ عذاب اہل بیت کے فعل پر اُسکو نہوگا بلکہ عدم ادائے فریضۂ تربیت اور امر بعصیان کے گناہ پر اُسکو ہوگا،

اس حدیث کے راویون مین حضرت عمر بھی ہین، اسلیے یہ شبہ نہین ہو سکتا کہ راوی غیر فقیہ نے مطلب کے

الفاظ کی سوءفہمی سے تعبیر غلط کی، ورنہ یہ کہا جا سکتا ہی کہ قرآن مجید سے راوی کو خبر نہ تھی حضرت عمرؓ سے زیادہ شریعت کا نکتہ دان کون ہوسکتا ہی، حقیقت یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کے ان الفاظ کے کہ "میت اہل میت کے نوحہ و گریہ و زاری سے عذاب دیے جاتے ہین" یہ معنی نہین ہین کہ خدا کی طرف سے فرشتون کے ذریعہ سے عذاب ہوتا ہی بلکہ عذاب سے مراد عام تکلیف ہی، مقصود یہ ہی کہ جب انسان مرنے لگتا ہی تو اُسکو عزیز و اقارب احباب اور دیگر تعلقات دنیا کی مفارقت کا صدمہ ہوتا ہی اور اسمین ابھی کچھ روح باقی ہی[1] ایسی حالت مین اگر اُسکے عزیز و اقارب و احباب چلا چلا کر نوحہ کرین بین کرین، سر پیٹین اُسکے سانحۂ موت کو پُر درد الفاظ مین ظاہر کرین، بچون کے یتیم اور بیوی کے بیوہ ہونے کا ذکر کرین، تو درحقیقت مرنے والے کو یہ سُن سُنکر اُسکے صدمہ ولی اور عذاب روحانی کی کوئی انتہا نہ ہوگی

ان تمام تحقیقات اور کاوشون کا نتیجہ یہ ہی کہ "ایک کے گناہ کا دوسرے پر کوئی عذاب نہین ہوسکتا جب تک پہلے کے گناہ مین خود دوسرے کا بھی کچھ حصہ نہو" اور اس نتیجہ کے خلاف اسلام کے لٹریچر مین ایک حرف مذکور نہین،

سید سلیمان

حرم نبویؐ

سرزمین حجاز کا وہ مقدس شہر جو مدینہ یا مدینۃ النبی کے نام سے موسوم ہی، اسلام کا ایک زندہ معجزہ ہی آج دنیا مین سیکڑون مذاہب ہین لیکن کوئی مذہب اپنے صاحب مذہب کی وہ یادگارین نہین پیش کرسکتا جو اسلام پیش کرسکتا ہی، اسلام اپنے پیغمبر کا مشہد مبارک، مسکن مطہر، معبد مقدس اپنی زندگی کی زندہ علامت رکھتا ہی کیا کوئی دوسرا مذہب بھی اپنی زندگی کی اس تاریخی اور یقینی یادگار کی مثال دکھا سکتا ہی،

مدینہ اسلام کا مولد اور پیغمبر اسلامؐ کا مسکن اور خلفاے اسلام کا دار الخلافت ہی، اسلام کی وہ سب سے پہلی مسجد وہ مقدس و متبرک معبد ہی جسکے معمار و مزدور خود محمد رسول اللہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے

[1] یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ میت (مردہ) سے سمجھا جاتا ہی کہ وہ بالکل مردہ ہو اسمین کچھ روح نہو پھر وہ سنے گا کیونکر یہ اعتراض محاورہ غلط ہی کیونکہ محاورہ مین آیندہ صفت کے ساتھ موصوف کو پہلے ہی متصف کرسکتے ہین جیسا کہ خود حدیث نبوی مین ہی من قتل قتیلا فلہ سلبہ "جو کسی مقتول کو قتل کرے" مقتول کو دوبارہ کیونکر کوئی قتل کرسکتا ہی مگر واقعہ یہ ہی کہ باعتبار آیندہ حالت کے اسکو مقتول پہلے کہدیا گیا، بعض روایتون مین فی قبرہ کا لفظ ہی جو یقیناً زیادت ہی،

یہی وہ مسجد ہے جسکو روضۃ من ریاض الجنۃ کا خطاب بارِ رسالت سے عطا ہوا ہے، اسی مسجد کے ایک گوشہ مین آنحضرت کا روضۂ اقدس اور حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبرین ہین ان سب کے مجموعہ کا نام حرم نبوی یا حرم مدنی ہے،

اسمین شک نہین کہ ہر سال لاکھون مسلمان مدینہ منورہ جاکر حرم نبوی کی زیارت سے مشرف ہوتے ہین لیکن ایسے بہت کم لوگ ہونگے جو اُسکے موجودہ حالات اور تاریخی واقعات سے مفصل طور پر واقف ہون ناظرین ہم مجلّہ ایک کے سفرنامہ رحلت حجازیہ سے حرم نبوی کے تاریخی حالات اور اسکا موجودہ نقشہ ناظرین کی دلچسپی کے لیے لکھتے ہین

موجودہ حرم شریف مسجد نبوی حضرت عائشہ کے مکان اور دیگر ازواج مطہرات کے مکانات نیز مابعد کے اضافون پر مشتمل ہے آنحضرت کے زمانہ مین ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات مسجد کے چارون طرف بنے ہوئے تھے آپ کے ازواج مطہرات کے مکانات حرم شریف کے مشرقی حصہ مین جنوبی جانب تھے مسجد نبوی اور ان مکانون کے درمیان پانچ گز کشادہ ایک راستہ واقع تھا،

حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت عثمان کے مکانات شرقی سمت مین تھے ان دونون مکانون کی صورتین جیسی کہ ابتدائے اسلام مین تھین اگرچہ بدل گئی ہین لیکن وہ اب تک موجود ہین، حضرت عثمان کے مکان کا ایک ٹکڑہ مین جو حرم شریف کے مقابل ہے بیرونی طرف ایک کتبہ لگا ہوا ہے جسپر منزل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لکھا ہے، شیخ الحرم عموماً اسی مکان مین سکونت پذیر رہا کرتے ہین،

آل عمر کے مکانات مسجد کی جنوبی سمت مین تھے اور بطور علامت اب تک ایک باغ حجرہ شریف کے سامنے حرم سے بالکل متصل موجود ہے جو قبلہ کی جہت مین ہونے کے باعث حرم کے اندر شامل کر لیا گیا ہے، اس باغ مین ایک دروازہ ہے جسکے بیرونی رخ پر "دیار آل عمر" لکھا ہوا ہے ان مکانون کے جوار مین مغرب کی طرف آنحضرت کے عم مکرم حضرت عباس کا مکان تھا اسکے بعد مروان بن حکم کا مکان تھا اور حضرت علی کا مکان باب السلام کے داہنے جانب تھا حضرت ابو بکر الصدیق رضہ کا مکان مسجد کے پچھم طرف تھا اور اسکے جوار مین شمالی جانب باب الرحمہ تک حضرت عبد الرحمن بن عوف کا مکان تھا ان تمام مکانون کے دروازے مسجد مین واقع تھے آنحضرت نے مناسب سمجھا کہ مسجد عام رہگذر نہو چنانچہ ارشاد ہوا کہ "لایبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر" یعنے سوائے

ابوبکرؓ کے دروازہ کے اور کسی کا دروازہ مسجد مین نہ رہنے پائے اسوقت سے تمام دروازے بند کر دیے گئے البتہ حضرت ابوبکرؓ کا دروازہ باقی رہا چنانچہ اب بھی ایک چھوٹا سا دروازہ باب السلام کے شمال مین مقصورہ شریف کے سامنے موجود ہے جسپر ایک چھوٹا سا کتبہ لگا ہوا ہے اور مذکورہ بالا حدیث نہایت عمدہ اور خوشخط حروف مین لکھی ہوئی ہے"

سب سے پہلے حضرت عمرؓ بن خطاب نے مسجد نبوی کی عمارت مین تجدید کی اسکی دیوارین دوبارہ بنائین اور اسکے بعض ستونون کو بدل دیا اور کسی قدر صحن مسجد مین وسعت بھی پیدا کی آپکے بعد حضرت عثمانؓ نے جنوب کی طرف اضافہ کیا اور اسکو پتھر اور گچ سے تعمیر کیا ۸۸ھ ہجری مین ولید بن عبدالملک نے مدینہ منورہ کے عامل حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اسکی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ انھون نے مسجد کو مشرق، مغرب اور جنوب کی طرف وسعت دی اور آنحضرتؐ کے ازواج مطہراتؓ کے مکانون کو مسجد کے اندر شامل کر لیا منبر اذان کے لیے چار منارہ تعمیر کیے اور اسکی زمین کو سنگ مرمر سے مفروش کیا، دیوارون کو نگارنات زیبائش سے آراستہ کیا چھت مین سونے کی چادرین لگائین اور سنگ مرمر کے ستون لگائے پھر ۱۶۱ھ ہجری مین مہدی عباسی نے اسمین اضافہ کیا اور اسکی عمارت نہایت خوبصورت بنائی اسکے بعد خلیفہ مستعصم نے اسکو تعمیر کیا پھر ظاہر بیبرس شاہ مصر نے اسمین افزائش کی اسکے بعد ۶۷۸ھ ہجری مین ناصر قلاوون شاہ مصر نے حجرۂ شریف پر ایک قبہ تعمیر کرایا اس سے پہلے قبہ نہ تھا پھر اشرف برسبائی شاہ مصر نے ۸۸۱ھ ہجری مین اسکی تعمیر کا فخر حاصل کیا اسکے بعد الظاہر برقوق شاہ مصر نے ۸۵۳ھ ہجری مین اسکو پہلے سے زیادہ مستحکم اور خوبصورت بنایا ۸۸۶ھ ہجری مین مسجد پر ایک نہایت خوفناک بجلی گری جیسی اس سے پہلے کبھی دیکھنے مین نہ آئی تھی اور اسطرح چشم زدن مین صدیون کی محنت و جانفشانی اور دنیا کی سب سے خوشنما اور خوبصورت عمارت تو دہ خاک ہوگئی مگر عجیب حسن اتفاق کی بات ہے کہ حجرۂ شریف کو اس سے کچھ گزند نہ پہونچا بہرکیف اہل مدینہ مین اس حادثہ سے ایک قسم کی گھبراہٹ اور بیچینی پھیل گئی اس واقعہ کی خبر جیسے ہی سلطان قائتبائی بادشاہ مصر کو ملی اسنے فوراً اپنے عمال کو جو حرم مکی کی تعمیر مین مصروف تھے حکم بھیجا کہ وہ لوگ اسکو چھوڑکر مدینہ منورہ چلے جائین چنانچہ وہ لوگ امتثالاً للامر مدینہ منورہ کو منتقل ہوگئے اور نہایت قابل تعریف ہمت و جانفشانی سے دوبارہ حرم نبوی کی عمارت موجودہ صورت پر تعمیر کی جسکو ہم فن انجینئری کا بہترین نمونہ کہہ سکتے ہین اور حجرۂ شریف کو نہایت خوبصورت اور پرعظمت بنا دیا جیسا کہ اس زمانہ مین موجود ہے اور قبہ پر ایک اور دوسرا قبہ

اُس سے زیادہ بلند اور بڑا تعمیر کیا۔ حرم شریف کے مغربی جانب باب السلام کے شمال پر ایک بہت بڑا مدرسہ بنایا گیا اور سلطان قائتبائی نے اُسکے نام سے بہت سے اوقاف وقف کیے۔ یہ مدرسہ اسوقت بھی مدرسہ قائتبائی کے نام سے موجود ہی۔ ہم نے سلطان قائتبائی کا بھیجا ہوا ایک نفیس دروازہ بھی دیکھا جو تمام تر تعمیر مصر سے بھیجا گیا تھا یہ دروازہ پہلے باب السلام مین نصب کیا گیا تھا لیکن جب سلطان عبد المجید شاہ روم نے حرم شریف کی عمارت مین ترمیم کی اور ایک دروازہ اپنے نام پر بنایا تو اُسوقت یہ پھاٹک باب مجیدی مین منتقل کر دیا گیا۔ یہ دروازہ ایک قیمتی لکڑی کا ہی جو سیپ اور آبنوس کی منقش اور گلکاری کی ہوئی چادرین چڑھائی گئی ہین ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ دروازہ مصر کی قدیم صنعت و حرفت کا بہترین نمونہ ہی۔

سلطان قائتبائی کے بعد سنہ ۹ ہجری مین سلطان سلیم ثانی نے اسکو تعمیر کرایا اور مدرسہ قائتبائی اور منبر شریف کے درمیان ایک نہایت بصورت محراب بنوائی جس پر سونے کے پانی سے گلکاری کی گئی اور اُسکی پشت پر سلطان سلیم ثانی کا نام لکھا ہوا ہی۔ باب السلام سے حجرہ شریف کی طرف جاتے ہوئے یہ صاف نظر آتا ہی۔

اسکے بعد سلطان محمود نے قبہ بنوایا پھر سنہ ۱۲۵۵ ہجری مین اسکی ترمیم اور قبہ کو سبز رنگ سے رنگنے کا حکم صادر کیا چنانچہ اُسوقت سے اسکا نام القبۃ الخضراء رکھا گیا یہانتک کہ سنہ ۱۲ ہجری مین سلطان عبد المجید خان نے شمالی حصہ کی تعمیر اور اضافہ کا حکم صادر کیا چنانچہ اس تعمیر اور ترمیم کے بعد حرم شریف کی عمارت نے موجودہ مکمل صورت اختیار کر لی اور اسکے بعد پھر اسمین کوئی تغیر وقوع پذیر نہین ہوا۔ سلطان عبد المجید خان نے حرم شریف کی عمارت کو طرح طرح کے نقش و نگار اور رنگا رنگ کی گلکاریون سے اسقدر آراستہ کرایا ہی کہ جسکا بیان حد امکان سے باہر ہی۔ باب السلام سے لیکر شرقی تک دیوار پر سورہ الفتح خط ثلاثی مجوف مین لکھی گئی ہی۔ اسکے نیچے ایک سطر مین دوسری سورہ لکھی ہی۔ اس سطر کے نیچے ایک دوسری سطر مین جو اوپر کی سطر سے کسی قدر چھوٹی ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماے مبارک لکھے ہوے ہین۔ مسجد کے قبون کے محیط مین قصیدہ بردہ لکھا ہوا ہی اور اُن دونون مین جن پر مسجد کے قبے قائم ہین اللہ عز و جل کے اسما اور رسول اللہ اور آپ کے آل اور بعض صحابہؓ کے اسما نہایت خوشنما حروف مین لکھے ہوئے ہین۔ خوشخطی کی نسبت محض یہ کہدینا کافی ہی کہ یہ سب اُس زمانے کے مشہور خطاط عبد اللہ بک ترکی مرحوم کے دست صنعت کا نتیجہ ہین جنکو سلطان عبد المجید خان نے اسی

غرض سے مدینہ منورہ بھیجا تھا یہ دس سال یہاں رہکر خانہ خدا اور رسول میں خدا کے عطا کیے ہوئے کمال کا اظہار
کرتے رہے حرمین شریفین کے رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عمارت پر تقریباً دس لاکھ ترکی پونڈ صرف ہوا ہے،

سلطان **عبدالمجید خان** کے بعد کسی بادشاہ نے کسی قابل ذکر چیز کا اضافہ نہیں کیا ہے، البتہ سلطان
عبدالحمید خان کے زمانہ میں برقی روشنی کا انتظام کیا گیا اور ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ ہجری سے جس روز حجاز ریلوے کے
افتتاح کا جلسہ ہوا تھا حرم شریف میں برقی روشنی کی سرکاری طور پر ابتدا ہوئی،

حجرہ شریف نہایت عمدہ صنعت و کاریگری کے ساتھ تانبے کا بنایا گیا ہے، اسکو ۸۸۸ھ میں سلطان قائتبائی
نے بنایا تھا اسکا ایک دروازہ روضہ شریفہ کی طرف ہے جسکا نام باب الرحمہ یا باب الوفود ہے اسی دروازہ کی طرف
جنوبی سمت میں ایک دریچہ ہے جسکو حجاج شباک التوبہ کہتے ہیں چنانچہ جسوقت وہ اس دریچہ کے سامنے کھڑے ہوکر
بارگاہ رسالت میں عرض و معروض کرتے ہیں تو اصطلاح اپنی قسم میں اس دریچہ کا ذکر کرتے ہیں "وحیاۃ النبی الذی
وضعت یدی علی شباکہ" حجرہ شریف کا ایک دریچہ قبلائی سمت بھی ہے لیکن یہ صرف نہایت سخت اور ہولناک
موقعوں پر دعا اور استغاثہ کی غرض سے کھولا جاتا ہے، حجرہ نبوی یا مقصورہ نبوی سے متصل ہی شمالی جانب حضرت
سیدۃ النساء **فاطمہ زہرا** کا مقصورہ ہے،

مقصورہ نبوی کے جنوبی اور شمالی ضلعوں کا طول ۱۶ میٹر ہے اور شرقی و مغربی اضلاع کا طول ۱۵ میٹر
اس مقصورہ کے چاروں زاویوں میں بڑے بڑے ستون ہیں جو ایک ٹھوس پتھر سے تراش کر چھت کی بلندی تک
بنائے گئے ہیں قبہ کی بنیاد انھیں ستونوں پر قائم ہے،

حضرت **فاطمہ** رضی اللہ عنہا کا مقصورہ جنوب کی طرف ساڑھے چودہ میٹر طویل ہے اور شمال کی طرف
فقط چودہ میٹر ہے اور مشرق و مغرب کی طرف تقریباً ساڑھے سات میٹر طول میں ہے، اس مقصورہ کے دو دروازے
ہیں ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف ہے ان دونوں دروازوں کے درمیان اُس مقام پر جہاں اکثر راویوں
کے بیان کے مطابق آپ مدفون ہیں ایک قبر بنائی گئی ہے،

بڑا مقصورہ حجرہ نبوی اسکے بعد تعمیر کیا گیا ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲- ربیع الاول ۱۱ھ ہجری
کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئے تھے اور اسی جگہ وفات کے دوسرے روز آپ مدفون

ہوے تھے کیونکہ آنحضرت کا ارشاد تھا کہ "قبض نبی الا دفن حیث قبض" آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا
سر مبارک مغرب کی طرف ہی جب ۲۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳ ہجری کو حضرت ابوبکر کا انتقال ہوا تو انکی قبر رسول اللہ
کے پہلو مین شمال کی جانب بنائی گئی حضرت صدیق کا سر رسول اللہ کے پاؤن کے سامنے ہی اسیطرح جب حضرت عمر
رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی کہ مرنے کے بعد مین بھی دو بزرگ
دوستون کے دوا رمین جگہ پاؤن چنانچہ چہارشنبہ کے روز ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ ہجری کو حضرت عائشہ رض کی اجازت سے
وہین مدفون ہوے آپکا سر حضرت ابوبکر کے کندہون کے سامنے ہی ان تینون مقدس قبرون پر ایک نہایت خوشنما
پانچ اضلاع والی عمارت تعمیر کی گئی اس عمارت کی بلندی ۶ میٹر سے زیادہ ہی سب سے پہلے اس مقصورہ کی تعمیر کا فخر حضرت
عمر بن عبد العزیز کو حاصل ہوا اسکی بنیا نہایت مضبوط رکھی گئی ہی اور اسکی عمارت پنج پہل تعمیر کی گئی ہی تاکہ خانہ کعبہ
کی مشابہت کے باعث لوگ اسکو قبلہ نہ بنالین اس عمارت مین ان تینون مقبرون کے علاوہ ایک چوتھی قبر کی بھی گنجایش
لوگون کا خیال ہی کہ یہ جگہ حضرت عیسیٰ کی قبر کے لیے ہی جب وہ قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرما ہونگے
تو وفات کے بعد یہین مدفون ہونگے،

نورالدین زنگی کو جبکہ وہ سنہ ۵۵۸ ہجری مین صلیبی حملہ آورون سے برسر پیکار تھا خبر ملی کہ صلیبی چاہتے
کسی تدبیر سے آنحضرت کے جسد مقدس کو چرا لیجانا چاہتے ہین چنانچہ نورالدین نے اس ناپاک ارادہ کی اطلاع
پاکر حجرہ شریف کے گرد ایک دوسرا احاطہ قائم کرنے کا حکم صادر فرمایا اس احاطہ کی بنیاد سطح آب تک پہونچی ہوئی ہی زیر سطح
اسکے دائرہ کو سیسہ ڈھالکر اسقدر محکم و استوار بنادیا ہی کہ اب کسی طرح زمانہ کا ہاتھ وہان تک نہین پہونچ سکتا ہی،

حجرہ شریف پر حریر سبز کا ایک پردہ پڑا رہتا ہی جسپر نہایت خوشخط حروف مین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
لکھا ہوا ہی اسکے علاوہ اور دوسرے پردے بھی ہین جن پر ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ
وخاتم النبیین لکھا ہوا ہی اسکے درمیان مین دائرے بنے ہوئے ہین جنمین نبی صلعم کے اسما گرامی لکھے ہوئے ہین
اس پردہ سے ڈھائی میٹر کی بلندی پر ایک پٹہ ہی اسکا عرض تین سینٹمیٹر ہوتا ہی اس پردہ پر سونے کے تارون سے
اس بادشاہ کا نام لکھا ہوتا ہی جسنے ان پردون کے بنانے کا حکم صادر کیا ہی یہ پردہ ہمیشہ دولت علیہ سے
اسوقت بھیجے جاتے ہین جب کوئی نیا بادشاہ سریر سلطنت پر جلوہ گر ہوتا ہی چنانچہ اعلان دستور کے بعد بھی

نئے پردے پہونچ گئے ہین،

اس موقع مین یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ حجرۂ شریف پر سب سے پہلے خیزران خلیفہ ہارون رشید کی ماں نے جب وہ حج و زیارت کی غرض سے آئی تھین پردہ چڑھایا تھا اسکے بعد تمام بادشاہون کا ایک عام دستور ہوگیا

مقصورہ شریف کے اور بیرونی دریچہ کے درمیان تقریباً تین میٹر کی وسعت کا ایک راستہ ہی جسکے جنوبی گوشہ مین ایک کرسی پر بڑی تقطیع کا ایک قرآن مجید رکھا ہوا ہی اسکو حجاج بن یوسف ثقفی نے ہدیہ کیا تھا لوگونکا خیال ہی کہ یہ مصحف اُن چھ مصاحف مین سے ہی جنکو خود حضرت عثمان نے لکھوایا تھا،

حجرۂ شریف کا آسمان سونے چاندی کے ستارون سے جگمگا رہا ہی خصوصاً روے مبارک کے سامنے جنوبی طرف بہت سے سونے کی قندیلین ہین انمین سے اکتیس قندیلین الماس زمرد اور یاقوت سے مرصع ہین اور سونے کی زنجیرون مین آویزان ہین حجرۂ شریف مین کل ایک سو پچاس قندیلین ہین،

روے انور کے سامنے حجرہ کی دیوار پر ایک الماس نہایت رکھا ہوا ہی اسکا حجم کبوتر کے انڈے کے برابر ہی الماس ایک مرصع سونے کے حلقہ سے محیط ہی اسکی قیمت کا اندازہ آٹھ لاکھ پونڈ ہی لیکن اگر حجرۂ شریف کیطرف منسوب ہونے کا خیال کیا جاے تو اسکی قیمت حد اندازہ سے باہر ہی اسکی چمک دمک اور خوبصورتی کے باعث لوگون نے اسکا نام کوکب دری رکھا ہی یہ کوکب دری ایک سونے کے تختہ مین نصب ہی اور اسکا حلقہ دو سو تنتالیس قیمتی جواہر کے ٹکڑون سے مرصع ہی اس کوکب کو سلطان احمد اول بن سلطان محمد خان نے گیارھوین صدی کی ابتدا مین دیگر تحائف کے ساتھ بھیجا تھا کوکب کے نیچے جواہر سے مرصع ایک سونے کا پنجہ آویزان ہی اس پنجہ کے وسط مین کوکب دری سے چھوٹا ایک الماس جڑا ہوا ہی اسکو سلطان مراد رابع ابن سلطان احمد اول نے ۱۰۴۱ھ ہجری مین ہدیہ کیا تھا ہمین پر سونے کا ایک بڑا تختہ ہی جس پر نہایت خوبصورت خط مین الماس سے لا اله الا الله محمد رسول الله منقوش ہی اسکو عصمت آب عادلہ سلطانہ بنت سلطان محمود نے ۱۲۹۱ھ ہجری مین بھیجا تھا،

حجرۂ شریف مین علاوہ متذکرہ بالا اشیا کے اور بہت سے بے بہا نادر المثال جواہرات ہین جنکی قیمت کا صحیح اندازہ نہین لگایا جا سکتا ہی مثلاً ہیکل کے طرز کا ایک بڑا آئینہ ہی جس پر الماس سے حضرت سیدہ

فاطمہ کا نام منقوش ہے یہ قطعہ حضرت فاطمہ کے روضۂ اقدس کے اندر شرقی رکھا ہوا ہے وہین پر بڑے بڑے موتیوں کا ایک ہار ہے اسکے علاوہ اور دوسرے بہت سے بیش بہا لولو و مرجان کے رکھے ہوئے مین خالص سونے کے جواہرات سے مرصع کیے ہوئے بہت سے شمعدان ہین انہین سے دو شمعدان بڑے ہین ایک کا طول تقریباً دو میٹر ہے ان دونون کو سلطان عبد المجید خان نے سنہ ۱۲۶۶ء مین اپنے تحائف کے ساتھ ارسال کیے تھے ان دونون کے علاوہ دو شمعدان اور بھی ہین جو سلطان محمود کے ہدیہ کیے ہوئے ہین ان شمعدانون کے قریب ہی موتیون کی چار رکابیان قیمتی جواہرات سے مرصع کیے ہوئے پنکھے نفیس مورچھل اور مرصع بخور دان رکھے ہوئے ہین یہ تمام چیزین اُن خزانون کے علاوہ ہین جو حجرۂ شریف مین نادر اور بے مثال تحائف اور جواہر نگار مصاحف کے قسم سے موجود ہین علاوہ اسکے بہت سی بہونچیان بالیان وغیرہ بھی ہین خلاصہ یہ ہے کہ حجرۂ شریف کے ذخائر کی بابت اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ستر لاکھ پونڈ سے کسی طرح کم قیمت کا مال اسمین نہین ہے،

جسطرح ہر زمانہ مین تخت نشین سلاطین امرا اور والیان ملک قیمتی ذخائر بیش بہا جواہرات بھیجتے رہے ہین، اسی طرح مدینہ منورہ کے شریر والی اور دیگر بدمعاش بارہا لوٹ اور غارت کی غرض سے حجرۂ نبوی پر دست درازی بھی کرتے رہے ہین مثلاً حماز ابن عقبہ نے سنہ [illegible] ہجری مین حرم مدنی کے ذخائر کو لوٹ لیا سمہودی نے اسکے متعلق بیس قنطار سونے کا اندازہ کیا ہے اسکے بعد شریف حسن ابن زبیر منصوری نے سنہ [illegible] ہجری مین لوٹا اور بہت کچھ چیزین لے گیا،

تیرھوین صدی کے آغاز مین جبکہ حجرۂ نبوی بیشمار ذخائر سے معمور تھا تو عبد الوہاب نجدی نے سنہ ۱۲۲۱ ہجری مین دست درازی کی اور تمام قیمتی چیزین لے گیا اور بعض چیزین شریف غالب کے ہاتھ پچاس ہزار مین فروخت کر دین اسکے بعد جب طوسون پاشا اور ابن سعود مین صلح ہوئی تو طوسون پاشا نے اسکے باپ کی بہت سی لوٹی ہوئی چیزین دو ہزار مصری پونڈ مین اُس سے خرید کر کے حجرۂ شریف مین واپس کر دین ایسے ہی محمد علی پاشا نے بھی وہابیون سے بہت سے ذخائر لیکر حجرۂ شریف مین رکھوا دین اسکے خود محمد علی نے سونے کا ایک بڑا شمعدان اور دو چاندی کے شمعدان جن پر العبد المذنب محمد علی والی مصر سنہ ۱۲۳۲ ہجری لکھا ہوا ہے حجرۂ شریف کے نذر کیے ہین اسی طرح عباس پاشا اول نے چاندی کے بہت سے شمعدان اور دو نقرئی جھاڑ نذر کیے ہین

ایک جھاڑ محراب عثمانی مین آویزان ہے اسمین ۳۶ گلاس روشن کیے جاتے ہین دوسرے جھاڑ مین تیس گلاس ہین یہ روضے مبارک کے سامنے آویزان ہے اسکے علاوہ اور بہت سے بلور کے جھاڑ اور فانوس ہین،

سعید پاشا اور خاندان خدیویہ کے بعض بیگمات کے بھیجے ہوئے بہت دوسرے تحائف بھی موجود ہین اس زمانہ مین سب سے آخری تحفہ جو حجرہ شریف مین پیش کیا گیا وہ موجودہ خدیو مصر کی والدہ کی بھیجی ہوئی الماریان ہین تاکہ یہ آثار کریمہ بھی اس مقدس حجرہ مین محفوظ رہین،

خدام حرم سال مین تین مرتبہ حجرہ شریف کو دھوتے ہین ایک ۹ - ربیع الاول کو دوسرے پہلی رجب کو اور تیسرے اٹھائیس ذی قعدہ کو اس رسم کے لیے اُس روز بہت بڑا مجمع ہوتا ہے اور غسل کا مستعمل پانی شیشون مین اُمرا اور دولتمند مسلمانون مین تبرکاً تقسیم کیا جاتا ہے،

معین الدین بہاری

متعلم درجہ اعلیٰ دار العلوم

مستشرقین یورپ

نمبر (۴)

۱۸۵۰ء سے ۱۹۰۰ء تک

گذشتہ نمبر مین ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۰ء تک فرانس اور جرمنی مین جو علماے مستشرقین پیدا ہوے اُنکے حالات لکھے گئے ہین اس نمبر مین ان سنین مین دیگر ممالک یورپ مین جو ماہرین علوم مشرقیہ گذرے ہین اُنکا ذکر کیا جاتا ہے،

آسٹریا فرانس اور جرمنی کے بعد ہم آسٹریا کا نام لیتے ہین، ان سنین مین آسٹریا مین صرف ایک شخص پیدا ہوا جسکو السنہ مشرقیہ کے ساتھ فطری مناسبت تھی، اور جسکا نام بیرن جوزف دی ہامر پرگستال D. Hammer Purgstall تھا ۱۷۷۴ء مین پیدا ہوا، ویانا کالج مین السنہ مشرقیہ کی تعلیم حاصل کی

بیس برس کے سن سے پہلے اُسنے اتنی استعداد پیدا کرلی کہ عربی، فارسی، اور ترکی مین گفتگو کرتا تھا، اسٹریا کی گورمنٹ نے اُسکو ترجمانی کے عہدہ پر ممتاز کرکے قسطنطنیہ بھیجدیا اور اپنے کونسل خانون کی افسری سپرد کی بیرن جوزف نے اس تقریب سے مصر و شام کا سفر کیا، اور ملک کے حالات سے اطلاعین بہم پہونچائین مختلف مناصب جلیلہ حاصل کرنے کے بعد کونسل کا ممبر ہوگیا اسوقت اُسکو موقع ملا کہ تالیف و تصنیف کی طرف ہمتن متوجہ ہوا، بیرن موصوف دس غیر ملکی زبانون سے واقف تھا ہر قسم کے موضوع پر اُسنے تصنیفات کین اور مضامین لکھے لیکن اُسکی علمی جد و جہد کا جولانگاہ زیادہ تر مشرقی ادب و تاریخ رہا جن مین سے ہم بعض تصنیفات کا حال لکھتے ہین، اٹھارہ جلدون مین اُسنے حکومت عثمانیہ کی تاریخ لکھی سات ضخیم جلدون مین زمانہ جاہلیت سے لیکر آخر زمانہ عباسی تک کی تاریخ لکھی جسمین ہزارون مسلمان علما شعرا اور مصنفین کے حالات درج کیے جرمن مین امام غزالی کی کتاب ایہا الولد، سلے فرزند، زمخشری کی تصنیف قلائد الذہب اور ابن فارض کے قصیدہ تائیہ کا ترجمہ کیا، عربون کے فن موسیقی پر مضامین لکھے الف لیلہ کے غیر معروف داستانون کو شائع کیا عربی شاعر خلف الاحمر کا دیوان چھاپا متنبی کے دیوان کا تمام و کمال جرمنی زبان مین ترجمہ کیا انکے علاوہ متعدد فارسی تصنیفات کا اپنی زبان مین ترجمہ کیا مشرقی علوم و فنون کے متعلق جو رسائل نکلتے تھے اُنکی سرپرستی کی، بیرن موصوف کو عربی زبان سے اسقدر محبت تھی کہ وہ اپنی زبان چھوڑکر عربی زبان مین نماز پڑھا کرتا تھا ۱۸۵۶ء مین وفات پائی،

ہولینڈ ہولینڈ گو یورپ کا ایک نہایت چھوٹا ملک ہے لیکن مشرقی علوم و فنون کے ساتھ دلچسپی یہان یورپ کے بڑے سے ملک سے کم نہین ہے، موجودہ دور مین جو اورنیٹلسٹ یہان پیدا ہوئے اُنمین سب سے زیادہ نامور تھیوڈر جان بول Th. W. J. Juynboll ہے ۱۸۰۲ء اُسکا سال پیدائش ہے عربی زبان مین اسکو کامل مہارت تھی مشرق کی تاریخ اور لٹریچر سے اچھی طرح واقف تھا متعدد مدارس مین عربی زبان کی مدرسی کی پھر لیڈن کالج مین پروفیسر ہوا، اور ۱۸۶۱ء تک جو اُسکا سال وفات ہے اس عہدہ پر ممتاز رہا، جان بول کا کارنامہ یہ ہے کہ اُسنے متنبی اور متنبی کے معاصر شعرا کے اُن قصائد کا مجموعہ شائع کیا جو سیف الدولہ کی مدح مین لکھے گئے تھے، ان قصائد کے ساتھ اُنکا لاطینی مین ترجمہ بھی شائع کیا، زمخشری کا جغرافیہ جو کتاب الجبال و الامکنہ

والیاءہ کے نام سے موسوم ہے اُسکی بھی اشاعت کی عربی جغرافیہ کی ایک اور کتاب مراصد الاطلاع علی الامکنۃ والبقاع کو بھی شامل کیا جو علامہ سیوطی کے قلم سے یاقوت حموی کے مشہور جوگرفیکل انسائیکلوپیڈیا معجم البلدان کا خلاصہ ہے ایک دوسرے ہولنڈی مستشرق بنیامین ماٹس کی مدد سے کتاب النجوم الزاہرہ کو جو شاہان مصر و قاہرہ کی تاریخ ہے چھاپا، مشرق کے متعلق اپنے دیگر ہموطن اہل قلم شرکت مین مشرقیات کے نام ایک مجموعہ چھاپکر شائع کیا،

جان بول نے اپنے مرنے کے بعد ابراہیم ولیلم جان بول Wilhelmus ایک لائق فرزند بھی اپنی یادگار چھوڑا جو مشرقی علوم مین اپنے باپ کی طرح کامل دستگاہ رکھتا تھا ابراہیم نے بڑی محنت سے ابواسحاق شیرازی کی کتاب التنبیہ شائع کی جو شافعی اصول فقہ کی ایک قدیم اور مستند تصنیف ہے اور اُسکا لاطینی مین ترجمہ کیا، اور اسپر مقدمہ وغیرہ کا اضافہ کیا ۱۸۶۱ء مین ابن واضح یعقوبی کے جغرافیہ کی شاعت کی جسکا نام کتاب البلدان ہے سال وفات ۱۸۸۰ء،

جان بول کا معاصر ہولنڈ مین ایک اور مستشرق تھا جسکا نام پروفیسر ٹاکوارڈا T. Roorda تھا ۱۸۲۵ء سے پروفیسر موصوف نے مشرقی علوم و فنون کی خدمت شروع کی، مصری دولت طولونیہ کی تاریخ سے اسنے خاص دلچسپی ظاہر کی، عربی گرامر کو مدوّن کیا، اور لاطینی مین اسکی شرح لکھی، جان بول کے مشرقی مجموعہ کی طیاری مین یہ بھی اُسکا برابر شریک تھا تقریباً ۱۸۷۴ء مین وفات پائی،

ہولینڈ کے مستشرقین مین ہنڈریک اڈرس H. E. Weijers بھی ایک مشہور مستشرق گذرا ہے، جان بول کے مجموعہ مشرقیات مین اسکا بھی حصہ ہے، وفیات الاعیان جو تاریخ ابن خلکان کے نام سے مشہور ہے ویڈرس نے اُسپر نہایت قابلانہ تبصرہ لکھا، اور ایک اپنے ہموطن اور ٹیلسٹ ڈاکٹر مورسنگ کی معیت مین ابوالحسن بن عمرو بن حبیب کی درۃ الاسلاک تاریخ اتراک کو شائع کیا، کتب خانہ لیڈن کی قلمی کتابون پر ریویو لکھا،

ڈاکٹر مورسنگ بھی جسکا ذکر اوپر گذرا ایک قابل ذکر مستشرق تھا سیوطی کی طبقات المفسرین ہمکو اسی کے ذریعہ سے مطبوع ہوکر پہونچی ہے،

انگریز

انگریزون کو گو مشرقیات مین اور یورپین اقوام سے یون بھی دلچسپی کم ہی لیکن اس دور مین عربی زبان کے ماہرین کا اُن مین اور بھی جو کچھ کم رہا انگریز مستشرقین مین سب سے پہلے ولیم کارٹون [illegible] کا نام لینا ہے ۱۸۰۸ء مین ولادت ہوئی اور ۱۸۶۴ء مین لندن مین وفات پائی۔ اوکسفورڈ یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کی تمام مشرقی زبانون مین اسکو سریانی زبان سے خاص دلچسپی تھی عربی زبان مین عیسائی مذہبی تصنیفات کی اشاعت کے علاوہ اسلامی تصنیفات مین سے علامہ شہرستانی کی تاریخ مذاہب موسوم بہ ملل و نحل کو نہایت محنت و کوشش کے ساتھ طبع کیا ۱۸۴۲ء مین لندن مین یہ کتاب چھپکر کامل ہوئی دوسری کتاب علم کلام مین حافظ الدین نسفی کی تصنیف عمدۃ عقیدۃ اہل السنۃ شائع کی۔ یہ دونون کتابین اُن مطبوعات کے ضمن مین شائع ہوئین جنکو انگلینڈ کی شرکت طبع تالیفات مشرقیہ (سوسائٹی فار دی پبلیکیشن اوف اورینٹل ٹکسٹس) نے چھاپا ہے اس سوسائٹی کا مشرقی تصنیفات کی طبع و اشاعت مین ایک خاص حصہ ہے

ہندوستان کی بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کا ذکر بھی انگریزون ہی کے کارنامون کے ضمن مین کرنا چاہیے جسنے عربی زبان کی کثیر التعداد کتابین چھاپ کر دنیا مین پھیلائین۔ میتھیو لمسڈن [illegible] جسکی کوشش سے مطبع کلکتہ کا وجود ہوا۔ اس سوسائٹی کا ایک سرگرم ممبر تھا۔ اسی مطبع مین لمسڈن نے ۱۸۱۰ء مین مقامات حریری ۱۸۱۱ء مین احمد شروانی کی کتاب نفحۃ الیمن اور اُنکے سوا شرح علقات قزوینی مختصر معانی، قاموس فیروز آبادی وغیرہ کتابین چھاپین، لمسڈن کے بعد دور زیر بیان مین ناسو لیس [illegible] اُسکا جانشین ہوا لیس نے عربی زبان کی متعدد کتابین شائع کین جن مین سے مشہور کتابین حسب ذیل ہین ازدی بصری کی فتوح الشام واقدی کی فتوح الشام سیوطی کی تاریخ الخلفا محمد علی فاروقی تھانوی ہندی کی کشاف اصطلاحات الفنون دو ضخیم جلدون مین، کشاف ابن حجر عسقلانی کی نخبۃ الفکر و نزہۃ النظر، علماے ہند کے علاوہ ایک دوسرا مستشرق اسپرنگر نامی جسکا ذکر آگے آئیگا اسکا کا شریک کار تھا۔

ایک اور انگریز مستشرق کا نام قابل ذکر ہے ہارین جانس [illegible] جسنے گوتا سے ۱۸۵۸ء مین ابن عبد الحکیم مصری کی تاریخ فتح اندلس کو شائع کیا اور اسکا انگریزی مین ترجمہ کیا۔

روس | تمام ملک یورپ مین روس ؑ ملک ہی جہان علم وتمدن نے ابھی کافی فروغ نہین پایا اور اسی لیے
انیسوین صدی کے وسط تک ؑ ہان علوم شرقیہ کی طرف لوگون کو توجہ نہوئی، اسی زمانہ کے بعد وہان کی
رائل اکاڈیمی نے اس کمی کو محسوس کیا اور تلافی مافات پر آمادہ ہوئی، اکاڈیمی کی تحریک سے اور دوسری
مشرقی انجمنون کو وجود ہوا، اور اورینٹیل لٹریچر کی تحصیل واشاعت کے آثار جابجا نمودار ہونے لگے دور زیر بحث
مین مذکورۂ ذیل عربی تصنیفات روس سے شائع ہوئین،

پروفیسر گاٹولڈ [illegible] نے قرآن مجید اور سبعہ معلقہ کی ایک ڈکشنری
ترتیب دی جو قازان سے ۱۸۶۳ء مین چھپ کر نکلی پیٹر برگ سے حمزہ اصفہانی کی تاریخ سنی ملوک الارض والانبیا
شائع کی اور اسکا لاطینی مین ترجمہ کیا، ایک دوسرے روسی مستشرق پروفیسر کالسن [illegible]
نے عمر بن رستہ کا جغرافیہ موسوم بہ الاعلاق النفیسہ روسی ترجمہ کے شائع کیا، ۱۸۵۹ء مین رسالہ علمیہ پیٹرسبرگ مین
متعدد نمبرون مین، عربون کے معلومات متعلق بہ بابل، پر نہایت تحقیق سے مضامین لکھے، ایک اور روسی اورینٹلسٹ
کا نام ذکر کے قابل ہی، پروفیسر الگزنڈر کرسٹیانوونیش [illegible]، پروفیسر موصوف نے
عربی علم موسیقی پر نہایت تحقیق سے مضمون لکھا، اور اسمین عربی آلات موسیقی کے فوٹو شائع کیے، یہ مضمون مع فوٹو
۱۸۶۳ء مین کالونیا سے ایک علحدہ رسالہ کی صورت مین چھاپا گیا،

ایک روسی مقیم تبریز نے جسکا نام نیکولا خانیکوف [illegible] ہی خازنی کی مشہور
تصنیف میزان الحکمۃ کو مع ترجمہ انگریزی رسالہ جرنال آف دی امریکن اورینٹیل سوسائیٹی مین ۱۸۵۹ء مین چھپوا کر
شائع کیا، خازنی کی یہ تصنیف علم الحیوانات، علم النباتات، علم الجمادات، علم المعدنیات، اور علم الجواہر پر عربی زبان
کی سب سے مشہور تصنیف ہی،

اسپین | اسپین کو جو شدید تعلق اسلام تاریخ اسلام اور عربی زبان ہی اُسکو لازمی اثر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ یہان
سے عربی زبان کے ماہرین اور دوستون کی کثیر التعداد جماعت پیدا ہوتی لیکن مسلمانون کے ساتھ جو تعصب وہان
کے عیسائی باشندون کو تھا اُسنے اجازت نہ دی کہ مسلمانون کے علوم وفنون کے ساتھ ہمدردی کی جائے جب
یہ فتنہ کسی قدر فرو ہوا تو چند نیک دل اس طرف بھی متوجہ ہوئے جن مین سے ہم اس دور مین صرف ایک شخص کو جانتے ہین

[اسپ]ینی کائینگوس [illegible] کو جن سے اندلس کی سب سے مشہور عربی تاریخ نفح الطیب
[ال]مقری کی دو جلدون کا اسپینی زبان مین ترجمہ کیا اندلس مین عربون کی سب سے مشہور عمارت قصر حمرا کے
[تا]ریخی حالات لکھے اور اُسکے پتھرون کے کتابے اور اُنکا حل اور فوٹو شائع کیا مشہور و معروف اخلاقی کتاب
کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ کیا۔ احمد بن محمد رازی کی تاریخ کی اشاعت کی۔

سید سلیمان

دار العلوم بیروت

آجکل تمام دنیا کے مسلمانون کو ایک ہی بیماری ہے یعنی جہالت اور اسکی ایک ہی دوا ہے یعنی تعلیم [م]سلمان لیڈر ہر جگہ کوشش کر رہے ہین کہ جدید تعلیم سے مسلمان بہرہ ور ہون اسی کے ساتھ یہ امر بھی تمام بلاد اسلامیہ مین متفق علیہ طور سے طے ہوگیا ہے کہ ہماری تعلیم دو عنصر سے مرکب ہونا چاہیے، جسپر ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔ ہندوستان اور تمام بلاد اسلامیہ مین اسی اصول پر عمل کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے،

انھین بلاد اسلامیہ مین سے شام کا مشہور ساحلی شہر بیروت بھی ہے پہلے اس شہر کی تعلیم پر امریکن اور فرنچ مشنریون کا قبضہ تھا، اب مسلمان بھی ہوشیار ہوتے جاتے ہین، اور تعلیمی درسگاہین قائم کر رہے ہین اس ضمن مین خاص بیروت مین دو اسلامی کالج قائم ہین، عثمانیہ اسلامیہ کالج، اور دارالعلوم، اول الذکر درسگاہ ستر[ہ] برس سے احمد عباس نامی ایک ازہری عالم کی کوشش سے قائم ہے کل ۳۰۷ طالب علم یہان تعلیم پاتے ہین جنمین سے ۱۴۰، بورڈر ہین، دس برس کی مدت تعلیم ہے عرب، ترک اور یورپین پروفیسر ہین، جنکی تعداد تیس ہے اسکے دیگر انتظامی صیغون مین تیس اور کارکن اور نوکر ہین، چھوٹے بچون کے لیے ایک ابتدائی مکتب بھی اسکے زیر نگرانی ہے جسمین پانچ برس تک کے بچے لیے جاتے ہین،

دارالعلوم جسکا ذکر خاص طور سے مطلوب ہے وہ دو نون جوان ہندوستانی مسلمانون کی کوششون کا نتیجہ ہے، ان دونون نوجوانون کا نام عبدالجبار خیری اور عبدالستار خیری ہے، دہلی کے باشندہ ہین اور شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب کے عزیز ہین، علیگڈھ کالج مین کچھ تعلیم پاکر دونون بیروت گئے اور وہان امریکن کالج سے

سندِ فراغت حاصل کی، تعلیم سے فارغ ہو کر ان دونون نوجوانون نے امریکن کالج کے مقابلہ مین تیس برس سے کچھ زیادہ ہوا کہ ایک اسلامی کالج قائم کیا جسکا نام دار العلوم ہے، اس کالج مین یہ دونون نوجوان نہایت تقشف زہد و ایثار سے کام کر رہے ہین، گذشتہ سال محمد عبد الجبار آفندی نے فرانس، اٹلی، سوئزرلینڈ، جرمنی اور انگلستان کا سفر محض اسلیے گوارا کیا کہ ان ممالک کے طرقِ تعلیم کو دیکھکر کوئی ایسا جدید طریقہ تعلیم کا انتخاب کیا جائے جو اسلامی تعلیم کے زیادہ مناسب ہو، ۱۹۱۰ء مین ایک دوست کے ساتھ مین بھی یہان کی پروفیسری کے لئے مدعو تھا لیکن بعض وجوہ سے نہ جا سکا، وہ گئے لیکن اُسوقت اُنکو دار العلوم پسند نہ آیا، اسلیے دار العلوم سے علحدہ ہو کر مصر چلے گئے،

دار العلوم کی علمی و عملی روح و روان بھی دونون نوجوان ہین لیکن مالی مددگار بیروت کے بعض تاجر اور اہل دولت ہین، یہان کا نظامِ تعلیم انگریزی ہے، بچون کی تعلیم کا خاص انتظام ہے، ایک مضمون نگار کی شہادت ہے کہ دار العلوم کے بچے علم الاشیا اور حوادث کائنات کے متعلق وہ صحیح معلومات رکھتے ہین جو اس زمانے کے بزرگ بھی نہین رکھتے طرزِ تعلیم زیادہ تر عملی ہے، یہان کے طلبہ مین عملی زندگی کی خاص روح نظر آتی ہے، ابھی کالج کے متعلق کوئی بورڈنگ نہین ہے لیکن اسکی تعلیم کے لیے خاص کوششین جاری ہین، بعض مسلمان لڑکیان بھی یہان تعلیم پاتی ہین، بالفعل اس کالج مین کل طالب العلم (۱۷۰) ہین،

کالج کے ماتحت چار اسکول ہین، مدرسہ تاسیسیہ (پرائمری اسکول) مدرسہ ابتدائیہ (اپر پرائمری) مدرسہ استعدادیہ (ہائی اسکول)، مدرسہ صیفیہ (سمر اسکول)،

(۱) مدرسہ تاسیسیہ یعنی بنیادی اسکول بالکل ابتدائی ہے،

(۲) مدرسہ ابتدائیہ طلبہ کو مدرسہ استعدادیہ مین داخل ہونے کے قابل بناتا ہے، اسکی مدت تعلیم چار سال ہے، زبانِ تعلیم صرف عربی ہے، اس اسکول مین حسب ذیل علوم کی تعلیم دیجاتی ہے،

(۱) قرآن مجید اور دیگر ابتدائی مذہبی تعلیم

(۲) عربی، ترکی، انگریزی اور فرانسیسی زبان،

(۳) حساب، اقلیدس،

(۴) جغرافیہ طبعیہ، جغرافیہ ملکی،

(۵) سوانح نبوی و تاریخ مشاہیر،

(۶) علوم جدیدہ میں سے حسب ذیل علوم کی ابتدائی تعلیم، علم الحیوان، علم النبات، طبقات الارض، معدنیات، کیمسٹری، طبعیات، فزیالوجی، (علم وظائف الاعضا) علم حفظان صحت، علم آداب معاشرت وغیرہ

(۷) نقاشی،

(۸) ورزش مسابقت اور ترکی فوجی قواعد،

(۳) مدرسہ استعدادیہ، اس مدرسہ کی مدت تعلیم دو برس، علوم جدیدہ کے سوا اور علوم کی زبان تعلیم عربی اور ترکی ہے، ابتدائی مدرسہ میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں، اس مدرسہ میں انکی تعلیمی حیثیت بڑھا دیجاتی ہے اور بعض دیگر علوم اضافہ کیے جاتے ہیں،

(۱) تفسیر، حدیث، علم المذاہب، علم الاخلاق و علم اسرار شریعت اسلام،

(۲) مذکورہ بالا زبانوں کی تحریری و تقریری اعلیٰ تعلیم،

(۳) حساب، جبر و مقابلہ، اقلیدس،

(۴) جغرافیہ حکومت عثمانیہ و جغرافیہ سیاسیہ عام،

(۵) سیرت نبوی، و سیرت خلفاے راشدین، تاریخ اسلام، تاریخ حکومت عثمانیہ، یورپ کی مختصر قدیم و جدید تاریخ،

(۶) طبعیات، طبقات الارض، معدنیات، علم الحیوان، علم النبات، کیمسٹری، علم ہیئت، علم الانسان، علم حفظان صحت، علم آداب معاشرت،

(۷) رنگین نقاشی،

(۸) ترکی فوجی قواعد کی مشق،

اس مدرسہ سے نکل کر طلبہ کالج میں داخل ہوتے ہیں،

مدرسہ صنفیہ، اس اسکول کا زمانہ تعلیم صرف دو سال گرما ہے، اسمین وہ طلبہ تعلیم پاتے ہین جو بعض علوم میں

خام ہونے کی وجہ سے اعلی کلاسون مین تعلیم نہین پا سکتے، اس زمانہ مین وہ اپنی ناقص تعلیم کی تکمیل کر کے اعلی کلاسون مین شامل ہو جاتے ہین،

بیروت کے دیگر اسلامی و غیر اسلامی کالجون گو دار العلوم تعدد علوم اور کثرت طلبہ مین کم ہی لیکن دار العلوم کے زائرین کو یہان جو سب سے زیادہ تعجب انگیز اور مسرت افزا چیز نظر آتی ہی وہ یہان کے طلبہ کا رکنون کی عملی زندگی ہی جسکا عنصر مسلمانون کے موجودہ جدوجہد مین نہایت کم ہی، اور اسی لیے امید ہی کہ اس کالج کے مستقبل نتائج و آثار ملک شام کی اسلامی آبادی کے لیے نہایت مفید ثابت ہون گے،

سید سلیمان

مطبوعات جدیدہ

طبیب العائلہ، ہندوستان مین مسلمان عورتون کی جو حالت ہی اس سے کون واقف نہین، قواعد حفظان صحت کی عدم واقفیت سے خود انکی اور انکے بچون کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہی، ضرورت تھی کہ خاص عورتون اور بچون کے قواعد حفظ صحت پر اردو مین کوئی مکمل رسالہ لکھا جائے، متمدن اقوام مین اس موضوع پر روزانہ کتابین تالیف ہوتی رہتی ہین، اردو مین بھی ڈاکٹری کے اصول سے بعض رسالے تالیف ہوئے لیکن قدردانان علم طب کو یہ سنکر مسرور ہونا چاہیے کہ جناب مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب نائب ناظم ندوہ لکھنؤ نے اس موضوع پر ایک نہایت عام فہم و سلیس اردو مین ایک رسالہ تالیف کیا ہی اور وہ چھپ بھی گیا ہی، جا بجا حسب ضرورت مولف ممدوح نے احکام فقہ کی بھی ساتھ ساتھ تشریح کی ہی، ہر مسلمان خاتون کو یہ رسالہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہیے، قیمت ۴/

رسولنا نمبر، نظام المشائخ دہلی، ہر سال ماہ ربیع الاول مین اپنا خاص رسالہ رسولنا نمبر کے نام سے شائع کرتا ہی، اس مرتبہ بھی اسکا رسولنا نمبر شائع ہوا ہی، تمام مضامین نظم و نثر جناب رسالتمآب کے حالات تاریخی و آپ کے وجوہ افضلیت اور آپکی محبت مین لکھے گئے ہین، لیکن افسوس ہی کہ اکثر بیانیہ مضمون موضوع اور ضعیف احادیث سے مملو ہی، ارباب قلم کو چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے متعلق جو لفظ لکھین وہ صحت اور اعتبار کے معیار پر پورا اترے

الآداب العربية في القرن التاسع عشر عربی زبان کا دوسرا دور ترقی، موجودہ انقلاب ہے انیسوین صدی عیسوی مین بلاد عربیہ مین عربی کے جو انشا پرداز، مصنفین، مورخین اور شعرا ممالک یورپ مین اس عہد مین جو علماے عربیت پیدا ہوتے ہین، انکے حالات اور کارنامون کے ذکر مین ایک مکمل تاریخ ہے، بیروت کے ایک مشہور عیسائی مذہبی عالم کی تصنیف ہے، اس خاص کے ذکر مین کسی مذہب کی تخصیص نہین کی گئی ہے ۲ جلد قیمت (عہ)، المعین ندوہ لکھنؤ

نظام العالم والامم شیخ طنطاوی، مصر کے ایک جدید روشن خیال علما مین ایک بلند پایہ رکھتے ہین، جدید علم کلام مین انکی متعدد تصانیف ہین جن مین سے ایک مذکورالصدر تصنیف بھی ہے، اس تصنیف مین مصنف ممدوح نے مختلف مذہبی مضامین پر تحقیق سے بحث کی ہے، دو جلد قیمت للہ

لغات جدیدہ عربی زبان کے جدید الفاظ کی تشریح مین ندوۃ العلما کے حسب ایما رجو ڈکشنری مین ترتیب دے رہا تھا وہ چھپ کر اب طیار ہو گئی، تقریباً چار ہزار دخیل اور مولد الفاظ کی اسمین تحقیق کی گئی ہے، مقدمہ مین مولد اور دخیل الفاظ پر کوشش سے تبصرہ لکھا گیا ہے قیمت (عہ/ ۴)

سید سلیمان

الندوہ

جلد ۹ نمبر ۳	مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار رسالہ	مارچ سنہ ۱۹۱۶ء ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ھ

ایڈیٹر

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمان خان شروانی

نائب ایڈیٹر

سید سلیمان

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبدالولی خلف علامہ آسی عبدالعلی صاحب مدراسی مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں کمال حسین بیطار کے زیر سایہ طبع ہوکر

(دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا)

معذرت

مطبع کی غلطی سے اس نمبر کی ابتدائی کاپیان اور اصل دونون گم ہوگئین، آخر دوسری بار از سر نو یہ مضامین طیار کیے اور دو بجو معکوس پتھر پر کھے گئے ان وجوہ سے یہ نمبر بہت دیر مین نکلتا ہے، لکھائی بھی اچھی نہین رہی، بعض صفحہ مین سطرین بڑہ گئین، اور بعض مین گھٹ گئین بعض خفی ہین بعض جلی، امید ہے کہ ناظرین آئندہ تلافی کی توقع پر معاف فرمائینگے۔

"منیجر"

لغات جدیدہ

"مؤلف"

"سید سلیمان"

عربی زبان کے اُن چار ہزار دخیل اور مولد جدید علمی سیاسی، تجارتی اور اخباری الفاظ کی ڈکشنری جو موجودہ عربی زبان مین مستعمل ہین اور جنکے سمجھے بغیر قدیم عربی خوان جدید اخبارات، رسائل، اور تصنیفات سے فائدہ نہین اٹھا سکتے، ابتدا مین ایک مقدمہ جسمین دخیل اور مولد الفاظ کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے، آخر مین ۰ ۸ صفحہ کا ایک ضمیمہ ہے جسمین الگ الگ اُن تمام زبانون کے الفاظ مع بیان و نوعیت اصلیت الفاظ جمع کیے گئے ہین جن سے عربی زبان مین الفاظ آتے ہین، قیمت . . . . عہ،

"المعین ندوہ لکھنو"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الندوہ

شذرات

ہم نہایت مسرت سے اطلاع دیتے ہین کہ جناب آنریبل سر راجہ تصدق رسول خان والی جہانگیرآباد نے ندوہ کی استقبالی کمیٹی کا پریسیڈنٹ ہونا منظور کیا ہے، راجہ صاحب ممدوح نے قومی و مذہبی کامون مین ابتک جو فیاضیان کی ہین اُن سے ہمکو بہت کچھ توقع ہے۔

امسال کے اجلاس کے لیے حضور نواب صاحب والی رامپور سے صدارت کی درخواست کی گئی تھی، چیف سکرٹری صاحب نے ہمکو اطلاع دی کہ حضور ممدوح کو تاریخ معینہ مین ضروری اشغال کیوجہ سے فرصت نہوگی لیکن حضور ممدوح اپنی افتتاحی تقریر بھیجدین گے جو کارروائی سے پہلے جلسہ مین پڑھی جائیگی، ہم آیندہ کی توقع پر حضور کے اِس لطف و عنایت کو بھی بہت زیادہ سمجھتے ہین،

نہایت ناشکری ہوگی اگر ہم ندوہ کی استقبالیہ کمیٹی کے سکرٹری اور اپنے عزیز دوست مسٹر ممتاز حسین بی-اے بیرسٹر کا شکریہ نہ ادا کرین جو نہایت محنت اور دلسوزی سے تمام لوکل کامونکو انجام دے رہے ہین۔

شائل نامی ایک جرمن نے جرمنی زبان مین پارسی مذہب پر ایک کتاب لکھی تھی نریمان ایک پارسی اہل قلم نے حال مین ،،ریلیجن آف دی ایرانین پیپلس،، کے نام اسکا انگریزی مین ترجمہ کیا ہے اس کتاب مین ایک باب اس بیان مین بھی ہے کہ ،،پارسیت کا اسلام پر کیا اثر پڑا،، مترجم نے خود اور نیز رنگون کے مشہور مسلمان حاجی احمد اللہ داؤد صاحب نے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بغرض تنقید ہمارے پاس بھیجا ہے اس کتاب کے اس خاص باب مین گو قابل التفات مواد ہو تو اُسکے جواب کے لیے نیز ایک انگریزی خوان طالب العلم کی ضرورت ہے تاکہ آیندہ ہم اسکے متعلق کچھ کہین

یہ اور اس قسم کی اور سیکڑون ضرورتون کو پیش نظر رکھتے ہوے انگریزی دان علما کی سخت ضرورت محسوس ہوتی جاتی ہے ، امید ہے کہ ایک دو سال کے عرصہ مین طلباے ندوہ اس ضرورت کو کسیقدر پورا کر سکین۔

ندوہ مین سید رشید رضا کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان مین ایک حرکت پیدا کر دی ہے ، روزانہ ڈاک سے شرکاے جلسہ کے اطلاعی کارڈ آرہے ہین۔

سید رشید رضا ۱۲ مئی کو بغرض شرکت اجلاس ندوہ بمبئی پہونچ گئے ، عرب تاجرون نے خصوصًا اور شہر کے عام آدمیون نے انکا نہایت شاندار استقبال کیا ، ۲۵ کو وہ بمبئی سے آگرہ ، دہلی اور لاہور کی سیر کے لیے روانہ ہوگئے ، ۵ - اپریل کو وہ لکھنؤ مین تشریف فرما ہون گے۔

شعر العجم کی چوتھی جلد جسمین اکثر اصناف شاعری پر ریویو ہے ، مطبع سے چھپکر شائع ہوگئی ، قیمت باختلاف کاغذ - عہ؍ اور صہ؍ ہے ، پانچوین جلد بشرط فرصت پھر کبھی شائع ہوگی ،

علامہ سید رشید رضا مصری

سید رشید رضا جو ندوہ کی شرکت کی غرض سے ہندوستان آچکے ہین، چونکہ انکے حالات سے لوگون کو بہت
کم واقفیت ہے، اسلیے ایک عام واقفیت کے لیے اُنکے حالات بیان کیسیقدر تذکرہ کرنا مناسب ہوگا۔

نسب، وطن، تعلیم | سید صاحب موصوف دراصل طرابلس الشام کے ایک قریہ کے باشندہ اور نسلاً سید رضوی ہین
اور ایک قدیم علمی اور مذہبی خاندان کے متبحر ہین، ابتدائی تعلیم وطن مین حاصل کی، اور پھر مصر پہونچکر وہان کے مشہور
عالم اور مصلح شیخ محمد عبدہ مفتی مصر کے حلقۂ درس مین بیٹھے اور اُنکے مصلحانہ اور عالمانہ خیالات سے استفادہ
حاصل کیا،

المنار | ترکی کے دور استبداد مین، خاص وجوہ کی بناپر سید صاحب موصوف نے شام کو چھوڑکر مصر ہی مین
سکونت اختیار کی اور یہین سے ۱۳۱۶ھ المنار کے نام سے ایک مذہبی رسالہ عربی زبان مین نکالنا شروع کیا
سید صاحب موصوف المنار کو پندرہ سال سے نکال رہے ہین، اسوقت اسکی پندرھوین جلد کے نمبر شائع ہورہے
ہین اسکی زبان مصر کے تمام عربی رسائل سے زیادہ فصیح ہے اور علمی رسائل کی صف مین ایک ممتاز جگہ اسکو ملی ہے رسالہ کی
تمام اسلامی ممالک مین عموماً اور ان ممالک اسلامیہ مین خصوصاً جہان عربی زبان بولی جاتی ہے نہایت کثرت سے اشاعت ہے

تفسیر | اس رسالہ مین سب سے پہلے، قرآن مجید کی ایک تفسیر کا حصہ ہوتا ہے جسکو سید صاحب موصوف جدید طرز پر جدید
معلومات وخیالات کو پیش نظر رکھتے ہوے، تصنیف کر رہے ہین، اور جسمین شیخ محمد عبدہ کی تحقیقات کا سید موصوف
زیادہ حوالہ دیتے رہتے ہین، قرآن مجید کی ہر آیت پر اسمین نہایت محققانہ اور بسیط بحث ہوتی ہے، موجودہ تمدن اور
فلسفہ کے اعتراضات کا بھی جواب ایک حد تک نہایت شافی ہوتا ہے، اسوقت تک تقریباً ۵-۶ پارہ کی تفسیر ہوچکی ہے،

فتاوی | رسالہ مین اسکے بعد عام مذہبی یا علمی مضامین ہوتے ہین، تقریباً ہر نمبر مین ایک فتاوی کا باب بھی ہوتا ہے جسمین
دور دراز اسلامی ممالک سے آے ہوے استفتاؤن کا سید موصوف نہایت تحقیق اور تفصیل سے جواب لکھتے ہین جوا
کی بنیاد زیادہ تر قرآن مجید اور احادیث پر ہوتی ہے، وہ تمام جدید استفتاؤن کے جوابات جنکو جدید ضروریات نے پیدا کیا ہے
اس رسالہ مین نکل چکے ہین، اور رسالہ کے ہر نمبر مین نکلتے رہتے ہین سید صاحب موصوف کے فتاوی کو اسلامی ممالک
مین جو اہمیت حاصل ہے اسکا اندازہ اس سے ہوگا کہ مصر وشام وترکی کو چھوڑ، ٹیونس، الجیریا، جاوہ، سوماترا او

روس وغیرہ سے اُنکے پاس استفتا پہونچتے رہتے ہین۔

علوم حدیث پر عبور سید موصوف کو علوم حدیث سے خاص قسم کا ذوق ہے، اور اسی لیے علوم حدیث پر اُنکی نظر نہایت وسیع ہے، ہر بحث مین وہ احادیث کا انبار لگا دیتے ہین اور پھر اصول حدیث کی بنا پر، باہمی احادیث مین تضعیف وتصحیح اور رواۃ پر جرح وتعدیل کرتے ہین، لوگ عموماً انکے پاس مختلف احادیث بغرض تنقید بھیجا کرتے ہین، جن احادیث کا ماخذ نہین معلوم ہوتا لوگ سید موصوف سے پوچھتے ہین اور وہ نہایت صحت کے ساتھ ہر حدیث کا ماخذ بتاتے ہین۔

رد بدعات واصلاح رسوم سید موصوف کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنھون نے نہایت آزادی اور حقگوئی کے ساتھ تردید بدعات واصلاح رسوم مین مضامین لکھے، مصر مین امام شافعی اور سیدہ نفیسہ کی قبرین اسطرح پجتی تھین جسطرح بت پرست بت پوجتے ہین. سید موصوف کی کوشش سے اسمین بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے اور ملک مین ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے، جو ان بدعات کی بیخ کنی کر رہی ہے۔

عام واقعات ٹرکی مین پارلیمنٹ قائم ہونے کے بعد سید موصوف نے چودہ برس کے بعد اپنے وطن طرابلس الشام کی طرف مراجعت کی، اور اس تقریب سے شام کے اکثر شہرون مین گذر ہوا، ہر جگہ انکا شاہانہ استقبال ہوا گورنمنٹ ٹرکی کی طرف سے ہر شہر مین گارڈ آف آنر انکے ساتھ رہا، سید موصوف جب اپنے وطن پہونچے، تو تمام بوڑھے، بچے اور جوانون نے جذبہ سے استقبال کیا، جوش مسرت مین پردہ نشینان عفاف گیت گاتی ہوئی اپنے گھرون سے باہر نکل آئین، سید موصوف نے اِس سفر مین دمشق اور بیروت وغیرہ شام کے مشہور شہرون مین مختلف قسم کے مذہبی، اخلاقی، تمدنی اصلاحی اور سیاسی مباحث پر مجالس کے اسٹیج اور مساجد کے ممبرون پر تقریرین کین۔

اسی سفر کے سلسلہ مین اُنکا قسطنطنیہ کا سفر بھی ہے، جہان اُنھون نے تقریباً ایک سال قیام کیا اور وہان کے ہر قسم حالات کا بچشم خود معائنہ کیا، اور ارباب مناصب جلیلہ اور دیگر بڑے بڑے عہدہ دارون سے ملاقاتین کین۔

جماعۃ الدعوۃ والارشاد سید موصوف کے اس سفر کا مبارک نتیجہ یہ ہوا کہ اُسمین ایک مذہبی انجمن جماعۃ الدعوۃ

دالارشاد کی بنا پڑی ہے اس جماعت کا مقصود یہ ہے کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جہاں ایسے علما پیدا ہو سکیں جو اشاعت و تبلیغ اسلام کی خدمت میں مختلف ممالک میں انجام دے سکیں، نیز جاہل مسلمانوں کو عمدگی کیساتھ ہدایت و ارشاد کر سکیں

شیخ الاسلام قسطنطنیہ نے اس مدرسہ کیلیے شاہی خزانہ سے ایک رقم کثیر منظور کی تھی لیکن صرف اس بنا پر سید صاحب موصوف نے قبول نہ کی کہ وہ اس کام کو پالٹکس کے مرکز سے علیحدہ کرنا چاہتے تھے یہ مدرسہ جسکا نام مدرسۃ دار الدعوۃ والارشاد رکھا گیا ہے اُسکا افتتاح ہو چکا ہے لیکن ابھی تک باقاعدہ تعلیم شروع نہیں ہوئی ہے۔

عرب تجار اور معززین مصر اس جماعت کی مالی امداد میں عالی حوصلگی سے کام لے رہے ہیں لیکن جس پیمانہ پر اس کام کو ہونا چاہیئے اسکے لیے ایک بہت بڑی سالانہ رقم کی ضرورت ہوگی جسکو غالباً تنہا اہل مصر پورا نہیں کر سکتے ہیں اس جماعت کی بنیاد تبرکاً شب مولد نبوی میں ۱۲ ربیع الاول کو ڈالی گئی اور اسکے قواعد اساسی و اصول کلی بعد مشورہ ارکان جماعت شائع کردئے گئے سید صاحب موصوف نے المنار میں اور الگ بھی مدرسہ کا نظام (پراسپکٹس) اور نصاب بھی شائع کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مدرسہ کی دو شاخیں ہونگی ایک میں علمائے واعظین جو مسلمانوں کی اصلاح کی خدمت انجام دینگے پیدا ہونگے اور دوسرے میں علماے مبلغین کی تعلیم ہوگی جو اشاعت اسلام کا فرض انجام دینگے، ان دونوں شاخوں کیلیے علیحدہ علیحدہ نصاب تجویز ہوا ہے ان دونوں شاخوں میں حسب ذیل علوم کی تعلیم ہوگی، تجوید و قراءت قرآن، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم عقائد، علم کلام، علم بدعات و رسوم و خرافات، فقہ، علم اسرار فقہ، اصول فقہ، علم وعظ و ارشاد، تاریخ اسلام، تاریخ عام، تاریخ مذاہب، علم عقائد مذاہب مختلفہ، جغرافیہ، حفظ صحت، علم الاقتصاد، اصول قوانین دول، منطق علم آداب مناظرہ، علم النفس، علم قوانین تمدن و معاشرت، فلسفہ، ریاضی، فنون ادب، تاریخ ادب عربی، نحو و صرف، معانی و بیان، فن شاعری و تقریر، دنیا کی مختلف زبانیں، ان علوم کی فہرست سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مدرسہ کس پیمانہ پر قائم کیا جائیگا اور اسیکے ساتھ ساتھ سید صاحب موصوف کی وسعت علمی و نظری اور انکی روشنخیالی ظاہر ہوتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر سید صاحب موصوف کی کوشش اس مدرسہ کے متعلق کامیاب ہو جائیں تو اسلام کی مستقبل زندگی کے متعلق جو خطرات نظر آتے ہیں انکا کامل انسداد ہو سکتا ہے؛

سید صاحب کے خیالات | سید موصوف کے خیالات نہ بالکل جامدانہ اور مقلدانہ ہیں، اور نہ بالکل آزادانہ اور بے لگام ہیں وہ شدید مذہبی پابندی کیساتھ روشنخیال ہیں، فقہیات میں فقہا کے استنباطات کی پروا نہیں کرتے، تمام قومی اصلاحات میں انکے مذاق کا میلان زیادہ تر اصلاح تعلیم کیطرف ہے انکا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کی اگر تعلیم درست ہو جائیگی تو تمام چیزیں خود بخود درست ہو جائینگی، پالٹکس سے وہ اس حد تک بے تعلق ہیں جس حد تک اسکو مذہب سے سروکار نہ ہو

یہ علامہ سید رشید رضا کے حالات، اعمال، اور خیالات کا مختصر خاکہ ہے جسکے ذریعہ سے ناظرین کو ان سے شناسا کرتے ہیں،

فرقہ حنفیہ عقائد مین کسکا مقلد ہے

اس مسئلہ مین اختلاف ہی کہ عقائد مین تقلید جائز ہے یا نہین، لیکن بہرحال اب تمام فرق اسلامیہ عقائد مین کسی نہ کسی امام کا مقلد ہی، ابتداءً جب علم کلام ایجاد ہوا تو مذہبی علمانے اور محدثین نے اس سے اجتناب کیا، بلکہ اسکی تحصیل کو کفر و زندقہ قرار دیا، لیکن تھوڑے ہی دنو نمین ضروریات زمانہ سے مجبور ہوکر محدثین کو علم کلام سیکھنا پڑا، حدیث کو سنت کہتے ہین اسی مناسبت سے ان محدثین نے اپنا لقب اہل سنت قرار دیا، اہلسنت مین سب سے زیادہ دو گروہ مشہور ہوا، اشعریہ، ماتریدیہ، اشعریہ ابوالحسن اشعری کیطرف منسوب ہین، انکا اصلی نام علی بن اسماعیل ہے، اور یمن کے قبیلہ اشعر کی نسبت سے اشعری مشہور ہین سنہ ۲۶۰ھ مین پیدا ہوے اور سنہ ۳۲۴ھ کے بعد وفات پائی علم کلام تحصیل ابوعلی جبائی معتزلی سے کی، اور ایک مدت تک معتزلی رہنے کے بعد اعتزال سے توبہ کی، اور محدثین کے علم کلام کی تائید مین نہایت کثرت سے کتابین لکھین جنمین سے مشہور تصنیفات کے نام یہ ہین۔

کتاب الموجز — یہ کتاب امام اشعری نے معتزلہ اور جہمیہ کی تردید مین تین جلدونمین لکھی،

مقالات الاسلامیین — اسمین مختلف فرق اسلامیہ کے عقائد ہین،

کتاب التبیین عن اصول الدین — اہلسنت کے عقائد کے بیان مین ہے،

کتاب الشرح والتفصیل — دوسرے فرقون کی تردید مین ہے

ماتریدیہ ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی کیطرف منسوب ہین، ماترید سمرقند کا ایک محلہ ہی جسکی طرف یہ نسبت ہی، امام ابومنصور ماتریدی بیک واسطہ امام محمد کے شاگرد تھے، سنہ ۳۳۳ھ مین سمرقند مین وفات پائی تاریخ مین امام موصوف کی بہت سی تصنیفات کا ذکر ہے جنمین سے حسب ذیل کتابین خاص طور سے ذکر کیجاتی ہین،

کتاب التوحید — غالبًا عام عقائد کے بیان مین ہوگی،

کتاب المقالات — مختلف فرق اسلامیہ کے عقائد کے بیان مین ہے،

بیان وہم المعتزلہ — معتزلہ کی رد مین ہے،

کتاب تاویلات القران — مشتبہات قران کی تاویل مین ہی،

آخر الذکر کتاب کی نسبت علامہ تفتازانی نے مقاصد مین لکھا ہی کتاب لا یدانیہ شئی من تصانیف من سبقہ،

یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکے مثل امام سے پہلے کسی نے کوئی کتاب نہین لکھی،

امام اشعری چونکہ مذہباً شافعی تھے اور نیز مشہور شافعی المذہب امام ابو اسحٰق مروزی کے شاگرد تھے، اسلیئے شوافع نے امام اشعری کا طریقہ اختیار کیا، اور چونکہ امام ابو منصور ماتریدی جیساکہ پہلے لکھا جا چکا ہے، بیک واسطہ امام محمد کے شاگرد تھے اسلیئے تمام احناف نے امام ماتریدی کا طریقہ اختیار، اگر کبھی کسی حنفی نے عقائد مین امام اشعری کی پیروی تو وہ عجیب بات سمجھی گئی، ابن اثیر نے واقعات سنہ مین ایک بزرگ کے تذکرہ لکھا ہے والعجب ان یکون الحنفی اشعریا کسی حنفی کا اشعری ہونا تعجب کی بات ہے، لیکن چونکہ علم کلام مین زیادہ اشاعرہ کی تصنیفات کین اور درس مین عموماً وہ داخل ہوئی گئین اسلیئے ہر جگہ انہین کا علم کلام پھیل گیا، اور اب احناف خود نہین جانتے کہ وہ درحقیقت ماتریدی ہین، ہم اسی از یاد رفتہ داستان کو دوبارہ یاد دلانے کیلئے کسیقدر تفصیل سے کام لیتے ہین سب سے پہلے ہم یہ بتائینگے کہ غیر احناف کو کیا سمجھتے ہین۔ پھر یہ بتائینگے کہ خود محققین علماے احناف اپنے کو کیا کہتے ہین، اور آخر مین دونون طریقون مین جو فرق ہے اسکو ظاہر کرینگے،

لوگون کا بیان کہ احناف ماتریدیہ ہین	ہم اوپر علامہ ابن اثیر کا، جو عقیدۃً اشعری تھے یہ قول نقل کر چکے ہین،
والعجب ان یکون الحنفی اشعریا	کسی حنفی کا اشعری ہونا تعجب کی بات ہے

علامہ ابن سبکی جو مشہور اشعری ہین، شرح عقیدہ ابن حاجب مین لکھتے ہین،

وبالجملة فهم (ای اهل السنة) بالاستقراء ثلاث طوائف الاول اهل الحديث ومعتمد مباديهم الادلة السمعية الثانی اهل النظر العقلی والصناعة الفكرية وهم الاشعرية والحنفية وشيخ الاشعرية ابو الحسن الاشعری وشيخ الحنفية ابو منصور الماتريدی (اتحاف السادہ ج ۲ ص ۶)	حاصل یہ ہے کہ اہل سنت کے تین فرقے ہین اول اہل حدیث جنکا مبناے اصول دلائل نقلی ہین۔۔۔ دوسرا فرقہ اہل نظر و ارباب دلائل کا ہے اور وہ اشاعرہ اور ماتریدیہ ہین؛ اشاعرہ کے شیخ، ابو الحسن اشعری ہین اور حنفیہ کے امام ابو منصور ماتریدی؛

ابن سبکی کے اس قول سے صرف یہی نہین ثابت ہوتا کہ احناف ماتریدیہ ہین بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انکے نزدیک حنفیہ اور ماتریدیہ ایک ہی چیز ہین دوسری جگہ وہ لکھتے ہین کہ مین نے ماتریدیہ نے علم کلام کی تمام کتابین چھان ڈالین صرف تیرہ مسائل ایسے ملے جنمین انکو اشاعرہ سے اختلاف ہے، اس موقع پر ابن سبکی بجاے ماتریدیہ کے لفظ حنفیہ کا استعمال کرسکتے ہین، لکھتے ہین۔

ثم تصفحت كتب الحنفية فوجدت جميع المسائل التی بيننا وبينهم اختلاف ثلاث عشرة مسئلة	پھر مین نے احناف کی (یعنی ماتریدیہ کی) تمام تصنیفات چھان ڈالین صرف تیرہ مسئلون مین اپنے اور انکے درمیان اختلاف پایا،

۱۲۵ھ مین ابو عذبہ نے الروضۃ البہیہ کے نام سے اشاعرہ و ماتریدیہ کے اختلاف مین ایک کتاب مکہ معظمہ مین لکھی تھی اُسمین وہ اپنے زمانہ کا حال لکھتے ہین،

وفی بلاد الہند علی کثرتہا وسعتہا وبلاد الروم علی کثرتہا وسعتہا کلہم باسرہم حنفیۃ عقائدہم الماتریدیۃ

ہندوستان میں اور روم میں جو بہت آباد اور وسیع ملک ہیں حنفیہ کے ساتھ ماتریدیہ کے عقائد پھیلے ہوئے ہیں،

اس شہادت سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ احناف کو اپنا مذہب بھولے ہوئے بہت زمانہ نہیں گذرا،

احناف کا اعتراف کہ وہ ماتریدیہ ہیں

احناف نے جابجا اپنی نسبت اعتراف کیا ہی کہ وہ ماتریدیہ ہیں، اسی بناپر وہ ہمیشہ اشاعرہ پر اسیطرح اعتراضات کرتے ہیں جسطرح معتزلہ پر، ہر موقع پر بالمقابل اشاعرہ کے مذہب کا ذکر کرتے ہیں، اسکی تردید وتضعیف کرتے ہیں بلکہ اکثر وہ اشاعرہ کے مقابلہ میں ماتریدیہ کی جگہ حنفیہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اشاعرہ کے مقابلہ میں اہلسنت کا لفظ صرف اپنے لیے بولتے ہیں یہ تمام باتیں حسب ذیل اقتباسات سے ثابت ہونگی،

علامہ ابن البیاضی جو ایک مستند حنفی عالم ہیں اشارات المرام میں اختلافات ما بین الاشاعرۃ والماتریدیہ کو لکھکر لکھتے ہیں،

فہذہ خمسون مسئلۃ خلافیۃ فی التفاریع الکلامیۃ ذہب الیہ جمہور الماتریدیۃ وخالفہم فیہ جمہور الاشاعرۃ کل ذلک ماخوذ من کلام الامام ابی حنیفۃ (اشارات ص ۲۳)

یہ پچاس اختلافی مسائل کلام میں ہیں جنکے جمہور ماتریدیہ قائل ہیں اور اشاعرہ انکے مخالف ہیں یہ تمام مسائل امام ابوحنیفہ کے کلام سے ماخوذ ہیں،

علامہ ابن البیاضی دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

والماتریدی مع اتباع الاشعری لکون ظہور مذہب اہل السنۃ لکن الماتریدی مفصل لمذہب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ المظہرین قبل الاشعری مذہب اہل السنۃ (اشارات ص ۵)

امام ماتریدی، اشعری کے اس بناپر کہ اشعری نے اہلسنت کا مذہب سب سے پہلے ظاہر کیا جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں انکے پیرو نہیں ہیں بلکہ امام ماتریدی درحقیقت امام ابوحنیفہ اور انکے شاگردوں کے مذہب کی تفصیل کرتے ہیں جنہوں نے اشعری سے پہلے اہلسنت کا مذہب جاری کیا

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم کے مقدمہ میں (ص ۱۲) لکھتے ہیں،

فالاشعری بنی کتبہ علی مسائل من مذہب الامامین مالک والشافعی اخذ ذلک بوسائط فایدہا وہذبہا والماتریدی کذلک اخذہا من نصوص الامام ابی حنیفۃ

اشعری نے اپنی تصنیفات کی بنیاد امام مالک اور امام شافعی کے مذہب پر رکھی جسکو انہوں نے چند واسطوں سے پایا، اسلیے اسکی تائید کی، امام ماتریدی نے بھی اسیطرح ان مسائل کو امام ابوحنیفہ کے نصوص وعبارات سے اخذ کیا،

فخر الاسلام بزدوی علمائے احناف میں نہایت بلند پایہ رکھتے ہیں انہوں نے عقیدہ کے نام سے احناف کے علم کلام پر ایک کتاب لکھی ہی، اس کتاب کا قلمی نسخہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے، امام بزدوی نے ہر جگہ اشاعرہ کا ایک متقابل مذہب کی حیثیت سے ذکر کیا ہے اور انکے مسائل پر جابجا اعتراضات کیے ہیں امام موصوف دیباچہ کتاب میں لکھتے ہیں،

وقد اخذ عامۃ اصحاب الشافعی بما استقر علیہ مذہب ابی الحسن وصنف اصحاب الشافعی کتبا کثیرۃ علی وفق ما ذہب الیہ الاشعری الا ان بعض اصحابنا من اہل السنۃ والجماعۃ خطأ ابا الحسن فی بعض المسائل،

عام شوافع نے ابوالحسن اشعری کے مذہب کو اختیار کیا اور ابوالحسن اشعری کے مذہب کے موافق انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں لیکن اہل سنت والجماعت میں سے ہمارے بعض اصحاب نے ابوالحسن کی بعض مسائل میں غلطی ظاہر کی،

ایک دوسرے موقع پر فخر الاسلام نے صرف ماتریدیہ کو اہل سنت کے نام سے یاد کرکے اشاعرہ کی متعدد غلطیاں ظاہر کی ہیں،

قال اهل السنة والجماعة ان لله تعالى افعالا وهي الخلق
والرزق والرحمة والله تعالى قديم بافعاله كلها و
افعال الله ليست بحادثة ولا محدثة ...
وابو الحسن الاشعري انكر ان يكون لله تعالى
فعل وقال الفعل والمفعول واحد ووافق
هذا القدرية والجهمية وعليه عامة اصحابه
وهو خطأ محض وقال اهل السنة والجماعة
المعاصي والكفر ليست برضى الله [illegible]
وانما هي بمشيئته وقال ابو الحسن الاشعري [illegible]
الله تعالى يرضى الكفر والمعاصي ويحبها وهو
خطأ محض ايضا وقال اهل السنة والجماعة
الايمان التصديق والاعتقاد [illegible]
باللسان وقال ابو الحسن الاشعري الايمان
هو التصديق بالقلب والاقرار فرض من
الفروض وهو خطأ محض ايضا وشر
مسائله مسئلة الافعال،

اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ خدا کے افعال ہیں مثلاً
خلق، رزق، رحمت اور خدا اپنے ان افعال کیساتھ
قدیم ہے، اور خدا کے افعال نہ خود حادث ہیں اور نہ انکو
کسی نے حادث کیا، ابو الحسن اشعری اسکا انکار کرتے ہیں کہ
خدا کا کوئی فعل ہو وہ کہتے ہیں کہ فعل اور مفعول ایک شی ہے
اس مسئلہ میں وہ قدریہ اور جہمیہ کے ساتھ ہیں، اور یہی
مسلک عام [illegible] بالکل غلط محض ہے، اہل سنت
کہتے ہیں کہ کفر و معاصی خدا کی رضا و پسند سے نہیں ہوتے
[illegible] ابو الحسن اشعری کا قول
ہے کہ خدا [illegible] کفر و معاصی پر راضی ہے اور انکو
چاہتا [illegible] بالکل غلط محض ہے، اہل سنت کہتے ہیں
کہ ایمان تصدیق [illegible] اور اقرار باللسان کا نام ہے
اور ابو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ [illegible] تصدیق قلبی کا
نام ہے [illegible] اقرار باللسان [illegible] ایک فرض ہے،
اور یہ بالکل غلط محض ہے، اور ابو الحسن اشعری کے تمام مسائل
میں سے بدتر مسئلہ مسئلہ افعال ہے،

عقیدہ بزدوی میں اس قسم کی اور بہت سی عبارتیں ہیں جنکو ہم بخوف تطویل قلم انداز کرتے ہیں، ابو شکور سالمی حنفی نے تمہید میں بھی یہی طرز اختیار کیا ہے، ہر جگہ اہلسنت (ماتریدیہ) کے اقوال اشاعرہ سے الگ بیان کرتے ہیں اور انکی تردید و تضعیف کرتے ہیں بطور نمونہ ہم ایک دو مقام سے عبارتیں نقل کرتے ہیں جسکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اوسکو نجات ہوگی یا نہیں اس مسئلہ کے بیان میں وہ لکھتے ہیں

قالت المعتزلة هم كفار لان بالعقل يجب عليهم الايمان...

معتزلہ کہتے ہیں وہ کافر ہونگے کیونکہ انکو اپنی عقل سے ایمان

وقال ابو الحسن الاشعري كلهم معذورون...	لانا چاہیے تھا... اور اشعری کہتے ہین وہ معذور سمجھے
وقال اهل السنة ان لم يؤمنوا فلا يحكم[له]	جائینگے... اور اہل سنت کہتے ہین کہ اگر وہ ایمان نہ لاتے
بكفرهم...	تو اونپر کفر کا حکم نکیا جائیگا،
قال اهل السنة والجماعة ان الله تعالى	اہل سنت والجماعہ کہتے ہین کہ خدا قدیم سے خالق تھا اور
لم يزل كان خالقا موصوفا بهذه الصفة	اس صفت اور تمام صفات فعال کیساتھ متصف تھا اور
وسائر الصفات من صفات الفعل	اشاعرہ اور کرامیہ کہتے ہین کہ جب تک اوسنے مخلوق نہین کیا تھا
قالت الاشعرية والكرامية ما لم يخلق الخلق	وہ خالق نہ تھا، اور یہ کفر ہی،
لم يكن خالقا وهذا كفر (ص ۴۷)	...
قال ابو الحسن الاشعري والكرامية ان التكوين	ابو الحسن اشعری اور کرامیہ کہتے ہین کہ تکوین اور مکون
والمكون واحد وقال اهل السنة والجماعة	ایک چیز ہی اور اہل سنت والجماعہ کہتے ہین کہ تکوین مکون
التكوين فعل المكون ...... (ص ۵۵)	کا فعل ہی،

اس قسم کے اور بہت سے اقوال سے تمام کتاب بھری ہی، مسایرہ ابن ہمام اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مین بھی اس قسم کے اقوال نہایت کثرت سے ہین، جسکو طلب تحقیق ہو وہ ان کتابون کی طرف رجوع کرے، متاخرین مین سب سے آخر مین ہم ملا محب اللہ اور بحر العلوم کی تصنیفات کا حوالہ دیتے ہین، ملا محب اللہ مسلم الثبوت کے مقدمہ کلامیہ مین حسن و قبح اشیا کی بحث مین لکھتے ہین،

فعند الاشاعرة شرعي اي بجعله فقط	اشاعرہ کے نزدیک حسن و قبح صرف شرعی ہی یعنی شریعت نے
فما امر به فهو حسن وما نهي عنه فهو	جسکا حکم دیا وہ اچھی چیز ہوئی اور جس سے منع کیا وہ چیز بری ہی
قبيح ولو انعكس الامر لانعكس الامر	اور اگر شریعت کا حکم اسکے خلاف ہوتا تو اچھائی برائی بھی بدل جاتی
عندنا وعند المعتزلة عقلي،	اور ہمارے اور معتزلہ کے نزدیک عقلی ہی،

له ص ۱ مطبوعہ غریب المطابع حصار ۱۲۶۹ھ

ملا عبد العلی بحر العلوم عنانکی شرح مین لکھتے ہین ،

وعندنا ای معشر الماتریدیۃ والصوفیۃ الکرام من معظم اہل السنۃ	اور ہمارے نزدیک یعنی ماتریدیہ کے نزدیک صوفیہ کرام کے نزدیک اکثر اہل سنت مین سے ،

مقدمہ مسلم الثبوت مین ہی ،

ویلزم علی الاشاعرۃ امتناع تعذیب الطائع کما ہو مذہبنا ومذہب المعتزلۃ	اشاعرہ کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ مطیع بندون پر عذاب محال ہی جیسا کہ ہمارا اور معتزلہ کا مذہب ہی ،

بحر العلوم مذہبنا کی شرح کرتے ہین ،

مذہبنا ای معشر الماتریدیۃ	ہمارا مذہب یعنی گروہ ماتریدیہ کا ۔

اختیار وجبر کے موقع پر ملا محب اللہ کی عبارت ہے ،

وعند اہل الحق لہ قدرۃ کاسبۃ لکن عند الاشاعرۃ لیس معنی ذلک الا وجود قدرۃ متوہمۃ مع الفعل بلا مدخلیۃ اصلا وفائدۃ ذلک کاف فی التکلیف والحق انہ کفو الجبر وعند الحنفیۃ الکسب صرف القدرۃ المخلوقۃ الی القصد المصمم الی الفعل فلہا تاثیر فی القصد المذکور	اہل حق کے نزدیک بندہ کو اپنے فعل پر قدرت کاسبہ ہی اور اشاعرہ کے نزدیک اسکا یہ مطلب ہی کہ اوسکو فعل پر ایک موہوم قدرت ہی جسکو وجود فعل مین کوئی دخل نہین ہی اور اسقدر تعلق تکلیف کیلئے کافی ہی اور حنفیہ کے نزدیک کسب نام ہی خدا کی عطا کردہ قوت کو فعل کے کرنیکا جو ارادہ مصمم ہی اوسکی طرف راجع کرنا اور اس قدرت کو اوس ارادہ مین دخل ہی

اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہی کہ مصنف کے نزدیک حنفیہ اور ماتریدیہ ایک چیز ہی ،

ملا بحر العلوم بحث حسن وقبح مین لکھتے ہین ،

حاصل النزاع ... ان العقل عندہم (ای المعتزلۃ) علۃ موجبۃ للحکم وعند الاشعریۃ مہدرۃ لا اعتبار لہا وعندنا لا ہذا ولا ذاک	حاصل نزاع یہ ہی ... کہ عقل معتزلہ کے نزدیک احکام کی علت موجبہ ہی اور اشاعرہ کے نزدیک یہ بیکار چیز ہی جسکا کوئی اعتبار نہین ہی اور ہمارے نزدیک نہ یہ ہی اور نہ وہ

روضہ بہیہ قسم دوم ۔ اختلاف معنوی مسئلہ ثالثہ مین مذکور ہی ،

ان صفات الافعال هل هو قديمة ام حادثة ... فعند الحنفية قديمة، وعند الاشعري انها حادثة۔	صفات افعال قدیم ہین یا حادث ... حنفیہ کے نزدیک قدیم ہین ... اور اشعری کے نزدیک حادث

اس امر کے ثبات کے بعد کہ احناف عقائد مین درحقیقت ماتریدیہ ہین اشعریہ نہین اب ہم یہ دکہانا چاہتے ہین کہ ان دونون طریقون مین کیا فرق ہے۔

علامہ ابن البیاضی نے اشارات المرام من عبارات الامام مین اس قسم کے پچاس مسائل گنائے ہین لیکن عبدالرحیم حنفی نے نظم الفرائد وجمع الفوائد مین اور ملا علی القاری حنفی نے شرح فقہ اکبر مین چالیس ایک اور محقق نے انیس، تاج الدین سبکی شافعی نے چہ اور تقی الدین سبکی اشعری نے تین[1] بتائے ہین،

فروعی اختلافات کو چھوڑ کر حسب ذیل اختلافات ایک حد تک حقیقی ہین،

ماتریدیہ	اشعریہ
(۱) ایمان تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کا نام ہے	(۱) ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے
(۲) ایمان جو یقین قلبی اور اقرار کا نام ہے کم وبیش نہین ہوتا	(۲) ایمان کم وبیش ہو سکتا ہے،
(۳) خدا کے وجود وصفات کا علم عقلاً حاصل کرنا ضروری ہے اسلیے اگر کسی کو شریعت کی دعوت نہ پہونچے اور وہ مبتلائے کفر رہے تو بھی وہ گنہگار ہوگا	(۳) عقلاً حاصل کرنا ضروری نہین اسلیے وہ گنہگار نہوگا
(۴) خدا جسطرح شرعاً جور وظلم اور جو صفات اوسکے شایان شان نہین ہین اون سے پاک ہے، اوسیطرح عقلاً بھی پاک ہے	(۴) شرعاً پاک، عقلاً پاک نہین۔
(۵) خدا نے اپنے افعال اپنے بندون پر رحمت کی غرض سے مصالح اور حکمت پر مبنی کئے ہین	(۵) مصالح اور حکمت پر مبنی نہین،
(۶) خدا کے وہ صفات بھی جو بندون سے متعلق ہین مثلاً خلق، رزق وغیرہ قدیم ہین،	(۶) یہ صفات حادث ہین،

[1] اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۲ مطبوعہ مصر،

(۶) انبیا تمام گناہ صغائر و کبائر سے قصداً اور سہواً ہر طرح معصوم ہین ،	(۶) کبائر سے قصداً اور سہواً دونون طرح اور صغائر سے قصداً معصوم ہین ، لیکن سہواً ممکن ہی ،
(۷) خدا کا کلام جو بلا حرف و بلا صوت ہی مسموع نہین ہو سکتا	(۷) مسموع ہو سکتا ہی ،
(۸) اشیا مین حسن و قبح جسطرح شرعاً ہی عقلاً بھی ہی ،	(۸) حسن و قبح اشیا صرف شرعاً ہو عقلاً نہین ہی
(۹) تکلیف ما لا یطاق خدا کسی کو نہین دیتا	(۹) دیتا ہی ،
(۱۰) بندہ کو اپنے فعل پر جو اختیار اور قدرت ہو وہ اوس فعل کے وجود مین موثر بھی ہی	(۱۰) بندہ کو جو اختیار اور قدرت ہی وہ اوسکے فعل کے وجود مین کچھ موثر نہین ،
(۱۱) کفر و معاصی سے خدا راضی نہی اور نہ انکو پسند کرتا ہی لیکن اوسکی مشیت سے وہ ہوتے ہین	(۱۱) خدا کفر و معاصی پر راضی ہی اور اوسکو چاہتا ہے
(۱۲) اعراض کا اعادہ نہین ہو سکتا ،	(۱۲) ہو سکتا ہی
(۱۴) کافر کو خدا دنیا وی نعمتین عطا کرتا ہی ، اُخروی نہین	(۱۴) اوسکو کسی قسم کی نعمت عطا نہین کرتا ،

لیکن اب ضرور ہی کہ اس بحث پر اس لحاظ سے بھی نظر ڈالی جائے کہ اس غلطی نے صرف احناف کے انتساب عقائد کی صحت ہی کو نقصان نہین پہنچایا بلکہ فی الحقیقت قوم کے ذہنی و عملی اعمال تک بھی اسکا ضرر اثر متعدی ہوا ،

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہی کہ ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف چندان اہم نہین زیادہ سے زیادہ یہ کہ فروعی مسائل مین ایک نزاع لفظی ہی جس نے کچھ بحثون سے اہمیت پیدا کر لی اس خیال کا اگر مقصود صرف اتنا ہی ہو کہ اختلاف عقائد کی بنیاد در اصل نزاع لفظی ہی ہوتی ہی تو یہ بلا شبہ صحیح ہی ، لیکن اگر یہ مطلب ہو کہ معتقد کی طبیعت پر انکا جو اثر پڑتا ہی ، خود اونکے نتائج مین کوئی اہم اختلاف نہین ہوتا ، تو یہ کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا بلا شبہ جب معتزلہ یہ کہتے ہین کہ خدا پر عدل واجب ہی ، تو انکا یہ مقصد ہرگز نہین ہوتا کہ نعوذ باللہ خدا پر کوئی دوسری حاکم قوت ہی جسکے جبر سے اسے ضرور عدل ہی کرنا چاہئے بلکہ وہ کہتے ہین کہ خدا کی ذات تمام کمالات و محاسن کی جامع ہی اسلیے ضرور ہی کہ اس کے تمام افعال عادلانہ ہون اور اس تشریح کے بعد وہ اہلسنت سے جو خدا تعالی کے کمال تنزہ کے لیے اوپر کسی شے کو واجب تسلیم نہین کرتے لحاظ مقصد کوئی واقعی اختلاف نہین رکھتے جب ایک اتنا بڑا اہم اختلاف اس نظر کے بعد اختلاف نہین رہا تو ظاہر ہے کہ

ماتریدی و اشاعرہ کے عام اختلافات بھی نزاع لفظی ہی ثابت ہونگے لیکن ہر عقیدہ اوس دل کے لیے جسمین وہ اپنا گھر بناتا ہی ضرور اثر بھی اپنے ساتھ رکھتا ہی اس بنا پر عقائد کا اونسے اونے اختلاف بھی ممکن نہین کہ اپنا خاص اثر معتقد کی طبیعت پر نہ ڈالے۔ اس اثر کے رو سے اختلاف عقائد پر نظر ڈالی جاے تو چھوٹے چھوٹے سے اختلافات بھی جو ہمتا انسانی اور اقوام کے بڑے بڑے بہت اعمال کی براہ راست العلت ثابت ہونگے لیں اس اختلاف عقائد کو سرسری نظر کے حوالے کرنے کی جگہ اس لحاظ سے دیکھنا چاہیے کہ انکا اثر ہمارے اعمال و افعال پر کہان تک پڑا اور اس وقت تک ہماری قومی زندگی پر کس طرح وہ محیط و مسلط ہین انشاء اللہ دوسرے نمبر مین ہم ان تمام اختلافات پر اس حیثیت سے نظر ڈالینگے

اس پرچے کے شذرات مین جو نوٹ لکھے گئے ہین وہ اس خیال سے لکھے گئے تھے کہ جلسہ کے قبل یہ پرچہ شایع ہو جائیگا لیکن پریس کی مہربانی سے جسکا ذکر ہمکو بار بار کرنا پڑتا ہی یہ پرچہ جلسہ کے بعد شائع ہوتا ہی اور اسلیے یہ نوٹ بے مزہ ہو گئے امید ہی کہ ناظرین ہماری اس مجبوری پر نظر کرکے اس باسی دعوت کو قبول فرمائینگے

تاریخہاے مقررہ مین ندوہ کا سالانہ جلسہ ہوا بہت کامیابی کیساتھ شروع ہوا اور ختم ہوا بحیثیت مجموعی یہ اجلاس ناکامیاب نہین کہا جاسکتا، باہر کے مہمانون کی تعداد بھی معقول تھی اس اجلاس کا عظیم الشان نتیجہ یہ نظر آتا ہی کہ دار العلوم کی مکمل عمارت تکمیل کو پہنچ جاے، جلسہ کی مختصر روداد آیندہ نمبر مین ہم لکھینگے

علامہ سید رضا کی تقریر صدارت جو عربی زبان مین تھی، لوگون نے نہایت پسند کی، ہم کوشش کرینگے کہ ترجمہ کے علاوہ اونکی عربی تقریر ایک مستقل رسالہ کی صورت مین شایع کرین،

ایک قابل قدر فیاضی

سید محمد بہادر حسین صاحب مالک کارخانہ عطر و سلطانی تنباکوے خوردنی چوک لکھنؤ ہمکو اطلاع دیتے ہین کہ وہ ایک سال تک اپنے منافع تجارت مین سے ایک آنہ فی روپیہ دار العلوم کی تکمیل عمارت کے لئے عنایت کرینگے، سید صاحب ایک امین اور راست باز تاجر ہین، ہمکو امید ہی کہ ناظرین ونکے منافع سالانہ کی رقم بڑھا کر اونکی مقدار عطیہ مین اضافہ کرنیکی کوشش کرینگے انشاء اللہ

سنہ شمسی ہجری

ہجری سال قمری ہو اسلئے اس سنہ کے استعمال سے آجکل کاروباری لوگون کو اور اہل سلطنت کو مشکلات پیش آتی ہین اسلئے تمام ممالک اسلامیہ مین اہل علم کوشش کر رہے ہین کہ دنیاوی ضروریات کے لیے سنہ ہجری کو شمسی حساب مین منتقل کیا جائے مصر اور قسطنطنیہ مین اسکے متعلق خاص کوششین ہوئی ہین اور وہان حکومت مین سنہ ہجری شمسی کا اجرا بھی ہو گیا ہے ہندوستان مین بھی اسکے متعلق کوششین ہوئی ہین مگر تا تمام ہم نہایت مسرت سے لکھتے ہین کہ جناب مولوی محمد یوسف الدین خان صاحب صوبہ دار ریاست حیدر آباد اس کوشش مین نہایت سرگرم ہین اور ایک نہایت مکمل تقویم سنہ ہجری شمسی کی مرتب کی ہے جناب ممدوح نے از راہ عنایت اپنے الامہ کے ساتھ جو درج ذیل ہے اس تقویم کا ایک نسخہ برائے اشاعت ہمارے پاس بھیجا ہے تقویم کی زبان فارسی ہے اگر وہ اردو مین ہوتی جو ملک کی عام زبان ہے تو تعمیم زیادہ مفید ہوتی جناب

(۱) شاید آپ کو اسکا علم ہو کہ سنہ شمسی ہجری کی ایک مکمل تقویم مرتب ہو چکی ہے جو (۱۲) جلد وقت مین ہے اسکا آغاز سنہ ہجری قبل الہجرت سے ہوا اور زمانہ ہجری تک اسکو پہونچایا ہے

(۲) اسمین علاوہ اسکے کہ شہور قمری شمسی عیسوی مین تطابق دیا گیا ہے ایک کام یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس سال جس تاریخ مین دنیا کا جو اہم واقعہ پیش آیا ہے تا امکان اس کو اس تاریخ کے مقابل لکھ دیا ہے جو واقعات اسلام سے زیادہ تعلق رکھتے ہین انکی تنقیح و تنقید مین خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا گیا ہے

(۳) سنہ شمسی ہجری ۸ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء سے شروع ہوتا ہے اسکے پہلے دن کا پہلا واقعہ خود ہجرت مقدسہ ہے اور دوسرا صوم عاشورا صوم عاشورا پر اختلاف علما کی وجہ سے ایک بسیط بحث کی گئی ہے

(۴) مین اپنی نسبی رائے نہ کسی مذہبی واقعہ یا مسئلہ مین رائے عام کے خلاف ہو

اس سے زیادہ وقعت دینا نہیں چاہتا کہ اس کا یقین نہیں تو احتمال ہے کہ شاید
کسی اور زیج یا کتب تقویم میں یہی اختلاف کا کوئی دوسرا پہلو بھی موجود ہو۔

(۵) فرنگی محل ہمیشہ سے علم کا گہوارہ رہا ہے وہاں ہم کو [illegible] مسائل قابل اطمینان [illegible] لکھے جا سکتے ہیں میں یہ چاہتا تھا کہ ایسے اختلافی مضامین کو جن جن کے [illegible] میں [illegible] اگر ایسا نہ ہو تو [illegible] ایک ہی محلہ میں محدود ہوتی۔ الندوہ [illegible] بارگاہ قریب ہے وہ بڑی [illegible] فضلا کی بھی [illegible] ہندوستان کے ہر گوشہ میں رہتے ہیں اسی غرض سے [illegible] مضمون کا ایک نقل جو مسئلہ عاشورا کے متعلق ہے آپ کی خدمت میں [illegible] ہوں اگر وہ اس قابل بھی ہو تو آپ اسکو الندوہ کے کسی گوشہ میں جگہ [illegible] ہیں۔

(۶) اس کی تشریح سے میرا مقصد [illegible] ہے کہ اہل تحقیق کو اس مضمون کے [illegible] میں [illegible] تکلف [illegible] نہیں تاکہ ہر پہلو سے اس مضمون پر بحث مکمل ہو جائے اور مجھے اپنی رائے [illegible] پورا اطمینان حاصل ہو، آپ اگر اس مضمون کو چھاپیں تو اس کے ساتھ اس چٹھی کو بھی چھاپ دیجیے،

(۷) اس تقویم میں میرے تمام مباحث فارسی زبان میں ہیں اسی وجہ سے یہ مضمون بھی فارسی میں ہے اسکو اردو زبان میں اس خیال سے نہیں لایا ہے کہ ترجمہ میں بے ضرورت وقت صرف ہوگا، ہر کاروباری آدمی اپنے وقت کو بچانا چاہتا ہے اگر ایک ہی دو مضمون ہوتے تو میں ایسا بھی کرتا، چونکہ ایسے مضامین زیادہ ہیں ہمت پیچھے ہٹ رہی ہے اگر اس کا ترجمہ اردو زبان میں ناگزیر ہے تو یہ زحمت بھی ناگزیر اٹھائی جا سکتی ہے،

(۸) یہ ضرور نہیں ہے کہ جو اختلاف اس مضمون پر تحریر کیا جائے وہ بھی فارسی زبان میں ہو فقط

آپ کا مخلص محمد یوسف الدین

سنہ ۱ ہجری

۸- ربیع الاول روز دوشنبه، ۲۰ ستمبر ۶۲۲ سنه مسیحی

رسول الله صلی الله علیه وسلم رختے که از مکه بربست در محله قبا بر کشود و میان قوم بنی عمرو بن عوف بر کلثوم بن الهدم فرود آمد،

همدرین روز روزهٔ عاشورا گرفت و فرمود تا اصحابه روزه گزارند،

صوم عاشورا

جمله فقها و اهل حدیث و همهٔ مورخین اسلام برآنند که رسول الله صلی الله علیه وسلم روزیکه از مکه اولین بار به مدینه درآمد روزه گزاشت ف۱ و صحابه بدان امر فرمود، اما در نوعیت روزه و تعیین آن عاشورا سخت اختلاف دارند،

حکم روزهٔ عاشورا | بعضے برآنند که روزهٔ عاشورا فرض بود، بعض باستحبابش رفته، نووی رح آنچه اندرین باره گفته این ست که در حکم صوم عاشورا در آغاز اسلام پیش از وجوب صوم رمضان اختلاف کرده اند، ابوحنیفه رح فرماید که واجب بود نظر بر حدیث (امر بصیامه) و از امر ثابت نشود الا وجوب، وقتیکه روزهٔ رمضان فرض شد رسول الله صلی الله علیه وسلم فرمود من شاء صامه و من شاء ترکه و شافعی رح آن را مستحب السنه بدو وجه،

(۱) امر به صوم عاشورا پیش از یک سال نرفت ف۲ باید که واجب نباشد،

(۲) رسول الله صلی الله علیه وسلم بروز عاشر روزه گرفت و بصوم تاسع نیت کرد، ازین نکشاید جز اینکه آن متاکد الاستحباب بود، چون روزهٔ رمضان فرض شد مستحب غیر متاکد باند حجت شافعی بدین حدیث ست

ف۱ مسلم و بخاری و مالک و ابوداؤد و موطا و زرقانی (در باب صلوة النبی بعاشورا) روایت کنند که امر فرمود رسول الله صلی الله علیه وسلم بصوم عاشورا روزے که اولین مرتبه از مکه بمدینه درآمد،

ف۲ بلکه پیش از هفده ماه نرفت چرا که روزهٔ رمضان فرض شده است به دوم شعبان سنه ۲ هجری روز یکشنبه (زرقانی صفحه ۱۱۴) پس از صوم عاشورا که ۸ ربیع الاول سنه ۱ هجری روز دوشنبه باشد تا به دوم شعبان سنه ۲ هجری روز یکشنبه فاصله (۴۹۶) روز باشد و آن مساوی ست به (۱۶) ماه ۱۴ یوم،

هذا یوم عاشوراء لم یکتب الله علیکم صیامه ظاهرش اینست که آن گاهے فرض نشده

علمای شیعه از سیدنا محمد باقر رضی الله عنه روایت کنند که فرمود روزهٔ عاشورا سنت بود تا آنگاه که روزهٔ رمضان فرض شد پس روزهٔ عاشورا متروک شد.

روز رسول الله به مدینه ... | آنچه گویند که رسول الله صلی الله علیه وسلم روزیکه اولین بار به مدینه درآمد روز عاشورا بود باید دانست از آنچه عاشورا مراد است بعد از اسلام که دهم محرم باشد یا اطلاق لفظ عاشورا در زمانهٔ رسول الله صلی الله علیه وسلم بر روز دیگر هم می توانستی شد،

(۱) علمای حدیث و مورخین اسلام این نگفته است که روز رسول الله علیه وسلم به مدینه به دهم محرم بود اگر بعاشر محرم بوده خود رسول الله صلی الله علیه وسلم نفرموده ... چنانکه آید،

(۲) صاحب مواهب اللدنیه گوید ولاشک ان قدومه علیه السلام (المدینة) کان فی ربیع الاول تمام محدثین و مورخین اسلام با او همزبان اند،

(۳) تمام علمای ملت برآنند که ابتدائے امر صوم عاشورا از روزے ست که اندران پیغامبر نخستین بار به مدینه درآمد و آن بیستم ربیع الاول روز دوشنبه بود و بیستم ربیع الاول با ۲ ستمبر ۶۲۲ء برابر ست و ۲۰ ستمبر موافق ست به دهم تشرین، این نتیجه ایست حسابی بس درست، نتوان لب با نکارش کشود،

(۴) حساب رسدی شهادت نه دهد برینکه در ۶۲۲ مسیحی دهم تشرین موافق به دهم محرم مگر به ربیع الاول (چنانکه بتعیین روز دخول به مدینه درگزشت) پس نتوان گفت که روزیکه رسول الله صلی الله علیه وسلم به مدینه درآمد عاشر محرم بود.

روزیکه رسول الله صلعم به مدینه درآمد عاشورا فرض نبود | سیدتنا عائشه رض فرماید که کان عاشوراء یوما تصومه قریش فی الجاهلیة (اما نه فرموده که آن بکدام ماه و روز بود) وکان رسول الله یصومه فی الجاهلیة فلما قدم المدینة صامه وامر بصیامه فلما فرض رمضان ترک عاشورا،

(۲) خارجه ابن زید از پدر خود روایت کند که عاشورا روزے نباشد که مردم عاشورا دهم محرم خوانندش

---

۱ معجم کبیر

بل عاشورا روزے بود که اندران بر خانه کعبه غلاف افگندندے وجشنه بحضور رسول الله صلی الله علیه وسلم لهو ولعب کردندے واین روز سالے یک کرت آمدے (اما نگفته که آن بکدام ماه و روز بود) ومردم پیش فلان یهودی رفتندی وازو سوال کردندی چون آن یهودی بمرد پیش زید ابن ثابت آمدندے وپرسیدندے،

(۳) بخاری رح گوید واما صیام قریش بعاشوراء فلعلهم تلقوه من الشرع السابق ولذا کانوا یعظمونه بکسوة الکعبة فیه.

بالجمله آنچه عایشه صدیقه رض فرموده این ست که عاشورا روزے بود که اندران قریش در ایام جاهلیه روزه گزاشتندی تا این بازخارجه ابن زید وامام بخاری نیز با عائشه رض هم نواست اما غیر عائشه رض کسے نگفته که رسول الله صلی الله علیه وسلم هم اندران روز روزه می گزاشت و روزیکه رسول الله صلی الله علیه وسلم بمدینه درآمد روزه گزاشت و دیگران امر فرمود و تحقیق نیست که عاشورا ے قریش درچه ماه و روز بود، خود عائشه رض اندرین ماده چیزی نفرموده و نه خارجه ابن زید چیزی گفته پس نتوان گفت که روزیکه پیغامبر بمدینه درآمد عاشورای قریش بود،

روزیکه رسول الله صلعم بمدینه درآمد عاشورا ے یهود بود

ابوریحان بیرونی[۱] گوید که لفظ عاشور عبرانی ست و عاشورا معرب عاشور باشد یهود دهم تشرین را عاشور گویند و بدان روز روزه گیرند و آن را صوم کبور خوانند و این روزه بروی توریت بریشان فرض بود (وهست الی یومنا هذا) پس مردم عرب اتباعاً للیهود از ماه اولین سال و همین روز را عاشورا خواندند،

(۴) مسلم رح صوم عاشورا را چهار حالت برشمرده است،

الاول، رسول الله صلی الله علیه وسلم بمکه روزه می گزاشت و بدان کس را امر نفرمود چنانکه در حدیث عائشه رض مذکور ست و نزد شیخین و غیرهما عاشورا روزے بود که قریش در زمانه جاهلیت روزه می گزاشتند رسول الله صلی الله علیه وسلم روزه می گزاشت روزیکه به مدینه رسید روزه داشت و به روزه امر فرمود

الثانی، وقتیکه رسول الله صلی الله علیه وسلم بمدینه درآمد دید که اهل کتاب روزه دارند و بدان روز عظمت کنند

---

[۱] آثار باقیه

و رسول الله صلی الله علیه وسلم دوست می داشت موافقت اهل کتاب را در آنچه مامور نشد یا نهی اندران امده نشد،
پس روزه داشت و مردم را به روزه فرمود و امر بدین روزه موکد شد،

الثالث وقتیکه روزه رمضان فرض شد روزه عاشورا ترک گفت و فرمود ان عاشوراء یوم من
ایام الله فمن شاء صامه ومن شاء ترکه چنانکه حدیث عائشه بدان شهادت کند،

الرابع رسول الله صلی الله علیه وسلم در پایان عمر قصه فرمود که این روزه را فرو نگزارد بلکه بدان روزه دیگر
ضمایم کند و آن نهم روز باشد تا که در روزه با اهل کتاب مخالفتی پدید آید،

(۳) ابن عباس روایت کند که رسول الله صلی الله علیه وسلم چون بمدینه درآمد یهود را صائم یافت فرمود
ما هذا یهود گفتند هذا یوم عظیم نجی الله فیه موسی وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسی
شکرا فنحن نصومه رسول الله صلی الله علیه وسلم فرمود نحن احق واولی بموسی منکم (للاشتراک فی الرسالة والاخوة
فی الدین والقرابة الظاهرة) روزه گذاشت و بروزه امر فرمود،

این حدیثیست صحیح که آن را مسلم و بخاری هر دو نقل کرده اند صحابه عرض کردند که یا رسول الله این روزیست که یهود و نصاری بدان عظمت کنند رسول الله صلی الله علیه وسلم فرمود فاذا کان العام المقبل ان شاء الله
صمنا الیوم التاسع فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم [عه]

سله آنانکه گفتند که نجی الله فیه موسی وغرق فرعون غلط کرده‌اند یقین می توان گفتن که یهودان مخاطب از سبب وجوب صوم عاشورا بیخبر بودند چرا که بتوریت مذکور است که موسی علیه السلام بعد فصح یهود از مصر به ۲۳ رمضان عبور کرده و آن مقابل دهم ماه نیسان از ایام فطیر [illegible] بود و پیغامبر [illegible] سوال فرمود روز عاشورا یهود بود و یهود از اولین ماه بهر سال دهمین روز را عاشورا خوانند و صوم عاشورا بر وفق توریت بر یهود فرض بود و هست لیکن این صوم کبور گویند پس بایستی در جواب پیغامبر گفتن که (این روزه عاشوراست یا صوم کبور و بحکم توریت روزه عاشورا بر یهود فرض است)

سله لم یات العام المقبل ظاهر شرح این است که رسول الله صلعم روزه عاشورا گذاشت در سنه هجری و بسالی بعد از که سنه هجری باشد ترک جایز گشت چرا که رمضان فرض جمهور گویند بان که پیغامبر پس از صوم عاشورا نه سال دیگر بر زیست و در سنه هجری از عالم درگذشت پس لم یات العام المقبل و حتی توفی بر وجه صحیح نباشد
اینکه گویند که فرمان رسول الله صلعم (فاذا کان العام المقبل ان شاء الله صمنا الیوم التاسع) در پایان عمر بود و انهم هیچ پهلو نیست نباید از نیکه پیغامبر روزه عاشورا
گذاشت در سنه هجری روز دوشنبه پیش از صیام رمضان روزه رمضان در دوم شعبان سنه هجری روز یکشنبه فرض شد یعنی در دهم عاشورا با فاصله (۱۵) ماه و
۱۲ یوم پس از انکه روزه رمضان فرض شد آن بالقطع حکم روزه عاشورا نماند در پایان عمر رسول الله صلعم (یعنی سنه هجری) در روزه عاشورا را وصف
ماند بود که پیغامبر را چه افتاد که فرماید ان شاء الله صمنا الیوم التاسع حکم این قصه درست هر گاه حدیث می گمارم کار از من جد دل بان عالم تر نماند

[redacted] زگفته‌هاے بالا آنچه می‌کشاید این‌ست که

ا ابتداے امر بصوم عاشورا از روشنے‌ست که اندران پیغامبر بمدینه درآمد،

ب از اهل حدیث و مورخین اسلام و اهل میقات کس نگفته که قدوم رسول الله صلی الله علیه وسلم بمدینه بدهم محرم بود،

ج روزیکه رسول الله صلی الله علیه وسلم اولین مرة بمدینه درآمد هشتم ربیع الاول بود و هشتم ربیع الاول برابر بود با ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء مسیحی و ۲۰ ستمبر مسیحی مطابق‌ست بدهم تشرین،

د حساب رصدی شهادت میدهد برین که در ۶۲۲ء مسیحی وهم تشرین موافق باشد بدهم محرم مگر به ۸ ربیع الاول،

ه یهود دهم تشرین را عاشور گویند وبدان روز روزه گیرند وآن را صوم کبور خوانند این روزه بروی توریت برایشان فرض بود (وجبت الی یومنا هذا)

و روزیکه رسول الله صلی الله علیه وسلم اولین کرة بمدینه درآمد یهود را صائم یافت و رسول الله صلی الله علیه وسلم پرسید ماهذا یهود عرض کردند که این روزی‌ست که خداے اندران موسیٰ وآل موسیٰ را نجات داد وفرعون وقوم فرعون را آب اندر فروبرد، رسول الله صلی الله علیه وسلم فرمود که من بموسیٰ از شما مستحق ترم خود ش روزه گزاشت وبروزه فرمود صحابه عرض کردند یا رسول الله این روزی است که یهود ونصاریٰ بزرگش میدانند پس شکے نیست که رسول الله صلی الله علیه وسلم به ۸ ربیع الاول بمدینه اندر آمد وهشتم ربیع الاول موافق بود به ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء مسیحی و ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء مسیحی مطابق بود بدهم تشرین که یهود اندران روزه می‌گزاشتند پیغامبر روزه یهود را برخود گرفت وهم بدان امر فرمود،

رسول الله صلعم روزه یهود را برخود گرفت وبدان امر فرمود

ازین جاست که بعض محدثین بتوجیه فعل رسول الله برخاستند وگفتند که صوم رسول الله صلی الله علیه وسلم جهت استیلاف یهود باشد چنانچه باستقبال قبله بدین شان استیلاف فرمود واین زمانے بود که رسول الله صلی الله علیه وسلم موافقت اهل کتاب را دوست میداشت درانچه نهی وارد نباشد چون کار اسلام بالا گرفت مخالفت اهل کتاب را دوست میداشت،

پس عاشورائی که ما در سند آنیم بعد از اسلام عاشر محرم نبود بلکه دهم تشرین بود که یهود آن روز را بحکم توریت روزه می گرفتند پیغامبر روزه یهود را بر خود گرفت و بدان امر فرمود و خود را در برابر یهود بدان مستحق تر دانست. ندانم که این وجوب یا ندب کان روزه یهود بر جاست به عاشر محرم از چه راه نقل کرد اگر من بغلط نباشم بها نا فقها بلفظ عاشورا بگمان افتادند که امر رسول الله صلی الله علیه وسلم وابسته بصوم عاشورای محرم بود و بدین گمان یکی پشت دیگری برفت کس به فکر آن نشد که آن چه عاشورا بود،

بعضی از اهل حدیث بدین احتمال افتادند که یهود روز عاشورا را بحساب سنین شمسیه می شمردند اتفاقاً آن روز که پیغامبر بمدینه در آمد عاشورای یهود با عاشورای محرم موافق بود. این تاویل نیز درست نباید چه یقین می توان گفتن که توافق عاشورتین محال است هم بحساب و هم به اخبار کسیکه قائل باشد به توافق عاشورتین قولش مناقض افتد بدان خبر عام که دلالت کند بر اینکه هجرت مقدسه در ربیع الاولین بود فقط

محمد یوسف الدین

معجزہ اور سحر و شعبدہ

مباحث معجزات پر صاحب مضمون نے ایک رسالہ لکھا ہی، جسکا ایک حصہ بغرض اشاعت ہمارے پاس بھیجا ہی

معجزات پر جتنے اعتراضات فریق مخالف کی طرف سے کیے جاتے ہین سب سے زیادہ مشکل یہی اعتراض ہی، اور حقیقتاً اسی شبہ نے آج بڑے سے بڑے علما و فضلا کے قدم متزلزل کر دیے ہین، اور بعضون کو جحود و انکار پر آمادہ کر دیا ہی، اسواسطے ہم اسکے متعلق تھوڑی تفصیل سے بحث کرنا چاہتے ہین،

اس اہم سوال کے حل کے لیے سب سے پہلے معجزہ کے شرائط کی طرف رجوع کرنا چاہیے حسب تحقیق ماہرین علم کلام معجزہ کے لیے آٹھ شرطین ہین،

(۱) خدا کا فعل ہو (۲) خارق عادت ہو، (۳) اسکا معارضہ ناممکن ہو، (۴) مدعی نبوت سے ظاہر ہو، (۵) دعوے کے موافق ہو، (۶) نبی کا مکذب نہو، (۷) دعوے پر مقدم نہو (۸) آٹھوین شرط یہ ہی کہ نبی نے تحدی یعنی معارضہ کے وقت اُس سے استدلال کیا ہو اس ایک قید نے معجزات کی فہرست سے اکثر خوارق عادات کو نکال کر صرف بعض بعض کو باقی رکھا ہی،

موسی علیہ السلام کے دو معجزے ہین | جناب موسی علیہ السلام سے آپ کی مبارک زندگی مین اگرچہ بہت سے معجزے ظہور مین آئے لیکن اُن مین بجز دو کے اور کسی مین بھی حقیقتاً معجزے کا معزز لقب پانے کی قابلیت نہین، آپ کا معجزہ وہ مہتم بالشان واقعہ ہی جسکو آپ نے بڑے مقابلہ کے وقت فرعون کے سامنے دکھایا تھا جسنے سارے جادوگرون کے کفر توڑ ڈالے، اور دفعتہً اُنکے غرور بھرے دماغون کی اصلاح کر دی اُسکی غیبی و ید اللہی قوت نے اُنکی کمزوری و مجبوری دلون مین بٹھلا دی، اور اُسکی تاثیر صداقت نے ایسا مسخر کیا کہ بیساختہ سجدے مین گر گئے اور فرعون کی خدائی سے روگردانی کر کے پکار اُٹھے،

قالوا آمنا برب ھرون و موسی	اُنھون نے کہا ہم ہارون اور موسی کے خدا پر ایمان لائے،

له معجزہ کا اس قید کے ساتھ مقید ہونا حکیم ابن رشد کی اس تقریر سے جو اُنھون نے کشف الادلہ مین کی ہی صاف ظاہر ہی اُنکے علاوہ اور بھی بعض متکلمین نے تصریح کی ہی

وغیرہ یدِ بیضا جسکے علاوہ اس معجزے کے جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنی صداقت کے ثبوت میں مشاہدہ کرایا تھا،

مسیح علیہ السلام کے پانچ معجزے ہیں

جناب مسیح علیہ السلام سے بھی بہت سے مافوق فطرت امور صادر ہوئے، مگر آپکے صرف پانچ معجزے ہیں جنکو خدا نے عطا کرکے بنی اسرائیل کے پاس آپکو بھیجا تھا اور انھین کو آپ نے اپنی نبوت کی دلیل بنائی اور انکے ذریعہ سے لوگون کو دین حق کیطرف بلایا چنانچہ اُن سب کا بیان اللہ رب العزت نے سورۂ آل عمران مین فرمایا ہی، ہم اس جگہ بنظر تطویل اُس آیت کو نقل نہین کرتے، صرف معجزات کی تفصیل پر قناعت کرتے ہین،

(۱) مٹی ست پرندہ بنانا، (۲) مادرزاد اندھون کو بینا کرنا، (۳) کوڑھیون کو چنگا کرنا، (۴) مُردہ کو زندہ کرنا، (۵) کھائی اور جمع کی ہوئی چیزون کا حال بیان کرنا،

آپکی ولادت کا واقعہ اور مہد کا قصہ کچھ کم تعجب خیز نہین ہی لیکن نہ تو خدائے پاک نے کسی موقع پر فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کے سامنے ان دونون خرق عادت کو پیش کرو اور انکو اپنی شریعت کی طرف بلاؤ اور نہ جناب مسیح نے کبھی اسکا قصد فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی چند معجزے ہین

سلطان الانبیا جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار خوارق عادات ہین لیکن بجز معدودہ چند کے اور کوئی بھی معجزہ کہلانے اور اس نام سے پکارے جانے کا استحقاق نہین رکھتا، اگرچہ ہمارے مفسرین و محدثین اور رجال اہل سیر نے سب کی تعبیر معجزہ کے عنوان سے کی ہی مگر دراصل معجزہ اسی خرق عادت کا نام ہی جس سے نبی نے معارضہ کیا ہو، اور وہی معجزہ دلیل نبوت ہی بقیہ اور خوارق کو معجزات کہنا از روے لغت کے درست ہی،

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بڑے آب و تاب سے کلام مجید سے کفار قریش اور فصحاے عرب کا مقابلہ کیا اور اسی سے استدلال فرمایا کہ ایسا کلام بنا لانے کی انکو دعوت دی چنانچہ مختلف مقامون

سلہ علامہ ابن حزم ظاہری نے اپنی مشہور کتاب ملل نحل میں اس قید پر نہایت طویل بحث کی ہی اور اپنے نزدیک ثابت کر دیا ہی کہ معجزات کے لیے تحدی یعنے مقابلہ کی حاجت نہیں کا اس سے استدلال کرنا کوئی ضروری شرط نہیں ہی مگر حقیقت یہ ہی کہ خوارق عادات میں دلیل نبوت وہی خرق عادت ہی جسکو نبی نے پیش کیا ہو اور جسکو رسول نے بھی اسی قابل سمجھا ہو اور معجزات کی غرض بھی یہی بیان کی جاتی ہی کہ اُس سے نبی کی نبوت ثابت ہوتی ہو

مین ارشاد ہوتا ہی،

قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا۔

کہدے اے پیغمبر اگر تمام جن و انسان مل کر چاہین کہ اس قرآن کے مثل بنا لائین تو اُن سے کسی طرح نہین بن سکتا، اگرچہ وہ اسکو شرکت و امداد سے انجام دینا چاہین،

فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین

اگر اپنے دعوے مین سچے ہین تو اسی قسم کا کلام یہ بھی بنا کر لائین،

فاتوا بعشر سور مثله مفتریات

لاؤ ایسی دس سورتین بنا کر،

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله

اگر تم کو شک ہی اس کلام مین جسکو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا ہی تو ایسی تم ایک سورة بنا لاؤ،

اور ایک دوسرے موقع پر کفار کی خواہش و اصرار بلکہ اُن کے یہ کہنے سے کہ

ان کنت صادقا فشق لنا القمر

اگر آپ سچے ہین تو چاند کے دو ٹکڑے کر دیجیے،

آپ نے انشقاق قمر کا معجزہ دکھایا، اور دکھا کر فرمایا کہ اشہدوا اے لوگون گواہ رہو، سورۂ قمر مین بھی اس طرف اشارہ ہی،

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر

قیامت پاس آگئی اور پھٹ گیا چاند اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھین تو اعراض کرین اور کہین کہ ایک قسم کا جادو ہی جو ہمیشہ ہوتا چلا آتا ہی،

ان کے علاوہ اور بھی بعض معجزات آپ کے ہین جنکو ہم اس موقع پر نہین نقل کرتے صرف دو کے ذکر پر اکتفا کرتے ہین،

اس بحث کے ذہن نشین کرنے کے بعد قابل توجہ یہ مسئلہ ہی کہ باوجود کفر و انکار، عناد و تعصب، عداوت و خاص خیال و کوشش کے کوئی شخص اُسوقت یا آجتک انکی نظیر لا سکا؟ اور کسی جواب ہو سکا؟

غور کرو موسی علیہ السلام اور جادوگرون کا کیسا سخت مقابلہ ہوا تھا اور وہ زمانہ سحر و جادو کے کسقدر عروج کا تھا، بڑے بڑے ماہرین فن تمام ملک مین پھیلے ہوئے تھے اور اپنے اعجاز نما کرشمون سے سارے لوگون کو محو حیرت بنائے ہے تھے، موسی علیہ السلام سے مقابلہ کرنے والے جو جادوگر تھے وہ بھی بڑے پایہ کے

لوگ تھے خدا خود ارشاد فرماتا ہے،

وابعث فی المدائن حاشرین یأتوک بکل ساحر علیم۔

فرعون کے درباری لوگون نے کہا کہ اور کچھ ہرکارے اطراف و جوانب مین بھیجیے تاکہ وہ تمام ماہر جادوگرون کو حضور مین لائین،

اور اُنھون نے غضب کے کرتب دکھلائے،

وجاءوا بسحر عظیم

اور بہت بڑا جادو اُنھون نے پیش کیا،

لیکن جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے ربانی معجزہ اور حق کا جلوہ دکھا دیا کوئی جادوگر بھی ٹھہر سکا؟ اور کوئی ساحر ایک منٹ کے لیے رک سکا؟

فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون -

حق ثابت ہوا اور جو کچھ اُنھون نے کیا وہ باطل ہوا

اس زبردست مقابلہ اور قطعی فیصلہ کے بعد اطمینان اور یقین کے لیے کونسا مرحلہ باقی رہجاتا ہے اور کس حجت و گفتگو کی گنجائش ہے۔

ایک خاص شبہ کا جواب | یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین اُنکے معجزہ کا جواب نہو سکا لیکن یہ کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ قیامت تک اسکا جواب نہو سکیگا، کسقدر نازک خیالی احتمال آفرینی وہم پرستی ہے میری رائے ناقص مین اگر اس قسم کی وسعت خیالی کا اعتنا کیا جائے اور ایسے کمزور ضعیف پا در ہوا احتمالات مطمح نظر بنائے جائین تو دنیا مین نہ کوئی علمی مسئلہ ثابت ہو سکتا نہ تجربہ اور مشاہدہ کا افق شکوک و شبہات کے غبار سے کبھی صاف ہو سکتا،

ہمیشہ سے یہ اصول چلا آتا ہے اور یہ بالکل قرین قیاس اصول ہے کہ جب کسی امر کی نسبت نزاع پیش ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ مناظرہ کی نوبت آتی ہے مناظرہ مین فریقین کے بڑے بڑے لائق ہوشیار مشاق مناظر اس مین شریک ہوتے ہین اور اپنے اپنے پر زور دلائل سے سامعین کو آگاہ کرتے ہین، اور بالآخر انمین سے ایک گروہ کو غلبہ ہوتا ہے اور دوسرا مجبور ہو کر ساکت ہوتا ہے، یا فریق مخالف کسی برہان کو قوی اور سچ سمجھکر اپنی غلطیونکا اعتراف کرتا ہے تو جملہ حاضرین بلکہ تمام دنیا کو جیتنے والے فریق کی صداقت کا غیر معمولی یقین ہو جاتا ہے اور وہ اذعان قلبی مشکل سے زائل ہو سکتا ہے،

جب کبھی دو اہل کمال استاذہ فن مین جھگڑا ہو جاتا ہی اور وہ دونون ملک مین اس مرتبہ پر تسلیم کیے جاتے ہین کہ اُن سے بڑھکر سارے جہان مین کوئی نہین اور پھر انہین باہم مقابلہ ہو گیا اور ایک شخص انہین سے جلسہ عام مین اپنے نقصان و قصور کا اقرار کرتے ہوئے دوسرے کا شاگرد و مرید بن گیا، تو ہر انسان دوسرے کے کمال اسکے غلبہ و غلو کے آگے سر جھکاتا ہی اور اسکا کامل الفن ہونا مشاہدہ سے طی کر لیتا ہی انسان کی یہ فطری صفت و عادت ہی کہ جب وہ اس قسم کے واقعات کا برای العین مطالعہ کرتا ہی یا زمانۂ مابعد مین معتبر و مستند ذرائع سے خبر سنتا ہی تو اُسکا دل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مطمئن ہو جاتا ہی، یہی وجہ تھی کہ جب جادوگرون نے خداوند پاک کی کھلی نشانی کا تماشا دیکھا اور اپنی قوت و طاقت کا موازنہ کیا تو اُسی وقت جناب موسیٰ علیہ السلام کے گرویدہ ہو گئے اور کمال صداقت سے خدائے واحد کی توحید کا غلغلہ بلند کیا، حالانکہ گذشتہ احتمال پیدا کرنیکا سب سے زیادہ انکو حق حاصل تھا، اور اُن کے لیے ایک حد تک مناسب تھا، کیونکہ وہ برسر مقابلہ تھے اور مخالف اکثر اس قسم کے حیلون سے دفع الوقتی کرتا ہی اور اپنی آبرو بچاتا ہی،

بعض اہل نظر یہ شبہ کرتے ہین کہ اس بڑے مقابلہ سے بھی معجزہ اور سحر کا پورا پورا فرق نہین معلوم ہو سکتا کیونکہ جب مقابلہ ہوا اور معرکہ مین جناب موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ ہوا جادوگرون نے کلمہ پڑھا اسوقت بھی فرعون کی زبان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ یہ تھے،

قال آمنتم له قبل ان آذن لكم انه لكبيركم الذي علمكم السحر الآية۔	فرعون نے جادوگرون سے کہا کہ بغیر میری اجازت کے تم لوگ اُن پر ایمان لائے بیشک وہ بڑا جادوگر ہی جسنے تمھین سحر سکھایا ہی،

اس آیت سے ظاہر ہی کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے کمال کو فرعون نے اسوقت بھی جادو ہی سمجھا اور اسیلیے اسکی تعبیر بھی لفظ سحر سے کی، لیکن ہر عاقل سمجھ سکتا ہی کہ فرعون کا قول اس بارہ مین ہوائی فرضی باتون سے کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتا اسکے متعلق اگر کسیکی شہادت قابل قبولیت و اعتنا ہو سکتی ہی تو وہ صرف ماہرین فن اور ارباب کمال کی جو برسر مقابلہ تھے، لہذا ہم اس اعتراض کے دفع کے لیے اس جواب کو جو ساحر جادوگرون نے فرعون کو دیا تھا اور جسکا ذکر اسی ٹکڑے کے بعد ہی نقل کرتے ہین،

قالوا لن نؤثرك على ما جاءنا من البينات　　انھون نے جواب دیا کہ ہم ہرگز تیرے حکم کو نہ پسند کرین گے ان کھلی

والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا انا اٰمنا بربنا لیغفر لنا خطٰینا وما اکرهتنا علیه من السحر والله خیر وابقی۔

سورہ طہ

نشانیون پر جو ہمارے پاس آئین اور اُس خدا پر جسنے ہمکو پیدا کیا پس تو کر جو چاہے وہ کر تیرا حکم صرف اس دنیاوی زندگی تک چل سکتا ہے ہم بیشک سب ایمان لائے اپنے پروردگار پر تاکہ وہ ہمارے گناہون کو معاف کرے اور نیز اس جادو کو جو ہمنے تیری زبردستی سے کیا اور خدا ہی بہتر و باقی ہے

پس فرعون کا جناب موسی علیہ السلام کو معاذ اللہ بڑا جادوگر کہنا محض تعصب غصہ جھلاہٹ کی وجہ سے تھا چنانچہ اسکا قول انہ لکبیرکم الذی علمکم السحر صاف طور سے اس امر کو ظاہر کرتا ہے فرعون خود اس سے واقف تھا کہ یہ جادوگر موسی علیہ السلام کے شاگرد نہین ہین بلکہ انکا کمال اپنا ذاتی حاصل کردہ کمال ہے ایسی حالت مین فرعون کا اس حالت کو کہنا صریح دلیل اسکی ہے کہ جو کچھ اسنے کہا تھا غضب و جلال مین کہا تھا اور تعصب و عنت سے کہا تھا

میری اس تحریر کا ہرگز یہ مقصد نہین ہے کہ احتمال مذکور یا کوئی دوسرا شبہہ جناب موسی علیہ السلام کے عظیم الشان معجزہ کی نسبت نہین ہوسکتا بلکہ مقصود صرف اسقدر ہے کہ اس قسم کے احتمالات و توہمات ایک ثابت و یقینی واقعہ کے یقین مین ہرگز مخل نہین ہوسکتے،

اور قریب قریب ہر دلیل ہر مسئلہ یقینی مین کچھ نہ کچھ شکوک ہوتے ہین اور احتمالات نکالے جاسکتے ہین لیکن اس سے انکی قطعیت و واقعیت مین فرق نہین آسکتا،

معجزہ نبوت کی ایسی دلیل ہرگز نہین ہے جسمین کسی قسم کے توہم کو اصلا دخل نہو بلکہ جسطرح دیگر دلائل نبوت یعنی تعلیمات سوانح و واقعات اخلاق مین وسعت خیالی سے کام لیا جاسکتا ہے اسیطرح اسمین بھی گنجایش ہے اور جسطرح براہین مذکورہ ان لوگون کو جو حق کے طالب ہین جنکا وجدان صحیح ہے جنکی فطرت سلیم ہے جنکے دل نور انصاف سے منور ہین ہدایت کرتی ہین اسیطرح معجزہ بھی انکے اطمینان کے لیے کافی و متین دلیل ہے

مسیح علیہ السلام کے مقابلہ مین کام ہونا

علی ہذا حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ مین فن طب اپنے پورے عروج پر تھا بڑے بڑے تجربہ کار حکما و حاذق اطبا موجود تھے، خدا نے انکو اسوقت کے موافق اور لائق معجزات عنایت فرمائے جنھون نے سارے حکیمون کو عاجز کردیا اور انکی عمر بھر کی مشق عمدہ تشخیص لاثانی تجویزون کا خاتمہ کردیا آج بھی سرجری اور فن ڈاکٹری کو کیسی ترقی ہے، ہر روز نئی نئی دوائین دریافت ہوتی ہین، طرح طرح کی ترکیبین عمل مین آتی ہین

بیشمار آلے بن چکے ہین اور آیندہ کے لیے غور و فکر ہو رہی ہی، مگر کسی بڑے سے بڑے ڈاکٹر نے نہ کوئی مردہ جلایا، نہ کسی اندھے مادرزاد اور کوڑھیون کو چنگا کیا، نہ سائنس دان نے ذی روح جانور بنانے کی شہرت و نیکنامی حاصل کی،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے سب کا عاجز ہونا

جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کی مقدس کتاب کے بارے مین جو جو مقابلے ہوئے اُن سب سے تاریخ اور سیر کی کتابین مالامال ہین، وہ زمانہ کیسی فصاحت و بلاغت کا تھا عربون کو اپنی زبان اور زبان دانی پر کتنا غرور تھا، عربی لٹریچر کس مرتبہ کو پہونچ چکا تھا لیکن کسی ادیب نے ایسی کتاب بنا دی کسی شاعر نے ایسا کلام مرتب کیا، اور کون خطیب ایسا لکچر دیسکا، کون فصیح اسکی دس سورتون بلکہ ایک سورہ کے برابر بنالا سکا، اور آجتک یہی پکار ہی ہی مصر اور شام کے عیسائیون نے لغت و ادب کی بیسیون کتابین لکھڈالین عربیت کے فنون مین یدطولی حاصل کیا، عربی تقریر اور تحریر کی مشق بہم پہونچائی، مگر قرآن جیسی عبارت، قرآن کے سے مضامین آجتک کوئی بھی نہ لکھ سکا،

ان واضح دلائل اور روشن نشانات کو دیکھکر عاقل، فرزانہ، دانا و ذی ہوش کی تسلی پوری طرح ہو جاتی ہی، بلکہ اگر کوئی متعصب ہٹ دھرم بھی کسی وقت پہلو مین ٹھنڈا دل لیکر انصاف کی نگاہون سے معائنہ کریگا تو اسکا دل نور حقانیت اور آثار قبولیت سے معمور ہو جائے گا اور برجستہ آفرین و تحسین کے نعرے بلند کریگا، ہم خود اسکے معترف ہین کہ خرق عادت خواہ نبی سے صادر ہو یا غیر نبی سے اسمین اسباب مخفیہ اور علل مستترہ کا بہت کچھ احتمال ہی لیکن جو امور کہ بحث و تکرار جنگ و جدال، بار بار کے مشاہدات سے منقح ہو چکے ہین اُنکی حقانیت و تصدیق مین کیا شبہ ہو سکتا ہی،

فرق سحر و معجزہ کا دوسرا طریق

اگر مخالفین کی اس تقریر سے تسکین نہ ہو تو ہم اُنکے اطمینان کے لیے بحث کا دوسرا انداز اختیار کرتے ہین، اور معجزہ کے معجزہ ہونے کا دوسرے طریق سے یقین دلاتے ہین، یہ تسلیم کرلو کہ نبی نے جو معجزہ دکھلایا اسمین شعبدہ، مسمریزم، سحر، جادو سب کا امکان ہی لیکن سوال یہ ہی کہ اگر ہم کو کسی امر کے متعلق شبہ ہو یا کسی مشکل مسئلہ کی نسبت دقت و دشواری ہو تو کیا ہمین سکوت سے کام لینا چاہیے یا قدم ہمت بڑھا کر قرائن اور علامات پر غور کرکے مشکلات کا پردہ چاک کر دینا چاہیے ہر عقلمند اس دوسری صورت کو پسند کریگا اور اسی پر عمل کرنے کا فتوی دیگا، اس سوال و جواب کے بعد مسئلہ معجوثہ کی طرف پھر رجوع کرو

فرض کرو کہ معجزہ کا معجزہ ثابت کرنا نہایت دشوار ہی اور اسمین مخفی اسباب کا شائبہ ہی مگر قابل توجہ یہ امر ہی کہ صاحب معجزہ مین اس خرق عادت اور اس کمال کے ماسوا دوسری کونسی خوبیان ہین جب یہ دیکھا جاتا ہی کہ وہ فطرتًا نہایت طینت، پاکیزہ خو ہی نہایت سنجیدہ اور مہذب ہی وہ امی محض ہی لیکن اسکی تعلیمات و ہدایتون مین جادو کا اثر ہی قوم کی قوم کی حالت بدل گئی سارے ملک مین ہل چل سی پڑ گئی ہی اور باوجود اسکے نہ اسنے کسی کی تعلیم پائی نہ کسی اوکی کبھی مشق کی نہ صحبت مین بیٹھا، تو اسکی نبوت و رسالت اور اسکے اس کمال کی سچائی مثل آئینہ ہو جاتی ہی، مثال کے لیے خیال کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی طرف جناب موسی جناب عیسی بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے، جناب رسالت مآب کی نشو و نما ملک عرب مین ہوئی لیکن ان مین کے کسی نے علوم و فنون کی تعلیم پائی تھی، معاذ اللہ کسی نے شعبدہ، مسمریزم، نیرنگیات یا سحر جادو کی مشق کی تھی یا کسی کاہن عیار کی صحبت اٹھائی تھی، اور خود قوم کی یہ حالت تھی کہ جب تک ان حضرات نے ان کے جھوٹے فرضی معبودوں کی مذمت نہین کی، خدا کے سچے دین اور سچے توحید کی دعوت نہین دی، اسوقت تک ہر ایک سچا، مخلص، وفا شعار، راست باز شائستہ، خلیق، امین، مقدس سمجھتی رہی، اور بعد مین بھی وہ کوئی الزام ثابت نہ کر سکی، ایسی حالت مین ان حضرات کے معجزات مین اسباب مخفیہ کا احتمال کون پیدا کر سکتا ہی، اور کیونکر کسی کا حق پسند دل اس خیال کی جرأت کر سکتا ہی، دنیا عالم اسباب ہی اسمین ہر امر کے لیے کوئی قرینہ معقول اور وجہ وجیہ ہونی چاہیے ان انبیا کے معجزات مین احتمال سحر وغیرہ کا کونسا سبب معقول ہی اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت مین معجزہ نبوت کی مستقل دلیل نہین رہجاتا بلکہ دیگر وجوہات و علامات کے تابع ہو جاتا ہی تو اسکے دو جواب ہین،

(۱) اول شروع کتاب مین یہ بتایا جا چکا ہی کہ ہمکو صرف معجزات کی حقیقت و واقعیت ثابت کرنی ہی ورنہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ معجزہ نبوت کی دلیل مستقل نہین ہی بلکہ اور دلائل کے ساتھ ملکر نبی کی نبوت کو روشن کر دیتا ہی تو ہمکو اس تقریر سے کچھ زیادہ مخالفت نہین ہی، ہمارے مخاطب صرف وہ لوگ ہین جو معجزات کے قطعًا منکر ہین،

(۲) دوسرے یہ بھی کہا جا سکتا ہی کہ معجزہ مستقل دلیل نبوت کی ہی لیکن بقیہ اور امور وہ بمنزلہ قرائن و نشانات کے ہین جو اسکی صحت کی تائید کرتے ہین اور ایسا قریب قریب ہر دلیل مین ہی، انبیا کی رسالت و نبوت پر اگر

مقدس تعلیمات سے استدلال کیا جائے یا انکے برگزیدہ اخلاق سے دلیل لائی جائے تو جب بھی بہت سی باتون کی ضرورت ہوتی ہے جنکی ترکیب و ترتیب سے دلیلین تمام ہوتی ہین،

محمد رضوان

طبقات ابن سعد

محمد بن سعد زہری ابتدائی تیسری صدی کا ایک مشہور مورخ ہے ٢٣٠ھ مین بغداد مین وفات پائی اور وہین مدفون ہوا اسکی تصنیفات مین سے جناب رسالتمآب صلعم اور بعض کے حالات مین ١٢ جلدون مین ایک تاریخ ہے جو **طبقات** کے نام سے مشہور ہے جو تمام مورخین اور محدثین کے نزدیک صرف معتبر اور مستند ہی نہین بلکہ اس عہد کے بعد کی تمام تصنیفات کی مرکز نقل و روایت ہے تمام مورخین اپنی تاریخون مین اس کتاب کا حوالہ دیتے ہین اور اختلاف روایات کے موقع پر بطور حکم کے اسکے اقوال کو پیش کرتے ہین اور گو کہ اس موضوع پر اسکے بعد لوگون نے سیکڑون کتابین لکھین لیکن کوئی اسکی برابری کا دعوی نہ کر سکا تمام واقعات بسند متصل و مسلسل لکھے ہین، اس جلیل القدر کتاب کا نسخہ کسی ایک کتب خانہ مین بھی مکمل موجود نہ تھا، اسی لیے کوئی اسکے چھاپنے کا ارادہ نہ کر سکا آخر جرمنی کے ایک فاضل پروفیسر ساخو نے اس کتاب کے بہم پہونچانے اور چھاپنے کی ہمت کی شہنشاہ **جرمن** کو جب معلوم ہوا تو انھون نے پورے ایک لاکھ روپے اس کتاب کی مدارج کے لیے اپنے شاہی خزانہ سے عطا کیے، پروفیسر موصوف نے کتاب کی تلاش مین مصر و یورپ و قسطنطنیہ کے تمام کتبخانون کو چھان ڈالا چنانچہ بڑی جد و جہد سے انھون نے اسکے متعدد نسخے پیدا کیے، اور جرمن مستشرقین کی ایک جماعت نے نسخون کی تصحیح و مقابلہ شروع کیا، تصحیح کے بعد جو جلد طیار ہوئی وہ وقتاً فوقتاً مطبع بریل واقع لیڈن سے شائع ہوئی،

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اسکی چودہ جلدین ہین اور اسمین ابن سعد نے اپنے وقت تک کے خلفا کے حالات لکھے ہین لیکن اس جرمنی جماعت نے صرف بارہ حصون کا نام لیا ہے جسمین خلفا کے حالات مطلق نہین ہین، ممکن ہے کہ باقی حصے نہ ملے ہون یا ابن خلکان نے طبقات خود نہ دیکھی ہو اور سنی سنائی بات لکھ دی ہو مگر ابن خلکان جیسے محتاط آدمی سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے بہرحال اس جماعت کو جو کچھ ملا ہے اسمین سے اسوقت تک اسکے دس حصے شائع ہو چکے ہین دو باقی ہین، ہر حصہ ایک ضخیم مجموعہ صفحات پر مشتمل ہے صفحات کی تقطیع بڑی ہے ہر صفحہ مین ٢٨ سطرین نہایت درآوردہ مین ٹائپ اعلے ہے جو اہل یورپ کی نفاست پسندی پر دال ہے سب سے پہلی جلد ١٣٢٢ ہجری مین شائع ہوئی تھی اور موجودہ آخری جلد اب ١٣٢٨ ہجری مین نکلی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ ایک جماعت کی دس سال کی مسلسل محنت کے باوجود بھی ابھی کتاب ختم نہین ہوئی ہے، جلدین مختلف مضامین پر ہین جو مختلف تاریخون مین بلا ترتیب شائع ہوئی ہین اسوقت تک اسکی جو جلدین شائع ہوئی ہین انکی نوعیت مضمون تعداد صفحات تاریخ طبع نام مصحح اور قیمت ذیل کی سطرون مین لکھتے ہین،

---

[١] الندوہ جلد اول نمبر اول.

(۱) جلد اول حصہ اول در بیان سیرت نبوی مصححہ ڈاکٹر او جین میٹوک پرائیوٹ ڈوسنٹ برلن یونیورسٹی تعداد صفحات ۱۹۱ شائع شدہ ۱۳۲۲ ہجری قیمت للعہ

(۲) جلد اول حصہ ثانی زیر طبع۔

(۳) جلد دوم حصہ اول در بیان غزوات رسول اللہ مصححہ ڈاکٹر یوسف ہورویتز پروفیسر ایم اے او کالج علی گڈھ، تعداد صفحات ۲۰۴ شائع شدہ ۱۳۲۷ ہجری قیمت للعہ

(۴) جلد دوم حصہ دوم در بیان مرض الموت و وفات و دفن و مراثی رسول اللہ و در ذکر حفاظ قرآن در عہد رسالت و ذکر تابعین مدینہ مصححہ ڈاکٹر فریڈرک شوالی پروفیسر یونیورسٹی ہیڈل برگ تعداد صفحات ۱۳۶ شائع شدہ ۱۳۲۰ ہجری قیمت للعہ

(۵) جلد سوم حصہ اول در بیان مہاجرین بدریین مصححہ ڈاکٹر ادوارڈ سخاؤ پرنسپل اورینٹل کالج برلن تعداد صفحات ۳۰۴ شائع شدہ ۱۳۲۱ ہجری قیمت للعہ

(۶) جلد سوم حصہ دوم در ذکر انصار بدریین مصححہ ڈاکٹر یوسف ہورویتز پرائیوٹ ڈوسنٹ برلن یونیورسٹی و حال پروفیسر ایم اے او کالج علی گڈھ تعداد صفحات ۱۵۲ شائع شدہ ۱۳۲۲ ہجری قیمت للعہ

(۷) جلد چہارم حصہ اول در ذکر مہاجرین و انصار غیر بدریین مصححہ ڈاکٹر جولیس لیپرٹ عربک پروفیسر اورینٹل کالج برلن تعداد صفحات ۱۸۸ شائع شدہ ۱۳۲۶ ہجری قیمت للعہ

(۸) جلد چہارم حصہ دوم در ذکر صحابہ قبل فتح مکہ مصححہ ڈاکٹر مذکور تعداد صفحات ۹۳ شائع شدہ ۱۳۲۵ ہجری قیمت للعہ

(۹) جلد پنجم در ذکر تابعین مدینہ و تابعین و صحابہ مقیمین مکہ و طائف و یمن و یمامہ و بحرین مصححہ پروفیسر زترشین پروفیسر السنہ مشرقیہ اپسالا یونیورسٹی تعداد صفحات ۴۰۵ شائع شدہ ۱۳۲۲ ہجری قیمت عہ

(۱۰) جلد ششم در ذکر صحابہ و تابعین مقیمین کوفہ مصححہ پروفیسر مذکور شائع شدہ ۱۳۲۵ ہجری تعداد صفحات ۴۱۹ قیمت عہ

(۱۱) جلد ہفتم زیر طبع۔

(۱۲) جلد ہشتم در ذکر صحابیات مصححہ ڈاکٹر برکلمن پروفیسر کونیگسبرگ یونیورسٹی تعداد صفحات ۳۶۵ شائع شدہ ۱۳۲۲ ہجری قیمت عہ

شائع شدہ جلدوں کی مجموعی قیمت ہے کتب خانہ المعین ندوہ سے درخواست کرنے پر کتاب ملیگی۔

الندوہ

جلد [illegible] نمبر [illegible]	مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار رسالہ	اپریل سنہ ۱۹۱۲ء ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۰

اڈیٹر

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمان خان شروانی

نائب اڈیٹر سید سلیمان

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبد الولی خلف علامہ آسی عبد العلی صاحب آسی مرحوم

آسی پریس لکھنؤ مین بہ کمال حسن و زیبائش طبع ہو کر

(دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا)

بسم الله الرحمن الرحيم

الخطبة الافتتاحية الرئيسة التى

القاها المصلح الشهير الشيخ الاستاذ السيد رشيد رضا المصرى رئيس احتفال ندوة العلماء فى هذا العام

الحمد لله الذى احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور، والصلوة والسلام على نبيه ورسوله الذى ارسله ليخرج الناس من الظلمات الى النور، سيدنا محمد خاتم النبيين، وامام المصلحين، وعلى آله وصحبه ومن اتبعهم فى هديهم الى يوم الدين،

ثم اننى بعد حمد الله وشكره عوداً على بدء اشكر لهذه الجمعية المباركة جمعية ندوة العلماء دعوتها اياى من مصر الى الهند لحضور الاحتفال السنوى العام الذى تقيمه فى هذا العام وان جعلت دعوتها هذه مبنية على حسن ظنها بى ورجائها الفائدة بحضورى ومشاركتى لاعضائها العلماء الاعلام،

اشكر هذه الجمعية بالقول كما شكرتها بالفعل بان اجبت دعوتها ولبيت طلبها فى وقت انا مشتغل فيه بتاسيس مدرسة دار الدعوة والارشاد والنظر فى كل ما يحتاج اليه التاسيس الحسى والمعنوى من حاجات البناء والاثاث والماعون وادوات التعليم والكتب واختيار المعلمين والمستخدمين وغير ذلك جاءتنى الدعوة وانا على ذلك، بل الامر اعظم من ذلك فوافقت ما كانت تصبو اليه نفسى ويحن اليه قلبى من زيارة الديار الهندية واختبار حال التربية الدينية والتعليم الاسلامى فيها ولكن تعارض المانع والمقتضى بل كان هنالك موانع عديدة

ايها الاخوة الكرام : اذا كنت قد اضعت شيئا من وقتكم بذكر كلمات من خبر رحلتي اليكم
فان لي نية صالحة فيه تتعلق بغرضين احدهما ان يكون شفيعًا لي بين يدي مذاكرتكم في
امر التربية والتعليم بالاصغاء الى ما اقول فانه اذا لم يكن قول الخبير المدقق فهو قول المحب المخلص
ومن كان هذا شانه فهو جدير بان يتلقى ما يصيب فيه بالقبول وما يخطي فيه بالعفو والسماح
على انني مشتغل بهذه المسألة منذ خمس عشرة سنة بحثا ومذاكرةً ومناظرة وكتابةً وخطابةً
وتعليمًا وان المقيم في مصر ليسهل عليه ان يعرف من احوال المسلمين في تربيتهم وتعليمهم ولسائر
شؤونهم ما لا يسهل على المقيم في قطر آخر ولهذا قال بعض عقلاء الافرنج ان مصر هي الدماغ
المفكر للعالم الاسلامي والغرض الثاني من تلك الكلمات ان ابيّن لكم انني لست انا الذي
اهتم وحدي بزيارة بلادكم واختبار احوالكم بل يشاركني في ذلك جمهور المتفكرين من
اخواننا المصريين وغير المصريين من فضلاء المسلمين وما كل ما يحبه المرء ويهتم به يدركه وينالهُ
ايها الاخوة الكرام : ان للاسلام عليكم وعلى سائر مسلمي بلادكم من حق احياء علومه
وادابه واعماله مثل ما له على مسلمي مصر من ذلك فانني علمت بالاختبار الطويل انه لا توجد بلادٌ
اسلامية فيها من حرية التربية والتعليم ويقظة الفكر وسعة الثروة مثل ما في الهند ومصر
فيجب علينا شكر هذه النعمة باستعمالها والانتفاع بها ؛
ان اخواننا مسلمي التتار في روسية ايقاظٌ منتبهون وعندهم نهضة في التعليم تذكر
فتشكر ولكن حكومتهم تضيّق عليهم السبل وتطارد الاساتذة المعلّمين منهم وتعاقبهم على
جريمة التعليم بالنفي تارةً وبالسجن تارة اخرى كان الشيخ العالم الجليل الصالح عالمجان مدة
ثلاث سنين عندنا في مصر منفيًا من وطنه مبعدًا عن بلاده لانه يعلّم المسلمين وينبه افكارهم
في مدرسته الشهيرة في مدينة قزان وقد نفي اخوه ومساعده في تعليمه معه ايضًا ؛
وان الاخوين النجيبين عبد الله بوبي وعبيد الله بوبي قد انشأ مدرسة في قرية بوبي
واجتهدا في امرها ما استطاعا فالقت عليهما الحكومة الروسية القبض في ربيع العام الماضي ونجتهما

كل احد منهما كان كافيا للترجيح فكيف بهما وقد اجتمعت،

سنة الله في سجايا البشر وطباعهم في العمل الذي يندفعون اليه بمقتضى فطرتهم ان يرجحوا الملائم

من المقتضيات اذا كان كل منهما نظريا مناطه الرأي او وجدانيا مناطه الشعور والهوى النفسي لما اذا كان

احدهما وجدانيا او يدعو الوجدان والآخر ليس كذلك فان الترجيح يكون في الغالب للوجداني او ما يدعو

ويؤيده الشعور الوجداني فهذا كانت تغالبني نفسي على اجابة الدعوة وترك ادارة مدرسة الدعوة

والارشاد بعد فتحها وما على من اعمال التدريس فيها وترك ادارة المنار واعماله، والقعود عن الغرض

والنأي عن التلاميذ والمريدين والاصحاب وان لم اكن من الذين يرضون لانفسهم ترجيح مقتضى

الشعور والميل على مقتضى المصلحة والرأي وان كان من الشعور والهوى ما هو عين الحق والهدى

بدليل حديث لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به"

فتحت مدرسة دار الدعوة والارشاد وهي منتهى رجائي في خدمة الاسلام وغاية سعيي في اصلاح

التربية والتعليم فقرت عيني برؤيتها وتمتعت بالقاء الدروس فيها ورأيتني مدعوا الى مفارقتها في

اول العهد بوصالها والتمكن من التمتع بجمالها فتجدد لي شعور ووجدان لم يكن عندي في ايام

السعي والنصب وكنت كالعاشق الذي يدعى الى ترك معشوقه بعد طول العناء في طلبه،

هكذا كانت تتنازعني الآراء المتعارضة وتتجاذبني ارواح الشعور المتناوحة حتى عرضت ذلك

على اخواني اعضاء مجلس ادارة جماعة الدعوة والارشاد بعد ان استشرت غيرهم من الاصدقاء ذوي

الرشاد، فاجمعت كلمة الجماعة على ان اجيب الدعوة وان اكون فيها سفيرا عنهم ووافدا من قبلهم

أحيي بلسانهم ندوة العلماء وجميع من القاه من مسلمي هذه الديار الفضلاء واعرض عليهم رأيي و

رأي الجماعة فيما ينبغي لنا، وما يجب علينا، من خدمة الاسلام وترقية شأن المسلمين من طريق

التربية والتعليم فانا ايها السادة الاخوان اخاطبكم بالاصالة عن نفسي وبالنيابة عن جماعة

من اخوانكم المسلمين في مصر الذين يشاركونكم في مثل شعوركم الشريف وسعيكم الحميد فكان

اجماع الاخوان هو المرجح الاخير الذي عليه التعويل وها انا ذا بين ايديكم اليكم واحييكم،

زعيماهم يجمن بقصد محاكمتهما في محكمة الجنايات بقزان وقد مضى العام بطوله ولم يُطلبا للمحاكمة ولكن رأينا في احدى الجرائد الاسلامية الروسية انهما ينتظران محاكمتهما في هذا الربيع والله اعلم وقد نشرت جريدة نوفي فريميا الروسية التي تصدر في بطرسبرج مقالات حثّت فيها الحكومة على منع التتار من السعي لتعليم مسلمي تركستان ونبّهتها الى خطر سياحتهم فيها لئلا ينبهوا الترك الغافلين ،

هذه اشارة الى حال قرب المسلمين الذين تحت سلطة دولة اوربية اليكم وان حال مسلمي الغرب اشرّ من حالهم فان مسلمي التتار مجدّون في امر التربية والتعليم على مراقبة حكومتهم لهم وضغطها عليهم فهم دائما يُرسلون الوفود الى مصر وسوريا ليتعلموا ويُتقنوا اللغة العربية ، ليكونوا معلمين اذا رجعوا الى بلادهم ومنهم من يذهبون الى الاستانة لاجل تعلّم الفنون العصرية والمراقبة على هؤلاء شديدة ، اما مسلمو تونس والجزائر فلا يستطيعون ان يعملوا مثل عملهم فانّ مراقبة فرنسة لهم اشد واحاطتها بهم اقوى واعمّ وقد اعترف بعض المنصفين من الفرنسيين بهذا الضغط ، وصرّح بعضهم بانهم يعتقدون انهم سيمحون الاسلام واللغة العربية من الغرب ولكن اناسا آخرين يرون ان حسن معاملة المسلمين انفع لهم ويسعون في اقناع حكومتهم بذلك ولما ينجحوا في سعيهم ولا احبّ ان ازيدكم مما اعلم في ذلك ، واما مسلمو جاوه والملايو فحالهم اسوء من جميع احوال المسلمين وقد احاطتهم هولندة بسور من الجهل لا يتسلقه احد وان شئتم ان تعرفوا شيئا مفصلا عنهم فانّني آتيكم برسالة مطبوعة باللغة الانكليزية في ذلك فترجموها وانشروها في جرائدكم واعتبروا بها واشكروا نعمة الله عليكم وجدّوا واجتهدوا في نشر التربية والتعليم بينكم ،

ايها الاخوة الكرام : ان الحكومة الانكليزية اوسع الحكومات الاستعمارية حريةً ويمكن لمن يكونون في ظلّ حكمها ان يرقّوا انفسهم فاسلكوا في ذلك طريق العقل والحكمة فلا يمكن ذلك لكل من كان في ظل غيرها من الحكومات الاستعمارية ، وربّ ظالمٍ في تلك شعب

الاظليل ولا يغني من اللهب وعن العقل والحكمة ان يبتعد المشتغلون بالاصلاح العلمي التهذيبي عن السياسة شرًّا وجهرًا فان السياسة ما دخلت في عمل الا وافسدته كما قال الاستاذ الامام

لو كان الذين تضطهدهم بعض الدول وتعاقبهم على التعليم يزجون علمهم بالسياسة لكنت اول من يعذرها فانا علمنا من قواعد علم الاجتماع المستنبطة من التاريخ ان الدول لا تغفر ان تعارض او تنازع في ملكها وسلطانها وقد تغفر ما دون ذلك من الذنوب اذا وقع ممن يخلصون لسلطانها او تأمنهم عليه فذلك في دين السياسة كالشرك في الاسلام قال تعالى "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ"

قد عُهد من بعض الدول المرتقية العدل والرحمة في القضاء والادارة ولا توجد دولة في الارض تعتصم بالرحمة والعدل في السياسة، واعني من السياسة حفظ الملك والسيادة، وما يتعلق بالتعدي على السلطة، ولكن الدولة العاقلة تزن الشدة في ذلك والقسوة، بميزان العقل والحكمة، والسياسة قد يكون لها عقل، ولكن لا يكون لها قلب،

كانت دول الاسلام في العصر الاول اعدل وارحم ما عرف التاريخ من الدول حتى في اثناء الفتوحات والحكومة العسكرية، التي كانت ولا تزال مظهر القسوة الشديدة، وقد اعترف بذلك المنصفون من مؤرخي الافرنج وعلماء التاريخ فيهم قال غوستاف لوبون الفيلسوف المؤرخ الفرنسي "ما عرف التاريخ فاتحًا اعدل ولا ارحم من العرب" فاذا كانت حكومة الخلفاء الراشدين لا يقاس عليها لانها خلافة نبوة فهاتان الدولتان الاموية والعباسية كانتا اعدل دول الارض في القديم والحديث في القضاء واوسعها رحمة وجودًا وفضلًا على الرعية في الجملة ولكنهما استعملتا الشدة والقسوة، في التنكيل بمن نازعهما السلطة حتى انهم كانوا يذبحون آل الرسول عليه الصلوة والسلام ويقتلونهم اينما ثقفوا من ظنوا او توهموا انه يسعى منهم الى الملك او يُسعى له فيه، بل شهد التاريخ ورَوى لنا ان الاب كان يقتل ابنه والابن يقتل اباه لاجل الملك،

ايها الاخوة الفضلاء : اذا كانت حكومتكم تسمح لكم ان ترتّبوا اولادكم على
عقائد دينكم وآدابه وفضائله وعباداته وان تعلّموهم ما ينفعهم في دينهم ودنياهم
كما تشاؤن ولا تشترط على جمعياتكم العلمية والدينية ولا على نظّار مدارسكم الا احترام
سلطتها وعدم معارضتها في سيادتها فقد اعذرت اليكم واذا قصرتم ولم تبذلوا كل
ما لديكم في تعميم التربية والتعليم فانما اللوم عليكم على انفسكم ولا لوم لكم الا عليها فكيف
اذا كانت حكومتكم هي التي تحثّكم حتى على التعليم الاهلي وتنشّطكم حتى على التعليم
الديني وقد فاجأني العجب اخذ من نفسي كل ماخذ، عندما علمت ان الحكومة
الانكليزية ترغّب مسلمي الهند في تعليم اللغة العربية وتُساعدهم على تعلّمها
وانها خصّصت مبالغ من المال لاجل تعليمها في بعض مدارسها ومبالغ لاعانة
المدارس الاهلية على تعليمها كمدرسة العلوم الاسلامية في عليكره وغيرها، كما اعطت
المسلمين اراضي غالية الاثمان في عدّة مدن لبناء مدارسهم الاهلية فيها، وهذه
ندوة العلماء جمعية دينية محضة ومن مقاصدها نشر الاسلام وقد اعطتها الحكومة
ارضًا غالية الثمن لبناء مدرستها فيها وخصّصت لها مبلغ ستة الاف روبية
اعانة سنويّة،

لا اطيل في تفصيل ما سمعته منكم اي من اهل بلادكم من اخبار هذه المساعدات
فانكم اعرف بها مني وانما اشير اليه لاذكّركم بان الحجة عليكم تكون انهض اذا انتم قصرتم
في التعليم، وان الحكومات لا تنهض بالامر اذا لم ينهض الامر بانفسها فعليكم ان تعتمدوا
بعد الاستعانة بحول الله وقوته على جدكم واجتهادكم وسعيكم "وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ
اِلَّا مَا سَعٰى" وقد اعجبني جواب قاله لورد كرومر لبعض وجهاء المصريين اذ قال له
ذلك الوجيه "انك ايها اللورد قد اصلحت المالية المصرية وجعلت خزينتك
في مصر خالصة للحكومة ولم تعمل للمسلمين شيئًا يرقيهم" فقال له اللورد " ان الذي

لا يرقى نفسه لا يرقيه غيره، فيجب ان تعملوا لانفسكم، واذا عملتم وطلبتم منى المساعدة فانى اساعدكم".

حاجتنا الى اصلاح التربية والتعليم

ان حاجتنا معشر المسلمين الى اصلاح التربية والتعليم قد صار من البديهيات التى لا يمارى فيها الا الراسخون في الغباوة، او المسرفون في المكابرة، وقد اعترف بها كبار علماء الازهر وهم اشهر علماء الاسلام وعلماء الاستانة ونفوذهم في المملكة العثمانية لا يعلوه نفوذ، وقد عقدت في هذه السنين لجان من الفريقين ومن رجال الحكومة للنظر في ذلك ووضعوا للاصلاح قوانين وبرامج جديدة، واختاروا له كتبا لم تكن تقرأ فقرروها ورغبوا عن كتب كانت تقرأ فتركوها، ورأوا الحاجة شديدة الى علوم وفنون جديدة فزادوها، وكذلك فعلتم انتم ايضا في ندوة العلماء، ومكانكم من علماء المسلمين مكانكم، وفضلكم فيهم فضلكم، وكذلك علماء تونس قد بحثوا في هذا الامر منذ سنين، واحدثوا عدة تغيرات في نظام التعليم، وبقى هنا وهنالك وفي كل مكان من يرون ان ما جرى عليه واعتادوه هو غاية الكمال، التى لا تقبل الزيادة بحال من الاحوال، ولكن ارقى الباحثين والمصلحين للنظام الماضى في تلك الاقطار يرون ان ما وضع لاصلاح التعليم في الازهر والاستانة ليس هو غاية الكمال المطلوب، انما ضرب من التدريج في الاصلاح،

ليس هذا ببدع في احوال البشر، فقد عرف من سنة الله تعالى فيهم انهم لا يكادون يتفقون على شئ وان الجمهور الاعظم منهم لا يتفقون على تغيير ما في احوالهم الاجتماعية الا في الزمن الطويل وان التغيير الفجائي السريع لا يخلو من خطر او ضرر، فليستمسك من شاء بالنظام المألوف فلا يضر طلاب الاصلاح شيئا اذا كانوا يأخذونه بقوة، ويدعون اليه على بصيرة، وكان ذلك ناشئا عن حيوة جديدة نفخ روحها في الامة، فان العاقبة لهم "فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ".

ليس موقفنا هذا موقف مناظرة، ولا مقامنا مقام الادلاء بالحجة، وانما هو موقف تذكير للناس، وحفز لهمة الاسى، وحسبنا من التذكير فيه قول الله عز وجل "ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم" وانا نحن المسلمين نعرف من تاريخنا ومن آثار سلفنا اننا كنا نحن الائمة الوارثين، والسادة المتبوعين، والحكام العادلين، والعلماء العاملين، والائمة [illegible] والاغنياء المنفقين، والصناع الماهرين، والزراع المعمرين، والتجار [illegible] جميع الامم في كل علم وعمل، حتى كان العدد القليل لا يطئون ارض [illegible] ملوكهم وعقولهم الى اتباعهم في دينهم ولغتهم وآدابهم، فهل نحن [illegible] لسنا بل هبطنا من سماء تلك العزة والرفعة والسلطة وصرنا [illegible] الامم بعد ان كنا ائمة جميع الامم الا نتفكر في ماضينا وحاضرنا، ونعتبر لسبق [illegible] الذين كانوا قبل اشراق نور الاسلام على هذه الديار شرا مما [illegible] عليه عادتهم حتى الآن عزة الابدان يعبدون الجماد والحيوان والانهار والنيران ويأكلون [illegible] الاشجار فهل عز الله [illegible] مابنا الا بعد ان غيرنا ما بانفسنا كلا انها سنته في خلقه "ولن نجد لسنة الله تبديلا"

نعم ان الله لم يغير ما بنا من نعمة ورفاهة وعزة وسيادة، الا بعد ان غيرنا ما بانفسنا من استقلال الرأي وصحة الحكم وحقائق العلم ومكارم الاخلاق وعقائل الصفات، والاعتصام بحبل الله والتآخي في الايمان وعمل الصالحات والتواصي بالحق والتواصي بالصبر، والامر بالمعروف والنهي عن المنكر وترجيح المصالح العامة على الاهواء الخاصة وغير ذلك مما عده القرآن المجيد من صفات المؤمنين، وقال فيهم "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ" كذلك لا يغير ما بنا الآن من الضعف [illegible] وسوء الحال والهوان على الناس والتحاسد والتباغض

والتعادی والتفرق وغیر ذلک مما نشکو منہ ولا نقلع عن اسبابہ حتی نغیر ما بانفسنا ونعود الی الهداية التی کان علیها اسلافنا ورحم الله الامام مالكا حیث قال "لا یصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها" وانما یکون تغییر ما بالانفس بالتربیة والتعلیم فان المراد من التغییر ما یترتب علیه تغییر العمل لما الاعمال آثار العلوم والاخلاق فمتی کان العلم بالحق والباطل وبالمصالح والمفاسد والمنافع والمضار صحیحا، والاخلاق فاضلة کانت الاعمال کلها صالحة مودیة الی رفعة الافراد وکمالهم الدینی والمدنی، فلا بد لنا من اصلاح طریقة التربیة والتهذیب واصلاح طریقة التعلیم معا، ولو کان التعلیم الذی جرینا علیه من عدة قرون یخرج لنا رجالا ینهضون بالامة الاسلامیة ویخرجونها من جحر الضب الذی نحن فیه لظهرت آثارهم ولما بقینا فی هذه المهانة بضع قرون وکانت امصابون بالفالج وداء السکتة ولکن ما هی التربیة التی نرجو بها صلاح اخلاقنا وارتفاع هممنا، والتعلیم الذی ترتقی به عقولنا ونعرف به ما ینبغی لنا،

اما تربیة الصغار التی علیها المدار فهی لیست عندنا فی محل البحث والتبیین ولا فی حیز العمل والتنقید فاکثر المسلمین یترکون اولادهم سدًی، یجری کل منهم علی ما علیه عشرته وعشراؤه من هوًی اوهدًی، الا ان بعض المتفرنجین فی بعض الامصار الکبیرة منا قد فتنوا بالمربیات الافرنجیات یلقون الیهن بافلاذ اکبادهم فیعلمن الذکور والاناث منهم لغاتهن وینشئنهن علی عادات اقوامهن واما تربیة الکبار بالوعظ والارشاد فقد وکل عند عامتنا الی مشائخ الطرق واکثرهم من الدجالین الجاهلین یزیدونهم بدعًا وفسادًا وغرورًا وضلالًا،

واما التعلیم الدینی فقد اشرنا الی عقمه وسوء اسالیبه الاختلاف فی الحاجة الی صلاحه والاشتغال بوضع القوانین والانظمة والبرامج لفصل هذا هو الاصلاح المطلوب،

التعلیم صناعة من الصناعات ترتقی بارتقاء العمران کما یقول حکیمنا الاجتماعی

ابن خلدون وقد جرى اوائلنا فيه على مقتضى العقل والاختبار بحسب الحاجة التى كانت تظهر لهم وتليق بحالهم فكان اول ما جروا عليه طريق الرواية والتحديث والاملاء كان احدهم يحفظ ما يتلقاه او يكتبه او يجمع بين الحفظ والكتابة ثم جروا على طريق اٰخر من وجه اٰخر وهو طريق الاستنباط من المحفوظ والمكتوب فى بسط الدلائل والمقارنة والترجيح بينها باستقلال الفكر واتباع ما يظهر له الراجح، ثم وضعت المصنّفاتُ فى العلوم والفنون المختلفة فكان ما كتبه الاولون مبسوطًا سهلَ العبارة كثير الشواهد والبيّنات، ثم صار الناس يدرسون مصنفات من قبلهم فيشرحون ما غمض منها ويستدركون على المصنّف فيما قصر فيه ويُبَيّنُونَ غلطه فيما غلط فيه مؤيدين اقوالهم بالدلائل والشواهد، ثم ضعفت الهمم ووهنت العزائم فصار الناس يختصرون المصنّفات فيذكرون اهم قواعدها ومسائلها بعبارةٍ مختصرةٍ خاليةٍ من الدلائل والشواهد والامثلة الا قليلا وتباروا فى الاختصار والايجاز فيه حتى نُقل عن بعضهم انه كان يقرأ الشئ الذى كتبه بعد عهدٍ بعيدٍ او قريبٍ فلا يفهم، ثم حدثت عندهم طريقة شرح المختصرات ثم شرح الشروح ووضع الحواشى والتقارير عليها، وجعل هذه الكتب كلّها كتب تدريس تقرأُ للطلاب يبدأ الاستاذ منها بقراءة المتن فالشرح فالحاشية فالتقرير فيكون جُلّ شغله فى اشغالهم فى عبارات اولئك الكاتبين لاجل حل رموز ذلك المتن المختصر وبيان المراد منه وما يردُ عليه وعلى تلك العبارات وما يجيب به عنها ولو بالتمحل وتحميل الالفاظ ما لا تحمل،

هذه اشارة وجيزة الى كيفيات افادة العلم فى الزمن الماضى بالتدريس والتصنيف ومنه يعلم انها كانت اطوارًا مختلفة اقربها الى الصواب اقدمها ولم ينتقل المسلمون من طور منها الى طور دفعة واحدةً لانها لم تكن تحصل من قبل ادارة عامة تضع لها القوانين والانظمة والبرامج والجداول وتوزعها على جميع المعلمين كما تفعل وزارات العلوم

والمعارف في الدول المرتقية في هذا العصر وانما كانت الانتقال من طور الى طور يحصل بالتدريج وقد كان في زمن العباسيين شيء من النظام المعروف المتبع في المدارس الكبرى ولاسيّما المدرسة النظامية ببغداد وما كان على طرازها فيها وفي غيرها ولم يرتق ذلك النظام ويدوّن ويعمم لانه لما وُجد كانت جراثيم الضعف والمرض الاجتماعي قد بدأ يظهر تأثيرها في جسم الامة ولذلك قام بعض العلماء الاعلام يبحثون في طريقة التعليم واساليبه ويضعون القواعد لها كما فعل ابو حامد الغزالي في كتاب العلم من احياء علوم الدين وتلميذه ابو بكر العربي المغربي، ثم ابن خلدون، ثم الشيخ زكريا الانصاري، وكان ينبغي ان يُفرد فن التعليم بالتصنيف وتحقق مسائله وتحمل معاهد العلم الكبرى على العمل بما يظهر انه الصواب، ولو بامر الحكومة، الى ان يظهر للعلماء شيء من الخطأ فيه فيرجع عنه كما تنسخ نظارات المعارف في دُوَل الحضارة الآن كثيرًا من موادّ قوانين التعليم ونظام المدارس اذا ظهر لها انضار وان غيره انفع منه، وانما لم يفعلوا لانّ الامة كانت في طور التدلّي والانحطاط، فكيف تهتدي الى اوثق اسباب النهوض والارتقاء، وقد بينت هذه المسألة في المقدمة التي وضعتُها لكتاب اسرار البلاغة تصنيف امام فن البلاغة الشيخ عبد القاهر الجرجاني عند طبعه وهذا الكتاب في البيان وصنوه كتاب دلائل الاعجاز في المعاني هما خير مثل لما اشرنا اليه من تدلي التصنيف والتعليم فانهما على كونهما اول الكتب التي صارت بها البلاغة فنًّا مدوّنًا ذا قواعد وقوانين كلية منقسمة الى ابواب وفصول لايزالان افضل وانفع ممّا صُنِّف بعدهما واستمد منهما ولاسيما الكتب المشهورة المتقنة الصنعة كالمفتاح للسكّاكي والمطول والمختصر للتفتازاني الذين فُتن بدقة صنعتهما جميع علماء المسلمين في بلاد العرب والعجم فجعلوهما من كتب التدريس فكان ذلك سبب موت البلاغة العربية في جميع المدارس الاسلامية ولذلك اجتهد نامع شيخنا الاستاذ الامام

فى البحث عن نسخ اسرار البلاغة ودلائل الاعجاز فى الحجاز والعراق والاستانة وتصحيح ما ظفرنا به وطبع، وقد اقرأهما الاستاذ الامام فى الجامع الازهر فاستفاد منهما كثير من الطلاب وانتعشت البلاغة العربية العملية فى الازهر بل دبّت فيها نسمة الحيوة بعد ان طال عليها زمن الموت وقرأتهما ادارة معارف السودان ايضا فى مدرسة غوردون الكلية ولو شئت ان اذكر الامثلة على تدليناف لتدريس التصنيف فى كل علم من العلوم الاسلامية لضاق وقت هذا الاجتماع عنه وفاتكم ما تنتظرون سماعه من كثير من العلماء الاعلام ·

ان ما اشرت اليه من التدنى فى التصنيف والتعليم كان عامًّا شاملًا لجميع البلاد الاسلامية ولا غرو فالمسلمون امة واحدة وقد كان ارتقاءها فى العلوم والاعمال من آثار هداية دينها وتدليها فيهما من الانحراف عن صراط دينها، ولكن البلاد الاعجمية أصيبت بمرض آخر فى تعليم الدين ووسائله وهو ان علماءها صاروا يدرسون تلك العربية التى لا تصلح لتعليم العرب انفسهم على الوجه المؤدى الى الغاية من اللغة والدين بالترجمة للطلاب فكان هذا مصابًا على مصابٍ اذا صار طالب العلم يشترى بالعشرات من سنى عمره قواعد عامةً للغة لا يعرفها كما تعرف اللغات فيعسر عليه ان يطبّقها على جزئياتها وان يصل بها الى الغاية المقصودة من اللغة وهى ان تكون ملكةً له يقدر على التكلم والكتابة بها بغير تكلّفٍ ويفهم الكلام البليغ منها بغير ترددٍ ويتاثر به من غير تصنع فان كان مقنعا اقتنع، وان كان واعظًا اتعظ وان كان سارًّا استر وان كان محزنا حزن،

كان علماء العجم فى القرون الاسلامية الاولى يشاركون اخوانهم المقيمين فى بلادهم من العرب المقيمين فى غير بلادهم كالشام ومصر وافريقة والاندلس فى التاليف والتصنيف والانشاء والشعر ويضربون معهم بكل سهمٍ فكانوا احسن مظهر لوحدة الاسلام وانما كان ذلك كذلك لانهم كانوا يحذقون اللغة العربية بالعمل حتى تصير ملكة راسخة فيهم

له ترجمة مفصلة فى مقدمة الندوة بقلم السيد سليمان —

کرسوخها فی ابنائها ولما تضاءلت الهمم وضعفت العزائم وفشت بدعة تعليم العربية والدين بالترجمة ذهبت تلك المزية وضعفت العلوم الدينية واللغوية وتراخت رابطة الوحدة الاسلامية وما عاد ينبغ فی بلاد الاعاجم فی تحصيل تلك الكتب التی اشرنا اليها على قلة الغناء فيها الا افراد يعدون على الانامل بل يمكننی ان اقول انهم من القلة بحيث لم يصل الينا من نثرهم ونظمهم شئ خال من لوثة العجمة وقد كان السيد جمال الدين الافغانی الحكيم الكبير والمصلح العظيم هو الذی نفخ روح الاصلاح اللغوی والعلمی فی مصر وحمل تلاميذه من طلاب الازهر على الكتابة والخطابة وارشدهم الى طرقها وكان هو كاتبا بليغا وخطيبا مفوّها حتى كان يخطب بالعربية عدة ساعات بلا تلعثم ولكنه مع هذا كله ظل الى اخر عمره يعرّف الاعلام التی لا يجوز تعريفها وتظهر العجمة فی لهجته وبعض الفاظه فلم يصقل لسانه بفصاحتها كما كان الزمخشری وامثاله ممن قال فيهم ابن خلدون انهم ليسوا اعاجم الا فی النسب سبب ذلك انه تعلم العربية تعلما فنيا فی الكتب ثم اهتدى فی الكبر بثاقب عقله ونور بصيرته الى الطريقة التی بها تطبع ملكة اللغة فی النفس واللسان، فهدى تلاميذه من العرب بمصر اليها فكانوا اسلس منه عبارة وانصع ديباجة واسلم من تكلف الصنعة،

ايها السادة الكرام : انكم تعلمون ان جميع القواعد الكلية للعلوم منتزعة من الجزئيات فالعلم بالجزئيات مقدم بالطبع فيجب ان يكون مقدما بالوضع فاذا ذكرت الاجناس والفصول المقومة والمقسمة لانواع من الحيوان والنبات والقيت على من لم ير شيئا من افراد تلك الانواع او رأى قليلا منها ثم دخل فی بستان يوجد فيه افراد من تلك الانواع كلها اتحسب انه يستطيع ان يعرف كلا منها بهداية تلك التعريفات والقواعد الكلية ؟ ؟ لا لا، اما من يعرف افراد تلك الانواع فانه لا يحتاج

الا الى تشبيه قليل لمعرفة ما بينهما من الاشتراك والاتفاق وما بينهما من الفصل و
الاختلاف واذا ذكرت له تلك الكليات بيننا ولها فهمه بسهولة وسرعة،
ومفردات اللغة واساليبها كمفردات انواع الكائنات يشترك بعضها في
الفاعلية والمفعولية وفي الحقيقة والمجاز وفي غير ذلك من انواع الاتفاق فالقاعدة
الموضوعة لضبط الفاعل والمفعول والحقيقة والمجاز لا يفهمها بسهولة وسرعة
من لا يعرف الكثير من مفرداتها بالاستعمال ثم اذا هو فهمها لا يسهل عليه ان
يطبق مفرداتها عليها واما من عرفها بالاستعمال فانه يفهمها بغاية السهولة
ولا سيما اذا عرض عليه عند ذكرها اكثير من الامثلة والشواهد عليها،
التعليم على هذه الطريقة هو التعليم الموافق للفطرة فطرة الله التي خلق الناس
عليها ومخالفته مخالفة للفطرة فالناس يتعلمون اللغات بتلقي مفرداتها بالعمل
وكذلك يعرف الموجودات والكائنات بمعرفة افرادها والذين وضعوا قواعد
العلوم الكلية هم جماعة من اصحاب العقول الكبيرة عرفوا تلك الاشياء حق المعرفة
ثم بالتامل فيها انتزعوا منها تلك القواعد فاذا كلفنا التلاميذ الصغار ان
يعرفوا تلك القواعد الكلية قبل ان يعرض عليهم تلك الجزئيات نكون كاننا
نكلفهم ان يكونوا رجالا علماء حكماء قبل ان يشبوا وان يتعلموا وبذلك
نكون قد ارهقناهم من امرهم عسرًا،
ان علماءنا المتقدمين لم يكونوا محتاجين الى تسهيل طريقة تعليم اللغة
العربية كحاجتنا اليها الان، لانها كانت ملكة لهم ومع هذا كان كتبهم ككتاب
سيبويه اقرب الى التعليم الفطري من كتبنا لما كان فيها من الشواهد والامثلة
الموضحة للقواعد الكلية،
وما الى اضرب الامثلة لتعليم فنون اللغة والمنطق ولا اذكر ما هو اهم من ذلك

واعلى وهو تعليم القرآن ودراسة تفسيره وهو المقصد الاعلى والغاية الفضلى لعلى اذا انشأت أبيّن كيف يجب علينا ان نتعلم تفسير القرآن تعلما يعيننا على الاهتداء به اكون قد استهدفت لنقد كثير من الناس الذين يظنون ان القرآن الحكيم لا يحتاج الى فهمه الا المجتهدون الذين يتصدون لاستنباط الاحكام الفقهية العملية في احكام ظواهر العبادات والمعاملات القضائية التي يحتاج اليها الحكام في المحاكم والمفتون، اولئك الذين يظنون غير الحق وترتعد فرائصهم من ذكر القرآن ويرون انهم يبعدهم عن فهمه وصدّ الناس عنه يخدمون دينهم ويحافظون عليه،

ايها الاخوة الكرام : ان الله تعالى انزل القرآن هدًى للناس اجمعين وان الاهتداء ليس خاصًّا بالمجتهدين الذين يستنبطون الاحكام العملية الفقهية وان آيات الاحكام فيه هي اقل عددا من سائر الآيات التي تهدي العقول والارواح وترقى بها الى اعلى معارج الفلاح وكان سلفنا في القرون الاولى يهتدون به ويحيون بحياته ولم يكونوا كلهم ولا اكثرهم مجتهدين بهذا المعنى المعروف في الاصول،

لولا هداية القرآن وسلطانه ارواح اولئك الاخيار لما كانوا خير امة اخرجت للناس ولما انتشر الاسلام بفضل الاقتداء بهم فقد زكّى القرآن انفسهم ورقّى عقولهم حتى كانوا لا يدخلون بلادًا الا ويجذبون اهلها الى الاسلام بمحض القدوة ذلك بانهم ما كانوا يعرفون لغة اولئك الاقوام ولا كانوا يفتحون لهم المدارس ويعلمون احدا منهم دينهم بلغة دينهم فكيف انتشر الاسلام من اقصى الهند الى اقصى افريقية واوربة في تلك المدة القصيرة،

يقول الجاهلون ان الاسلام قد انتشر بقوة السيف يا سبحان الله ان هذا الدين بدئ برجل واحد وهو النبي صلى الله عليه وسلم وكان قومه يجاهدونه ويؤذونه طول حياته ولم يظفر بهم الظفر التام الا قبيل وفاته اعني عام فتح مكة ثم ان اولئك الشراذم

من اصحابه الكرام انتشروا فى شرق ارض الحجاز وغربها فهل كان فى استطاعتهم ان يكرهوا اهل المشرق والمغرب على الاسلام وهم يقبلون منهم الجزية التى كانت اقل مما يأخذ حكامهم من محكوم ثم هم يعاملونهم بالعدل والمساواة فى الحقوق القضائية ويتركون لهم حرية دينهم ويسمحون لهم ان يتحاكموا الى رؤساء ملتهم فى كل خصام يقع بينهم ؟ ؟ كلا انهم لم يكرهوا احداً على الاسلام بحد السيف وانما جذبوا قلوبهم وعقولهم الى الاسلام لانهم رأوهم اعدل الناس وارحم الناس وافضلهم اخلاقاً وآداباً فاقتدوا بهم واحبوا ان يكونوا مثلهم بل منهم فكانوا يدخلون فى الاسلام افواجاً ويقبلون على تعلم اللغة العربية لاجل ان يهتدوا بنور ذلك الكتاب العربى المبين الذى جعل اولئك الفقراء المستضعفين هم الائمة الوارثين ولهذا انتشرت اللغة العربية بانتشار الدين بسرعة غريبة قبل ان يكون لها مدارس منشأة ولا كتب مدونة،

يمكن لمن يفهم اللغة العربية حق الفهم ان يهتدى بالقرآن ويعتبر بمواعظه وادابه وان لم يقرأ شيئاً من كتب الفقه فان تاثير القرآن فى قلوب من يفهمونه عجيب حتى ان بعض ادباء النصارى عندنا بمصر يعجبون منه ويعترفون به وقد سمعت غير واحد منهم يقول عند حضور بعض حفلات المدارس وسماع القرآن المجيد فيها ان لهذه القراءة تاثيراً عميقاً فى النفس هذا وهم لا يؤمنون به فما بالكم بالمؤمنين المخلصين اولئك هم الذين هم مرآة قوله تعالى " اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ " وقوله " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ " فهل يمكن لمن لا يفهم العربية فهماً صحيحاً ان يكون من هؤلاء المؤمنين الصادقين وقال عز وجل " لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ، وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ" فاعتبروا بقوله تعالى "وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ" فانه تعالى هدانا بهذا المثل الى ان نربا بانفسنا ان تكون قلوبنا اقسى من الحجارة وهكذا شان من لا يخشع بالقرآن ولا يتأثر بمواضعه،

اذا سمع من يفهم العربية فهما صحيحا مثل قوله تعالى فى الآيات الكريمة التى افتتم بها هذا الاحتفال "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ" فانه يمكنه ان يفهم منها ان النبى صلى الله عليه وسلم ما دعانا بهذا الكتاب الحكيم الا الى ما نحيا به حيوة معنوية طيبة نكون بها امة عزيزة كريمة، وان ينتقل ذهنه من ذلك الى تدبر القرآن ليهتدى به الى السنن الاجتماعية والنفسية التى بين الله تعالى بها اسباب هذه الحياة وهى كثيرة فى القرآن وليست مما يلحقه النسخ الذى تشترط معرفته فى الاجتهاد،

بيان هذه الحياة فى كتاب الله تعالى اعلى مرتبة من بيان بعض احكام المعاملات كاحكام الحيض والبيع والسلم والشركات، قال الله تعالى "يُنَزِّلُ الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ" وما سمى الله الوحى روحا الا لانه ينفخ فى المهتدين روح الحياة المعنوية التى يكونون بها ائمة الخير فى الدنيا واصحاب السعادة فى الآخرة تلك الحياة ظهر اثرها فى سلفنا فسادوا العالم كله كما اشرنا الى ذلك من قبل ونحن ننشدها ونبحث عن اسبابها الآن،

انى كنت اود لو ابنى خطابى وتذكيرى هذا على الآيات التى افتتم بها الاحتفال والافاضة فى الكلام على هذه الحياة ولكن اقترح على مولانا الشيخ شبلى امس ان اقول شيئا فى التعليم فلم يكن بد من الامتثال، وانى قد افتتحت خطابى بقوله تعالى "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ

النُّشُورُ" للاشارة الى هذه الحياة وحظّنا منها الآن تعلمون ان هذه الآية تتجلى
عند الاستيقاظ من النوم وقد اشرت بافتتاح الخطاب بها الى ان حظنا من هذه
الحياة الآن هو اننا انشأنا نستيقظ من ذلك النوم الطويل، والنوم ضرب من الموت
"الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها" فلست اعنى
بهذا اننا عُدنا الآن احياء كما كنا، والله تعالى يحمد على كل حال،
موت الامم يشبه النوم وحياتها تشبه اليقظة ولا اقول ان امتنا قد استيقظت
كلها من ذلك النوم الطويل والسبات المستغرق الذى مرّت عليها القرون
وهى فيه لا تشعر بما تعمل الامم الحية المستيقظة من حولها، ولا بما فعلته حوادث
الايام فى جسمها وانما استيقظ الآن بشدة قوارع تلك الحوادث طائفة من افرادها
وهم دعاة الاصلاح الذين ارتفع صوتهم فى بلادها،
ايها الاخوة الكرام: اننا مرضى ودواؤنا فى الكتاب الذى نزله الله الينا
قال الله عز وجل "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ" وكيف
يرجى الشفاء لمن جهل الدواء وانما يعرف هذا الدواء بمعرفة اللغة العربية ثم بتلاوته
وتدبره بقصد الاستشفاء والاهتداء به فاذا كان بين مسلمى العرب وبينه حجاب
واحد وهو ترك التدبر بهذا القصد فان بين مسلمى العجم وبينه حجابين
وهما جهل لغته وعدم تدبره وان ازالة كل من الحجابين من اسهل الاعمال
على الفريقين وقد جربنا تذكير عوام العرب بمواعظ القرآن فنفعت الذكرى
وكذلك تنفع غيرهم اذا رفع الحجاب وتوفرت الاسباب واتيت البيوت من
الابواب "وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ" "فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ
سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ"
انى اعتقد ايها الاخوة بالدليل ان تعلم اللغة العربية فرض على جميع المسلمين

فان ما فرضه الله تعالى عليهم من تدبره والتذكر والاعتبار به والاهتداء بهديه كل ذلك يتوقف على معرفة لغته وقد روى هذا القول عن بعض علماء السلف ومنهم الشافعي وهو ما جرى عليه العمل في الصدر الاول وهو ابلغ من القول ولولا هذا الاعتقاد لما انتشرت اللغة العربية بانتشار الاسلام في الشام والعراق وفارس من بلاد المشرق ومصر وافريقية الشمالية كلها والاندلس من جهة المغرب وهي البلاد التي فتحها الصحابة والتابعون رضي الله عنهم ثم امتدت الى غيرها من بلاد الاسلام كهذه البلاد وغيرها من قبل ان تنشأ المدارس لها ولولا فتنة العصبية الجنسية التي اثارها بعض زنادقة العجم في الاسلام لاجل هدمه وازالة سلطته لكانت الامة الاسلامية كلها اليوم تنطق بلسان واحد وتدعى الى فلاحها فتستجيب بصوت واحد،

من الايات الكثيرة الدالة على وجوب تدبر القرآن والاهتداء به قوله تعالى " اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا " وقوله " اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ " وقوله اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ، اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ " وقوله تعالى " وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ " اى سهلناه لاجل ان يتذكر ويتعظ به من يتذكر فهل من متذكر وهو استفهام بمعنى الامر وقوله تعالى " ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ " وقوله " هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ " وقوله تعالى " وَذَكِّرْ بِهٖ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ " وقوله " فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ " ومنها الايات التي تبين تاثيره في قلوب المؤمنين وقد ذكرنا منها قوله تعالى " اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ" الاية وقوله عز وجل "لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا" الاية ومنها الايات الكثيرة الهادية الى كونه تعالى انزله وجعله تبيانا لكل شيء وكل ذلك لا يكون الا بفهم اللغة العربية فهمًا صحيحًا يؤثر في النفس وهذه الضروب من هداية القرآن لا تقتبس الا منه وليست من المسائل الاجتهادية التي تنال بالتقليد.

وخلاصة القول انه لا شفاء لنا ولا حياة الا بكتاب ربنا وان الاهتداء به لا يكون الا باحياء لغته، فان الترجمة ليست من كلام الله المنزل وليس لها تاثير في النفوس واحياء اللغة وسهولة تعلمها انما يكون بما اشرنا اليه من اصلاح التعليم فعليكم ان تساعدوا الذين يتصدون للاصلاح كهذه الندوة المباركة وقد ضاق الوقت عن بيان اصلاح تدريس سائر العلوم الاسلامية ثم بيان ما يحتاج اليه من العلوم الدنيوية وحان موعد حل الجلسة وقد بينا كل ذلك في الفصل الملحق بنظام مدرسة الدعوة والارشاد فليراجعه من اراد وانني اختم الجلسة الان.

علامہ سید رشید رضا صدر اجلاس سیزدہم ندوۃ العلما، لکھنؤ،

کی

اُس عربی افتتاحی تقریر کا ترجمہ جو انھون نے ندوۃ العلما کے سالانہ جلسہ مین کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ الذی ارسلہ لیخرج الناس من الظلمات الی النور سیدنا محمد خاتم النبیین وامام المصلحین وعلی الہ وصحبہ ومن تبعھم فی ہدیھم الی یوم الدین

خدائے پاک کے حضور مین حمد و شکر کے بعد مین اس مبارک مجلس ندوۃ العلما کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ اُس نے مجھکو اپنے عام سالانہ جلسہ کی شرکت کے لیے مصر سے ہندوستان آنے کی دعوت دی اور اُس کی یہ دعوت صرف میرے ساتھ حسن ظن کی بنا پر تھی اور اسلیئے تھی کہ میری شرکت سے اور ندوۃ العلما کے علما و فضلا کی ملاقات سے فوائد مترتب ہونگے۔

اب مین اس مجلس کا قولاً شکریہ ادا کرتا ہون جس طرح مین نے عملاً اُس کا شکریہ ادا کیا ہے کہ ایسے زمانہ مین جبکہ مین مدرسہ دارالدعوۃ والارشاد کی بنیاد ڈالنے مین اور اُس کے لیے طیاری عمارت وسامان وضروریات تعلیم و نصاب و انتخاب معلمین وغیرہ مین مشغول تھا اس مجلس کی دعوت کو لبیک کہا اور بسر و چشم قبول کیا۔ اس دعوت کے پہونچتے وقت مین نہ صرف انہین جھگڑون مین مبتلا تھا بلکہ بعض واقعات اس سے بھی زیادہ اہم درپیش تھے۔ لیکن یہ دعوت میری خواہش کے مطابق اور دلی اشتیاق کے موافق تھی۔ کیونکہ مین ایک مدت سے ہندوستان کا آرزومند تھا اور دل چاہتا تھا کہ اس ملک کی مذہبی اسلامی تعلیم و تربیت کا معائنہ کرون لیکن درمیان مین موانع پیش آتے گئے اور نہ صرف ایک مانع بلکہ متعدد موانع جن مین سے ہر ایک میرے ارادہ کی تعویق کے لیے کافی تھا۔ لیکن انسانی طبائع کے متعلق خدا کا یہ قانون ہے کہ جس امر کی طرف انسان اپنے اقتضائے فطرت کے لحاظ سے مائل ہوتا ہے اور اس کے لیے مانع یا باعث نظری ہوتا ہے جسکا منتہی اغور و فکر ہے یا وجدانی ہوتا ہے جسکا منتہی احساس وجذبات ہے ہمیشہ مانع کو باعث و مقتضی پر ترجیح دیتا ہے اور جب مانع و مقتضی مین سے

ایک جبلی جذبات واحساس ہوتا ہے اور دوسرا ایسا نہیں ہوتا تو ترجیح اکثر وجدانی اور احساسی شی کو دیجاتی ہے اس لئے میرا دل اس دعوت کے قبول کرنے پر اور مدرسہ دارالدعوۃ والارشاد کے انتظامات اور وہان کی درس وتدریس اور نیز رسالہ المنار کے تمام انتظامات وضروریات کے چھوڑ دینے پر اور دوست واحباب ومعتقدین وتلامذہ سے جدا ہونے کیلیے آمادہ ہونے پر مجبور کرتا تھا اور گو مین اُن لوگون مین نہین ہون جو مصلحت وعقل پر احساس کو ترجیح دیتے ہین اور گرچہ بعض احساسات اور خواہشین ایسی ہوتی ہین جو عین ہدایت وراستبازی ہوتی ہین جیسا کہ حدیث مین ہے لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ تم مین سے کوئی اُسوقت تک با ایمان نہین ہو سکتا جب تک اُس کی خواہش اُس امر کے موافق نہ ہو جس کو مین لایا ہون۔

وہ مدرسہ دارالدعوۃ والارشاد کھل گیا جو اسلامی خدمت کے سلسلہ مین میری انتہائے امید وغایت آرزو ہے اُسکو دیکھکر اور وہان کی درس وتدریس کو ابتدا کر کے خدا نے میری آنکھون مین ٹھنڈک بخشی تھی مجکو اس کی مفارقت کا پیغام ملا جبکہ وصال کی ابتدا اور اُس کے جمال سے تمتع حاصل کرنیکا پہلا موقع تھا اس وقت مجھ مین ایک ایسا جذبہ پیدا ہو جو اس کام کی کوشش کرتے وقت نہ تھا اور میری حالت اُس عاشق کے مثل تھی جو اپنے محبوب کی طلب مین سرگردان تھا اور جب اُس کی طلب پوری ہوئی تو مفارقت پر مجبور کیا گیا۔

یہ مختلف خیالات میرے دل ودماغ مین گردش کر رہے تھے۔ آخر مین نے دوستونکے مشورہ کے بعد اس معاملہ کو جماعت الدعوۃ والارشاد کے ارکان انتظامی کے سامنے پیش کیا ارکان نے بالاتفاق اس بات کو منظور کیا کہ مین آپ کی مجلس کی دعوت کو قبول کرون اور اُن کی طرف سے سفیر ہو کر مین یہان آؤن اور اونکی طرف سے ندوۃ العلما کو اور اس ملک کے اُن تمام مسلمانون کو جنسے ملنے کا مجکو موقع ملے سلام وتحیت ادا کرون اور اُن کے سامنے مسلمانون کی تعلیمی ترقی اور خدمت اسلام کے متعلق اپنے اور اپنی جماعت کے خیالات پیش کرون اسلیے اے معزز بھائیو! مین تمکو اپنی طرف سے اصالتاً اور تمہارے اُن مصری مسلمان بھائیونکی جماعت کیطرف سے جو تمہارے شریف احساس اور محمود کوشش مین تمہارے شریک ہین وکالتہً خطاب کرتا ہون ہان اب مین تمہارے سامنے ہون لبیک کہتا ہون اور تحیت دیتا ہون۔

برادران کرام! اگر مین نے تمہارا کچھ وقت اپنے سفر کے حالات کے تذکرہ مین ضائع کیا تو اس مین

میری نیت صالح تھی اور وہ صرف دو غرضون سے متعلق ہے اوّل یہ کہ مسئلہ تربیت و تعلیم کے بحث مذاکرہ مین اس بات کا شفیع ہو کہ آپ میری بات کی طرف کان دھرین کیونکہ اگر یہ کسی محقق تجربہ کار کے بیانات نہین ہین تو ایک مخلص حبیب کی نصیحت ضرور ہے اور جسکا یہ حال ہو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اگر وہ صحیح کہتا ہے تو قبول کیا جاوے اور اگر غلط کہتا ہے تو معاف کیا جائے۔ مین اس مسئلہ تربیت و تعلیم مین پندرہ سال سے بحث و مباحثہ مذاکرہ و مناظرہ تحریر و تقریر اور تعلیم کے ذریعہ سے مشغول ہون اور ایک مصر کے باشندہ کیلئے مسلمانون کی تعلیم و تربیت اور عام حالات کی اطلاع دوسرے ملک کے باشندہ سے زیادہ آسان ہے۔ اسی لئے بعض دانایان فرنگ کا قول ہے کہ "مصر جسم اسلامی کا سوچنے والا دماغ ہے" دوسری غرض حالات سفر کے بیان سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ مین ہی صرف تمھارے ملک کی زیارت اور تمھارے حالات کے معائنہ کا مشتاق نہین ہون بلکہ تمام مصری اور غیر مصری بھائیون کی غور و فکر کرنے والی جماعت اس مین میری شریک ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نہ ہر مراد پوری ہوتی ہے اور نہ ہر تمنا بر آتی ہے۔

برادران کرام تم پر اور تمھارے ملک کے تمام مسلمانون پر اُسی طرح اسلام کا یہ حق ہے کہ اسکے علوم اور فنون اور کارنامون کو زندہ کرو جسطرح مسلمانان مصر پر ہے۔ کیونکہ ایک مدت کے تجربہ نے ہمکو یقین دلا دیا ہے کہ ہندوستان و مصر کے سوا کوئی ایسا اسلامی ملک نہین ہے جہان تعلیم و تربیت کی آزادی خیالات کی بیداری اور دولت کی کثرت ہندوستان و مصر کی طرح ہو اس بنا پر ہمکو خدا کی اس عنایت کا اُس سے فائدہ اٹھا کر اور اسکو مصرف مین لاکر عملاً شکر ادا کرنا چاہیئے،

ہمارے روسی مسلمان تاتار بھائی بھی بیدار اور ہوشیار ہین اور اُنکے یہان بھی قابل ذکر اور قابل شکر تعلیمی ترقی ہے لیکن اُن کی گورنمنٹ اُن کی ترقی کا راستہ نہایت تنگ کرتی رہتی ہے اور اُن کے اساتذہ اور معلمین کو جلاوطن کرتی رہتی ہے اُن کو اشاعت تعلیم کے جرم مین کبھی جلاوطن کرتی ہے اور کبھی قید کرتی ہے۔ مشہور تاتاری عالم عالمجان تین برس سے اپنے وطن سے نکالدیا گیا تھا اور مصر مین مقیم تھا کیونکہ وہ اپنی مشہور درسگاہ واقع شہر قزان مین مسلمانون کی تعلیم و ترقی مین مشغول تھا عالمجان کا اتھہ اُس کا بھائی بھی جو اس کوشش مین اُس کا برابر کا شریک تھا جلاوطن کیا گیا۔

عبداللہ بوبی اور علیم اللہ بوبی دو شریف النسب بھائیون نے روس کے ایک قریہ بوبی مین ایک مدرسہ قائم کیا اس مدرسہ کی ترقی و انتظام مین ان دونون بھائیون نے حتی الوسع بہت کوشش کی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ نے گذشتہ سال کے موسم سرما مین ان دونونکو گرفتار کر لیا اور قید کر لیا اور ظاہر یہ کیا کہ قرآن کی عدالت فوجداری مین انکا فیصلہ ہوگا سال پورا گذر گیا اور وہ اب تک فیصلہ کے لیے طلب نہ کیے گئے ایک روسی اسلامی اخبار مین اب مین نے پڑھا تھا کہ اس موسم بہار مین امید ہے کہ اُن کا فیصلہ کیا جائے۔

روسی اخبار نووی وریمیا نے جو پیٹرسبرگ سے شائع ہوتا ہے چند مضامین لکھے جن مین گورنمنٹ کو آمادہ کیا گیا تھا کہ تاتاری مسلمانون کو ترکستان مین اشاعت تعلیم سے باز رکھا جائے اور اُسنے بتایا تھا کہ ان تاتاریون کی ترکستان مین آمد و رفت سے خطرہ پیدا ہونیکا اندیشہ ہے کیونکہ ان کے اختلاط سے ترکستانی مسلمانون مین بیداری پیدا ہو گی۔

یہ اُن مسلمانون کے حالات کا مختصر اشارہ ہے جو تم سے نہایت قریب ایک یورپین طاقت کے ماتحت ہین ٹیونس اور الجیریا کے مسلمانون کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ کیونکہ تاتاری ان مشکلات کے باوجود بھی تعلیم و تربیت مین کوشان ہین اور وہ ہمیشہ طلبہ کی جماعت بغرض تحصیل علم عربی مصر شام اور حجاز مین بھیجتے رہتے ہین تاکہ وہ واپسی وطن کے بعد معلّم اور اُستاد کا کام دے سکین۔ بعض تاتاری طلبہ علوم جدیدہ کی تحصیل کے لیئے قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہین گو روسی گورنمنٹ کی طرف سے ان طلبہ کی بڑی دیکھ بھال ہوتی رہتی ہے لیکن ٹیونس اور الجیریا کے مسلمان ان تاتاری مسلمانون کی طرح جرأت نہین کر سکتے۔ کیونکہ فرنچ گورنمنٹ اُن کی نگرانی نہایت سختی سے کرتی ہے بعض منصف مزاج فرانسیسیون نے اپنی اس سختگیری کو تسلیم کیا ہے اور اُنھون نے صاف بیان کیا ہے کہ اُن کا مقصد اس سے ارض مغرب سے اسلام اور اُس کی عربی زبان کو محو کرنا ہے لیکن بعض دوسرے فرانسیسیون کی رائے ہے کہ مسلمانون کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا آیندہ حالت کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے اور اس بات کے لیے کوشان ہین کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو یہ اچھی طرح سمجھا دین گو اُن کو ابتک اپنی اس کوشش مین کامیابی نہین ہوئی ہے۔ میرا دل نہین چاہتا کہ اس قسم کے جن کثیر واقعات سے مجکو اطلاع ہے اُن کا آپ سے زیادہ تذکرہ کرون۔

جاوہ اور ملایا کے مسلمانون کی حالت تمام دنیا کے مسلمانون سے زیادہ ردی ہے ہولینڈ نے اُن کے پامال طرف جہالت کی ایسی دیوار قائم کر دی ہے جس پر کوئی چڑھ نہین سکتا مگر آپ لوگ یہان کے مسلمانونکی تفصیلی حالات جاننا چاہتے ہین تو آپ کو ایک انگریزی مطبوعہ رسالہ کا حوالہ دے سکتا ہون آپ اُسکا ترجمہ کرکے اپنے اخبارات مین شائع کرین اور اُس سے عبرت حاصل کرین اور خدا نے آپ لوگون پر اپنا جو فضل نازل فرمایا ہے اُسپر شکر کرین اور تعلیم و تربیت کی اشاعت مین کوشش کرین۔

برادران کرم! برٹش گورنمنٹ اُن تمام گورنمنٹون مین بحیثیت آزادی کے سب سے بہتر ہے جو غیر ممالک قابض ہین جو لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ رہتے ہین اُن کو اپنی ترقی کا پورا موقع ہے بشرطیکہ وہ عقل و دانائی کی راہ اختیار کرین یہ موقع دوسری گورنمنٹون مین بالکل میسر نہین اور مقتضائے عقل و مصلحت یہ ہے کہ تمدنی و تعلیمی مصلحین ہر طرح و علانیہ ہر طرح پالٹیکس سے بالکل الگ ہین کیونکہ پالٹیکس کا یہ حال ہے کہ جس کام مین اُسکی ذرا بھی آمیزش ہو جاتی ہے وہ سارا کام غارت جاتا ہے ۔ حضرت الاستاذ مفتی محمد عبدہ کا یہی مقولہ تھا۔

اگر یورپ کی بعض مذکورۃ الصدر سلطنتین اس بنا پر مصلحین تعلیم کو سزا دیتین یا اُن کے ساتھ سختی سے پیش آتین کہ وہ اپنے کام مین پالٹیکس کی آمیزش کرتے ہین تو مین سب سے اوّل وہ شخص ہوتا جو اُن سلطنتون کو اپنے اس فعل مین معذور سمجھتا کیونکہ قواعد علم معاشرت نے جسکا منتہی علم تاریخ ہے ہمکو بتایا ہے کہ سلاطین کبھی اس جرم کو کہ اُن کی حکومت کی مخالفت کیجائے یا اُس کے سلب کی کوشش کی جائے معاف نہین کرتین اس جرم کے سوا اور تمام جرائم ممکن ہے کہ وہ معاف کر بھی دین اگر وہ اُن اشخاص سے صادر ہوئے ہین جنکے خلاص و اطاعت پر حکومت کو اعتبار ہے اسکی مثال پالٹیکس کی شریعت مین وہی ہے جو شریعت اسلام مین شرک کی خدائے پاک قرآن مجید مین فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ	خدا اس گناہ کو نہین معاف کرتا کہ اُسکے ساتھ شرک کیا جائے اور اُسکے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دیتا ہے

بعض ترقی یافتہ سلطنتون سے فیصلہ اور انتظام ملکی مین عدل و شفقت مشاہدہ ہوا ہے لیکن کسی ایسی حکومت کا نشان نہین دیا جا سکتا جسنے سیاست مین عدل و شفقت سے کام لیا ہو اور سیاست سے میری مراد حکومت و سلطنت کی حفاظت اور سلطنت پر دست درازی ہے لیکن انگلش گورنمنٹ اس بارہ مین بھی اپنی سختی اور سنگدلی کو عقل و مصلحت کی ترازو مین تول لیا

کرتی ہے پالیسی کے جسم مین ممکن ہے کہ دماغ مختل ہو لیکن کبھی اُس مین دل نہین ہوتا۔

گذشتہ حکومتہاے اسلامیہ تاریخ نے جن سلطنتون کا حال ہمین بتایا ہے اُن سب سے زیادہ رحمدل اور عادل تھین حتیٰ کہ زمانۂ فتوحات اور فوجی قبضہ کی حالت مین بھی حالانکہ یہ وہ مواقع ہین جو ہمیشہ سختی اور سنگدلی کا مظہر رہی ہین۔ او رمنصف مزاج مورخین کو تو حکومتہاے اسلامیہ کے متعلق یہ خود اعتراف ہے غرضکہ فلسفی مورخ گستاولی بان لکھتا ہے تاریخ کو عربون سے زیادہ عادل اور رحیم فاتح کا حال نہین معلوم ہے لیکن اگر خلافت راشدہ سے کسی امر کا قیاس نہین کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ خلافت نبوت تھی تو اموی اور عباسی خلافتون کا حال تو معلوم ہے کہ رعایا پر رحم و احسان اور عدل و انصاف کرنے مین دنیا کی تمام گذشتہ و موجودہ سلطنتون سے بہتر تھین لیکن یہ دونون بھی مخالفین و باغیان حکومت کے مقابلہ مین سنگدلی و سختی سے باز نہ آئین حد یہ ہے کہ ہمین آل رسول صلعم کی بھی انھون نے پرواہ نہ کی اُن کو ذبح کیا اُن مین سے جن کے متعلق یہ سنا کہ وہ طالب سلطنت ہے یا اسکی سلطنت کے لیے کوششین کی جاتی ہین اُن کو جہان پایا قتل کیا بلکہ تاریخ نے ایسی مثالین بھی پیش کی ہین کہ حکومت کی نوبت مین باپ نے بیٹے کے خون سے اور بیٹے نے باپ کے خون سے ہاتھ رنگین کیا ہے۔

برادران عزیز! جب آپکو اپنی گورنمنٹ کی طرف سے یہ اجازت حاصل ہے کہ اپنے بچون کی اپنے عقائد مذہبی و اخلاق عادت مذہبی پر تربیت کرین اور اُن کو دینی و دنیاوی امور مین مفید تعلیم جیسی آپ چاہین دین اور جب وہ بجز اس بات کے کہ اُسکی گورنمنٹ کا احترام کیا جائے اور کوئی شرط آپکی مجالس قومی و مدارس دینی و دنیوی سے تسلیم کرانی نہین چاہتی تو اس حالت مین اگر آپ خود کچھ نکرین تو وہ معذور ہے اور اگر آپ خود اپنی پوری طاقت اشاعت تعلیم مین صرف نہ کرین تو درحقیقت یہ آپکا ذاتی قصور ہوگا اور پھر ایسی حالت مین جب آپکی گورنمنٹ خود آپکو وطنی و مذہبی تعلیم پر آمادہ کرتی ہے مجکو یہ معلوم کرکے یک بیک نہایت سخت تعجب ہوا کہ انگلش گورنمنٹ خود مسلمانان ہند کو عربی زبان کی تحصیل کی ترغیب دلاتی ہے اور اُسکے لیئے اعانت کرتی ہے اور بعض وطنی مدارس کو معتدبہ مالی امداد دیتی ہے مثلاً مدرستہ العلوم علی گڈھ وغیرہ۔ نیز مسلمانون کو بغرض تعمیر مدارس مختلف شہرون مین گران قیمت زمینین عطا کی ہین خود یہ ندوۃ العلما کہ ایک خالص مذہبی انجمن ہے جسکا ایک مقصد اشاعت اسلام ہے آپکی گورنمنٹ نے اُس کو ایک نہایت بیش قیمت زمین عطا کی اور چھ ہزار سال کی امداد اُسکے لیئے منظور کی۔

میں اس موقع پر اُن واقعات کی تفصیل زیادہ نہیں کرونگا جن کو میں نے خود آپکے اہل وطن سے سُنا ہے چونکہ آپ کو مجھسے زیادہ باتیں معلوم ہیں لیکن اس سے میں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپکو بتاؤں کہ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ خود ملزم ٹھہرینگے اگر اشاعت تعلیم میں آپنے کمی کی - اقوام کا یہ حال ہے کہ جب تک وہ خود اپنی ترقی کے لے آپ کوشاں نہ ہونگے گورنمنٹیں انکو اپنی کوشش سے زبردستی ترقی نہیں دیسکتیں اسلیئے خدا کے بعد آپ کو خود اپنی کوشش وسعی اور جدوجہد پر بھروسہ کرنا چاہیئے خدا فرماتا ہے -

وان لیس للانسان الا ما سعیٰ | انسان کے لیے کوئی چیز نہیں ہے لیکن جو کچھ وہ کوشش کرے

مجکو لارڈ کرومر کا وہ جواب بہت پسند آیا جو انھوں نے مصر کے اُس ذی عزت رئیس کو دیا تھا جس نے لارڈ موصوف سے بطریق شکایت کہا کہ "اے لارڈ! آپنے مصر کی مالی حالت کو بہت کچھ سنبھالدیا لیکن اپنے سب خدمات اپنی خاص گورنمنٹ کیلئے صرف کیئے اور مسلمانوں کے لیئے کچھ نہیں کیا کہ وہ ترقی کرتے" لارڈ موصوف نے جواب دیا" کہ "جو آپ کو خود کچھ ترقی نہیں دیتا اُس کو دوسرا ترقی نہیں دیسکتا اس لیئے تم خود اپنی ذات سے کام کرو اور جب کام کرو اور مجھسے اعانت چاہو تو میں مدد دونگا -"

مسلمانوں کو اصلاح تعلیم و تربیت کی ضرورت - ہم مسلمانوں کو تعلیم و تربیت کی اصلاح کی جو ضرورت ہے وہ بدیہی ہے جس میں بیوقوفوں کے سوا کسی کو شک نہیں ہو سکتا - ازہر کے بڑے بڑے علمانے جو مشاہیر علمائے اسلام میں اور نیز علمائے قسطنطنیہ نے جن کے اقتدار اور اثر سے بڑھ کر ممالک عثمانیہ میں کوئی اقتدار اور اثر نہیں ہے انکو تسلیم کرلیا ہے انہیں سالوں میں علمائے ازہر و قسطنطنیہ اور عہدہ داران حکومت کی متعدد مجلسیں اس غرض سے منعقد ہوئیں جن میں اصلاح تعلیم کے لیئے بہت سے قوانین وضع ہوئے تعلیم کے لیئے نئے پروگرام وضع کیئے گیئے - جدید نصاب مقرر کیئے گیئے جو کتابیں پہلے درس میں داخل نہ تھیں وہ داخل کی گئیں جو داخل تھیں وہ الگ کی گئیں جدید علوم و فنون کی ضرورت سمجھی گئی اور اُن کا اضافہ ہوا - خود ندوۃ العلماء میں بھی آپ لوگوں نے یہی کیا ہے اور آپ لوگوں کو علمای اسلام میں جو مرتبہ اور عزت حاصل ہے وہ حاصل ہے علمائے ٹیونس بھی چند سال سے اس مسئلہ میں کوشاں تھے اور آخر انھوں نے بھی نظام تعلیم میں متعدد تغیرات کیئے لیکن باوجود اس کے یہاں اور وہاں اور ہر جگہ بعض اشخاص ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ و یقینی طور پر اپنی پہلی راہ کو جس پر وہ اب تک چل رہے تھے اور

اپنی پہلی حالت کو جس کے وہ خوگر ہو گئے تھے حقیقی مکمل چیز سمجھتے ہین جس مین کسی کمی بیشی کی گنجایش نہین مثلاً اصلاح جماعت اس موجودہ تعلیمی اصلاح کو جو از مصر اور قسطنطنیہ مین ہوئی ہے حقیقی اصلاح نہین سمجھتے بلکہ ایک تدریجی ترقی سمجھتے ہین " جسمین ابھی تکمیل کی ضرورت ہے۔

مخالفین اصلاح تعلیم کا جو حالات انسانی کے لحاظ سے کوئی نئی چیز نہین ہے کیونکہ خدا کی عادت یہ جاری ہے کہ تمام انسان کسی ایک بات پر اتفاق عام نہین کرسکتے۔ جمعیت انسانی کا جزو اعظم اپنی معاشرتی حالات مین ایک مدت مدید کے بعد تغیر کی ضرورت سمجھا کرتا ہے، ناگہانی اور عاجلانہ اصلاح نقصان اور خطرہ سے خالی نہین اس بنا پر اس قدامت پرست گروہ کا وجود جو اپنے قدیم نظام اور سسٹم کا عادی ہے اصلاح طلب جماعت کے لیے کچھ مضر نہین بشرطیکہ انھون نے اصلاح کو مضبوط پکڑ لیا ہے اور غور و فکر کے بعد وہ اس اصلاح کی لوگون کو دعوت دیتے ہین اور یہ اصلاح اس جدید زندگی کا اثر ہو جس کی روح تمام قوم مین پھونکی گئی ہو اسلیے کہ انجام کار اسی اصلاح طلب جماعت کو فتح حاصل ہوگی۔ خدا فرماتا ہے

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ	(بارش کے پانی مین) کف (جو غیر مفید ہے) بیکار جاتا ہے اور جو انسان کیلئے نافع و مفید ہوتا ہے وہ زمین مین ٹھہر جاتا ہے

مین یہان پر مناظرہ اور اظہار اور اظہار دلائل کے لیے نہین کھڑا ہوا ہون، بلکہ بھولنے والون کو یاد دلانے کیلئے اور غمزدون کی ہمت ابھارنے کے لیے کھڑا ہوا ہون اس لیے مجکو اس وقت نصیحت حاصل کرنے کے لیے خدائے پاک کا یہ ارشاد کافی ہے۔

ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم	خدا کسی قوم کی حالت کو اُس وقت تک نہین بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہین بدلدیتی۔

ہم مسلمانون کو ہماری تاریخ اور ہمارے اسلاف کے آثار اور کارنامے بتاتے ہین کہ ہم ہی پہلے دنیا مین پیشوا اور مقتدی تھے ہم ہی دنیا مین افسر اور سردار تھے ہم ہی دنیا مین حاکم عادل تھے ہم ہی دنیا مین عالم باعمل تھے ہم ہی دنیا مین نیک کردار ان باخلاص تھے ہم ہی دنیا مین سخی دولتمند تھے ہم ہی دنیا مین ماہر کاریگر تھے ہم ہی دنیا مین باکمال تاجر تھے بلکہ یون کہنا چاہیے کہ ہم ہی ہر چیز مین تمام اقوام عالم سے آگے تھے یہان تک کہ ہماری ایک قلیل جماعت کا بھی گذر اگر کسی قطعۂ ملک مین ہوجاتا تھا تو اُس کے دل کی باگ یہ جماعت اپنے ہاتھ مین

ے لیتی تھی اور اس ملک کو اس قلیل تعداد جماعت کی مذہبی اور اخلاقی پیروی کرنی پڑتی تھی اور حتی کہ اسی کی زبان بھی بولنی پڑتی ی لیکن اب کیا ہماری یہ حالت باقی ہے کیا ہم آسمان عزت و ترقی سے نیچے نہین لٹک آئے ہین؟ بلکہ نیچے نہین گر گئے ہین؟ ور تمام قومون سے پیچھے نہین ہو گئے ہین؟ حالانکہ ہم ہی تمام قومون کے پیشرو تھے۔ کیا ہمکو اسوقت اپنی گذشتہ اور موجودہ حالت پر غور نہین کرنا چاہیے اور دوسرے اقوام کی ترقی سے بلکہ ان بت پرست ہندوؤن کی ترقی سے عبرت نہین حاصل کرنی چاہیے یہ بت پرست جو آفتاب اسلام کے اس ملک مین طلوع ہونے سے پہلے اس حالت سے بھی بدتر حالت مین تھے جس بدتر حالت مین اب تک اُس قوم کے علماء افراد کو دیکھتے ہین جو برہنہ بدن پھرتے ہین جو جمادات کو حیوانات کو، دریا کو، آگ کو پوجتے ہین درخت کے پتے کھاتے ہین حقیقت یہ ہے کہ خدا نے ہماری حالت کو نہین بدلا جب تک ہمنے خود اپنی حالت نہ بدلی اور تمام کائنات مین خدا کا یہی قانون ہے۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا | اور خدا کے قانون مین ہرگز تغیر نہ پاؤگے۔

ہاں بیشک خدا نے ہماری دولت، ثروت، عزت اور حکومت کی حالت اُسیوقت بدلی جب ہمنے اپنی استقلالِ رائے، صحت فیصلہ، حقیقتِ علم، مکارمِ اخلاق محاسنِ اوصاف کو بدلڈالا خدا کی رسّی کو چھوڑ دیا۔ ایمان اور عمل صالح کی رشتہ داری قطع کردی۔ راستی اور صبر کی باہمی نصیحت ترک کردی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض چھوڑ دیا۔ ذاتی اغراض کو منافع عام پر ترجیح دیدی اسکے سوا اون تمام محاسن سے ہمنے روگردانی اختیار کی جنکو خدا نے مسلمانون کے اوصاف بتائے ہین اور جن کے بارہ مین خدا کہتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ | تم سب سے بہتر قوم ہو جو لوگون کے لیے پیدا کی گئی ہے اچھی باتون کا حکم کرتے ہو بری باتون سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

اسی طرح ہماری کمزوری۔ محتاجی۔ بدحالی۔ ذلت۔ باہمی حسد بغض وعداوت گروہ بندی وغیرہ جنکی ہم شکایت کرتے ہین لیکن اُن کے اسباب کو ہم ترک نہین کرتے خدا نہین بدلیگا جب تک ہم اپنی اندرونی حالت نہ بدلین اور اس ہدایت کی طرف رخ نہ کرین جس پر ہمارے اسلاف تھے۔ خدا رحمت نازل کرے امام مالک جن کا قول ہے آخری جماعت اسلامی کی انھین طریقون سے اصلاح ہو سکتی جن سے اوّل جماعت اسلامی کی

اصلاح ہونی تھی اور ہمارے اندرونی حالات مین صرف تربیت و تعلیم سے تغیر ہو سکتا ہے تغیر سے مراد تغیر اعمال ہے اور اعمال انسان کے علم و اخلاق کے مظاہر اور آثار مین اس بنا پر جب ہمکو حق و باطل مصالح و مفاسد اور نفع و ضرر کا صحیح علم ہوگا اور ہمارے اخلاق درست ہو نگے تو ہمارے اعمال خود بخود درست ہو جائینگے اور جن کا نتیجہ افراد قومی کا دینی و دنیاوی عروج و کمال ہے اسلیے ضرورت ہے کہ طریقہ تہذیب و تربیت اور نیز طریقہ تعلیم مین اصلاح کی جائے کیونکہ بالفرض اگر موجودہ تعلیم ہر چند صدیون سے چل رہی ہے مین اگر وہ ایسے اشخاص پیدا کر سکتا جو امت اسلامیہ کو اٹھا سکتے اور اُن کو اس تنگ سوراخ سے نکال سکتے جس مین ہم اب تک مین اُنکے نتائج ظاہر ہوتے اور چند صدیون سے ہم اس ذلت مین پڑے نہ رہتے گویا ہمکو فائح سے یا سکتہ ہے لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ اس تربیت سے جس سے ہمکو اپنے اخلاق کی درستگی اور اپنی ہمتون کی بلندی کی امید ہے کیا مقصود ہے اور اُسی طرح اُس تعلیم سے کیا مقصود ہے جس سے ہمارے خیالات کی ترقی اور اپنی ضروریات کا علم ہو۔

چھوٹے بچون کی ابتدائی تعلیم جس پر آئندہ حالت کا مدار ہے وہ ہمارے ہان نہ لائق بحث و تحقیق ہے اور نہ مستحق عمل اکثر مسلمان اپنے بچون کو یون ہی بیکار چھوڑے رکھتے ہین جو سوسائٹی کے اثر سے اچھی یا بری تعلیم حاصل کرتے ہین بعض مقلدین یورپ بعض ممالک مین یوروپین اتالیقون کے شیدا ہین اور اپنے ان پارہائے جگر کو اُن یوروپین اتالیقون کے آگے ڈالدیتے ہین جو ان لڑکون اور لڑکیون کو اپنی زبان سکھاتے ہین اور اپنے قومی عادات و خصائل پر اُن کی تربیت کرتے ہین بڑون کی ہدایت و ارشاد کی خدمت مشائخ اور صوفیون کے سپرد ہے جن مین سے اکثر مکار اور جاہل ہوتے ہین جو اپنے پیرون کی بدعت گراہی اور ضلالت اور بڑھا دیتے ہین۔

مذہبی تعلیم۔ کی بے ڈھنگی اور اُس کی بدتر طریقہ تعلیم اور اُس مین اصلاح اور اُس کے لیے جدید قواعد نظام اور نصاب کی ضرورت پر ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہین لیکن کیا اسیقدر اصلاح کی ضرورت ہے ؟

ابن خلدون نے جیسا لکھا ہے تعلیم بھی ایک قسم کا فن ہے جو ترقی تمدن کی ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے ہمارے اسلاف حسب ضرورت و حاجت بر بنائے عقل و تجربہ تعلیم کے مختلف طریق اختیار کرتے رہتے تھے سب سے پہلا طریقہ تعلیم جس پر انھون نے عمل کیا وہ طریقہ **روایت و املا** ہے۔ اُستاد زبانی تعلیم دیتا تھا اور طالبعلم اُس کو زبانی سنتا تھا اور اُس کو زبانی یاد رکھتا تھا۔ لکھنے کا دستور نہ تھا پھر زبانی اور بذریعہ کتابت دونون کی

مخلوط تعلیم شروع ہوئی پھر ایک اور طریقہ جاری ہوا اور وہ زبانی اور لکھے ہوئے علوم سے استنباط دلائل، آزادی کے ساتھ کے باہمی دلائل مین ترجیح و موازنہ اور جانب راجح کی اتباع کا طریقہ تھا اسکے بعد مختلف علوم فنون مین کتابین تصنیف ہوئی قدما کی تصنیفات مبسوط مفصل سہل العبارۃ اور عام فہم ہوتی ہین جن مین ہر ہر مسئلہ پر نہایت کثرت سے شواہد اور مثالین ہوتی ہین پھر لوگ اپنے سے پہلے لوگون کی تصنیفات کو پڑھنے لگے اُن کے مشکل مسائل کا حل کرتے تھے پہلے مصنف نے جو غلطی یا کمی کی تھی اُس کی اصلاح کرتے اور اُس پر دلائل و شواہد قائم کرتے تھے اسکے بعد لوگون کی ہمتین کمزور ہوگئین ارادے سست ہو گئے۔ اسلیے لوگ قدما کی تصنیفات کا اختصار کرنے لگے اہم قواعد اور مسائل کو مختصر عبارت مین جو دلائل اور شواہد سے خالی ہو بیان کرنے لگے اس اختصار اور ایجاز مین مصنفین متاخرین مین باہمی سابقت شروع کی، یہان تک کہ ان مین سے ایک کا قصہ ہے کہ وہ اس قدر مختصر عبارت لکھتے تھے کہ تھوڑے دنون کے بعد جب وہ خود اُس کو پڑھنے بیٹھتے تھے تو غایت اختصار سے خود اپنا مفہوم آپ نہین سمجھ سکتے تھے اس کے بعد اُن مختصر کتابون کی شرح کا طریقہ رائج ہوا پھر شرح شرح اور حواشی اور تقریر وغیرہ کا طریقہ جاری ہوا اور یہ تمام کتابین درس مین داخل کی گئین جو طلبہ کو پڑھائی جاتی ہین اُستاد پہلے متن شروع کراتا ہے پھر اُس کی شرح پڑھاتا ہے پھر حاشیہ پڑھاتا ہے پھر اُس کی تقریر پڑھاتا ہے، اسوقت اُن اُستاد اور شاگردون کی اصلی توجہ ان شارحین کی عبارات اور الفاظ کی طرف ہوتی ہے تاکہ متن کے لاینحل رموز حل ہون اور ماتن جو چیستان کہتا ہے وہ سمجھ مین آئے اور ان الفاظ و عبارات پر جو اعتراضات پڑتے ہون اور ان اعتراضات کے جو جوابات ہون وہ ذہن نشین ہون، گو یہ جوابات الفاظ و عبارات کے ایسے معنے قرار دینے سے حاصل ہون جو نہ معنی قرار دئے جا سکتے ہین اور نہ وہ مقصود ہین،

یہ ایک گذشتہ زمانہ کے طریقۂ تعلیم کا مختصر بیان تھا جس سے معلوم ہوگا کہ کسطرح مختلف دورون مین تعلیم کے طریقے بدلتے رہے ان تمام طریقون مین سے صحیح تر طریقہ قدیم تر طریقہ ہے مسلمان ان طرق تعلیم مین سے ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقۂ تعلیم دفعۃً اور یکبارگی نہین اختیار کرتے تھے۔ کیونکہ تغیر و انقلاب کسی عام محکمہ کی طرف سے پیدا نہین کیا جاتا تھا۔ جسکا کام قوانین نظام درس اور نصاب وغیرہ مقرر کرنا ہے اور جو ان قوانین کو اور نظام و نصاب مقررہ کو تمام پروفیسرون اور استادون کے حوالہ کرتا ہے کہ وہ ان کے موافق تعلیم دین جیسا کہ آجکل موجودہ متمدن

ممالک مین زبانت علوم و فنون کیا ترقی ہو بلکہ انمین تغیر و انقلاب تدریجاً پیدا ہوتا تھا عباسیون کے زمانہ مین ایک قسم کا
نظام درس جبتہ پیدا ہوا جس کی تقلید بڑے بڑے مدارس مین کی گئی خصوصاً مدرسہ نظامیہ بغداد مین اور اسکے
قسم کے مدارس بغداد اور بغداد کے علاوہ اور شہرون مین موجود تھے اُن مین کی گئی لیکن اس نظام کو ترقی نہوئی اور اسکے
طرق مدوّن ہوئے اور نہ عام طور سے اُن کو پھیلایا گیا کیونکہ تنزل کے آثار کا جسم قوم مین پیدا ہونا اسوقت شروع
ہوچکا تھا اس بنا پر بڑے بڑے علما طریق تعلیم کی تحقیق کے لیئے کھڑے ہوئے - اور اس مسئلہ پر انھون نے مختلف
کتابون مین امام غزالی نے احیاء علوم الدین کی کتاب العلم مین اور امام غزالی کے شاگرد ابوبکر عربی نے پھر علامہ
ابن خلدون نے اور پھر شیخ زکریا انصاری نے اس پر بحثین کین لیکن مناسب یہ تھا کہ مسائل تعلیم پر مستقل تصنیفات
کی جاتین اور بڑے بڑے مدارس کو جو طریقہ تعلیم بحث و تحقیق سے صحیح قرار پاتا اُس کی تعمیل و اجرا پر مجبور کیا جاتا
گو یہ کام سلطنت کی حکم سے کیون نہوتا اور یہ طریقہ تعلیم اُس وقت تک زیر عمل رہتا جب تک اُس مین کوئی خاص کمی
یا غلطی ظاہر نہوتی اور اس وقت طریقہ تعلیم کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا جیسے آجکل متمدن حکومتون مین سررشتہ
تعلیم وقتاً فوقتاً قوانین و قواعد تعلیم مین ترمیم و تنسیخ کرتا رہتا ہے ان علماء نے جنھون نے مسائل تعلیم پر بحثین کین وہ
اس لیئے ایسا نکر سکے کہ قوم کے انحطاط و تنزل کا زمانہ شروع ہوچکا تھا ایسی حالت مین کیونکر عروج و ترقی کے ان قوی
اسباب کی طرف توجہ ہوتی ہمین نے اس مسئلہ کو امام فن بلاغت شیخ عبدالقاہر جرجانی کی اسرار البلاغۃ کے مقدمہ
طبع مین بیان کیا ہے کتاب مذکور فن بیان مین ہے اور اس کی دوسری شاخ کتاب دلائل الاعجاز ہے جو فن
معانی مین ہے یہ دونون کتابین ہمارے بیان کردہ تعلیمی و تصنیفی ترقی و تنزل کی سب سے عمدہ مثال ہین یہ دونون
کتابین سب سے اوّل وہ کتابین ہین جن کی وجہ سے فن بلاغت مدوّن ہوا اور اُس کے قواعد و قوانین کلیہ بنکر
ابواب و فصول مین اُس کی تقسیم ہوئی اور باوجود اس کے ودعاب تک اس فن کی ان تمام کتابون سے بہتر ہین جو
ان کے بعد تصنیف ہوئین اور جن کی تصنیف مین اس کتاب سے مدد لی گئی خصوصاً اس فن کی مشہور اور متین
کتابون کی تصنیف مین جیسے سکاکی کی مفتاح اور تفتازانی کی مطوّل اور مختصر جن کی باریک بینی پر علمائے عرب
و عجم بیساختہ مفتون ہوگئے اور ان کو درس مین داخل کردیا جس سے تمام مدارس اسلامیہ مین فن بلاغت مردہ ہوگیا
اسی لیئے ہمنے شیخ مفتی محمد عبدہ کے ساتھ ملکر اسرار البلاغۃ اور دلائل الاعجاز کے نسخے حجاز - عراق اور قسطنطنیہ

سے بہم پہونچانے کی اور اُس کی تصحیح وطبع کی کوشش کی شیخ نے جامع ازھر مین ان دو فنون کتابون کا درس دیا جس سے بہت سے طلبہ کو فائدہ ہوا اور عملی طور سے عربی بلاغت کی ایک حرکت ازھر مین پیدا ہوئی اور جسم بلاغت مین ایک طویل مدت کے بعد زندگی کی روح ساری ہوئی سررشتہ تعلیم سوڈان نے اُن کو گارڈن کالج کے کورس مین داخل کر دیا اسیطرح اگر مین چاہون تو علوم اسلامیہ مین سے ہر علم کی تدریس وتصنیف مین جسطرح تنزل پیدا ہوا ذکر سکتا ہون لیکن اس اجلاس کا وقت تنگ ہو جائیگا اور جن علمائے کرام کی تقریرین سننے کے آپ منتظر ہین اُن کی تقریر کا وقت فوت ہو جائیگا۔

ہمنے تصنیف وتدریس کے جس تنزل کا ذکر کیا وہ تمام بلاد اسلامیہ کو محیط تھا اور ایسا ہونا کچھ تعجب انگیز نہین ہے کیونکہ تمام مسلمان ایک قوم ہین جس کی علمی وعملی ترقی اُس کی مذہبی کتاب کی ہدایت کے تابع تھے اور اسیطرح اس کی پستی مذہب کے رستہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن ممالک عجم کو تعلیم دین ووسائل تعلیم دین مین ایک اور مرض لاحق ہوا وہ یہ کہ عربی کی تعلیم وتدریس طلبہ کو بذریعہ ترجمہ اسطرح شروع کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی زبان اور مذہب دونون مین بیکار ہوگئی یہ مصیبت پر مصیبت ہوئی اس لیئے کہ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طالب علم اپنی عمر کا ایک معتدبہ حصّہ کو بیکار زبان کے چند عام قواعد صرف معلوم کرتا ہے جس کو وہ اسطرح نہین جانتا جسطرح زبانون کو جاننا چاہیئے اسلیئے اُن قواعد کو جزئیات پر تطبیق دینا اور زبان کی تعلیم سے جو مقصود ہے اس تک پہونچنا سخت مشکل ہوا، زبان کی تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ طالب علم کو ایسی استطاعت ہو جائے کہ وہ بلا تکلف اُس زبان مین لکھنے اور بولنے پر اور بلا تردد بلیغ کلام کو سمجھنے پر قادر ہو جائے اور اس کلام سے بغیر کسی تصنع کے اُس کے دل پر اثر پیدا ہو یعنی اگر کلام قناعت پیدا کرنے والا ہو تو وہ قانع ہو جاوے اگر کلام واعظانہ ہو تو وہ اس سے نصیحت حاصل کرے اگر مسرت وخوشی کا کلام ہو تو اُس کے دل مین خوشی پیدا ہو اور اگر وہ غم والم سے بھرا ہو تو وہ غمگین ہو۔

پہلی اسلامی صدیون مین علمائے عجم اپنے اُن عرب بھائیون کے ساتھ جو اُن کے ممالک مین اقامت گزین تھے یا مصر وشام وافریقہ واندلس وغیرہ دیگر ممالک مین رہتے تھے تصنیف وتالیف۔ انشا پردازی اور شاعری مین برابر کے شریک تھے اور اُن کے ساتھ ملکر ہر قسم کا کام کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ اتحاد اسلامی کے

بہترین نظر تھے۔ گذشتہ علماے عجم کو یہ قدرت اس لیئے حاصل ہوتی تھی اور یہ اسلیئے ایسا ہوتا تھا کہ وہ عربی زباندانی مین کمال علمی حیثیت سے بہم پہونچاتے تھے اسکا نتیجہ یہ تھا کہ وہ عربی زباندانی مین اوسیطرح کامل ہوتے تھے جس طرح خود عرب ہوتے تھے۔ لیکن جب ہمتین کمزور ہوگئین ارادے سست ہوگئے اور عربی زبان کی تعلیم مین ترجمہ کی بدعت داخل ہوئی تو یہ کمال جاتا رہا۔ مذہبی وادبی علوم کمزور ہوگئے اور اتحاد اسلامی کی بندش ڈھیلی ہوگئی اور اسکے بعد پھر عجمی ممالک مین ان کتابون کی تعلیم سے جن کی طرف مین نے اشارہ کیا۔ کسی لیاقت کی بنا پر چند لوگون کے سوا جو انگلی پر گنے جا سکتے ہین کوئی بڑا شخص پیدا نہوا بلکہ مین کہسکتا ہون کہ وہ اسقدر کم لیاقت و کم استعداد ہین کہ ہم عربون تک انکا کوئی کلام خواہ نظم یا نثر نہین پہونچا جس مین عجمیت کی سستی نہو۔ مشہور حکیم اور مصلح سید جمال الدین افغانی جس نے مصر مین علمی وادبی روح پھونکی اور جس نے اپنے طلبہ کو تحریر و تقریر پر آمادہ کیا اور اسکی طرف انکی رہنمائی کی اور جو خود بلیغ انشا پرداز اور مقرر تھا یہانتک کہ وہ بغیر رکاوٹ کے گھنٹون تک عربی مین تقریر کرسکتا تھا۔ باوجود ان کمالات قدرت علمی کے آخر عمر تک وہ ان اعلام پر حرف تعریف داخل کرتا تھا جن پر حرف تعریف لانا جائز نہین ہے اور نیز اسکے لہجہ اور بعض الفاظ سے عجمی پن ظاہر ہوتا تھا اور اس کی زبان مین وہ صفائی نہ پیدا ہوئی جو زمخشری وغیرہ گذشتہ علماے عجم مین تھی جن کے متعلق ابن خلدون کا قول ہے کہ یہ لوگ بجز اس کے نسباً عجمی ہین اور کوئی بات ان مین عجمیت کی نہین پائی جاتی اس کی وجہ یہ تھی کہ افغانی مرحوم نے پہلے کتابون کے ذریعہ سے علمی طور سے زباندانی حاصل کی پھر کبر سنی مین اپنی ذکاوت و روشنی ذہن سے وہ راستہ معلوم کیا جس سے کہ نفس مین عربی زبان مین زباندانی کا ملکہ پیدا ہوا اسلیئے مصر مین اپنے عرب طلبہ کو جب تعلیم دی تو وہ لوگ خود اُن سے زیادہ بے تکلف سلیس اور عمدہ عبارت پر قادر ہوگئے۔

فضلاے کرام! آپ جانتے ہین کہ ہر فن کے قواعد کلیہ اُس کے جزئیات سے منتزع ہوکر بنتے ہین اسلیئے فطرتاً جزئیات کا علم کلیات کے علم پر مقدم ہوتا ہے اسلیئے ترتیباً بھی جزئیات کی تعلیم کلیات کی تعلیم پر مقدم ہونی چاہیے۔ مثلاً اگر نوع حیوان اور نوع نبات کی جنس و فصل کسی ایسے شخص کو بتلائی جائے جسنے ان چیزون کو خود اپنی آنکھون سے نہین دیکھا ہو یا بہت کم دیکھا ہو پھر وہ ایک باغ مین داخل ہو جس مین انواع

کے افراد موجود ہون تو کیا ایسی حالت مین وہ صرف جنس و فصل کی ترکیب سے بنائی ہوئی علم تعریفات و قواعد کلیہ کے ذریعہ سے وہ ان چیزون کی ان جزئیات کو پہچان سکتا ہے۔؟ نہین نہین وہ بالکل نہین پہچانیگا۔ لیکن وہ اگر ان جزئیات سے واقف ہے تو ان کلیات کو ذراسی تنبیہ مین نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور اونکے مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز امور سے واقف ہو سکتا ہے۔

زبان کے مفردات کی مثال ٹھیک انھین انواع کائنات کی جزئیات کی طرح ہے جو ایک دوسرے سے فاعلیت مفعولیت حقیقت اور مجاز مین مشترک ہوتا ہے اسلیے فاعل و مفعول و حقیقت و مجاز کے ضبط کے لیے جو قواعد موضوع ہین اونکو وہ شخص آسانی سے نہین سمجھ سکتا جو مفردات زبان کے استعمال سے واقف نہین ہے۔ پھر اگر سمجھ بھی لے تو اُن قواعد کو وہ استعمالاً مفردات کلام مین جاری نہین کر سکتا لیکن جو شخص کہ ان مفردات کے استعمال سے واقف ہے وہ زمانت آسانی سے ان قواعد کو سمجھ لیگا خصوصاً جبکہ ان قواعد کی تعلیم کے وقت بہت سے شواہد اور مثالین اُسکے سامنے پیش کی جائین۔

یہ طریقہ تعلیم اُس فطرت کے مطابق ہے جسپر خدا نے انسان کو مخلوق کیا ہے اور اس کی مخالفت درحقیقت فطرت کی مخالفت ہے۔ لوگ عموماً زبانون کی تحصیل اُن زبانون کے مفردات کے ذریعہ سے عملاً حاصل کرتے ہین اور اسیطرح دیگر کائنات اور موجودات کا علم اُن کے افراد و جزئیات کے علم سے ہوتا ہے جن لوگون نے علوم یا زبانون کے قواعد کلیہ وضع کیے ہین وہ عقلا کی ایک جماعت ہے جس نے ان چیزون کا اچھی طرح علم حاصل کیا اور پھر غور و فکر سے اُن سے قواعد کلیہ مخترع کیے ان وجوہ سے اگر ہم چھوٹے بچون کو یہ تکلیف دین کہ وہ جزئیات یا مفردات زبان سے پہلے ان قواعد کلیہ کو سمجھ لین تو گویا ہم ان کو مجبور کرتے ہین کہ وہ ابھی شباب سے پہلے بڑے بڑے علما اور عقلا ہو جائین کہ ان عقلی قواعد کلیہ کا حقہ سمجھین اس بنا پر جب ہم اُن کو مفردات اور جزئیات سے پہلے قواعد کلیہ کی تعلیم دیتے ہین۔ تو درحقیقت ہم ان کو ایک سخت مصیبت مین مبتلا کر دیتے ہین۔

ہمارے علمائے متقدمین کو طریقہ تعلیم زبان عربی کی آسانی کی ویسی ضرورت نہ تھی جیسی ہکو ہے کیونکہ عربی زبان اُن کی مادری زبان تھی اور اس کے ساتھ اُن کے قواعد زبان کی کتابین جیسے کتاب سیبویہ

ہماری کتابون سے زیادہ تعلیم فطری کے موافق تھین کیونکہ اُن مین نہایت کثرت سے شواہد اور مثالین ہوتی تھین جو قواعد کلیہ کی توضیح کرتی ہین۔

مجھے کیا سبب جو مین منطق اور فنون زبان دانی کی مثالین بیان کر رہا ہون اور جو چیز اس سے زیادہ اہم اور اعلی ہے اُس کو نہین بیان کرتا اور وہ قران مجید اور فن تفسیر کی تعلیم ہے، جو تعلیم عربی کا مقصد اعلی ہے اور غایت حقیقی ہے شاید جب مین یہ بیان کرنے لگون کہ ہمکو کیونکر فن تفسیر کی ایسی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے جو ہمکو قران مجید سے رہنمائی حاصل کرنے مین مدد دے تو مین اُن بہت سے حضرات کے اعتراضات کا نشانہ ہونگا جو سمجھتے ہین کہ قران مجید کو سمجھنے کی ضرورت اُن مجتہدین کے سوا کسی اور کو نہین ہے جو عبادات و معاملات کے ظواہر احکام فقہیہ جن کی حکام کو عدالتون مین اور مفتیونکو ضرورت ہے استنباط کرتے ہین ان حضرات کا خیال صحیح نہین ہے نفس قران کی تعلیم کے ڈر سے وہ ڈر جاتے ہین اور وہ سمجھتے ہین کہ قران مجید کے سمجھنے سے لوگون کو علیحدہ رکھنا اور ان کو اس سے باز رکھنا مذہب کی خدمت و حفاظت ہے۔

برادران کرام! خدا نے قران مجید تمام انسانون کی ہدایت کے لیئے بھیجا ہے۔ ہدایت حاصل کرنا صرف اُن مجتہدین کے لیئے مخصوص نہین ہے جو احکام عملیہ فقہیہ کا استنباط کرتے ہین، قران مجید مین آیات احکام اُن آیات کے مقابلہ مین کم ہین جن سے مقصود عقل اور روح کی ہدایت ہے اور اُن کو اعلی مدارج فلاح تک پہونچانا ہے، ہمارے سلف صالحین ابتدائی صدیون مین اسی قران سے ہدایت حاصل کرتے تھے اور اُسی کی زندگی سے زندگی پاتے تھے اور حالانکہ وہ کل کے کل اس اصطلاح معروف کی حیثیت سے مجتہد نہ تھے۔

اگر قران مجید کی ہدایت اور اُس کی قوت ان بزرگان سلف کی حقیقی روح نہ ہوتی تو وہ بہترین قوم نہ ہوتے جو تمام دنیا کے لیے نمونہ بنائی گئی تھی جیسا کہ قران مجید نے اُن کا یہ وصف بیان کیا ہے جب ان بزرگون کے اتباع و تاثیر سے اسلام پھیلا تو قران مجید نے اون کے نفوس کو پاک کر دیا تھا اور اُنکی عقلون کو بڑھا دیا تھا یہان تک کہ کسی ملک مین اُنکا گذر جب ہوتا تھا تو خواہ نخواہ لوگون کے قلوب اُن کی طرف کھنچ آتے تھے۔ حالانکہ نہ وہ اس ملک کی زبان جانتے تھے اور نہ وہان کے باشندون

کے لیے ایسے مدارس قائم کرتے تھے جن مین وہ اُن کے بچون کو اپنا مذہب اور اپنے مذہب کی زبان کی تعلیم دیتے تھے پھر باوجود اس کے کیونکر اسلام اس قلیل مدت مین اقصائے ہندوستان سے اقصائے افریقیہ اور یوروپ تک پھیل گیا۔

نادان کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ سبحان اللہ یہ واقعہ ہے کہ یہ مذہب تنہا ایک شخص یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی کوشش سے پیدا ہوا۔ اُس کی قوم اُس کی زندگی تک اُس سے ہمیشہ لڑتی رہی اور اُس کو کامل فتح اپنی قوم پر اپنے وفات کے کچھ ہی دن پہلے یعنی فتح مکہ کے سال حاصل ہوئی۔ پھر اُس کے بزرگ دوستون کی مختصر جماعت تمام حجاز مین پھیل گئی۔ ایسی حالت مین کیا اس مختصر جماعت کے لیئے یہ ممکن تھا کہ تمام دنیا کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرے حالانکہ وہ مفتوح اقوام سے ایک نہایت معمولی ٹیکس جزیہ کے نام سے لیتے تھے۔ یہ ٹیکس اس قدر معمولی اور ادنیٰ ہوتا تھا کہ جس سے زیادہ کم کسی فاتح نے اپنی مفتوح قوم سے نہین لیا۔ پھر اسکے ساتھ اپنے مفتوحین سے وہ حسن معاملہ اور عدل وانصاف کے ساتھ پیش آتے تھے اُن کو حقوق برابر کا عطا کرتے تھے اُن کو ہر قسم کی آزادی دیتے تھے اور ان کو اجازت تھی کہ باہمی نزاع ومخاصمت کے مقدمات اپنے روسائے مذہبی کے سامنے لیجائین اور اُن سے فیصلہ چاہین؟؟ نہین ہرگز نہین اُنھون نے کسی کو بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور نہین کیا۔ ہان اُنھون نے لوگون کے دل اور عقل کو اپنے طرف کھینچ لیا کیون؟ اسلیے کہ اُن مفتوح اقوام نے ان صحابہ کرام کو تمام لوگون سے زیادہ رحمدل زیادہ عادل زیادہ بااخلاق پایا اس لیئے ان کی اقتدا کی اور چاہا کہ یہ بھی مثل ان کے ہوجائین۔ اس بنا پر گروہ در گروہ لوگ اسلام مین داخل ہونے لگے اور عربی زبان حاصل کرنے لگے تاکہ اُس کو سیکھکر اس کتاب عربی مبین کی روشنی سے ہدایت حاصل کرین جس نے ان کمزور اور مسکین لوگونکو دنیا کا پیشوا بنادیا اور اسی بنا پر عربی زبان بھی مذہب اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ سرعت کے ساتھ اشاعت پاتی گئی۔ حالانکہ اس وقت عربی زبان کے لیے مدارس قائم ہوتے تھے اور نہ کتابین مدوّن ہوئی تھین ہر شخص جو اسلام کی مقدس عربی زبان اچھی طرح جانتا ہے اُسکے لیے ممکن ہے

کہ وہ قرآن شریف سے ہدایت اور اس کے نصائح و اخلاق سے عبرت حاصل کرے گو اُس نے عربی کی کوئی کتاب نہ پڑھی ہو کیونکہ قرآن مجید کا اثر عربی زبان سمجھنے والون کے دلون مین حیرت انگیز ہے یہانتک کہ بعض غیر اہل زبان ہمارے ہان مصر مین قرآن مجید کو نہایت حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ بہت سے عیسائیون کو بعض جلسون مین قرآن شریف پڑھتے سن کر یہ کہتے سنا ہے کہ اس قرأت کا دل پر نہین گہرا اثر ہوتا ہے حالانکہ وہ قرآن مجید پر ایمان نہین رکھتے ہین۔ ایسی حالت مین اُن خالص مسلمانون کے دلون کی کیا حالت ہوگی جو خدا کے اس قول کے مصداق ہین۔

الله نزل احسن الحديث كتابا متشابها مثاني تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين قلوبهم وجلودهم الى ذكر الله

خدا نے عمدہ بات یعنی ایسی کتاب اتاری جس کے باہم اجزا متشابہ ہین دو دو ہین۔ اس کو سن کر اُن لوگون کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہین اور اُن کا دل اور نرم ہو کر خدا کی یاد کی طرف مائل ہوتا ہے

اور جو اُس کے اس قول کے مصداق ہین۔

انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله اولئك هم الصادقون۔

مومن وہی ہین جو خدا اور اسکے رسول پر ایمان لائے پھر شک و شبہہ نہین کیا اور اپنی جان و مال سے خدا کے راستہ مین کوشش کی یہی سچے لوگ ہین۔

کیا جو شخص عربی زبان سے واقف نہین کیا وہ ان سچے مومنین مین سے ہوسکتا ہے۔
دوسری جگہ خدا فرماتا ہے۔

لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون ۝

اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ وہ خدا کے خوف سے پست پارہ پارہ ہوجاتا۔ یہ مثالین ہم لوگون کے لیئے بیان کرتے ہین تاکہ وہ سوچین

خداے پاک کے الفاظ وتلك الامثال پر غور کرو۔ خدا نے اس مثال سے ہمین بتایا ہے

کہ ہمارے دل پتھر سے زیادہ سخت نہون اور یہی حالت اُس شخص کی ہے جس مین قرآن شریف سے خشوع نہین پیدا ہوتا اور نہ ان کے نصائح سے اثر حاصل کرتا ہے۔

اگر ایک صحیح طور سے عربی سمجھنے والا ان آیات کریمہ کو سنے جن سے اس اجلاس کا افتتاح کیا گیا ہے

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا انہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون	ایمان والو! خدا اور رسول کی پکار سنو جب وہ تمکو اس امر کیلئے پکارے جو تمکو زندہ کردیگا اور یقین جانو کہ وہ انسان اور اسکے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور اُسکی طرف تم سب لوگ جمع کیے جاؤ گے

تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو قرآن شریف کی طرف جو دعوت دی وہ درحقیقت ایک ایسی چیز کی طرف دی جس سے ہمکو روحانی پاک زندگی حاصل ہوسکتی ہے جس کے حصول کے بعد ہم ایک معزز اور محترم قوم بن جائین اور پھر اس کے بعد اس شخص کا ذہن قرآن شریف مین غور وفکر کرنے کی طرف منتقل ہوسکتا ہے تاکہ وہ اُن روحانی اور معاشرتی قوانین تک پہنچ سکے جن کے ذریعہ سے خدائے پاک اس روحانی پاک زندگی کے اسباب ظاہر کرتا ہے اور اسکا ذکر قرآن مجید مین نہایت کثرت سے ہے اور یہ اُن آیتون مین نہین ہے جن مین وہ نسخ لاحق ہوتا ہے جن کا جاننا اجتہاد کے لیے ضروری ہے۔

اس زندگی کا بیان قرآن مجید مین بعض دیگر احکام ومسائل معاملات مثل احکام حیض بیع۔ سلم۔ اور شرکت وغیرہ کی نسبت سے زیادہ بلند رتبہ ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔

ینزل الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔	وہ اپنے حکم سے بندون مین جسپر چاہتا ہے روح نازل کرتا ہے۔

خدائے پاک نے اس موقع پر وحی کو روح کے لفظ سے تعبیر اس لیئے فرمایا کہ وحی روحانی اور باطنی زندگی کی روح پھونکدیتی ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ دنیا مین پیشوایان نیکی وبہتری اور آخر مین وہ سعادت وفلاح پاتے ہین وہ روحانی ومعنوی زندگی جسکا اثر ہمارے سلف صالحین مین ظاہر ہوا اور وہ تمام دنیا کے سردار ہوگئے۔ جب کہ ہمنے اس کی طرف پہلے اشارہ کیا اور ہم اُس

زندگی کو ڈھونڈتے ہین اور اب اُس کے اسباب وعلل کی تحقیق کرتے ہین۔

مین چاہتا تھا کہ اپنی تقریر کا عنوان وموضوع اُن آیات کو قرار دون جن سے اس جلسہ کا افتتاح ہوا اور اس "زندگی" پر تفصیلات بحث کرون لیکن مولانا شبلی نے کل فرمائش کی کہ مین تعلیم پر کچھ کہون مجھے امتثال امر سے چارہ نہ تھا اور مین نے اپنی تقریر کا اس آیت سے افتتاح کیا۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور	اس خدا کی حمد جس نے مرنے کے بعد ہمکو پھر زندہ کیا اور اسکی طرف اٹھ کے جانا ہے۔

صرف اسی زندگی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اور اس لیے کہ ہم یہ بتاین کہ اب اس زندگی کا کتنا حصہ حاصل کر رہے ہین۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ آیت سوکر اُٹھتے وقت پڑھی جاتی ہے اور اس آیت سے اپنی تقریر کا افتتاح کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ اس زندگی سے ہم اتنا فائدہ اٹھا رہے ہین کہ ہم اس لمبی نیند سے اب جاگنے لگے ہین اور نیند ایک قسم کی موت ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔	خدا مرتے وقت جانون کو وفات دیتا ہے اور جو جانین ابھی نہین مرین اُن کو سوتے مین۔

میری مراد اس بیداری سے یہ نہین ہے کہ ہم پھر ایک زندہ قوم ہو گئے جس طرح پہلے تھے خدا کی ہر حالت مین حمد کرنی چاہیئے۔

قومون کی موت نیند کے مشابہ ہے اور ان کی زندگی بیداری کے مثل ہے۔ مین یہ نہین کہتا کہ ہماری کل کی کل قوم اس لمبی اور گہری نیند سے جاگ اُٹھی ہے۔ جس پر صدیان گذر گئین اور اُس نیند مین وہ نہ جان سکین کہ دیگر بیدار اور زندہ قومین اُسکے اردگرد کیا کر رہی ہین البتہ قوم کے چند افراد کی جماعت ان حوادث کی کھڑکھڑا دینے والی آوازون سے چونک اُٹھی ہے اور یہ جماعت اُنھین داعیان اصلاح کی ہے جن کی آواز اسلامی ممالک مین بلند ہو رہی ہے۔

برادران کرام! ہم بیمار ہین اور ہماری دوا اس کتاب مین ہے جس کو خدا تعالےٰ نے ہم پر نازل کیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ،	قران سے ہم وہ نازل کرتے ہین جو مسلمانون کے لیے شفا و رحمت ہے۔

ایسی حالت مین اُس شخص کی شفا کی کیونکر امید کی جا سکتی ہے جو دوا ہی سے ناواقف ہو یہ دوا صرف عربی زبان جاننے سے معلوم ہو سکتی ہے اور پھر اُس کی تلاوت سے اور اُس مین بغرض حصول شفا و رحمت غور و فکر کرنے سے اگر عرب مسلمان اور اس شفا کے درمیان ایک پردہ حائل ہے اور وہ بقصد شفا قران مین غور نہ کرنا ہے تو غیر عرب مسلمانون اور اس شفا کے درمیان دو دو پردے حائل ہین اور وہ قران شریف کی زبان سے ناواقف ہونا اور پھر اُس مین غور نہ کرنا اور ان دونون جماعتون کے لیے ان پردون کا کو اٹھانا نہایت آسان کام ہے۔ کیونکہ عوام عرب کو ہمنے قران شریف کے نصائح کا وعظ کہنا شروع کیا تو تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس وعظ سے ان کو فائدہ ہوا، اسی طرح ان کے سوا اورون کو بھی فائدہ ہوگا جب پردہ اٹھا دیا جائیگا اسباب بکثرت پیدا ہو جائینگے اور گھر مین دروازون سے داخل ہونے لگینگے یعنی جب ہر کام کی صحیح تدبیر اختیار کرینگے، خدا فرماتا ہے۔

وذکر فان الذکری تنفع المومنین۔ فذکر ان نفعت الذکری سیذکر من یخشی	نصیحت کر کیونکہ نصیحت مسلمانون کو مفید ہوتی ہے نصیحت کر اگر نصیحت مفید ہو، جو ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کریگا

بھائیو! مین اعتقاد رکھتا ہون کہ عربی زبان کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کیونکہ خدا نے مسلمانون پر جو قران مجید مین غور و فکر و تدبر کرنا اور اس کا اتباع کرنا فرض قرار دیا ہے وہ بالکل اُس کی زبان کے جاننے پر موقوف ہے۔ عربی زبان کی فرضیت بعض علماے سلف سے بھی جن مین ایک امام شافعیؒ ہین مروی ہے اور صدر اوّل کا عمل بھی اسی پر رہا اور ظاہر ہے کہ عملی فتوی۔ قولی فتوی سے زیادہ بہتر ہے اور اگر صدر اوّل کا بھی اعتقاد نہ ہوتا تو عربی زبان اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ بلاد مشرق مین سے شام عراق اور فارس مین اور مغربی جہات مین سے مصر، افریقیہ اور اندلس مین نہ پھیلتی اور یہ وہی ملک ہین جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے فتح کیا، اسکے بعد یہان کے دیگر ممالک اسلام جیسے اس ملک ہندوستان وغیرہ تک عربی زبان پہونچی۔

اور یہ عربی زبان کی تحصیل کے لیے مدارس قائم ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اگر اُس قومی تعصب کا فتنہ نہ ہوتا جس کو زنادقہ عجم نے اسلام مین برپا کیا، کہ اسلام کی عمارت منہدم کردی جائے اور اُس کی جڑ فنا کردی جائے تو آج تمام امم اسلامیہ کی زبان واحد اور متحد ہوتی اور جب اُن کو اُنکی فلاح کی دعوت دیجاتی تو ایک آواز ہو کر لبیک کہتے۔ ان کثیر التعداد آیات مین سے جو اس بات پر دال ہین کہ قرآن مجید پر غور و فکر و تدبر کرنا فرض ہے بعض آیتین یہ ہین۔

أفلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا

کیا وہ قرآن مین غور نہین کرتے اگر غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو اس مین وہ سخت اختلاف پاتے۔

أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها إن الذين ارتدوا على أدبارهم من بعد ما تبين لهم الهدى الشيطان سول لهم وأملى لهم

کیا وہ قرآن مین غور نہین کرتے یا دلون پر قفل ہین جو لوگ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پشت پھیر کر پیچھے پھر گئے شیطان نے ان کو [illegible] دیے ہین اور اُنکو ڈھیل دی ہے۔

أفلا يدبروا القول أم جاءهم ما لم يأت آباءهم الأولين أم لم يعرفوا رسولهم فهم له منكرون۔

کیا وہ بات پر غور نہین کرتے یا ان کے پاس وہ بات آئی جو اُنکے پہلے اسلاف کے پاس نہین آئی یا انہون نے اپنے رسول کو نہین پہچانا۔ اور وہ اس سے ناآشنا ہین۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیئے قرآن کو آسان کردیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

اس آخر آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو اس غرض سے سہل اور آسان کیا کہ اس سے وہ لوگ حاصل کرین جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہین تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ یہان پہ استفہام امر کے معنی مین ہے، قرآن مجید کے وجوب تدبر پر یہ آیتین بھی دال ہین۔

ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ

یہ وہ کتاب ہے اس مین شک نہین پرہیزگارون کیلئے ہدایت ہے

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ

یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایمان والون

يُؤْمِنُوْنَ وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ

کے لیے بصیرت اور رحمت ہے۔ اس قران سے نصیحت کرو۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

میرے اُن بندون کو بشارت دے کہ جو باتین سنکر انمین سے اچھی بات (چنکر) اسکی پیروی کرتے ہین انھین کو خدا نے راہ دکھائی ہے اور یہی عقل والے لوگ ہین'

ان مین سے بعض وہ آیتین ہین جو اس بات کو ظاہر کرتی ہین کہ قرآن مجید کا مسلمانون کے دل پر کیا اثر ہوتا ہے، اس قسم کی آیتون مین سے اس آیت کو پہلے ذکر کر چکے ہین'

اللّٰہ نزّل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعرّ منه جلود الذین یخشون ربهم

خدانے ایک متشابہ کتاب بنا کر اچھی بات اُتاری ہے۔۔۔ اس سے اُن لوگون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین جو خدا سے ڈرتے ہین۔

اور اس آیت کریمہ کو بھی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین'

لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته خاشعا

اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اُتارتے ہو، تو دیکھتا کہ وہ پست ہو جاتا

انھین مین سے وہ اکثر آیتین بھی ہین جو اس بات کو بتاتی ہین کہ خدا نے قرآن مجید کو ہر شے کیلئے تفصیل اور بیان بنایا ہے، اور یہ تمام باتین وہ ہین جو قرآن مجید صحیح طور سے سمجھے بغیر جس سے دل مین اثر پیدا ہو، حاصل نہین ہو سکتین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہماری شفا اور ہماری زندگی خدا کی کتاب مین ہے' اور اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنا بغیر عربی زبان کو زندہ کئے غیر ممکن ہے' ترجمہ خدا کا خاص نازل کردہ قرآن نہین ہے' اور اسی لیے اسکی تاثیر ویسی زیادہ گہری نہین اور عربی زبان کا زندہ کرنا اور اسکی تعلیم کا آسان کرنا صرف اُس اصلاح تعلیم سے ہو سکتا ہے جس کو مین بیان کر چکا ہون ان وجوہ سے آپ پر فرض ہے کہ جو لوگ اس اصلاح کے لیے کوشان ہین جیسے یہ مبارک جماعت ندوہ اُنکی آپ امداد کرین۔

تمام علوم اسلامیہ کے طریقۂ تعلیم و تدریس کی اصلاح اور جن علوم دینیہ کی ضرورت ہے اُن کے بیان کرنیکا اب وقت نہین رہا اور اب جلسہ برخاست ہونیکا وقت آگیا، اور یہ تمام باتین بہ تفصیل اُس مضمون مین ہم بیان کرچکے ہین جو مدرسہ دارالدعوۃ والارشاد کے نظام پر پراسپکٹس کیساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا ہو جو چاہے اُسکی طرف رجوع کرے اور اب مین اُس اجلاس کو ختم کرتا ہون"

گورنمنٹ ممالک متحدہ

متفرقات

صیغہ پولیٹکل

۴- جولائی سنہ ۱۹۱۲ء

نمبر ۸۹ --- ۴/۲۱۲ - اس تحریر کی روسے اطلاع عام کے لیے مشتہر کیا جاتا ہی کہ حاجیونکی بیویون اور بچون اور نوکرون کے لیے - جو حج کے سفر مین اُن کے ہمراہ ہون - ضروری نہ ہوگا کہ وہ اپنے ساتھ راہ داری کے جدا جدا پروانے لائین یا جداگانہ فیس ویزا ادا کرین بشرطیکہ متعلقین مذکور کے نام اُس پروانہ راہ داری کے خانہ مین لکھے ہون جو اُس حاجی کو عطا کیا جاے جس کے ہمراہ وہ جائین -

یہ احکام ان زائرون سے متعلق نہ ہون گے جو سواے حجاز کے قلمرو ٹرکی کے کسی اور مقام کو جارہے ہون "

حسب الحکم جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر - ممالک متحدہ -

آر برن

چیف سیکریٹری گورنمنٹ - ممالک متحدہ

گورنمنٹ ممالک متحدہ

صیغہ تعلیم

"حفظان صحت وصفائی"

۲۴- اپریل سنہ ۱۹۱۲ء

نمبر ۶۲۵- اس غرض سے کہ حج کا قصد رکھنے والون کو زیادہ آسانی ہو اور بمبئی مین موجودہ کثرت آمد و رفت حاجیونکی کم ہو جاے۔ جناب نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل نے یہ امر طے فرمایا ہو کہ آیندہ حج کے موسم مین اور تا صدور حکم ثانی حج کو جانیوالے حاجی علاوہ بندرگاہ بمبئی کے بندرگاہ کراچی سے ابھی جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہو سکینگے۔

لہذا ان اختیارون کے موجب جو وبائی بیماریون کے ایکٹ سنہ ۱۸۹۷ (نمبر ۳ سنہ ۱۸۹۷ء) کی دفعہ ۲ دفعہ تحتی (۱) کی رو سے ملے ہین اور اُن احکام کو منسوخ کرکے جو صیغہ ہوم کے اشتہار نمبر ۱۹۰۷ مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء مین مندرج ہین جناب نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل حکم دیتے ہین کہ تا صدور حکم ثانی نیچے لکھی شرطون کی پابندی سے ہر باشندہ ملک ہند کو حج کے سفر کرنیکی اجازت ہوئی۔

(۱) یہ کہ بندرگاہ بمبئی و بندرگاہ کراچی واقع احاطہ بمبئی کے سواے اور کسی بندرگاہ سے کسی شخص بغرض حج مکہ کو جانیکا قصد جہاز پر سوار ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور

(۲) یہ کہ قبل اسکے کہ حاجی سوار ہون اُن جہازون مین جو جدہ کو جانیکی غرض سے کرایہ پر لے گئے ہون زیر ہدایت ذاتی بندرگاہ کے ہیلتھ افسر کے خوب اچھی طرح صفائی کیجائی اور کپتان صاحب یجادی ترکیب سے کل چوہے جہاز سے دور کردیے جائین۔ اور

(۳) یہ کہ جہاز پر بغرض ہسپتال کافی جگہ چھوڑ دی جاے۔ اور (۴) یہ کہ جہاز پر سوار ہونیکے قبل حاجیونکا ڈاکٹری معائنہ کیا جاے اور انکے کپڑون اور اسباب سے بیماری کا اثر دور کردیا جاے جیسا کہ معمولی اسٹیمرون (دُخانی جہازون) پر تیسرے درجہ کے مسافرونکی صورت مین کیا جاتا ہو۔ اور (۵) یہ کہ بمقام عدن جہازون کا مزید ڈاکٹری معائنہ کیا جائے۔ اور

(۶) یہ کہ اگر حاجیونکے کسی جہاز پر جو عدن مین پہونچے مرض طاعون پایا جاے تو اس امر کی اطلاع بذریعہ تار برقی بمقام پیرم بھیج دی جاے جہان سنہ ۱۹۰۳ء کے معاہدہ پیرس کی شرط ۲۱ (۳) کے بموجب جہاز کی نسبت اسطرح عمل کیا جائیگا کہ اسمین وبائی بیماری کا اثر ہو اور وہ تدبیرین جو شرط مذکور مین مقرر ہین ٹھیک ٹھیک عمل مین لائی جائین گی اور اُن جہازونکی نسبت بھی جن پر مرض طاعون ہونیکا حال پہلی مرتبہ اول اُس وقت معلوم ہو جب وہ عدن اور پیرم کے درمیان ہون ویسا ہی عمل کیا جائیگا۔

۲- ہر موسم حج کے شروع مین گورنمنٹ بمبئی بمقام پیرم ایک مقام بغرض نگرانی حاجیان بتعلق مرض طاعون کے مقرر کرے گی جسمین کل سامان ضروری موجود رہیگا اور جو اس قابل ہوگا کہ اگر حاجیون کے کسی جہاز مین مرض طاعون کا اثر ہو تو مقام مذکور مین سنہ ۱۹۰۳ء کے معاہدہ پیرس کی شرط ۲۱ کے بموجب علاج کے واسطے طاعون والے جہاز کل مسافر رکھیں جاسکین۔

الندوہ

جلد ۹ نمبر ۵	مجلس ندوۃ العلما کا ماہوار رسالہ	جمادی الاول سنہ ۱۳۳۳ھ مئی سنہ ۱۹۱۵ء

اڈیٹر

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی و مولوی حبیب الرحمان خان شروانی

نائب اڈیٹر

سید سلیمان

فہرست مضامین

باہتمام [illegible] عبدالحی صاحب [illegible] مرحوم

[illegible] پریس [illegible] طبع ہو کر

(دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

ندوہ کے گذشتہ سالانہ اجلاس کے موقع پر گو چندون کی مجموعی رقم بارہ ہزار تھی، لیکن وصول شدہ رقم کی تعداد ابتک نہایت کم ہی، چونکہ یہ رقم تکمیل عمارت مین صرف ہوگی جسکا کام بغیر روپیہ کے رُکا پڑا ہی اسلیے جن حضرات نے وعدے لکھوائے ہین، امید ہی کہ بہت جلد وہ اسکی ایفا کے لیے طیار ہوجائینگے، ورنہ ایسے چندون سے بجز اسکے کہ ندوہ کی مفروضہ دولت مین اضافہ ہوا اور کوئی فائدہ نہین، وصول شدہ اور باقی چندون کی فہرست ہم آخر مین درج کرتے ہین،

عدم تکمیل عمارت کا صرف یہی نتیجہ نہین ہی کہ دار العلوم ایک عالیشان اور بلند عمارت مین ہونے کے بجاے ایک نہایت متبذل اور معمولی مکان مین واقع ہی بلکہ بڑی دشواریان یہ ہین کہ بورڈنگ کے منتظم اور سلسلہ وار کمرون کے نہونے کی وجہ سے طلبہ کی تربیت اور اُنکی نگرانی کا انتظام نہین ہوسکتا بورڈنگ مین گنجائش نہونیکی وجہ سے داخلہ کی بیسیون درخواستین ہر مہینہ واپس کرنی پڑتی ہین درجات تعلیم ہر سال بڑھتے جاتے ہین لیکن درس کے کمرون کی قلت کی وجہ سے ایک ایک کمرہ مین دو دو اور تین تین درجے بیٹھنے پڑتے ہین جہان تصادم آواز کی وجہ سے تعلیم کا نقصان ہوتا ہی اور طلبہ اور

مدرسین گھبرا اٹھتے ہین، حکام اور افسران تعلیم مدرسہ کا بار بار معائنہ کرنے چاہتے ہین لیکن ظاہر ہو کہ ایسے محدود وقت مین آنکو کیا دعوت دیجائے۔

مسلمان ہر سال مختلف مقامات مین مختص العام، بورڈنگ، اسکول کالج اور دیگر بنیادی تعلیم گاہون مین اپنی قومی فیاضی کا ثبوت دیتے رہتے ہین لیکن تمام ہندوستان کے مسلمان ملکر آج تک نہین کرسکتے کہ اپنی ایک عام مفاد مذہبی تعلیم گاہ کے لیے چند ہزار کا انتظام کرسکین

تالیف البعث سیرت نبوی کے لیے چندہ کے وصول کرنے کی جو مختلف تدابیر کا اعلان کیا گیا تھا، ایک ہی وقت کی فیاضی نے ان سب کو منسوخ کردیا، عام مسلمانون کو سیرت نبوی کے ساتھ جس شدت سے شغف اور استناد ہے اسکا اثر یہ ہوا کہ اعلان کے بعد مجالس قومی نے، جدید تعلیم کے افراد نے، قدیم تعلیم یافتہ اشخاص نے، والیان ملک نے، عام مسلمانون نے اور خصوصاً جنس رجال نے بلکہ جنس اناث نے بھی نہایت جوش کے ساتھ مالی علمی اور عام امداد کے لیے آمادگی ظاہر کی، بعض لوگون نے بلا طلب چندے بھی بھیجنا شروع کردیے لیکن عدم ضرورت کی بنا پر واپس کیے گئے، بعضون نے اصراراً بھیجے لیکن پھر واپس کیے گئے، یہ دلائل ہین ذات رسالتمآب کے ساتھ اُس غیرفانی عقیدتمندی کے جسکو مسلمانون کے سینون سے نہ تعلیم جدید محو کرسکتی ہے اور نہ غربی مذہبی بے اعتنائی کے قوی اثرات اُسکو مٹا سکتے ہین،

وقف اولاد جسکے سلسلہ کارروائی مین ندوۃ العلماء تین چار سال سے متصل اور پیہم کوشش کر رہا تھا، الحمدللہ کہ اب اسکا جہازہ مقصود منزل کو پہونچ گیا، اور غیرسرکاری اطلاع نے یہ مژدہ سنایا کہ گورنمنٹ نے وقف اولاد کو اصولاً تسلیم کرلیا، اسکے جزئیات ایک سب کمیٹی کی نگرانی مین طے ہونگے

اس ایک مثال نے یہ اچھی طرح سمجھادیا کہ گورنمنٹ کو اگر صحیح طور سے سمجھا دیا جائے تو کوئی وجہ نہین کہ ہماری مذہبی مسائل مین اُس سے جو بعض فروگذاشتین ہوتی ہین وہ اُنکی اصلاح نہ کرے،

اسی طرح جمعہ کو نماز کے لیے ڈیڑھ دو گھنٹہ کی تعطیل کا مسئلہ ہی، جسکا رزیولیوشن ندوۃ العلما کے اس اجلاس مین منظور ہوا ہی لیکن ہمکو اس مسئلہ مین جتنا گورنمنٹ سے کہنا ہی اُس سے زیادہ خود اُن مسلمانون سے کہنا ہی جو کچہریون مین نوکر ہین، کہ وہ کم از کم نماز جمعہ کی اہمیت کو تو اسلام کی خاطر سے اپنے دل مین جگہ دین،

تالیف سیرت نبوی کے متعلق جن لوگون نے ہمکو خطوط لکھے اُن مین سے حسب ذیل خط اپنی نوعیت مین ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہی، اس سے ایک تعلیم یافتہ مسلمان خاتون کے خیالات کا اندازہ ہوگا،

نصیر منزل - کاچھی گوڑا - حیدرآباد دکن

۲۵ - اپریل ۱۹۱۲ء

جناب من

سیرت نبوی کی تالیف کا جو تہیہ آپنے ظاہر فرمایا ہی کیا مجھے اجازت ہی کہ اسکے متعلق مین کچھ عرض کرون ؟

اگر یہ عظیم الشان کام خدا نے آپکے ہاتھ سے پورا کرا دیا - تو آپنے نہ صرف اسلام کا ایک حق ادا کیا، بلکہ تمام عالم کے مسلمانون پر بڑا بھاری احسان کیا ، خدا اس مشعل ہدایت کو جلد روشن ہونا نصیب کرے ، اور گم کردہ راہ دنیا کو اُسکی روشنی مین منزل مقصود دکھائے ،

غالباً میرا یہ عرض کرنا بے محل نہوگا کہ یورپ آپ کی اس تصنیف سے متمتع ہونیکا بہت کچھ مادہ اپنے مین پیدا کر چکا ہی مین نے اپنی انگلش احباب (لیڈیز) کے محدود حلقہ مین اکثر کو امر حق کا جویان پایا ، اور زیادہ تر اُنھین کو جو علم سے زیادہ بہرہ مند و ذہین ، بعض کو مین نے اس حد پر پایا کہ اندرونی بحث و تحقیق کے بعد خیالات سب مرتب ہو چکے ہین ، معقول پیرایہ مین صرف مطمئن کر دینے کی کسر ہی،

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منجملہ دوسرے شکوک کے میں نے یہ شک بھی
ان لوگوں میں پایا کہ معاذ اللہ انھوں نے اپنے آپ کو بہت پیش پیش کیا ہے یعنے اپنے متعلق بہت
زور دیا ہے جیسے کلمۂ طیبہ کا دوسرا جزو۔ میرا علم بالکل اس قابل نہیں کہ ایک لفظ بھی اس ضمن
میں بول سکوں یہ جائے کہ مطمئن کر دوں کسی کو بذریعہ دلیل و براہین۔ تاہم اعتراض سننے
کے بعد دم بخود رہ جانا بھی مجھے بہت شاق تھا، جہاں تک ہو سکا میں نے اس اعتراض کو
عقل و نقل سے رفع کیا جس پر معترضہ نے خواہش ظاہر کی کہ "اگر انگلینڈ سے مجھ میں
اور تم میں اس موضوع پر خط و کتابت ہوتی رہی تو میں بہت خوش ہونگی"۔ اس سارے واقعہ کے
لکھنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کس قدر تیار ہیں اصلاح خیالات کے لیے،

بہرحال میں سیرت نبوی کی کمیٹی میں ایک ادنے خدمتگذار کی عزت حاصل کرنی چاہتی ہوں
کیونکہ چندہ کی تعداد تو اتنی ہے کہ افسوس میں اس سعادت میں حصہ نہیں لے سکتی لیکن
ماہوار چندہ میں ضرور شرکت کرنی چاہتی ہوں، آپ قاعدہ کے موافق میرے نام ہر مہینہ
وی پی رسید بھیجکر وصول فرما لیا کیجیے،

میں تین روپیہ ماہوار پیش کرنا چاہتی ہوں، ایک اپنی طرف سے، اور دو روپیہ اپنی
دو نہایت عزیز رشتہ دار لڑکیوں کی طرف سے۔ جنکا گزشتہ سال انتقال ہو چکا ہے، مہربانی
فرما کر حسب صراحت ذیل رجسٹر میں نام لکھ لیے جائیں،

(۱) حافظہ سلطانہ بیگم مرحومہ عہ،

(۲) وقار النسا بیگم مرحومہ عہ.

میری والدہ صاحبہ مکرمہ بھی اس مقدس کام میں شریک ہونا چاہتی ہیں، لیکن بہت ہی
قلیل یکمشت رقم سے، کیا کوئی حقیر چندہ بھی آپ قبول فرمالیں گے؟

والسلام مع الاکرام

بنت نصیر الدین حیدر تیموریہ

برکات آسمانی

اور

قرآن مجید

جن اسباب نے مسلمانون کے سامنے زود اعتقادی، عجائب پرستی، اور توہمات کا وسیع دروازہ کھول دیا ہی، اگر انکی فہرست مرتب کی جائے، تو اسمین برکات آسمانی کی غیر محدود توقع کا نام سب سے زیادہ نمایان نظر آئے گا، تمام مسلمانون کا اعتقاد ہی کہ اعمال صالحہ کے اثر سے انبیا اور اولیا کے روحانی تصرف سے، دعا سے مستجاب کی تاثیر سے، برکات آسمانی کا ایک غیر محدود اور وسیع دروازہ دنیا کے سامنے کھل جاتا ہی، معاش مین، سامان رزق مین، اولاد مین، مال مین، دولت مین، دفعۃً غیر معمولی ترقی ہو جاتی ہی، اور یہ ترقی صرف مقولہ کیف تک محدود نہین رہتی، بلکہ ہر چیز کی مقدار مین غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہی، اولاد کی کثرت سے گھر بھر جاتا ہی، ایک آدمی کا کھانا بیسیون اشخاص کو سیر کر دیتا ہی غائبانہ طور پر سامان رزق بہم پہونچتا رہتا ہی، آدمی کی عمر بڑھ جاتی ہی، اعتدال کی حالت مین یہ اعتقاد تمام مذہبی فرائض کے ادا کرنے اور منہیات سے بچنے کا نہایت موثر سبب ہوتا ہی لیکن جب اس خیال مین بے اعتدالی آجاتی ہی، تو ممکنات اور محالات کی تمیز اٹھ جاتی ہی، موضوع روایات واخبارات کا ایک وسیع سلسلہ قائم ہو جاتا ہی، کائنات کے اجزا مین کمی بیشی کرنے کا اختیار صلحا اور اولیا کی پاک زندگی کا ایک ضروری جزو ہو جاتا ہی اور اسی موقع پر پہونچکر خوش اعتقادی، اور وہم پرستی کی سرحد شروع ہو جاتی ہی، اس بنا پر ہمکو نہایت آزادی کے ساتھ بتانا چاہیے کہ ایسے عجیب وغریب اعتقاد، ایسی عجیب وغریب چیزکی جو متضاد اعمال وخیال کا سرچشمہ ہی کیا حقیقت ہی؟ کیا اس درخت کی جڑ ہی کھوکھلی ہی، یا جڑ تو ہی لیکن اس نے فضائے عالم مین پھیل کر، توہمات وعجائبات کے شاخ وبرگ پیدا کر دیے ہین؟ اصلہا ثابت سے تو انکار نہین ہو سکتا، صرف فرعہا فی السما مین بحث کی گنجائش ہی؟ اس اخیر سوال کا جواب ہماری بحث وتحقیق کا آخری فیصلہ ہی اسمین کوئی شک نہین کہ برکت کی حقیقت واصلیت سے کسی مسلمان کو

انکار نہین برکت کا جو مجرد و مفہوم تمام مسلمانون نے متعین کیا ہی وہ قرآن مجید و احادیث سے نہایت ہی طور پر ثابت ہو جسمین انکار کی گنجایش نہین قرآن مجید ہمکو صاف لفظون مین بتاتا ہی

یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقات	خدا سود کو گھٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہی،
ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب	خدا جسکو چاہتا ہی بغیر حساب روزی دیتا ہی،

یہ اُس موقع کی آیت ہو جب حضرت مریم علیہا السلام کے پاس عالم غیب سے پھل اور میوے آتے تھے، قرآن مجید مین دوسرے موقعون پر بھی اس آیت کا اعادہ کیا گیا ہی،

ویرزقہ من حیث لا یحتسب	خدا اُسکو وہان سے روزی دیتا ہی جسکو وہ نہین جانتا،
فتحنا علیہم ابواب کل شیء	ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے،
لا تفتح لہم ابواب السماء	اُنکے لیے آسمانی دروازے نہین کھولے جائینگے،

دوسری آیت مین خدا اسکو تصریح بتاتا ہو کہ آسمانی دروازہ سے برکات آسمانی مراد ہی،

لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض	ہم نے اُن پر آسمان وزمین کی برکتین کھول دین،

احادیث نے تو اصل حقیقت کے چہرے سے بالکل پردہ اُٹھا دیا ہی، ترمذی مین ہی،

عن ابی العلاء عن سمرۃ بن جندب قال کنا مع	ابو العلا سمرہ بن جندب سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے کہا
النبی صلی اللہ علیہ وسلم نتداول من قصعۃ من	کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ مین سے شام
غدوۃ حتی اللیل نقوم عشرۃ ونقعد عشرۃ	سے صبح تک باری باری کھاتے تھے، دس کھاکر اُٹھ جاتے تھے، تو
قلنا فما کانت تمد قال من ای شیء تعجب	دس آ بیٹھتے تھے، ہم نے کہا اُسمین کیونکر اضافہ ہوجاتا تھا اُنھون
ما کانت تمد الا من ہہنا واشار بیدہ الی السماء	نے کہا کس چیز سے تعجب کرتے ہو، اُسمین اضافہ صرف یہان سے
وہذا حدیث حسن صحیح	ہوتا تھا اور آسمان کی طرف اشارہ کیا یہ حدیث حسن صحیح ہو
نا ابو زید بن اخطب قال مسح رسول اللہ صلی اللہ	ابو زید بن اخطب روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
علیہ وسلم یدہ علی وجہی ودعا لی - قال عزرۃ انہ	اپنے ہاتھ کو میرے مُنھ پر پھیرا اور میرے لیے دعا کی، عزرہ کہتے تھے
عاش مائۃ وعشرین سنۃ ولیس فی راسہ الا شعرات	کہ وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے، اور اُنکے سر مین صرف چند

ابيض هذا حديث حسن غريب ‏،

عن انس بن مالك قال رأيت رسول الله صلى الله
عليه وسلم وحانت صلوة العصر والتمس الناس
الوضوء فلم يجدوا فاتي رسول الله صلى الله عليه وسلم
بوضوء فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده في ذلك الاناء
وامر الناس ان يتوضأوا منه قال فرأيت الماء ينبع
من تحت اصابعه فتوضأ الناس حتى توضأوا من عند
آخرهم حديث انس حديث حسن صحيح

سفید بال تھے، یہ حدیث حسن غریب ہے،

انس بن مالک سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ مین نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت آگیا ہے اور لوگ وضو
کا پانی تلاش کر رہے ہین لیکن نہین پاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا گیا، آپ نے اپنے ہاتھ کو برتن مین
رکھا اور لوگون کو وضو کا حکم دیا، انس کہتے ہین کہ مین نے پانی کو
آپ کی انگلیون کے نیچے سے جوش مارتے دیکھا لوگون نے شروع
سے اخیر تک وضو کیا، انس کی حدیث حسن صحیح ہے،

اسوقت ہندوستان مین ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے، جو ان روایتون کو خرافات یا راویون کی قوت واہمہ کی اختراع کا نتیجہ سمجھتا ہے، لیکن ہم ناقص العقل گروہ کے ہم زبان نہین ہین، صحاح مین اس قسم کی روایتین کثرت موجود ہین جنکی صحت سے انکار نہین کیا جا سکتا، اس بنا پر ہمکو برکت کی اس قسم پر کوئی اعتراض نہین گفتگو جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ یہ برکت کا ایک محدود مفہوم ہے جسمین وجود برکت کا انحصار نہین قرآن مجید نے برکت کا اطلاق نہایت وسیع معنی مین کیا ہے، برکت کا جو متعارف مفہوم مسلمانون نے قرار دیا ہے اُسکے لحاظ سے صرف کسی پیغمبر یا ولی کے زمانہ مین آسمانی برکتین نازل ہو سکتی ہین لیکن قرآن مجید نے برکت کی جو حقیقت بتائی ہے وہ انسانی زندگی کے ایک ایک منٹ کو محیط ہے، ہر موسم برکت ہے، عناصر اربعہ برکت ہین، نباتات حیوانات، غرض تمام چیزین برکت ہین، اس بنا پر برکت کے محدود متعارف مفہوم مین کلام نہین وہ بے شبہہ برکت کی ایک قسم ہے، جسکا تعلق صلحا اولیا اور انبیا کے معجزانہ تصرفات سے ہے، گفتگو یہ ہے کہ ایک وسیع دائرہ کو تنگ کر کے نقطہ کیون بنایا جاتا ہے، مطلق کو ایک فرد مین کیون محدود کیا جاتا ہے، دریا کوزہ مین کیون بھرا جاتا ہے، ہم کو اس تنگ دائرہ سے نکل کر قرآن مجید کی تمام آیتون کا استقصا کر کے برکت کے تمام اقسام کا احاطہ کرنا چاہیے، تاکہ ایک طرف وہم پرستی کا سد باب ہو، دوسری طرف اصل حقیقت کی تصویر یقین کے آئینہ مین نظر آئے، لیکن اسکے پہلے چند اصول کو جو خود قرآن مجید سے

ستنباط مین پیش نظر رکھنا چاہیے ،

(۱) انزال ارسال فتح یہ تمام الفاظ اگرچہ لغوی حیثیت سے مختلف المعنی ہین لیکن ان کا مصداق بالکل ایک ہے خداوند تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ہے،

فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء	جن لوگون نے ظلم کیا ہم نے اُن پر آسمان سے عذاب اُتارا،
انا منزلون علی اهل هذه القریة رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون	ہم اس گانون والون پر اُن کے فسق کے پاداش مین آسمان سے عذاب اُتارنے والے ہین،

دوسری آیت مین اسی مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے،

فارسلنا علیهم رجزاً من السماء ،	ہم نے اُن پر آسمان سے عذاب بھیجا،

ایک آیت مین ہے،

انزل من السماء ماء	خدا نے آسمان سے پانی اُتارا،

دوسری آیتون مین ہے،

یرسل السماء علیکم مدراراً ،	خدا آسمان کو تم پر برستا ہوا بھیجتا ہے،
ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء	اور خدا بجلیون کو بھیجتا ہے اور اُن سے جسکو چاہتا ہے ہلاک کردیتا ہے

ایک جگہ ہے،

ان نشاء ننزل علیهم من السماء آیة فظلت اعناقهم لها خاضعین	اگر ہم چاہتے تو اُن پر آسمان سے ایک آیت اُتارتے تو اُنکی گردنین اُسکے سامنے جھک جاتین،

دوسری جگہ ہے،

وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بها الاولون - اور آیتون کے بھیجنے سے ہمکو نہین منع کرتی مگر یہ بات کہ پہلون نے اُنکی تکذیب کی

ان آیتون کے تقابل سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ ارسال اور انزال بالکل متحد المصداق ہین اور ان دونون الفاظ سے قرآن مجید مین ایک ہی مضمون ادا کیا گیا ہے اب ہمکو فتح اور انزال اور ارسال کو متحد المعنی ثابت کرنا چاہتے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم،

خدا لوگون کے لیے جو رحمت کھولتا ہو اُسکو کوئی نہین روک سکتا اور جسکو روک لیتا ہی، اُسکو کوئی چھوڑ نہین سکتا وہ غالب و حکیم ہی

اس آیت مین ایک جگہ اِمساک کا ارسال کے ساتھ اور دوسری جگہ اُسکا فتح کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہی اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ارسال اور فتح دونون متحد المصداق ہین اور اس حیثیت سے امساک کے مد مقابل ہین، اور آیات متذکرہ بالا سے ثابت ہو چکا ہی کہ ارسال و انزال متحد المعنی ہین، اس بنا پر فتح بھی انزال کا ہم معنی ہوگا اب اس تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ تینون الفاظ متحد المعنی و متحد المفہوم ہین اسلیے جو حکم ایک لفظ کا ہوگا، وہی حکم دوسرے لفظ پر بھی جاری ہو سکتا ہی اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید مین ارسال و انزال کا استعمال کس معنی مین ہوا ہی،

(۲) انزال اور ارسال کے حقیقی معنے اگرچہ اُتارنے اور بھیجنے کے ہین، لیکن قرآن مجید مین انکا استعمال تخلیق یعنے پیدا کرنے کے معنے مین ہوا ہی اور اس پر متعدد آیتین دلالت کرتی ہین،

یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم،

اے بنی آدم ہم نے تمھارے لیے لباس اُتارا جو تمھاری شرمگاہ کو چھپاتا ہی

وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم

اور کوئی چیز نہین ہی، مگر ہمارے نزدیک اُسکے خزانے ہین اور ہم اُسکو ایک مقدار معلوم مین اُتارتے ہین،

وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج،

اور تمھارے لیے چارپایون کے آٹھ جوڑے اُتارے ہین،

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء

اور اگر خدا اپنے بندون کے رزق مین وسعت دیتا تو وہ زمین مین بغاوت کرتے لیکن وہ جو کچھ چاہتا ہی، ایک مقدار مین اُتارتا ہی،

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید،

اور ہم نے لوہا اُتارا اُسمین سخت خوف ہی،

قل ارأیتم ما انزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراما وحلالا

کہ کیا دیکھتے ہو تم جو کچھ اسنے روزی اُتاری تو تمنے اُسے حرام حلال بنا لیا

فارسلنا علیہم سیل العرم۔

ہم نے اُن پر سیل عرم بھیجا،

ظاہر پرست مفسرین نے اِن آیتون مین لفظ انزال کو اپنے حقیقی معنے پر محمول کیا ہی، اس بنا پر اُن کو عجیب و غریب تاویلات اور تخصیصات سے کام لینا پڑا ہے امام رازی تفسیر کبیر مین وانزلنا الحدید الخ

تفسیرون مین لکھتے ہین،

ذكروا في انزال الميزان وانزال الحديد قولين الاول ان الله تعالى انزلهما من السماء روي ان جبريل عليه السلام نزل بالميزان فدفعه الى نوح وقال مر قومك يزنوا به وعن ابن عباس نزل آدم من الجنة ومعه خمسة اشياء من الحديد السندان والكلبتان والميقعة والمطرقة والابرة وروى ابن عمر انه عليه الصلاة والسلام قال ان الله تعالى انزل اربع بركات من السماء الى الارض انزل الحديد والنار والماء والملح (تفسير كبير جلد ۸ صفحه ۱۰۲)	ترازو اور لوہے کے اُتارنے کے متعلق مفسرین نے دو باتین بیان کی ہین پہلی یہ کہ خدا نے اُن دونون کو آسمان سے اُتارا روایت ہی کہ جبریل علیہ السلام ترازو لیکر اُترے، اور نوح کو دیکر کہا کہ اپنی قوم کو حکم دیجیے کہ اس سے تولین، ابن عباس سے روایت ہی کہ حضرت آدم جنت سے پانچ چیزین لیکر اُترے، سندان، کلبتان، مقمعہ، مطرقہ اور سوئی، اور اس روایت کی صحت پر وہ روایت دلالت کرتی ہی جو ابن عمر نے آنحضرت سے روایت کی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ خدا نے آسمان سے زمین پر چار برکتین نازل کین، لوہا، آگ، پانی، نمک،

دوسرے موقع پر ما ننزله الا بقدر معلوم کی تفسیر مین لکھتے ہین،

يعني ان الله تعالى ينزل المطر كل عام بقدر معلوم	یعنی خدا ہر سال بارش بقدر معلوم اُتارتا ہی،

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۰۹)

لیکن محققین کے نزدیک حقیقت پرستی نہین ہی لفظ پرستی ہی خداوند تعالی صاف لفظون مین فرماتا ہی،

وان من شيء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم	کوئی چیز ایسی نہین کہ جسکا خزانہ ہمارے پاس نہو اور ہم اُسکو بقدر معلوم اُتارتے ہین

خدا نے ایک عام لفظ یعنے شی کا استعمال کیا ہی، اسکو صرف بارش کے لیے خاص کر لینا تحکم ہی خود امام رازی لکھتے ہین،

واقول ايضا تخصيص قوله تعالى وان من شيء الا عندنا خزائنه بالمطر تحكم محض لان قوله وان من شيء يتناول جميع الاشياء، (تفسير كبير جلد ۵ صفحه ۳۰۹)	اور مین کہتا ہون خدا کے قول ان من شيء الخ کو مطر کے لیے خاص کر لینا خالص زبردستی ہی کیونکہ اسکا قول وان من شيء تمام چیزون کو شامل ہی،

اسی طرح انزال حدید کے یہ معنے سمجھنا کہ آسمان سے لوہا اُتارا جاتا ہی، وہم پرستی ہی محققین کے نزدیک اس موقع پر انزال بمعنی تخلیق ہی چنانچہ امام رازی لکھتے ہین،

والقول الثانی ان معنی الانزال ہٰھنا الانشاء والتھیئۃ کقولہ تعالٰی وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۲)

اور دوسرا قول یہ ہی کہ اس انزال کے معنے پیدا کرنے اور تیار کرنے کے ہین جیسا کہ خدا کے اس قول مین وانزل لکم من الانعام الخ

بہرحال اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ انزال کا استعمال تخلیق و انشا کے معنے مین قرآن مجید مین بکثرت ہوا ہی لیکن اسمین بھی شبہہ نہین کہ یہ استعمال حقیقی نہین بلکہ مجازی ہی، اس بنا پر حقیقت و مجاز مین کوئی علاقہ ہونا چاہیے، امام رازی نے وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج کی تفسیر مین اس علاقہ کے پیدا کرنے کے لیے متعدد نکتہ آفرینیان کی ہین، چنانچہ فرماتے ہین،

وفی تفسیر قولہ تعالٰی انزل لکم وجوہ الاول ان قضاء اللہ وتقدیرہ وحکمہ موصوف بالنزول من السماء لاجل انہ کتب فی اللوح المحفوظ کل کائن یکون الثانی ان شیئا من الحیوان لایعیش الا بالنبات والنبات لا یقوم الا بالماء والتراب والماء ینزل من السماء فصار التقدیر کانہ انزلھا الثالث انہ تعالٰی خلقھا فی الجنۃ ثم انزلھا الی الارض (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۳۲)

خدا کے قول وانزل لکم کی تفسیر کے چند طریقے ہین، پہلا یہ کہ خدا کی قضا، تقدیر اور حکم آسمان کے اترنے کے ساتھ متصف ہین، کیونکہ لوح محفوظ مین ہر ہونے والی چیز لکھی ہوئی ہی، دوسرا یہ کہ کوئی حیوان بغیر نباتات کے زندہ نہین رہ سکتا، اور نباتات پانی اور مٹی کے بغیر نہین زندہ رہ سکتے، اور پانی آسمان سے اترتا ہی، اس بنا پر گویا خدا نے انھین چیزون کو اتارا، تیسرے یہ کہ خدا نے انکو جنت مین پیدا کیا اور پھر انکو زمین مین اتارا،

پہلی اور تیسری وجہ محض سطحی ہی، اس مجاز سے صرف تیسرے علاقہ کو مناسبت ہوسکتی ہی، غالبًا اسی بنا پر امام صاحب نے اسی تیسری وجہ کا بار بار اعادہ کیا ہی چنانچہ قد انزلنا علیکم لباسًا کی تفسیر مین لکھتے ہین

فان قیل ما معنی انزال اللباس قلنا انہ تعالٰی انزل المطر وبالمطر تتکون الاشیاء التی منھا یحصل اللباس فصار کانہ تعالٰی انزل اللباس وتحقیق القول ان الاشیاء التی تحدث فی الارض لما کانت معلقۃ بالامور النازلۃ من السماء صار کانہ تعالٰی انزلھا من السماء ومنہ قولہ تعالٰی وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج وقولہ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۸۶)

تو اگر کہا جائے کہ انزال لباس کے کیا معنے ہین، ہم کہین گے کہ خدا نے پانی برسایا، اور پانی سے وہ چیزین پیدا ہوتی ہین جن سے لباس بنتا ہی، اس بنا پر گویا خدا نے لباس اتارا، تحقیق یہ ہی کہ جو چیزین زمین مین پیدا ہوتی ہین، چونکہ آسمان سے اترنے والی چیزون پر معلق ہین، اس بنا پر گویا خدا نے انھین کو اتارا، خدا کا قول وانزل لکم الخ وانزلنا الحدید الخ اسی قبیل سے ہی،

دوسرے موقع پر قل ارأیتم ما انزل اللہ لکم من رزق کی تفسیر مین فرماتے ہین،

ومعنی انزل ههنا خلق وانشاء کقوله وانزل لکم من الانعام ثمانیة ازواج وجاز ان یعبر عن الخلق بالانزال لان کل ما فی الارض من رزق فمما انزل من السماء من ضرع وزرع، تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۰	اور یہان انزل کا اس موقع پر خلق وانشا کے ہین جیسے خدا کا یہ قول وانزل لکم من الانعام ثمانیة ازواج اور یہ جائز ہے کہ خلق کی تعبیر انزال سے کیجائے کیونکہ جو رزق زمین مین ہوتا ہے وہ اُن چیزون سے ہوتا ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہین،

ان تمام تصریحات سے ثابت ہوگیا کہ انزال کا استعمال قرآن مجید مین خلق وانشا کے معنے مین ہوا ہے اسی طرح ارسال بھی اسی معنے مین مستعمل ہوا ہے کیونکہ ارسلنا علیهم سیل العرم کے یہ مطلب نہین کہ یہ سیلاب آسمان سے آیا تھا بلکہ خود اسباب مادی یا روحانی اسباب کی بنا پر زمین پر پیدا ہوا تھا،

(۴) اب قرآن مجید مین جہان کہین اُن چیزون کے اُترنے کا ذکر کیا گیا جو برکت سکینہ مین، وہان اُنکے حقیقی معنے مراد نہین لیے جا سکتے مثلاً خداوند تعالی نے مسلمانون پر بار بار احسان جتایا ہے

ثم انزل اللہ سکینته علی رسوله وعلی المؤمنین	پھر خدا نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور مسلمانون پر اُتارا اور ایسے
وانزل جنودًا لم تروها	لشکر اُتارے جنکو تم نہین دیکھتے تھے
وهو الذی انزل السکینة فی قلوب المؤمنین	اور وہ وہ ہے جسنے مسلمانون کے دل مین سکینہ اُتارا،
فانزل السکینة علیهم	خدا نے ان پر سکینہ اُتارا،
فانزل اللہ سکینته علی رسوله وعلی المؤمنین	تو خدا نے اپنا سکینہ اپنے رسول پر اور مسلمانون پر اُتارا،

لیکن ان آیتون کے یہ معنے نہین کہ یہ سکون قلب آسمان سے مسلمانون کے دلون مین اترتا تھا، بلکہ خود مسلمانون کے دلون مین پیدا ہوتا تھا. خداوند تعالی بنی اسرائیل پر احسان جتاتا ہے،

وانزلنا علیهم المن والسلوی	ہم نے اُن پر من وسلوی اُتارا،

لیکن یہ من وسلوی اُن پر آسمان سے نہین اُترتا تھا. بلکہ خود وادی تیہ مین پیدا ہوتا تھا. خداوند تعالی مسلمانون کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے،

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنة نعاسًا	پھر ہم نے تم پر بعد غم کے امن کے لیے نیند اُتاری،

لیکن یہ سکینہ آسمان سے نہین اتری ہی بلکہ خود مسلمانون کی آنکھون مین پیدا ہوئی تھی رحمت و امتنان کے علاوہ خداوند تعالی جہان غیظ و غضب کے موقع پر عذاب یا دوسری تکلیف دہ چیزون کے اتارنے کا ذکر کرتا ہی، وہان بھی یہ مطلب نہین کہ یہ چیزین مجسم ہوکر آسمان سے اُترتی ہین، مثلاً

وانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء	اور جن لوگون نے ظلم کیا ہم نے اُن پر آسمان سے عذاب اُتارا،
فارسلنا علیہم رجزا من السماء	ہم نے اُن پر آسمان سے عذاب اُتارا،
ویرسل علیہا حسبانا من السماء فتصبح صعیدا زلقا	خدا اُس باغ پر آسمان سے ایک عذاب بھیجے گا اسلیے وہ چٹیل میدان ہوجائے گا،
فارسلنا علیہم سیل العرم	ہم نے اُن پر سیل عرم بھیجا،
انا منزلون علی اہل ہذہ القریۃ رجزا من السماء بما کانوا یفسقون -	ہم اس گانوٗن والون پر اُنکے فسق کی پاداش مین آسمان سے عذاب اُتارنے والے ہین،
فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیات مفصلات	ہم نے اُن پر طوفان، ٹڈیان، کھٹمل، مینڈک، اور خون مفصل آیت بناکر بھیجا،

ان تمام آیتون کا یہ مطلب نہین کہ خدا نے آسمان سے رجز، سیلاب، طوفان، ٹڈی، کھٹمل، مینڈک خون، کو اُتارا تھا، بلکہ یہ مطلب ہی کہ یہ تمام چیزین اپنے مادی یا روحانی اسباب سے خود زمین مین پیدا ہوئی تھین،

(۴) برکت بھی انھین تمام چیزون کے مماثل و مشابہ ہی، بلکہ اسکے وسیع معنے کے لحاظ سے خود سکینہ وغیرہ بھی برکت ہی کی مختلف قسمین ہین، اس مشابہت یا اتحاد کی بناپر جب یہ ثابت ہوچکا ہی کہ انزال و ارسال کا اطلاق خلق و انشا کے معنے مین قرآن مجید مین بہ کثرت ہوا ہی اور فتح، و انزال و ارسال تینون لفظ متقارب المفہوم ہین تو خداوند تعالی نے جن آیتون مین یہ وعدہ فرمایا ہی،

فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ	ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے،
لا تفتح لہم ابواب السماء	اُنکے لیے آسمانی دروازے نہین کھولے جائین گے،
لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض	ہم نے اُن پر آسمان و زمین کی برکتین کھولدین،

اُن سے یہ مراد نہین کہ درحقیقت آسمان پر کوئی دروازہ کھل جاتا ہی، اور وہان سے وہ برکتین نازل ہوتی ہین جن سے ہر چیز کی مقدار مین خود بخود اضافہ ہوجاتا ہی یا کم از کم کمی نہین ہونے پاتی، اسی طرح آسمانی دروازون کے نہ کھلنے کا یہ مطلب نہین کہ اس نزول برکت سے اشیا کے کم و کیف مین جو اضافہ ہوجاتا تھا اُسمین کمی آگئی یا اُسکی مقدار اپنی اصلی حالت پر رہ گئی، بلکہ ان تمام آیتون کا یہ مطلب ہی کہ طبعی اسباب سے دنیا مین جو چیزین ترقی کرتی ہین، اُنکو خدا برکات کے لفظ سے تعبیر کرتا ہی، اور ان اسباب کی بنا پر جو چیزین روبہ تنزل ہوتی جاتی ہین، خدا اُنکو محق اور بے برکتی قرار دیتا ہی، اس وسیع مفہوم کے لحاظ سے دنیا کا ذرہ ذرہ برکات آسمانی کا مہبط ہی، ہر شخص کے سامنے آسمان کا دروازہ کبھی کھلتا ہی اور کبھی بند ہوجاتا ہی، ابر، باد، مہ و خورشید، عناصر اربعہ، قواے طبعی، غرض تمام چیزین برکات آسمانی کا سبب ہوسکتی ہین، قحط، وبا، زلزلہ، تمام آفات ارضی و سماوی بے برکتی کا پیش خیمہ ہین، اس بنا پر ہر وقت آسمان سے برکات آسمانی کا مینہ برستا رہتا ہی، اور اس بنا پر خدا کی برکت کا سلسلہ غیر متناہی ہی، خود خداوند تعالیٰ فرماتا ہی۔

وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا | اور اگر تم خدا کی نعمتون کا شمار کرو تو اُنکا شمار نہین کرسکتے،

لیکن خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین صرف مہات آسمانی کے مہات اصول بتائے ہین بقیہ جزئی برکتین انھین اصول سے مستنبط ہوئی ہین، لیکن اس کے پہلے ہمکو برکت کے لغوی معنے بتانا چاہیے، اور نیز یہ کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین جن چیزون پر برکت کا اطلاق کیا ہی، اُن مین لغوی مناسبت پائی جاتی ہی یا نہین،

لغت مین برکت کے معنے نمو، زیادتی، دوام، ثبات اور بقا کے ہین، قرآن مجید مین جن چیزون کو مبارک کہا گیا ہی، اُن مین ان معانی کی مناسبت صاف طور پر پائی جاتی ہی، لیکن قرآن مجید سے یہ کہین نہین ثابت ہوتا کہ ان معانی کے تحقق کے لیے اصول فطرت کی مخالفت بھی ضروری ہی، قرآن مجید سے یہ کہین نہین ثابت ہوتا کہ کسی چیز مین خود بخود روحانی یا معجزانہ طور پر اضافہ ہوجاتا ہی، قرآن مجید اُن تمام چیزون کو متبرک کہتا ہی جن مین اپنے طبعی اسباب کی بنا پر نمو، اضافہ، بقا، ارتفاع پایا جاتا ہی، قرآن مجید اُن تمام چیزون کو مبارک کہتا ہی جن سے نسل انسان کی بقا ہی، قرآن مجید اُن تمام چیزون کو مبارک

کہتا ہی جو کسب معاش کا بہترین ذریعہ ہین، قرآن مجید اُن تمام چیزون کو مبارک کہتا ہی جن سے خلق کو روحانی اور مادی فائدہ پہونچتا ہی، دنیا کیلیے ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے نسل انسانی کے وجود کی ضرورت ہی، اسکے بعد اُن اسباب کا وجود ضروری ہی جن سے نسل انسانی کے بقا مین مدد ملتی ہی ان مراتب کے بعد ایک ابدی قانون کی ضرورت ہوتی ہی جو نوع انسان کو ان تمام اسباب سے جائز فائدہ اُٹھانے کی ہدایت کرے، قرآن مجید نے ان تمام چیزون کو مبارک کہا ہی، حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے مین طوفان آیا، اور نسل انسانی فنا ہو گئی، خداوند تعالی نے اُنکے ذریعہ سے دوبارہ نسل انسانی کا سلسلہ قائم کیا، یہ سلسلہ بالکل اصول فطرت کے موافق قائم ہوا، لیکن چونکہ یہ نوح علیہ السلام کے بقا نام یا بقائے نوع انسانی کا ذریعہ تھا، اسلیے خداوند تعالی نے اسکو برکت کے لفظ سے تعبیر کیا ہی،

قیل یا نوح اهبط بسلام منا و برکات علیك | کہا گیا اے نوح اُتر، ہماری سلامتی کے ساتھ اور تجھ پر برکتین ہون،

امام رازی اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہین

وعدہ بالبرکة وهی عبارة عن الدوام والبقاء و الثبات ونیل الامل۔ ومنه بروك الابل ومنه البرکة لثبوت الماء فیها ومنه تبارك الله تعالی ای ثبت تعظیمه۔ واختلف المفسرون فی تفسیر هذا الثبات والبقاء فالقول الاول انه تعالی صیر نوحا ابا البشر لان جمیع من بقی کانوا من نسله وعند هذا قال هذا القائل لما خرج نوح من السفینة مات کل من کان معه ممن لم یکن من ذریته ولم یحصل النسل الا الا من ذریته وقال آخرون لم یکن فی سفینة نوح علیه السلام الا من کان من نسله وذریته وعلی التقدیرین فالخلق کلهم انما تولدوا منه ومن اولاده والدلیل

خدا نے اُن سے برکت کا وعدہ کیا، اور وہ عبارت ہی دوام، بقا، ثبات اور کامیابی سے، اسی سے بروک الابل مشتق ہی، اور اسی سے حوض کو برکہ کہتے ہین کیونکہ پانی اُسمین قائم رہتا ہی، اور اسی سے تبارک اللہ تعالی ہی یعنی خدا کی تعظیم ثابت ہوئی، مفسرین نے اس ثبات اور بقا مین اختلاف کیا ہی، پہلا قول یہ ہی کہ خدا نے نوح ع کو ابو البشر بنایا کیونکہ جتنے لوگ باقی رہے اُنکی نسل سے تھے، اور اسوقت اس کہنے والے نے کہا کہ جب نوح ع کشتی سے نکلے، تو جو لوگ اُنکے ساتھ اُنکی اولاد مین سے نہ تھے مر گئے، اور صرف اُنکی اولاد سے نسل انسانی قایم ہوئی، اور دوسرون نے کہا ہی کہ نوح ع کی کشتی مین صرف اُنھین کی نسل و اولاد موجود تھی، دونون صورتون مین تمام مخلوقات اُن سے اور اُن کی اولاد کے ذریعہ سے پیدا ہوئی، اور اسکی دلیل

علیہ قولہ تعالیٰ وجعلنا ذریتہم الباقین فثبت ان نوحا علیہ السلام کان آدم الاصغر فمنہ المراد من البرکات التی وعد اللہ بہا (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۵)

خدا کا یہ قول ہے اور ہم نے صرف اُنکی اولاد کو باقی رکھا اس سے ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام آدم اصغر تھے خدا نے جن برکات کا اُن سے وعدہ کیا ہے، اُن سے یہی مراد ہے،

یہ تو خاص اُن برکات کا بیان تھا، جو عام طور پر نسل انسانی کے بقا کی صورت مین ظاہر ہوئین، لیکن نسل و اولاد سے خاص خاص اشخاص کو جو بقاء تام حاصل ہوتا ہے، یا خاص خاص قبائل قائم ہوجاتے ہین، اُسکو بھی قرآن مجید نے برکت کہا ہے، خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی کو اولاد کی بشارت دی مگر اپنے اور اپنے شوہر کے بڑھاپے کی بنا پر یہ امر مستبعد معلوم ہوا،

فبشرناہا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب قالت یا ویلتیٰ االد وانا عجوز وہذا بعلی شیخا ان ہذا لشیء عجیب -

ہم نے اُسکو اسحق کی اور اسحق کے بعد یعقوب کی بشارت دی اُس نے کہا کیا مین جن سکتی ہون، حالانکہ مین بوڑھی ہون اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے، بے شک یہ عجیب چیز ہے،

تو خدا کے فرشتون نے اُنکے تعجب کو اسطرح زائل کیا،

قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید -

اُن فرشتون نے کہا کیا تم خدا کے حکم سے تعجب کرتی ہو تم پر اے اہل بیت خدا کی رحمت اور برکت ہے بیشک وہ قابل تعریف اور بزرگ ہے،

امام رازی اس برکت کو معجزات اور خرق عادات پر محمول کرتے ہین، چنانچہ فرماتے ہین،

تقدیرہ ان رحمۃ اللہ علیکم متکاثرۃ وبرکاتہ لدیکم متوالیۃ متعاقبۃ وہی النبوۃ والمعجزات القاہرۃ والتوفیق للخیرات العظیمۃ فاذا رأیت ان اللہ خرق العادۃ واحدث البینات والمعجزات فکیف بالتعجب - تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۰

تقدیر اس کلام کی یہ ہے کہ خدا کی رحمتین تم پر بہت ہین، اور تم پر اُسکے برکات متصل و متواتر ہین، اور وہ برکات نبوت اور معجزات اور بڑی بڑی نیکیون کی توفیق ہے، تو جب تم نے دیکھا کہ خدا نے خرق عادت کیا اور بینۃ اور معجزے پیدا کیے، تو اب تعجب بیجا اور نہین

لیکن امام صاحب نے پہلے جو اصول قائم کیا، اُسکو خود اس موقع پر بھول گئے، وہ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھ چکے ہین، کہ اُن پر جو برکت نازل ہوئی اُس سے نوع انسانی کی بقا مراد ہے وہی اصول اس جگہ کیون نہین جاری ہوتا، آیت مین کسی تاویل کی ضرورت نہین اُنکو کبر سن کی بنا پر اولاد کے پیدا ہونے سے

تعجب ہوا، تعجب اس سن مین عام طور پر پیدا ہوا کرتا ہی خدا نے صاف طور پر بتا دیا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہین، خدا تم پر اپنی برکت نازل کرتا ہی یعنے بقائے نام کے لیے اولاد کی بشارت دیتا ہی، بڑھاپے مین اولاد کا پیدا ہونا کوئی معجزہ نہین، دنیا مین سیکڑون مثالین اسکی شہادت دیتی ہین، اسکو معجزہ سے کیا تعلق ہی خداوند تعالیٰ دوسرے موقع پر اسی بشارت اور برکت کا اعادہ کرتا ہی،

وبشرناه باسحٰق نبیًّا من الصالحین وبارکنا علیه وعلٰی اسحٰق ومن ذریتهما محسن وظالم لنفسه

اور ہم نے اُسکو اسحق کی بشارت دی، جو صلحا مین سے ایک نبی تھا اور ہم نے اسکو اور اسحق کو برکت دی اور انکی اولاد سے بعض نیکی کرنے والے ہین اور بعض اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہین،

اس آیت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہی کہ اس برکت سے افزائش نسل مراد ہی خود امام صاحب اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہین،

وفی تفسیر هذه البرکة وجهان الاول انه تعالیٰ اخرج جمیع انبیاء بنی اسرائیل من صلب اسحٰق والثانی انه ابقی الثناء الحسن علٰی ابراهیم واسحٰق الٰی قیام القیامة لان البرکة عبارة عن الدوام والثبات - (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۶۰)

اور اس برکت کی تفسیر مین دو وجہین ہین، پہلی یہ کہ خدا نے تمام انبیاء بنی اسرائیل کو اسحق کی صلب سے پیدا کیا، دوسرے یہ کہ خدا نے قیامت تک ابراہیم و اسحاق کا نام نیک باقی رکھا، کیونکہ برکت سے دوام و ثبات مراد ہی،

اس بنا پر بعینہٖ یہی تفسیر پہلی آیت کی کیون نہین ہوسکتی، بہرحال نسل کی تولید و افزائش اور اُسکا بقا ایک برکت ہی اسی بنا پر قرآن مجید نے رہبانیت، تجرد، اور تبتل کے بجاے خدا کے نیک بندون کی یہ علامت قرار دی،

والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما -

اور مسلمان وہ ہین جو کہتے ہین کہ خداوندا ہمکو ہماری بیبیون اور اولاد سے آنکھ کی ٹھنڈک دے اور ہمکو پرہیزگارون کا امام بنا،

اور صرف نسل انسانی ہی برکت نہین ہی بلکہ جن اسباب سے نسل انسانی کی حفاظت اور ترقی ہوسکتی ہی اُن تمام کو خدا نے برکت قرار دیا ہی نوع انسانی کی حفاظت کافی امن و آسائش اور سامان راحت کے بغیر نہین ہوسکتی اس بنا پر خداوند تعالیٰ نے ان تمام چیزون کو برکت کی قسم مین داخل کیا ہی حضرت نوح علیہ السلام کے

زمانہ مین طوفان آگیا ہی، امن و آسایش معرض خطر مین ہی، نسل انسانی کی حفاظت بغیر کسی مطمئن مقام کے ممکن نہین، اس بناپر وہ خدا کی درگاہ مین دعا مانگتے ہین،

وقل رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین۔ — کہ خداوندا مجھکو مبارک مقام پر اتار اور تو اچھا اتارنے والا ہو

اس منزل مبارک کی تعیین مین اختلاف ہی، بعض کا خیال ہی کہ اس سے خود کشتی نوح مراد ہی، بعض کے نزدیک دوسرا مقام ہی، امام رازی کے نزدیک قول مرجح یہ ہی کہ اس سے کوئی دوسری جگہ مقصود ہی کیونکہ نوح علیہ السلام نے کشتی ہی مین یہ دعا کی ہی[1] بہرحال اس منزل کو مبارک اسی لیے کہا گیا ہی کہ اس سے نسل انسانی کی حفاظت مقصود ہی

امن و آسایش کے بعد انسان کی بقا کے لیے نباتات، ثمرات، زراعت، فواکہ کی ضرورت ہی اور درحقیقت زمین ہی کی پیداوار سے کسب معاش کے اصول قائم ہوتے ہین، اس بناپر قرآن مجید نے جگہ جگہ زمین کو، زمین کی پیداوار اور نشو ونما کو، اور ان چیزون کو جن کو اس سے براہ راست تعلق ہی منبع برکات بتایا ہی، عوام کا خیال ہی کہ برکتین صرف آسمان سے نازل ہوتی ہین لیکن قرآن مجید ہمکو بتاتا ہی کہ برکتون کا خزانہ زمین مین دفن ہی:

فتحنا علیهم ابواب کل شئی — ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھولے،

لاتفتح لهم ابواب السماء — اُن کے لیے آسمانی دروازے نہین کھلین گے

ظاہر پرست مفسرین کا خیال ہی کہ آسمان مین واقعی دروازے ہین، جو بند ہوتے ہین اور کھلتے ہین لیکن محققین کے نزدیک یہ صرف تشبیہ و استعارہ ہی، چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر مین فتحنا ابواب السماء بماء منهمر کی تفسیر ان الفاظ مین کرتے ہین،

هو علی طریق الاستعارة فان الظاهر ان الماء کان من السحاب فهو کما یقول القائل فی المطر الوابل جرت میازیب السماء وفتحت افواه القرب (تفسیر کبیر جلد ۷، صفحہ ۷۷)

یہ بطریق استعارہ کے ہی کیونکہ ظاہر ہی کہ پانی بادلون سے گرا ہی اس بناپر یہ قول ایسا ہی ہی جیسا کہنے والا کہتا ہی سخت بارش کے متعلق کہ آسمان کے پرنالے چل گئے اور مشک کا منہ کھل گیا،

[1] تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۳،

اس بنا پر ان آیتون کا یہ مطلب نہین کہ آسمان کے دروازے کھلے، اور ان سے برکتین نازل ہوئین، یا یہ کہ انکے لیے آسمانی دروازے بند رکھے جائین گے، اسلیے وہ تمام آسمانی برکات سے محروم رہین گے بلکہ آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ انکے لیے خدا نے ہر قسم کا سامان معاش و اسباب راحت بہم پہونچا دیا یا انکو اس سے محروم رکھا[1] خدا نے بالکل اسکے مخالف ایک موقع پر فرمایا ہے،

حتی اذا فتحنا علیہم بابا ذا عذاب شدید	یہانتک کہ ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھولا

اسکے متعلق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ عذاب کے دروازہ کھولنے سے قحط مراد ہے[2] اگر یہ قول صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے، تو یہ ایک استعارہ ہے، اور اسی قسم کا استعارہ آیات ما سبق مین بھی کیا گیا ہے، ہمکو چشم استدلال کی ضرورت نہین، خود قرآن مجید کی دوسری آیت نے[3] ان آیتون کی تفسیر کر دی ہے،

لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض	ہم نے ان پر آسمان اور زمین کی برکتین کھول دین،

اور اسکے متعلق اتفاق ہے کہ آسمانی برکات سے، بارش اور زمین کی برکات سے، نباتات پھل میوے مویشی وغیرہ مراد ہین، چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین،

برکات السماء بالمطر و برکات الارض بالنبات والثمار و کثرۃ المواشی والانعام و حصول الامن والسلامۃ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳)	آسمان کی برکات بارش سے اور زمین کی برکات نباتات پھل کثرت مویشی، اور چارپایون اور حصول امن و سلامت سے،

عوام کا خوش اعتقاد گروہ اگرچہ ان برکتون کو چشم کم سے دیکھتا ہے، لیکن یہ انکی الف و عادت کا نتیجہ ہے، ورنہ قرآن مجید نے ہمیشہ محاصل ارض کو برکت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، زیتون ایک ناچیز شی خیال کیجاتی ہے لیکن خدا نے اسکو مبارک کہا ہے،

الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ ـ	شیشہ گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے جو روغن کیا گیا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ بالکل شرقی ہے نہ غربی،

[1] تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۵،

[2] تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۰۴ باختیار القول الرابع فی تفسیر لا تفتح لہم ابواب السماء،

[3] تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۹۷،

پانی ایک معمولی چیز ہی لیکن زمین کی نشو ونما کا تمامتر دار ومدار اسی پر ہی اسلیے خدا نے اسکو مبارک فرمایا ہی

ونزلنا من السماء ماء مبارکا۔

اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی اتارا،

شام کی زمین باعتبار کثرت نمو و پیداوار کے عام طور پر مشہور تھی اس بنا پر خدا نے اسکو ہر جگہ مبارک کہا ہی،

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ۔

پاک ہی وہ ذات جس نے اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی سیر کرائی، وہ مسجد اقصی جسکے گرد ہم نے برکت دی

امام رازی اس برکت کی وجہ لکھتے ہیں،

قیل بالثمار والازھار وقیل بسبب مقر الانبیاء ومھبط الملائکۃ۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۱۵)

کہا گیا ہی کہ یہ برکت پھلوں اور کلیوں سے ہی، اور کہا گیا ہی اس بنا پر کہ بیت المقدس انبیا کا مقر اور فرشتوں کا مہبط ہی،

لیکن ہمارے نزدیک دونوں وجہوں میں کوئی منافات نہیں ایک ایسا پیغمبر جو روحانی و برکات مادی کا جامع ہو اسکو اسی قسم کے دو جہتیں مقام کی سیر موزون تھی، خدا دوسری جگہ فرماتا ہی

ونجینا لوطا الی الارض التی بارکنا فیہا للعالمین۔

اور ہم نے لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جسمین ہم نے دنیا والوں کے لیے برکت دی ہی،

اور اس سے ایک قول کے مطابق شام کی سرزمین مراد ہی، امام رازی فرماتے ہیں،

ثم قیل ھا مکۃ وقیل ارض الشام لقولہ تعالی فی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ والسبب فی برکتھا ان الله بعث اکثر الانبیاء علیہم السلام بعثوا منھا فانتشرت فی العالم شرائعھم وآثارھم الدینیۃ فیھوا مافی البلاد فلاسفتبارکہ فیھا بکثرۃ الماء والشجر والثمر والخصب وطیب العیش (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۶۷)

پھر کہا گیا ہی کہ وہ سرزمین مکہ ہی، اور کہا گیا ہی کہ شام کی زمین ہی اسکا اس قول کی بنا پر اور اسکی برکت کا سبب دین میں یہ ہی کہ اکثر انبیا وہاں سے اٹھے ہیں، اور وہین انکی شریعت کی اشاعت ہوئی ہی، اور دنیا میں یہ ہی کہ خدا نے وہان پانی، درخت، پھل، سرسبزی وغیرہ سے برکت دی ہی،

ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیہا۔

اور سلیمان کے لیے تیز ہوا ہی جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی ہی جسمین ہم نے برکت دی ہی،

وجعلنا بینھم وبین القری التی

اور ہم نے ان کے درمیان اور ان گانون کے درمیان جسمین

بارکنا فیھا قریٰ ظاھرۃ۔	ہم نے برکت دی ظاہر گانوئن بنائے،

ان آیتون مین بھی شام کی سرزمین مراد ہی، [1]

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ شام مین گو مادی سامان زندگی کبثرت موجود تھے، لیکن قرآن مجید ایک مذہبی کتاب ہی، اسلیے اُسنے اُسکو صرف برکات دینیہ کے لحاظ سے مبارک کہا ہی، دنیوی برکتون سے یہان کوئی بحث نہین، لیکن یہ خیال صحیح نہین، قرآن مجید نے شام کے علاوہ عموماً تمام زمین کو مبارک کہا ہی،

وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا۔	اور خدا نے زمین کے اوپر ستون قائم کیے اور اُسمین برکت دی،

اسکی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین،

والبرکۃ کثرۃ الخیر والخیرات الحاصلۃ من الارض اکثر مما یحیط بھا الشرح والبیان (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۵۳)	اور برکت کثرت فوائد سے ہی اور زمین کے فوائد اس کثرت سے ہین کہ احاطہ بیان مین نہین آسکتے،
مشارق الارض ومغاربھا التی بارکنا فیھا۔	زمین کے مشرق ومغرب جسمین ہم نے برکت دی،

اس آیت مین اگرچہ مفسرین نے دوسری آیتون کے قرینے سے ارض شام مراد لیا ہی لیکن بعض کے نزدیک عموماً تمام زمین مراد ہی، [2]

ان تمام قدرتی منافع وفوائد سے متمتع ہونا اگرچہ برکت مین داخل ہی، لیکن ان سے کامل فائدہ اُٹھانا مذہب پر موقوف ہی، اگر تمدن کی ترقی سے متاثر ہوکر انسان ان تمام قدرتی پیداوار سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہی، تو اُسوقت تجارت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہی، اور اُسکی وسعت کی کوئی انتہا نہین ہی اور اگر وہ موجودہ اسباب معاش پر قناعت کرنا چاہتا ہی تو اُسکے لیے ایک معمولی جھوپڑی اور سدرمق کافی ہی، اسلام ان دونون صورتون کا کفیل ہی، ایک طرف تو وہ تجارت کو اسقدر ترقی دیتا ہی کہ حج کا زمانہ بھی اُسکی گرم بازاری سے خالی نہین رہتا، دوسری طرف وہ قناعت، توکل، استغنا کی تعلیم دیتا ہی،

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۳،

[2] تفسیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۴،

وہ صرف تعلیم نہین دیتا بلکہ اُسکو برکت قرار دیتا ہے، اس بنا پر اگر انسان اسلام کے نشہ مین چور ہے تو وہ افلاس مین تنگ دستی مین، بکمشمکش مین، تمول کی حالت مین، غرض ہر وقت برکات آسمانی سے متمتع ہو سکتا ہے، اسلام ہر حالت مین اطمینان وصبر کی تعلیم دیتا ہے، اور اطمینان قلب بجائے خود برکت ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین،

انواع البرکۃ فی الشیء علی انواع ادناہا طمانینۃ النفس ... ولہم مثلا رجلین عندہما عشرون درہما احدہما یخشی الفقر لاخر محصور فی الخاطر عن الخشیۃ غلب علیہ الرجاء ثم زیادۃ النفع کرجلین معہما مالا واحدا صرف احدہما الی ما یہمہ وینفعہ والہم التدبیر السالم من ... والاخر ضاعہ ولم یقتصد فی التدبیر۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۰۹)

مین کہتا ہون کسی چیز مین برکت کی مختلف قسمین ہین، ادنی قسم کی برکت اطمینان و سکون قلب ہے، مثلا دو آدمی ہین، دونون کے پاس ۲۰ درہم ہین، ایک کو فقر کا ڈر ہے اور دوسرے کو اُسکا ڈر نہین اُسپر امید غالب ہے، پھر نفع کی زیادتی مثلا دو آدمیون کے مال کی مقدار ایک ہے، ایک اسکو فائدہ کی صورت مین صرف کرتا ہے اور اُسکے صرف کی عمدہ تدبیر اُسکے دل مین ڈالی گئی ہے، اور دوسرے نے اسکو ضائع کر دیا اور حسن تدبیر مین اعتدال اختیار نہین کیا،

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ تجارت، قناعت، کفایت شعاری، حسن تدبیر، اطمینان قلب، اعتدال تمام چیزین برکت مین، اور یہ اصول صرف مذہب ہی بتا سکتا ہے اس بنا پر مذہب سرچشمۂ حیات ہے، اور اسی بنا پر خدا نے مذہب کے تمام اصول و فروع کو برکت کہا ہے، مذہب کی نشو و نما جہان سے ہوتی ہے وہ جگہ مہبط برکت ہے، مذہب کی شعاعون کو جو مقدس وجود دنیا مین پھیلاتے ہین، وہ برکت کے آفتاب عالمتاب ہین، مذہب کا ابدی قانون جن کتابون مین محفوظ ہے وہ برکت کا خزانہ ہین، مذہب کی معمولی آسانیان بھی ہمہ تن برکت ہین، اخلاقی اثر جو مذہبی پابندی سے پیدا ہوتا ہے، انسان کے سامنے برکات کا دروازہ کھولتا ہے، یہ صرف عبارت آرائی نہین ہے، بلکہ دعوی کا ایک ایک جزو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے، شام کی زمین مرکز انبیا تھی، اس بنا پر خدا نے اُسکو ہر موقع پر مبارک فرمایا ہے چنانچہ ہم اس کے متعلق آیتین نقل کر چکے ہین، حضرت موسی علیہ السلام جس جگہ عہدۂ رسالت سے ممتاز ہوئے ہین، خدا نے اسکو مبارک کہا ہے:

فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ	درخت کی مبارک جگہ میں،
فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار	جب وہ اُسکے پاس آئے، تو کہا گیا کہ مبارک ہو وہ جو آگ
ومن حولھا۔	مین ہو، اور وہ لوگ جو اُسکے گرد ہین،

خانہ کعبہ جو دین ابراہیمی کا مرکز ہی خدا نے اُسکو مبارک کہا ہی،

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا	پہلا گھر جو لوگون کے لیے بنایا گیا وہ ہی جو مکہ مین ہو
وھدی للعالمین۔	مبارک، اور دنیا والون کے لیے ہدایت ہی،

صرف مکان ہی کی خصوصیت نہین، زمانہ بھی مذہب کے اثر سے مبارک ہو جاتا ہی، قرآن مجید جس رات کو نازل ہوا ہی وہ رات مبارک ہی،

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین۔	ہم نے اسکو مبارک رات مین اُتارا، ہم ڈرانے والے تھے،

جن مقدس وجودون نے دنیا مین مذہب کو پھیلایا وہ مجسم برکت ہین جناب رسالت پناہ رحمۃ للعالمین ہین، حضرت عیسی علیہ السلام خود اپنی زبان سے فرماتے ہین،

وجعلنی مبارکا این ما کنت۔	اور خدا نے مجھکو مبارک بنایا، جہان کہین مین رہون،

مذہب کا قانون جن کتابون مین محفوظ ہی، وہ مجسم برکت ہین،

کتاب انزلناہ الیک مبارک	یہ مبارک کتاب ہی جسکو ہم نے تجھپر اُتارا
وھذا ذکر مبارک انزلناہ	یہ مبارک ذکر ہی کہ ہم نے اُسکو اُتارا،

مذہبی پابندی کا جو اخلاقی اثر قائم ہوتا ہی، وہ ایک برکت ہی، تحیت و سلام کو ہماری لغو عادت نے ایک معمولی چیز بنا دیا لیکن وہ خوش اخلاقی کا دیباچہ ہی، اسلیے خدا اُسکو برکت قرار دیتا ہی،

فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ	اپنے اوپر سلام کرو، جو خدا کا مبارک تحیہ ہی،

مذہب کی معمولی آسانیان برکت ہین، بخاری شریف مین ہی کہ صحابہ رسول اللہ کے ساتھ سفر مین تھے، قیام ایسی جگہ ہوا جہان پانی کا نام و نشان نہ تھا، سو اتفاق سے حضرت عائشہ رض کا ہار گم ہو گیا، اور ڈھونڈھنے مین اور بھی دیر ہوئی، اس موقع پر آیت تیمم اُتری، اس مذہبی آسانی کو

تمام صحابہ نے برکت مین شمار کیا،

ماھمہا اول برکتکو یا آل ابی بکر | یہ تمہاری پہلی برکت نہین ہے، اے آل ابی بکر،

لیکن یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ برکات آسمانی کی کوئی جامع و مانع فہرست ہے، وہ ایک غیر محدود چیز ہے جسکا استقصا نہین ہوسکتا۔ یہ برکات کے مہمات اصول ہین، اور ان کے تحت مین ہزارون برکات مضمر ہین، ان وجوہ کی بنا پر برکت کو اسکے معتقدات محدود معنی مین منحصر کردینا اور ان کھلی ہوئی برکات سے آنکھ بند کرلینا، خدا کی نعمتون کا انکار کرنا ہے،

عبد السلام ندوی
دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

مستشرقین یورپ

نمبر (۵)

۱۸۷۰ء سے ۱۸۸۰ء تک

اس نمبر مین مستشرقین یورپ کے ان دس سال کے حالات ہین جو یورپ کے مختلف ممالک مین پیدا ہوئے، اور جنھون نے عربی زبان اور عربی علوم و فنون کی طبع و اشاعت مین حصہ لیا،

حسب معمول اس دور مین بھی فرانس کا نمبر اول ہے،

فرانس | فرانس کا سب سے پہلا قابل ذکر مستشرق اس عہد مین کوسن ڈی پرسیوال ہے

۱۷۹۵ء مین پیدا اور ۱۸۷۱ء مین وفات پائی، پرسیوال کو نوجوانی سے مشرقیات کے ساتھ شغف تھا، گورنمنٹ فرانس نے اسی لیے اسکو ترجمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ بھیجا، اور پھر وہان سے سمرنا مین متعین ہوا، تین سال تک ملک شام کی سیاحت کی، اس سیاحت مین اسکو عربی زبان کی لغت دارجہ کی تکمیل کا موقع ملا اور اسکی گرامر لکھی، اسکے بعد فرنچ گورنمنٹ نے اسکو اپنے شاہی کالج مین عربی کی پروفیسری کے لیے اسکو پیرس بلالیا، اب اسکو تصنیف و تالیف کا کافی موقع ملا، اور اس موقع سے اسنے فائدہ اٹھایا تھا،

عرب قدیم کی تاریخ تین جلدون مین ترتیب دی، یہ تاریخ اُسنے اس تحقیق اور وسعت سے لکھی کہ نہ اس سے پہلے ایسی لکھی گئی تھی اور نہ اُسکے بعد ایسی لکھی گئی، لوگون نے اس کتاب کی اسقدر قدر کی کہ اڈیشن بالکل ختم ہوگیا اور ایک ایک نسخہ سوا سو اور دو سو روپیہ کو بکا، اس کتاب کے علاوہ پرسیوال کی اور تصنیفات و رسائل بھی ہین جن مین سے ایک مشہور رسالہ عرب ماہرین **موسیقی** کے حالات مین ہے،

انھین دنون مین ایک اور مستشرق بھی فرانس مین موجود تھا جسکا نام لوئس امالی **سیدیو** ہے، اپنے باپ سے جسکا ذکر پہلے آچکا ہے مشرقیات کی تعلیم حاصل کی، مشرقی کتبخانون کی سیر کی، اور اپنے مذاق کے موافق نادر کتابین طبع واشاعت کے لیے بہم پہونچائین جنمین سے ایک کتاب، ابوالحسن علی مراکشی کی علم آلات فلکیہ مین جامع المبادی والغایات شائع کی اور اُسکا فرنچ مین ترجمہ کیا، اسکے علاوہ فن ریاضیات مین احمد بن محمد سنجاری اور امام مظفر السفراوی کے رسائل شائع کیے، یونانیون اور عربون کے فن ریاضیات کی ایک تاریخ لکھی جسمین ان دونون کی ریاضیات کا باہمی موازنہ کیا، اور عربون کو ترجیح دی عربون کی فتوحات وعلوم فنون کی ایک ضخیم تاریخ لکھی جسکا خلاصہ ترجمہ علی پاشا مبارک وزیر تعلیمات مصر نے عربی مین کرایا اور اُسکا نام خلاصۃ تاریخ العرب رکھا، عربون کے ایجادات و اختراعات و مسائل کو مسیو سیدیو نے اپنی تصنیفات مین اسقدر بڑھا چڑھا کر دکھایا ہے کہ دشمنون کو یقین نہین آتا سنہ ۱۸۷۵ء مین وفات پائی،

سنہ ۱۸۰۰ء مین **جول موہل** اسٹوٹگارٹ واقع جرمنی مین پیدا ہوا، اور فرانس مین تعلیم مشرقی حاصل کی اور گویا فرانسیسی ہوگیا گو ہر مشرقی موضوع پر اسنے کچھ نہ کچھ لکھا لیکن فارسی زبان سے اسکو زیادہ شوق تھا، پیرس سے **فردوسی** کا شاہنامہ نہایت آب و تاب اور اہتمام سے سات جلدون مین چھاپا اور اُسکا فرنچ مین ترجمہ کیا اور اُسپر حواشی لکھے، سنہ ۱۸۷۶ء مین وفات پائی،

سنہ ۱۸۷۸ء مین ایک اور مستشرق کی تاریخ وفات ہے جسکا نام **مسیو سلین** تھا ایک مدت اُسنے ممالک مشرقیہ مین عموماً اور قسطنطنیہ مین خصوصاً گذاری تھی، جہان وہ اپنی گورنمنٹ کیطرف کونسل تھا، اور اس مناسبت سے اُسنے ترکون کی تاریخ مین کئی کتابین تصنیف کین،

اسی زمانہ کے ایک مشہور مستشرق کا نام **گارسن ڈی تاسی** ہے

جو مرسیلیا مین ۱۷۹۴ء مین پیدا ہوا، اور ۱۸۷۸ء مین وفات پائی، ڈی ساسی کا شاگرد تھا، تمام مشرقی زبانون مین سے اسکو فارسی اور اردو زبان سے نہایت دلچسپی تھی، اور ان دونون زبانون مین اسکی تصنیفات ہین، اسکی تصنیفات مین سے "مجمع الرموز الشرقیہ" ایک تاریخی انسائیکلوپیڈیا ہے جسمین اُسنے عربون کی اور دیگر اقوام مشرق کی تاریخ و یادگارین جمع کی ہین، اس کتاب کا فرنچ مین بھی اُسنے ترجمہ کیا، عروض و قوافی و بیان و بدیع مین دو کتابین لکھین، ابن غانم مقدسی کی کشف الاسرار عن حکم الطیور والازہار کا فرنچ ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے اسمین پرندون اور پھولون پر بحث کی ہے،

اسی سنہ مین ایک اور مستشرق نے بھی وفات پائی جسنے عربی زبان کی چند جلیل القدر خدمتین انجام دین، یعنی مسیو ڈی سلین   اسنے بلاد مغرب و بربر کی تاریخ کا مطالعہ کیا اور چھ جلدون مین اسکی ترتیب دی مقدمہ ابن خلدون جسکا فرنچ ترجمہ ڈی کاٹرمر نے شروع کیا تھا، چھ جلدون مین پورا کیا، تین مین اصل عربی زبان اور تین مین فرنچ ترجمہ، اسکی سب سے بڑی یادگار یہ ہے کہ اسنے پیرس پبلک لائبریری کی قلمی عربی کتب خانہ پر تبصرہ لکھنا شروع کیا جسکے اتمام کی موت نے اسکو مہلت نہ دی اور اُسکے بعد مسیو زوتنبرگ نے اُسکو تمام کیا،

آخر مین پادری فرنسو بورگاڈ   کا بھی ذکر کرنا چاہیے، جنھون نے ٹیونس مین گو کہ مسیحی مشنری کا کام شروع کیا لیکن کسی قدر وہان کی علمی حالت کو فائدہ بھی پہونچایا، عربی زبان کا سب سے پہلا مطبع وہان جاری کیا، عربی اخبارات شائع کیے، ٹیونس کی تاریخ لکھی، فتح بن خاقان کی قلائد العقیان شائع کی جو اندلس و مغرب کے شعرا و ادبا کا تذکرہ ہے، سال وفات ۱۸۶۶ء،

جرمنی | اس عہد مین جرمنی کے صرف دو مستشرقون کا نام ہمکو معلوم ہے، پہلا شخص ایوالڈ ہے

گوٹا مین ۱۸۰۳ء مین پیدا ہوا، پہلے مذہبی تعلیم حاصل کی، پھر السنہ مشرقیہ مین کمال حاصل کیا، عربی تصنیفات مین اسکی گرامر ہے جو جرمنی زبان مین دو حصون مین اسنے لکھی، شعر اور عروض مین بھی ایک اسکی تصنیف ہے، تقویم عربی

تصنیفات مین سے واقدی کی فتوح الجزیرہ شائع کی اور گوتا کے قلمی عربی کتب خانہ پر تبصرہ لکھا، وفات ۱۸۶۶ء مین پائی،

دوسرا مستشرق ہارمن روڈیگر ہو، جسنے السنۂ مشرقیہ کا شوق اپنے باپ امائل روڈیگر سے وراثتاً پایا امائل روڈیگر نے امثال لقمان اور تورات کا ترجمہ شائع کیا، ہارمن روڈیگر نے عربی زبان تکمیل کے بعد شہر ہال مین اسکی تعلیم و تدریس مین مشغول ہوا، سب سے بڑا کارنامہ اُسکا یہ ہو کہ اسنے ابوالفرج ابن الندیم کی کتاب الفہرست کی طبع و تصحیح کی طرف توجہ کی جسمین اس سے پہلے فلوگل نے ہاتھ ڈالا تھا لیکن اہتمام سے پہلے وہ مر گیا تھا ہارمن روڈیگر کے ساتھ اس کام مین اوگسٹ مولسر بھی شریک تھا ان دونون کی کوششون سے یہ عجیب و غریب کتاب چھپکر مکمل ہوئی، روڈیگر کی تصنیفات مین عربی زبان کے قواعد پر بھی بعض رسائل ہین جن مین سے ایک وسیع کتاب صرف بحث اسماے افعال پر ہو،

روس اس عہد مین روسیون کو السنۂ مشرقیہ کی طرف زیادہ توجہ ہوئی جن مین عربی زبان بھی داخل ہو کیونکہ مشرق سے اُسکو اس زمانہ مین حقیقی تعلق ہو گیا تھا اور بہت سے مشرقی ممالک پر اسنے قبضہ کر لیا تھا، اس بنا پر اُسکو ایک مشرقی درسگاہ قائم کرنی پڑی، اس درسگاہ مین عربی اور فارسی زبان کی تعلیم کے لیے ڈی ساسی کے دو شاگرد پروفیسر ڈیمانگ اور پروفیسر شرماے طلب کیے گئے، شرماے وہ ہو جسنے مغلون اور کردون کی بڑی بڑی تاریخین لکھی ہین ڈیمانگ کا شاگرد بوشجانوف ہوا، جسنے ابوالعلاء معری اور نابغہ کے قصائد شائع کیے،

اسی زمانہ مین انگریز بولڈ ایریو بھی تھا جسنے حارث بن حلزہ اور عنترہ کے معلقات شائع کیے اور انکے علاوہ عربی ادب کے منتخبات موسکو مین ۱۸۳۲ء مین چھاپے فارسی زبان سے اُسکو کامل واقفیت تھی، بولڈ ایریو کا معاصر ایک اور روسی مستشرق تھا جس کا نام سیانکووسکی ہو جسنے نوجوانی ہی مین عربی زبان حاصل کی تھی پھر اُسکو مصر و شام کی سیاحت کا موقع ملا تھا، پیٹرسبرگ واپس آنے پر وہ عربی اور ترکی کا پروفیسر ہو گیا سیاحت کی وجہ سے لغت دارجہ (عامی عربی) سے واقف ہو گیا تھا، اس زبان مین چند مفید رسائل لکھے دیوان لبید پر

ایک عمدہ تبصرہ لکھا۔ سب سے بڑا کام اسنے یہ کیا کہ ہونی قبائل کے متعلق اور پولونیہ کے متعلق جو اسکا وطن تھا، عربون، ترکون اور ایرانیون نے جو کچھ لکھا تھا اسکو ایک کتاب مین جمع کیا،

۱۸۵۵ء مین پیٹرسبرگ کالج مین مشرقی علوم کے لیے ایک خاص مدرسہ قائم کیا گیا، جسمین عربی زبان کی پروفیسری کے لیے ناوردوٹسکی بلایا گیا، ناوردوٹسکی سے عربی زبان کی گرامر یادگار ہے جو ابتک علماے روس کے لیے مرجع ہے،

روس کا ایک مشہور مستشرق **ایلیاس نیولافش برازین** تھا جسکا سال پیدائش ۱۸۱۸ء ہے، قازان کالج مین السنہ مشرقیہ کا پروفیسر تھا، پھر کالج کی طرف سے وہ بلاد مشرقیہ کی سیاحت پر مامور ہوا، جسکے ضمن مین اسنے ایران، جزیرہ، ایشیاے کوچک، شام، مصر، قسطنطنیہ، کریمیا اور سیبریا کا سفر کیا، سیبریا مین آتاریون کے آثار قدیمہ کی تحقیق کی، اور انکی تاریخ لکھی، جزیرہ اور ما بین النہرین مین جو عربی زبان مستعمل ہے اسکو حاصل کیا، حکومتہاے اسلامیہ کی تاریخین مرتب کین، اور انکے ضمن مین آثاری، تاریخی، جغرافی، ادبی اور لغوی مباحث حل کیے، یزیدی اور اسماعیلی فرقون کے حالات لکھے، قازان کے مطبوعات مشرقیہ پر ریویو لکھا، تقریباً ۱۸۹۶ء مین وفات پائی،

پروفیسر برازین کی طرح روس مین ایک اور مستشرق اس عہد مین تھا، جسنے ایران اور وسط ایشیا کا سفر کیا تھا، اسکا نام **خانیکوف** تھا اسنے بخارا اور سمرقند کے آثار قدیمہ پر اور فارسی زبان اور فارسی شعرا پر رسائل لکھے ہین، سال وفات ۱۸۷۸ء،

آخر مین ایک نہایت جلیل القدر مستشرق کا نام ہم لیتے ہین **چرل ٹورنبرگ**

سال پیدائش ۱۸۰۷ء، پیرس مین ڈی ساسی سے تعلیم حاصل کی، اوپسالا کالج مین عربی زبان کا پروفیسر تھا، عربی زبان پر اسکے احسانات نہایت گران بہا ہین، ابن اثیر کی مشہور تاریخ **کامل** کو چودہ جلدون مین شائع کیا، اور اسپر انڈکس وغیرہ کا اضافہ کیا، پھر فاس (مراکش) کی تاریخ موسوم بہ الانیس المطرب اور ابن ابی زرعہ کی روض القرطاس کو چھاپا، موخر الذکر کتاب کا لاطینی مین بھی ترجمہ کیا، ابن خلدون کی تاریخ اور ابن الوردی کے جغرافیہ کا انتخاب شایع کیا اور شہر اوپسالا مین عربی زبان کی جو قلمی کتابین

موجود تھیں اُن پر تبصرہ لکھا تقریباً ۵۰ برس ۱۸۵۱ء مین وفات پائی،

سید سلیمان

روسی مسلمانون کے کچھ متفرق حالات

ترکستان | ترکستان جو تاریخ اسلام مین ایک بلند رتبہ رکھتا ہی ایک مدت سے روسی علم کے نیچے ہی ترکستان کے باشندے جو مسلمان ہین جسمانی حیثیت سے ایک باہیبت قوم ہین اُنکی گذشتہ دماغی قوت کی یادگارین گو تاریخون مین اور کتابون مین ابتک موجود ہین لیکن چند صدیون کے عام اسلامی جمود و غفلت کے اثر سے وہ بھی محفوظ نہ تھا، اور یہی ہر جگہ اور وہان بھی مسلمانون کی پستی کا سبب ہوا، لیکن اب ترکستانی مسلمان بیدار ہو رہے ہین اُن مین تعلیم پھیل رہی ہی، اصلاحین ہو رہی ہین، ضروریات موجودہ کا احساس پیدا ہوتا جاتا ہی ترکستانی مسلمانون کے اس تعلیمی احساس کو روس ہر طرح دبانا چاہتا ہی، مشہور روسی اخبار نووی ودیما کا ایک نامہ نگار ایک سلسلۂ مضامین کے ذریعہ سے روسی حکومت کو اسکی طرف متوجہ کرتا ہی مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہی جسکو پڑھکر مسلمانون کو برٹش گورنمنٹ کی قدر معلوم ہوگی،

"ترکستان صرف ایک بازار نہین ہی جہان روس کی روئی بکتی ہی، بلکہ مشرق اقصا مین وہ دنیاے اسلام کا قلب ہی، مشرق جاگ رہا، جدید اسلامی تمدن کی سطح پر اسلامی اتحاد عام کی بنیاد پڑ رہی ہی، جن مسائل سے روسی حکومت کو ناواقف نہین رہنا چاہیے، اُن مین سے ایک روسی مسلمان کا احساس تعلیم و ترقی بھی ہی جن کی تعداد دو کرور کے قریب ہی اس ناواقفیت اور بیخبری کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاری مسلمان رفتہ رفتہ روشن خیال ترکون کے اقتدار مین آگئے، ترکستانی مسلمان گو ابھی نہو الگا اور کریمیا کے تاتاری مسلمانون سے تمدن مین پیچھے ہین، لیکن پھر بھی وہ اپنی اس طویل نیند سے جاگ رہے ہین جسمین وہ صدیون تک مبتلا رہے، اور افسوس یہ ہی کہ انکو جگایا بھی تو ہم نے نہین جگایا بلکہ غیرون نے جگایا یعنی ترکون نے اور تاتاریون نے، روسی حکومت کا رعب انکے دلون سے کم ہو گیا ہی اسکے چند اسباب ہین، اول یہ کہ روسی جاپانی لڑائی مین ہماری شکست، دوم ہمارے حکام کی بد انتظامی، سوم انکی مالی و اقتصادی ترقی

چہارم غیر ممالک مین انکی سیاحت، ان وجوہ نے انکو علوم و فنون جدیدہ کی طرف مائل کیا لیکن قدیم مکاتب و مدارس مین یہ چیزین نہ تھین اسلیے ان علوم کی طرف وہ متوجہ ہوئے جن سے خیالات مین بلندی و روشنی آگئی ہے ترکون کو ان ترکستانی مسلمانون کی طرف خاص توجہ ہے چند سال ہوئے کہ قسطنطنیہ مین ایک خاص انجمن ترکستان مین اشاعت تعلیم کے لیے قائم کی گئی ہے تاتاری مسلمان بھی قازان اور اورنبورگ سے آآکر ترکستانی مسلمانون کو نہایت جوش اور محنت کے ساتھ تعلیم دیتے رہتے ہین اسیطرح صحاب مطابع اور تاجران کتب بھی اشاعت تعلیم کر رہے ہین، ہمارے حکام کو اسوقت تک اسکی خبر نہوئی جبتک ساٹھ لاکھ ترکستانی مسلمانون مین انقلاب پیدا نہو گیا۔

سختی اور سخت گیری کی پالیسی سے دنیاے اسلام کا کوہ آتش فشان پھٹنے کو ہے اور اسوقت مسلمانان ترکستان مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگا اس انقلاب کے محرک اول بھی خود ہم ہی روسی ہین جنھون نے بلا شبہ ان مسلمانون کو جدید اختراعات سے مرعوب کر دیا لیکن ہم یہ نجان سکے کہ جدید ترقی انکو کیونکر روکا جاے، ہمکو اسی وقت اسکی تدبیر کرنی چاہیے تھی جب یہ لوگ اس گہری نیند سے جاگ کر اپنی آنکھین مل رہے تھے۔

فاتح ترکستان نون قادنان کی فتح ترکستان کے وقت یہ رائے تھی کہ یہان کے قدیم مدارس و مکاتب چونکہ مصالح زمانہ کے مطابق نہین ہین اسلیے یہ خود مٹ جائین گے انکے مٹانے کی ضرورت نہین لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ یہ قدیم مدارس تو بیشک فنا ہو جائین گے لیکن انکی جگہ جدید مدارس بنین گے اور اب دیکھو کہ ان بوسیدہ اور قدیم مدارس کے منہدم کھنڈرون مین جدید مدارس قائم ہو رہے ہین،

روسی حکام اعلان کر رہے ہین کہ ترکستان مین حالات قابل اطمینان ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہان علماے مذہبی اور ارباب خیالات جدیدہ مین نہایت سخت مخالفت آرا اور نزاع ہے علما قدیم اصول کے مدارس و مکاتب کے حامی ہین اور انکی بقا کے لیے کوشان ہین ارباب خیالات جدیدہ جن مین اہل ثروت و تاجر داخل ہین جدید مدارس کے طرفدار ہین اور غافل روسی حکام اس جنگ کا تماشا دیکھ رہے ہین اور دخل نہین دیتے، ترکستانی مسلمانون کے جو حالات منکشف ہوئے وہ صرف دو برس سے حالانکہ وہ ایک مدت سے مشغول تعلیم ہین،

اور وہ بھی روسی حکام سے انکی تحقیق نہین کی بلکہ اتفاقی طور سے ،، عرلت بالین،، کی تحقیقات کرتے وقت یہ انکشاف

ایک اسلامی مدرسہ کو امداد ایر کوشکی کی مینو سپلٹی نے ۱۰۰۰ روپے سالانہ وہان کے اسلامی مدرسہ کے لیے منظور کیا ہے

وہان کے گورنر نے اس شرط پر اسکی منظوری دی ہے کہ مدرسہ مین لڑکون اور لڑکیون دونون کے لیے روسی زبان

کا بھی ایک سکشن قائم کیا جائے، مسلمان اس شرط پر اسکو ماننے کے لیے طیار ہین کہ روسی زبان کے استاد اور

استانیان بھی مسلمان ہون،

تاتاری مسلمانون کا دار المعلمین دار المعلمین کے نام سے تاتاریون کا شہر قازان مین ایک مدرسہ ہے جہان روسی زبان کے تاتاری

مسلمان استاد طیار ہوتے ہین، ابتداءً دار المعلمین مین طلبہ داخلہ کے لیے نہین ملتے تھے اور اب یہ حال ہے کہ گذشتہ

اگست مین جو دار المعلمین کے امتحان داخلہ کا زمانہ تھا، ۲۰۰ طالب علم داخلہ کے لیے شریک ہوئے، حالانکہ وہان

صرف پچیس طالب علم لیے جا سکتے ہین، داخل ہونے والے طلبہ بہت سے اسلامی مدارس کے فارغ شدہ

لوگ تھے اور بعض بعض اوفا کے دفتر شیخ الاسلامی کے سند یافتہ تھے،

تاتاری مسلمانون کا کتب خانہ تاتاری مسلمانون کا ایک اسلامی کتب خانہ شہر ترویسکی (روس) مین واقع ہے جسکا نام

منجات ہے گذشتہ سال کی جنوری سے لیکر جولائی یا اگست تک اس کتب خانہ سے گیارہ ہزار آدمیون نے

فائدہ اٹھایا، فائدہ اٹھانے والون کی تعداد فروری اور مارچ مین زیادہ رہی اسکے بعد جنوری کا نمبر ہے جون

مین انکی تعداد ۷۰۴ تھی، کیا اس سے تاتاری مسلمانون کی ترقی کا اندازہ نہین ہو سکتا،

ایک تاتاری مسلمان عالم کی موت صوبہ قازان کے ضلع تتوش مین ایک قریہ کا نام ہبوک تارامالی ہے وہان کے ملّا نے

پہلی اگست کو وفات پائی اس ملا کے حالات زندگی سے تمام ہندوستان کے علما اور مقدس لوگون کو سبق حاصل

کرنا چاہیے ملا سے موصوف کا نام محمد عالم بن خالد تھا، ۵۰ برس کی عمر پائی، اس قریہ مین ۵۵ برس تک

خدمت امامت انجام دی،

ملا محمد عالم کی ابتدائی حالت یہ تھی، کہ وہ اپنے باپ کی غربت و افلاس کی وجہ سے نہر والگا کے ساحل

پر کچھ دن رہکر قزاقی بچون کو پڑھایا کرتے تھے اور اس سے کچھ روپیہ جب جمع ہو جاتا تو مدرسہ مین داخل ہو کر طلب

علم مین مصروف ہو جاتے تھے، ملا سے قریہ ہونے کے بعد اپنی قوم کے لیے جود و کرم جد و جہد اور دیگر مفید اعمال

موجود تھے، مسلمان بچون کی تعلیم کے لیے صرف اپنی کوشش سے ایک درسگاہ قائم کی، گاؤن کے کثیر السن لوگون کو شہر کی گلیون کی پرورش اور فنون باغبانی کی تعلیم دی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کچھ ہی دنون کے بعد تمام قریہ مسجدون و پیڑون کا باغستان ہو گیا، ملاے موصوف کا استغنا اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ انھون نے کسی سے کسی بات کی کبھی خواہش نہین کی بلکہ وہ خود اپنے پاس سے مساجد، مدارس اور نہرون کے لیے بہت کچھ مدد کیا کرتے تھے،

اس قریہ کے باشندون نے جو پہلے غربت و افلاس مین مشہور تھے، ایک بہت بڑی مسجد اور ایک عمدہ درسگاہ بغیر کسی خارجی امداد کے قائم کر لی، اس درسگاہ مین وہ اپنے بچون کو جدید اصول کے مطابق تعلیم دیتے ہین اسی قریہ مین اب روسی زبان کا ایک اور ابتدائی مدرسہ بھی قائم ہوا ہے، گاؤن مین کسی اسکول کے سند یافتون کی ایک معقول جماعت بھی موجود ہے، یہ تمام کامیابیان صرف اسی ملا کی ذات واحد کا نتیجہ ہین جسنے پہلی اگست دوشنبہ کے دن وفات پائی۔

اس بزرگ کی سادگی اور محنت کا یہ عالم تھا کہ جب موت اسکی طرف اپنا ہاتھ بڑھا رہی تھی تو وہ کاشتکارون سا جوتا پہنے ہوئے اپنے باغ مین کام کر رہا تھا، پچاسی برس کی عمر مین بھی ملاے موصوف کی قوت باصرہ اور سامعہ کے انجام فرائض مین کوئی کمی نہین آئی تھی، وہ بغیر عینک کے کتابون کا مطالعہ کیا کرتے تھے، یہ سنکر حیرت ہوگی کہ ۸۵ برس کا ایک گاؤن کا ملا اخبار بینی کا شائق تھا،

سخاوت وجود و کرم کے لحاظ سے ملاے موصوف علیِ وقت تھے چند بار ایسا موقع پیش آیا، کہ کسی سائل نے سوال کیا اتفاق سے اُن کے پاس کچھ نہ تھا، تو اپنے پہننے کا آخری کپڑا حوالہ کر دیا، پابندی مذہبی کی یہ حالت تھی کہ بلوغ کے بعد کبھی کوئی نماز اور روزہ قضا نہوا، چند اولادین یادگار چھوڑین جن مین سے ایک قزان کے مدرسہ صنعت و حرفت مین تعلیم پاتا ہے اور دوسرا دفتر تجارت مین مشغول ہے، باقی لڑکے اپنے باپ کی طرح گاؤن مین ملا ہین،

سید سلیمان

گورنمنٹ ممالک متحدہ

متفرقات

صیغہ پولیٹکل

۴- جولائی سنہ ۱۹۱۲ء

نمبر ۹۰۵ — ۴ہر ۱۳/۲ — اس تحریر کی رو سے اطلاع عام کے لیے مشتہر کیا جاتا ہی کہ حاجیونکی بیویون اور بچون اور نوکرون کے لیے۔ جو حج کے سفر مین اُن کے ہمراہ ہون۔ ضروری نہ ہوگا کہ وہ اپنے ساتھ راہ داری کے جدا جدا پروانے لائین یا جداگانہ فیس وغیرہ ادا کرین بشرطیکہ متعلقین مذکور کے نام اُس پروانہ راہ داری کے خانہ این لکھے ہون جو اُس حاجی کو عطا کیا جاے جس کے ہمراہ وہ جائین۔

یہ احکام ان زائرون سے متعلق نہ ہون گے جو سواے حجاز کے قلمرو ٹرکی کے کسی اور مقام کو جا رہے ہون،،

حسب الحکم جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔ ممالک متحدہ۔

آر برن

چیف سیکریٹری گورنمنٹ۔ ممالک متحدہ

گورنمنٹ ممالک متحدہ

صیغہ تعلیم

"حفظان صحت و صفائی"

۲۴ - اپریل سنہ ۱۹۱۲ع

بندہ ۶۲۵ - اس غرض سے کہ حج کا قصد رکھنے والون کو زیادہ آسانی ہو اور بمبئی مین موجودہ کثرت آمد و رفت حاجیونکی
کم ہو جاوے. جناب نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل نے یہ امر طے فرمایا ہے کہ آیندہ حج کے موسم مین اور تا صدور
حکم ثانی حجاز کو جانیوالے حاجی علاوہ بندرگاہ بمبئی کے بندرگاہ کراچی سے ابھی جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہو سکینگے -

لہذا ان اختیارون کے بموجب جو وبائی بیماریون کے ایکٹ سنہ ۱۸۹۷ (نمبر ۳ سنہ ۱۸۹۷ع) کی دفعہ ۲ دفعہ تحتی (۱)
کی رو سے حاصل ہین اور ان احکام کو منسوخ کر کے جو صیغہ ہوم کے اشتہار نمبر ۱۶۰۷ مورخہ ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۰۸ع مین مندرج
ہین جناب نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل حکم دیتے ہین کہ تا صدور حکم ثانی نیچے لکھی شرطون کی پابندی سے ہر باشندہ
ملک ہند کو حج کے سفر کرنیکی اجازت ہوگی -

(۱) یہ کہ بندرگاہ بمبئی و بندرگاہ کراچی واقع احاطہ بمبئی کے سواے اور کسی بندرگاہ سے کسی شخص کو بغرض حج مکہ کو جانیکے قصد سے
جہاز پر سوار ہونے کی اجازت نہ ہوگی - اور

(۲) یہ کہ قبل اسکے کہ حاجی سوار ہون ان جہازون مین جو جدہ کو جانیکی غرض سے کرایہ پر لے گئے ہون بہ ہدایت ناقی
بندرگاہ کے ہیلتھ افسر کے خوب اچھی طرح صفائی کیجائے اور کلیٹن صاحب ایجادی ترکیب سے کل چوہے جہاز سے دور کر دیے جائین - اور

(۳) یہ کہ جہاز پر بغرض ہسپتال کافی جگہ چھوڑ دی جاوے - اور (۴) یہ کہ جہاز پر سوار ہونیکے قبل حاجیونکا ڈاکٹری
معائنہ کر لیا جاوے اور انکے کپڑون اور اسباب سے بیماری کا اثر دور کر دیا جاوے جیسا کہ معمولی اسٹیمرون (دخانی جہازون) پر تیسرے
درجہ کے مسافرونکی صورت مین کیا جاتا ہے - اور (۵) یہ کہ بمقام عدن جہازون کا مزید ڈاکٹری معائنہ کیا جاوے - اور

(۶) یہ کہ اگر حاجیونکے کسی جہاز پر جو عدن مین پہونچے مرض طاعون پایا جاوے تو اس امر کی اطلاع بذریعہ تار برقی بمقام
پیرم بھیج دی جاوے جہان سنہ ۱۹۰۳ع کے معاہدہ پیرس کی شرط (۲۱ و ۲۳) کے بموجب جہاز کی نسبت اس طرح عمل کیا جاویگا کہ اسمین طاعونی
بیماری کا اثر ہے اور وہ تدبیرین جو شرط مذکور مین مقرر ہین ٹھیک ٹھیک عمل مین لائی جائینگی اور ان جہازونکی نسبت بھی
جن پر مرض طاعون ہونیکا حال بمرتبہ اول اس وقت معلوم ہو جب وہ عدن اور پیرم کے درمیان ہون ویسا ہی عمل کیا جاویگا -

۲ - ہر موسم حج کے شروع مین گورنمنٹ بمبئی بمقام پیرم ایک مقام بغرض نگرانی حاجیان بہ تعلق مرض طاعون کے مقرر کریگی
جسمین کل سامان ضروری موجود رہیگا اور جو اس قابل ہوگا کہ اگر حاجیون کے کسی جہاز مین مرض طاعون کا اثر ہو تو
مقام مذکور مین سنہ ۱۹۰۳ع کے معاہدہ پیرس کی شرط ۲۱ کے بموجب علاج کے واسطے طاعون والے جہاز کل مسافر
رکھے جا سکین -

الندوہ

نمبر ۶	جمادی الثانی ۱۳۳۰ ہجری مطابق جون ۱۹۱۲ عیسوی	جلد ۹

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جسکا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

نعیم میر عبدالکریم علوی فقیہ اول دارالعلوم و اڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام و حسن انتظام بندہ ناچیز عابد علیخان مالک و مہتمم مطبع کے

شاہی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

مسئلہ جہاد پر بحث

گذشتہ سال سے ابتک ایک عجیب پیچ وتاب سے مضمون نگارون نے اس مسئلہ پر بحث کی کسی نے اسے کسی عنوان سے بیان کیا کسی نے کیا ڈھنگ اختیار فرمایا۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب بعض ناظرین الندوہ کا یہ فرمانا کہ اس عنوان پر اس طویل زمانہ مین کوئی روشنی نہ ڈالنا قابل حیرت ہی اسکی وجہ یہی ہی کہ جن اخبار کے لائق اڈیٹرون نے اسپر طویل بحث کرنے کے باوجود بھی اسے پورے طور سے روشن نہین کیا انھون نے بحث کرتے وقت اُن اصول کو جو رسالت عظمی نے اسکے واسطے مقرر فرمادیے ہین مدنظر نہین رکھا بعض کوتاہ اندیشون کا یہ خیال ہی کہ اسپر بحث کرنا ہی نصاری کے منشا کے خلاف ہی اُنسے علاوہ دیگر وجوہ کے یہی پوچھنا چاہیے کہ مسلمان ہونا کب منشاے نصاری کے موافق ہی پھر اُنھین یہ بھی نہین معلوم کہ وہ کون اسلامی مدارس مین یہ پڑھا پڑھایا جاتا ہی کونسی کتاب فقہ یا حدیث ہی جس مین اسپر پوری بحث موجود نہین خود قرآن کا کوئی پارہ اس سے خالی نہین پھر کیا آجتک نصرانیون نے انھین روکدیا ہی یا وہ روک سکتے ہین کہ تم علوم مت پڑھو مت سیکھو۔

ہمین اس مضمون سے یہ مطلوب نہین کہ مسلمان ہندوستان سے اٹلی کے مقابلہ مین جاکر جہاد کرین یا بلقان جائین یہ تو وہ خود سوچتے رہتے ہین کہ اُنھین سیاست مین کیا کرنا چاہیے ہم صرف بحیثیت ایک مضمون اسکے متعلق معلومات بہم پہونچاکر ناظرین کی خدمت مین پیش کرنا چاہتے ہین۔ ہم اسکے متعلق چار امور پر بحث کرینگے

ضرورت جہاد پر دلائل عقلی و نقلی (۲) اقسام جہاد (۳) شرائط جہاد (۴) فضائل جہاد۔

جہاد جہد سے ماخوذ ہی جسکے معنی گھمسان کی کوشش کرنا اور کسی کام مین اپنی کامیابی کے واسطے غایت طاقت سے کام لینا۔ تکلیف شدید برداشت کرنے کو بھی جہاد کہتے ہین اسی واسطے عرب جَہدَ اللبنَ اُس وقت بولتے ہین جب اُس سے پورا مسکہ نکال لیا جاتا ہی۔ رجل مجہود وجہید مفلوک الحال اور غایت درجہ کے شکستہ خاطر شخص کو بولتے ہین جہدت الطعام عربی مین اُسی وقت استعمال ہوتا ہی جب کسی کو غایت درجہ خواہش طعام ہو۔

جُہد ضم اور کسرہ دونون سے مستعمل ہی جہاد کسرہ اور فتح جیم سے استعمال پاتا ہی پس جہاد کی پوری پوری لغت مین یہی ہی اسی سے جہاد اسلامی یا جہاد اقوام جیسے سب جانتے ہین معلوم کیا جا سکتا ہی اور مناسبت لغوی و شرعی بھی پورے طور سے معلوم کی جا سکتی ہی۔ اسکے لغوی معنی ہی سے پتہ چلتا ہی کہ بلا ضرورت شدیدہ اسے استعمال نہ کرنا چاہیے اور یہ کہ جو جہاد کے واسطے تیار ہو مصائب سے جان نہ چرائے۔

علاوہ نقل صریح شرعی خود عقل بھی بتاتی ہی کہ جہاد دو ہی قسم کا ہو سکتا ہی فاتحانہ۔ مدافعانہ۔ جہاد مدافعانہ پر دلائل نقل کرنا یا کسی قسم کی تحریر سے کام لینا ایک مجنون اور پاگل شخص کا کام ہی ہر ایک شخص جانتا اور مانتا ہی کہ حفاظت خود ایک لازمی اور ضروری امر ہی شرائط جہاد بہت ہی مختصر اور جامع ہین۔ کسی ایسے شخص کو مت مارو جو تم کو نہین مارتا اور نہ مارنے پر دوسرون کو اُبھارتا ہی جیسے بچے عورت بوڑھے وغیرہ جس قوم سے لڑو وہ تمھاری رعایا نہ ہو اور تم مین اور اُس مین کسی قسم کا عہد و پیمان لڑائی نہ لڑنے کا بھی نہ ہو ایسی صورت مین غدر ہی جہاد نہین اگر تم پر کفار چڑھ دوڑین اور تمھارے ملک کو لینا چاہین تو ہر شخص پر جہاد فرض ہی حتی کہ غلام بلا اذن مولی لڑنے پر مجبور ہی عورت بلا اذن شوہر لڑنے پر مجبور ہو گی اگر اُس علاقہ کے لوگ جن پر کفار چڑھ دوڑے ہون مقابلہ کی طاقت نہین رکھتے تو قرب وجوار کے مسلمانون پر فرض قطعی ہی کہ وہ اُنکی مدد کرین اگر وہ بھی نہین کر سکتے یا نہ کی تو جس مسلمان کے کان مین آواز پہونچے اُسپر قطعی فرض ہی کہ وہ جائے اگرچہ وہ مشارق ارض پر ہو اور مظلوم مغارب مین ہون دیکھو ہدایہ شامی

جنگ۔ نیشاپوری مظہری کشاف و ابن اثیر وغیرہ ایسے وقت نہ افسری ضرورت ہو نہ امیری ضرورت ہو ہر
شخص کا لازمہ فریضہ ہو کہ وہ دوڑ پڑے۔ اگر کفار تم پر نہیں آئے بلکہ تم خود جانا چاہتے ہو تو سب سے
پہلے یہ دیکھو کہ عہد نہ ہو زان بعد انھین اسلام کی دعوت دو اگر مان جائین تو اُنکا ملک بالکل اُنکے حوالہ
کر دو۔ اگر یہ بھی نہ مانین تو جزیہ دینے کا وعدہ لو اگر یہ بھی نہ ہو تو خدا سے مدد مانگ کر اپنی فاتحانہ طاقت
سے کام لو اور اُسوقت تک لڑو جب تک وہ ہتھیار نہ ڈالدین۔

یہ سب امور خود احادیث صریحہ صحیحہ بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ کے علاوہ خود قرآن مین بھی صاف موجود ہین
قال اللہ تعالیٰ تقاتلونھم او یسلمون قال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون قال تعالیٰ حتی
تضع الحرب اوزارھا ہم اسی قسم فاتحانہ پر دلائل عقلی و نقلی پیش کرتے ہین۔

دلیل اول۔ یہ بات کسی شخص پر بھی مخفی نہیں کہ جو ملک کسی بادشاہ کا ہوتا ہو اُسی کے قوانین اور ہدایات
اُس مین نافذ ہوتے ہین اور وہ اپنے حسب منشا اپنے نواب و عمال و حکام خاص امتیاز کے ساتھ مقرر
کر دیتا ہو اگر لوگ یہ سب کچھ اُسکی خواہش کے مطابق مانتے رہتے ہین تو امن مین رہتے ہین ورنہ وہ
اپنی طاقت شاہی سے کام لیکر انھین تابعدار بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا ہان وہ اس
بات کی پروا نہین کرتا کہ کسے اُس سے اخلاص ہو اور کسے نفاق وہ ہر دو فریق کو اپنی بادشاہت منوانے
پر مجبور کرتا ہو اہل اخلاص کے اخلاص کو خاص نظر سے دیکھتا ہو اہل نفاق سے اُس حد تک درگذر کرتا
ہو جب تک وہ دست بشمشیر ہو کر مقابلہ نہ کرین۔ یہ ایک ایسا قانون فطرت ہو جس سے کوئی شخص انکار کی
گنجائش اپنے دل مین نہین پاتا۔ بس اسی اصول فطرت پر جہاد اسلام کو بھی خیال فرماؤ۔ یہان تو خداوند تعالیٰ
صرف بادشاہ اور ملک الملوک ہی نہین بلکہ مالک الملوک اور خالق المخلوق بھی ہو پھر کوئی وجہ نہین کہ
اُسکے ملک مین اُسکے قوانین نافذ نہ ہون اور اُسی کے نواب اور عمال دنیا کے پورے حاکم نہ ہون ادھر
یہ ایک تنقیح شدہ مضمون ہو کہ جو جماعت احکام خداے تعالیٰ کو نافذ کرنے کے واسطے آمادہ ہوگی اُسکے
سامنے دو قسم کے لوگ پیش آوینگے باتون والے اور لاتون والے باتون والون کو تو وہ باتون ہی سے
سمجھاتے ہین مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہین خاصکر ایسی صورت مین کہ خود غرض اشخاص کی مٹی اُنکے ہاتھون

پیدا ہوتی ہو تبدیل احوال نشیرہ اُسکے پیش نظر ہوتا ہو اُسکے تمدن و معاشرت و عادات و اخلاق سے بھی وہ بہت سے خلاف احکام اپنے ساتھ رکھتے ہین بعض وقت غلط فہمیون کا بازار بھی گرم ہوتا ہو ایسے وقت تو باتون کو سمجھنے والا بھی لاتون ہی کا ہو جاتا ہو پھر ایسی جماعت کے لیے کیا صاف فرمان کی ضرورت نہین کہ مجبور کا دٹین الفاذ احکام خداوندی مین تمھین پیش آوین دفع کرو اور ملک کو مطیع بنا راستکو صاف کرو۔ ہمارے اس بیان سے یہ امر بھی معلوم کر سکتے ہو کہ ایسی جماعت کے واسطے بڑی بڑی مدد خداوندی لازم اور ضروری ہوگی جیسے بادشاہ ہر طرح ظاہر اور خفیہ طور سے اپنی فوج کو مدد پہونچانے مین کوتاہی نہین کرتا ویسے ہی خدا یتعالی مجاہدین کی امداد مین کمی نہین فرماتا۔ اس دلیل سے یہ بھی صاف ہو گیا ہو کہ جو قوم اپنے اعتقاد متین تہ دل سے یہ خیال کرتی ہو کہ اُسکا مذہب سچا ہو اور ہدایات خداوندی اُسکے پاس ہین اور وہ اپنے دل مین سچائی سے اسکا بھی اعتراف کرتی ہو کہ وہ ان ہدایات پر خود بھی عمل کریگی خلق خدا مین بھی نافذ کریگی۔ اگر ایسی قوم دنیا پر حاکم اعلی ہونے کی کوشش نہ کریگی تو وہ خدا کی بھی مجرم ہوگی انسانون کی بھی مجرم تمدن اور معاشرت کی تباہیون کی بھی وہی ذمہ دار ہوگی اُسپر فرض ہو کہ وہ حاکم اعلی ہونے کی کوشش کرکے انفاذ احکام خداوندی مین مدد دیکر اپنے کامون مین خدا سے مدد چاہے اُسکی ضرور ضرور مدد ہوگی ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

دوم اس بات کا شاید دو ارب انسانون مین سے دو بھی انکار نہین کرینگے کہ انسان کیسے ہی عمدہ سے عمدہ قوانین کیون نہ سوچے وہ کبھی غلطی سے پاک نہین ہو سکتے خود قانون کا بنانے والا ہزار بار اُسکی غلطی کا اعتراف کرتا ہو ایسی صورت مین حاکم ایسی قوم ہونا چاہیے جو اپنی سلطنت کے واسطے کم از کم اپنے خیال کی رو سے ایسے قوانین رکھتی ہو جن مین ایسی غلطی اور لچر پنے کا وہم اور خیال بھی نہ آوے ایسی قوم کے حاکم ہونے سے دو عظیم الشان فائدے ہونگے اوّل یہ کہ اُس قوم کا ہر ہر فرد اس قانون کے سامنے گردن جھکانے مین تامل نہ کریگا اور نہ اُسے یہ خیال ہوگا کہ مین کسی ایسے قانون کا شکار ہوا ہون جس مین میرے ہی جیسے انسان کے دماغ کام کر چکے ہین اور نہ وہ اپنے حکام سے بدظن ہوگا کہ یہ کسی خاص خود غرضی کے واسطے تو نہین بنایا گیا دیکھو دنیا کی تاریخ بتاتی ہو کہ بعض افراد نے اکثر اوقات محض اپنے دشمنون کو

نیچا دکھانے کے لیے قوانین بنائے اور مطلب برآمد کرکے پھر فوراً اُٹھا دے دوسرا نفع یہ ہوگا کہ محکوم قوم بھی حاکم قوم پر وقتاً فوقتاً بدظنیون کا موقع نہ پاویگی وہ جان لیگی کہ جب یہ خود اُسکے سامنے سر جھکاتے ہین تو ہمارے لیے اس مین کوئی خاص برائی نہین سوچی گئی پھر ایسے قانون کے نافذ کرنے مین جو مزاحمت کرے اُسکا علاج بجز پیٹنے کے اور کیا تجویز کیا جا سکتا ہی اس دلیل سے بھی یہی برآمد ہوتا ہی کہ جو قوم سچا دین رکھتی ہو اُسکا فرض ہی کہ وہ دنیا کا اعلی حاکم ہونے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے اس قاعدہ کے مطابق جب اسلام حسب عقائد اہل اسلام ایک سچا دین اور اپنے پاس سب سے بہتر قوانین رکھتا ہی تو کوئی وجہ نہین کہ وہ اپنے ماننے والون کو دنیا کا سب سے بڑا حاکم ہونے پر مجبور نہ کرے یہ ہمارا مطلب نہین کہ دوسری اقوام حاکم ہونے کی کوشش نہ کرین بلکہ ہمارا مطلب یہ ہی کہ جو سچا دین اور قوانین خداوندی رکھتا ہو وہی اس بات پر مجبور ہی کہ دنیا کا سب سے بڑا حاکم ہو موجودہ اقوام دنیا مین سے کوئی ایک قوم سوا اہل اسلام نہین جسکے پاس خود اُسی کے خیال کے مطابق قوانین تمدن قوانین معاشرت اُسکے اُس کتاب مین جسے وہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہون پائے جاتے ہون کیا دنیا کی اقوام سب ہمارے سامنے موجود نہین کیا ویدون کا کوئی تمدنی قانون آجتک کسی نے سنا ہی ہرگز نہین انجیل کی کوئی معاشرت اور تمدن و سیاست و عدالت دیوانی وغیرہ کے قوانین آجتک کیا کبھی کسی نے سُنے ہین ہرگز نہین پس اس بنیاد پر لازم ہی کہ دنیا پر اسلام ہی حاکم ہو اور بس بلکہ غیر مسلمون کو بھی چاہیے کہ وہ اسلام ہی کے حاکم تسلیم کرنے کی کوشش کرتے رہین۔

اسپر یہ بات نہ کہنا چاہیے کہ جب اسلام کے سچے قوانین ہونے کی بنیاد پر یہ لازم ہی کہ لوگون کو اُسکے حاکم ماننے پر مجبور کیا جاوے تو پھر یہ بھی لازم ہی کہ اسی بنیاد پر وہ لوگونکو مذہبی عقائد و اعمال پر بھی مجبور کرے بلکہ وہ تو خود اصول اسلام ہی کے مطابق زائد اہم اور اعلی و ارفع ہین حالانکہ خود اصول اسلام کی رو سے یہ جائز نہین۔ وجہ یہ کہ ایمان ایک تصدیق قلبی کا نام ہی اور یہ ظاہر ہی کہ کسی کے دل مین جبراً کوئی اعتقاد نہین ڈالا جا سکتا اسی واسطے اسلام نے لا اکراہ فی الدین کا اعلام کیا۔ ثانیاً یہ کہ انسان کے سامنے جو چیز اور معاملات ہوتے ہین اور ہر وقت اسے اُن سے سابقہ پڑتا ہی اُنکی جانچ پڑتال پر جلد متوجہ ہو کر حسن و قبح

کے متعلق کوئی رائے قائم کرسکتا ہو بخلاف اسکے وہ امور جو کسی دوسرے عالم مین پیش آنے والے ہین انپر بجز خواص وہ بھی خاص صورتون مین بہت کم لوگ خیال کرتے ہین بدینوجہ اگر اسلامی سلطنت ماننے کے واسطے لوگونکو مجبور کیا جاوے تو وہ جائز بلکہ لازم ہوگا دیکھو دنیا کی دوسری اقوام بھی تو دنیاوی قوانین پر لوگونکو مجبور کرتی ہین۔ تیسرا فائدہ قابل قدر یہ بھی ہوگا کہ روزمرہ کی قانون سازی سے اقوام دنیا کو راحت ملیگی کون نہین جانتا کہ مجالس قوانین پر اقوام دنیا کا کروڑون روپیہ صرف ہوتا ہی اور مسلمانون کے جاہلانہ بھی نہین صرف ہوتے طرفہ یہ کہ بڑی بڑی موشگافی کے بعد بھی کسی طرح قانون قابل قدر نہین ہوتا دیکھو نصرانیون نے بہت ہی کچھ چھان بین کے بعد یہ قانون تجویز کیا ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کی ناک ظلما کاٹ دے تو اسے تین سال کی قید دیجاتی ہی اور بس۔ مگر اسلام نے یہ قرار دیا کہ مظلوم کو اختیار ہی ظالم کی ناک کاٹ لے یا بارہ ہزار درہم دیت لے لے یا معاف کردے یا طرفین کسی بات پر صلح کرلین ہر شخص اپنی فطرت غیر کا ذبہ سے پوچھ لے کہ مظلوم کی دادرسی کس صورت مین اچھی ہوئی وقس علی ہذا۔

سوم یہ بات تو میرے خیال مین بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہی کہ انسان کے فطرتی جذبات کو کسی طرح معدوم نہین کیا جاسکتا اور نہ کسی سچے مذہب اور سچے مصلح کو ایسا خیال کرنا چاہئیے جذبات اسی حد تک روکے جاتے ہین جو عادۃً طاقت بشری سے باہر نہو ادھر یہ بالکل ہین من الأمس ہی کہ فاتحانہ جذبات سیاسی اعزاز وغیرہ انسان کی فطرت مین داخل ہین اسپر دلائل پیش کرنا فضول ہی خود دل سے پوچھو وہ صاف تحریری اور تقریری جواب بلا تامل بڑے زور و نیز اثبات مین دیگا زائد اگر مگر کی مطلق ضرورت نہین پھر ایسی صورت مین اسلام کو اپنے ماننے والونکے ساتھ کیا کرنا چاہیے تھا ہمارے خیال مین اسے یہی کرنا چاہیے تھا جو اسنے کیا وہ یہ کہ جذبات کی اصلاح کرکے انپر ایک خاص اندازہ کو لازم کرے جس مین کہ انکے جذبات بھی قائم رہین اور خلق خدا کو بھی نفع ہو وہ یہ کہ فلان فلان قوانین اپنے ساتھ رکھو اور فلان فلان شروط پر تم اپنی امنگون کو پورا کرکے خود کو اور خلق خدا کو نفع پہونچا سکتے ہو اگر بفرض محال وہ ایسا نہ کرتا تو فطرت کے موافق مذہب کہلانے کا ہرگز ہرگز مستحق نہ ہوتا اور نہ ہی دنیا مین کوئی قوم اسکے حکم کی تعمیل کے واسطے تیار ہوتی کیا دنیا مین کسی قوم کو دکھا سکتے ہو جو فاتحانہ طاقتونکو ایکبار نہین صد بار عمل مین نہ لاچکی ہو پھر حکم

ایک محال ہوتا جو کسی طرح قابل التفات نہ تھا۔

چہارم جب یہ مسلم ہی کہ تمام دنیا خدا ہی کی ملوک ہی تو پھر اُسی آرام اور نفع کے اُٹھانے کی زیادہ مستحق وہی قوم ہو سکتی ہی جو خدا کو سچے طور سے مانتی ہو پھر ایسی صورت مین جو اُسکے اس جائز استحقاق مین دخل نامعقول دے اور مزاحم ہو اُسکے واسطے سوا پٹورا اور کیا سزا تجویز ہو سکتی ہی اس دلیل سے بھی یہ صاف ٹھیک رہا ہی کہ جو قوم سچا دین رکھتی ہو اُسکا حق ہی کہ دنیا مین وہی حاکم اعلیٰ ہو کر رہے وہ قوم اصول اسلام کے مطابق مسلمان ہی ہین لہذا اسلام کا فرض منصبی تھا کہ وہ اُنکے واسطے ترقی کی راہین کھولدے اور اپنے ملوکہ ملکون مین سے اُنھین پورا نفع اُٹھانے کی اجازت دے اور جو اس تجویز کی خلاف ورزی کرے اُسے پوری سزا دیجائے اسی واسطے اسلام نے کفار کے نام ایک گشتی جاری کی واعلموا ان الارض یرثہا عبادی الصالحون اور رسالت عظمیٰ نے بھی اپنے ایک فرمان مین یہود سے خطاب کرکے فرمادیا تھا واعلموا ان الارض للہ یورثہا من عبادہ من یشاء۔

پنجم یہ تو ہمارے خیال مین ہر ایک شخص مانتا ہی کہ ہر سچے دین کا منشا یہی ہوتا ہی کہ وہ لوگون مین جاری ہو اور نافذ ہو اُسے لوگ قبول کرکے سعادت دارین حاصل کرین ادھر یہ ظاہر ہی کہ جب تک کسی شخص کو کوئی خاص اعزاز نہ حاصل ہو اُسوقت تک اُسکی عمدہ باتون سے لوگ نفع اُٹھانے کی کوشش تو کیا کان بھی نہین دھرتے ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہی کہ سب سے بڑا اعزاز جسکی طرف عوام اور خواص دونون کے طبائع مائل ہوتے ہین وہ سلطنت ہی اس بنا پر لازم ہی کہ ایک سچے دین والا اگر واقعی خلق خدا کو نفع پہونچانا چاہتا ہی تو وہ اپنے آپ کو بادشاہ بنا کر رکھے ایسے شخص کی طرف طبائع جھکینگے اور وہ خلق خدا کو گمراہ کرنیوالونسے بھی بچا سکیگا اسی واسطے حضرت موسیٰ نے موقع پاکر خدا تعالیٰ سے کہدیا ربنا انک اتیت فرعون وملأہ زینة من اموال الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک الخ ای خدا تو نے فرعون اور اُسکی قوم کو خوب مال و زینت دیا اسکا انجام یہی تو ہوگا کہ وہ تیری راہ سے لوگونکو ہٹانے لگینگے خدا نے اُنکے جواب مین اجیبت دعوتکما فرمایا جس سے روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہی کہ اُنکی یہ دعا اکسیر اعظم ثابت ہوئی اور جو ہونا تھا ہوا جو ساری دنیا پر ظاہر و باہر ہی۔

[illegible]

ششم عام طور پر لوگ جانتے ہین کہ کسی معزز شخص کے اعزاز کا یہ بھی ایک بہت بڑا جزو ہو کہ اسکے لازم خدام احباب توابع سب باعزت اور با احترام ہون - بڑے لوگون مین یہ بات یہانتک مانی جاتی ہو کہ ضرب المثل غلام ہمسایہ المولیٰ مشہور ہو جب خداوند تعالیٰ مالک کل ہو تو اسکی عزت کا یہ بھی ایک بہت بڑا حصہ ہو کہ اسکے تابعدار معزز ہون مجموعی حیثیت انکی اعلیٰ ہو - ساتھ ہی اسکا ایک شخص بھی انکار نہین کر سکتا کہ عزت دنیاوی کا سب سے بڑا حصہ کارخانہ قضا و قدر نے سلطنت مین مضمر رکھا ہو بدین وجہ لازم ہوا کہ اعلاے کلمۃ اللہ کے واسطے انپر لازم قرار دیا جاوے کہ یہ عزت کا بہت بڑا حصہ جو سلطنت ہو حاصل کرین تاکہ انکے اعزاز سے کلمۃ اللہ کو بھی اعزاز ہو اسی واسطے اسلام نے گنتی کر دی ہو وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا خدا نے وعدہ کر لیا ہو کہ مسلمانون کو خلافت زمین دی جاویگی جیسے پہلے زمانون مین دی جا چکی ہو (انبیاے سابقہ) اور جو دین خدا نے انکے لیے پسند کیا ہو اسے پورا قرار زمین پر دیا جاویگا خوف کے بدلے امن ہوگا ہماری ہی تو یہ عبادت کرتے ہین پھر حیرت ہی کہ انکے سوا کسے خلیفہ بنایا جاویگا اسی واسطے فرمان رسالت مین من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا (یعنی جہاد صرف اسواسطے ہونا چاہیے کہ خدا کا بول بالا ہو) موجود ہو -

جو لوگ جہاد کو صرف مدافعت پر محمول کرنیکے عادی ہین اور ہزار پیچ و تاب کرکے کوئی نہ کوئی شگوفہ نکالنے کی کوشش کیا کرتے ہین انھین اس آیت پر خاص خیال کرنا چاہیے کہ آیا خلافت فتوح سے حاصل ہوا کرتی ہو یا مدافعت سے اور یہ کہ فتوح سے خدا کا بول بالا ہوتا ہو یا مدافعت سے اور یہ کہ فتاح قوم معزز ہوتی ہو یا مدافع -

ہمارے خیال مین یہ بدیہ اولی ہو زائد تحریر زائد ہو -

ہفتم اکثر اوقات لائق اشخاص کی کم حیثیت دوسرونکی نفرت کا باعث ہوتی ہو پھر جس دین کو تمام دنیا پر اپنے آپکو روشن صورت مین رکھنا مطلوب ہو اسکی صورت اسکے سوا کیا ہو سکتی ہو کہ وہ اپنے لوگونکو موقع نہ دے بلکہ مجبور کرے تاکہ وہ دوسرونکے لیے باعث فتنہ نہون جیسے ہی تو قوم موسیٰ نے کہہ دیا ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا (اے خدا ہمین کفار کی گمراہی کا سبب نہ بنا -

۸ جب تک کوئی قوم فاتحانہ طاقت سے دکام سلے وہ ہمیشہ فاتح قوم سے ذلیل ہونے ہوتے قابل مدافعت بھی نہین رہتی اُسے کوئی طریق امر واز بڑھانے کا حاصل ہی نہین پھر خاطر دشمن بار بار کے حملوں مین اُسے پیس دیگا دیکھو جب یہود اور چین و بھیل و گونڈ وغیرہ ذلیل اقوام دنیا یا بھنگی ذلیل ترین افراد انسان ان سب کی تاریخ ایک ہی دن اُٹھا کر دیکھنے کی تکلیف گوارا کرو کہ جب اُنکی ذلت کے دن قریب آگئے تو اُنھون نے اپنی فاتحانہ طاقت کو چھوڑ کر محض مدافعت پر کفایت کی آخر یہود نصاریٰ کے ہاتھ سے ذلیل ہوے اور گونڈ و بھنگی و چین و بھیل ہندؤن کے حملون کا شکار ہوکر برباد ہوے و قد خلت المثلات من قبل ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار۔

نہم جب اسلام نے مسلمانونکو حکم دیا ہو کہ وہ اشاعت اسلام اطراف عالم مین ہر جگہ کرین اور تمام دنیا مین پھیلین بڑھین اور سکونت پذیر ہون کیا اس مین کسی کو کلام ہو کہ یہ اسلام کا ناطق حکم نہین ہو پھر مسلمان دنیا مین رہکر کیا خدا کے قوانین کی پابندی کرین معاملات و عبادات مین یا کفار کے قوانین اُنکے واسطے دستور العمل بنائے جائین اگر امر اول ہو تو اسلام کا فرض ہو کہ وہ اہل اسلام کو فتح عام کا حکم دے جیسے اُسنے کیا اور جو شخص امر ثانی کو خیال مین لائے اصول اسلام کے مطابق اُسے ضرور ہو کہ وہ اپنے اسلام کی تجدید کرے۔

دلیل دہم کسی قوم اسلام کا کسی کافر کے تحت مین رہکر زندگی کرنا دو حال سے خالی نہین اول یہ کہ وہ اُنکے سیاسی محکمون مین تحصیل مراتب کرینگے یا نہ دوسری شکل مین اُنکی سیاسی طاقت رفتہ رفتہ بالکل مسلوب ہوگی اور وہ دنیا کے واسطے عضو معطل سے بڑھ کر بیکار ثابت ہونگے شکل ثانی مین ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون۔ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون کے مصداق ہونگے اگرچہ کافرون مین گنجائش تاویل ہو مگر کیا فاسقون اور ظالمون مین بھی کچھ گنجائش ہو پھر کیا خدا کا منشا یہ ہو کہ مسلمان ظالم فاسق ہوکر دنیا مین رہین یا عادل و نیک چلن ہوکر رہین پھر ہمین بتایا جاوے کہ اُسکی کیا صورت ہو بجز اسکے کہ خدا تعالیٰ دنیا مین ڈھنڈورہ پٹوائے کہ دنیا ہمارا ملک ہو اور ہم نے مسلمانونکو عام اجازت دیدے کہ وہ حاکم اعلیٰ ہوکر نیک چلن رہین پھر اسلام کے اعلان کے اجرا مین جو مخل ہو اُسکی کیا سزا بجز اسکے کہ اُسے اس حد تک پیٹا جاوے جب تک وہ اس اعلان کو تسلیم نہ کرے

جبھی تو خدا تعالی نے حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون کا عام اعلان دنیا کے سامنے پیش کر دیا

دلیل یازدہم جب یہ مان لیا گیا ہو کہ فاتح قوم کے عادات اور اخلاق خواہ مخواہ بھی بلا کسی جبر و تعدی مفتوحہ اقوام مین کثرت کے ساتھ سرایت کر جاتے ہین تو عقل اسکے بعد یہی ہدایت کرتی ہو کہ کوئی ایسی قوم فاتح ہو جسکے عادات و اخلاق طرز حکومت بہتر سے بہتر ہو تا کہ دنیا کو نفع عظیم حاصل ہو اور ہم یہ اچھی طرح جانتے ہین کہ بہتری کا طریق و معیار خدا سے بہتر کوئی طاقت سوچ بھی نہین سکتے کیا ایسی حالت مین کیسی معیار بہتری مسلمانون ہی کے ہاتھ مین ہو خدا کا فرض اسکے ذمہ نہوگا کہ وہ حاکم اعلی ہون تا کہ اُنکے عمدہ اخلاق لوگون مین سرایت کرین اور خلق خدا کو منافع کثیرہ حاصل ہون کافر کیسے ہی مدعی تمدن کیون نہون اُن سے ایسا ہونا ناممکن ہو وہ کیون جانتے ہو آؤ ہم تمھین فرانس لیجا کر وہان کا طرز معاشرت دکھائین جو اسوقت دنیا کے تمام کافرون سے بہتر اور زائد متمدن مانا جاتا ہو وہان کے صدہا عجائب نوع انسان کی ناک کاٹنے والے تم نے سنے ہونگے ہمارا قلم نہین بڑھتا کہ ہم دو چار کو بھی تمھارے سامنے دوہرائین وقس علی البکرۃ البکرۃ یعنی ایک اونٹ کو دوسرے اونٹ پر قیاس کر لو۔

دلیل دوازدہم یہ امر ہم مین سے ہر ایک کے مشاہدہ مین آتا رہتا ہو کہ جو چیز کسی کام کے واسطے بنوائی جاتی ہو اُسکے خلاف کام اُس سے لینا بے جوڑ سمجھا جاتا ہو اور حتی الممکن اس بات کی کوشش کی جاتی ہو کہ اُسکے سپرد وہی کام یا کم از کم اُس کام کی معاونت ہی رہے اس مختصر تمہید کے بعد یہ خیال کرنا چاہیے کہ فطرت انسان کا راز بالکل صاف ہو ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون جب خدا کی عبادت فطرت انسان کا راز ہو تو دیکھنا ہو کہ کفار ایسا کرتے ہین ہرگز نہین پھر اُنکے وجود کو باکار بنانے کے واسطے یہ ضروری نہین کہ وہ کم از کم اُن لوگون کی جو اس راز فطرت کو پورا کر رہے ہین کسی قدر خدمت کیا کرین تا کہ معاون عبادت رہین اور اُنکا وجود نظر خالق مین بالکل بیکار نہ ثابت ہو اور یہ خدمت اُنکے وجود کی بھی وسعادت رہیگی خاصکر ایسی صورت مین کہ اُنکے خلط ملط سے اُنکے اسلام لانے کی بھی بڑی امید رہتی ہو جو اُنکو اعلی طور پر کار آمد ثابت کرنے والا ہو پھر اس خدمت سے اگر انھین انکار بھی کیون نہو لیکن اسلام کو ضرور پورا کرنا چاہیے مگر جب تک خدا تعالی فریضہ جہاد کا حکم نہ دیتا کیا یہ خدمت خوشی سے منظور کرینگے اُن سے

امید کی جا سکتی ہو۔

ساتھ ہی عظیم الشان فائدہ ہوگا کہ خلط ملط سے وہ قوم فاتح کے مذہب پر وقتاً فوقتاً خیال کرتے رہینگے تعصب کے پتلے بھی کچھ نہ کچھ ضرور سوچینگے اگر امر بالعکس ہو تو تعصب کفر اغواے شیطان سے عجیب رنگ آمیزیان لاتا رہتا ہی جو کسی پر مخفی نہین۔

دلیل سیزدہم ہر ذی وقعت شخص کے معاملات کو دیکھ لو وہ دوستونکو چاہتا ہی اور دشمنون سے ایک حد تک ضرور درگذر کرتا رہتا ہی مگر ساتھ ہی وہ دوستونکی جتھہ کو بھی پختہ کرتا رہتا ہو کہ دشمن جب حد اعتدال سے نکل جاوے تو اُسکی طاقت کو قلع و قمع کرنے مین آسانی ہو ادھر یہ بھی عام فہم بات ہو کہ بردباری کی بھی ایک حد ہوتی ہو اُسکے بعد دشمن پر ضرور حملہ کیا جاتا ہو جسکی بردباری کی حد نہین وہ ہمیشہ ضعیف اور بزدل تسلیم کیا جاتا ہو جب یہ مانا گیا کہ کفار اشرار خدا کے دشمن ہین تو بہی اصول عقل کے مطابق خداتعالی کو ایک جماعت ہمیشہ تیار رکھنا چاہیے جس سے وہ اپنے دشمنون کا قلع و قمع کرکے اپنی قدرت کے کرشمے بھی دکھاتا ہے اور دشمنون کو خوب غیظ و غضب مین لاکر خوش ہو پھر یہ صورت کیا بجز فاتحانہ اجازت اور لزوم کے برآمد ہو سکتی تھی اسی واسطے خداے تعالی نے اپنی ایک خاص کشتی مین اس مطلب کو بالکل صاف الفاظ مین ظاہر کردیا ہو محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التورٰۃ ومثلہم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار کیا کوئی سمجھدار شخص ایک لمحہ کے واسطے بھی یہ کہہ سکتا ہو کہ بجز کامل طاقت فاتحانہ اہل اسلام خداوند تعالی کا یہ جملہ صادق آ سکتا ہو وذلک ظاہر لیس دونہ شئ۔

چہاردہم یہ آسان فہم امر ہو کہ دنیا کی جس اسلامی سلطنت کو جاکر دیکھو گے دبشرطیکہ وہ اصول اسلام کے موافق ہو) اسکا قانون دیوانی فوجداری ایک ہی ہوگا برخلاف اسکے کفار کی ہر ہر سلطنت مین ہر ہر بات تقریبا جدا پاؤ گے مشکل اور الجھتی دنیا کی پوری خبر دیگا اور ساتھ ہی تعین یہ بڑا فائدہ ہوگا کہ جس سلطنت اسلامی کے نصاب تعلیم کو پڑھ کر سند حاصل کرلینگے تو وہ تمام دنیا مین ہر اُس کام کے واسطے کام آ دیگی جسکے لیے تعلیم کی

ضرورت ہو اور وہانکے تعلیم یافتہ فریق کے برابر ہر ہر بات مین سمجھے جاؤ گے طرفہ یہ کہ اعلیٰ حصہ اس نصاب کا ہر جگہ عربی زبان ہی ہے اسواسطے ہر ایک ملک مین جاکر کسی جدید خرخشہ کی مطلق ضرورت نہوگی برخلاف اسکے اگر ہر لین کا نصاب پڑھکر ہیرس جاؤ گے تو علاوہ مایوسی حقوق یکقلم جاہل مطلق کہلاؤ گے۔

یہ چہ وہ وجوہ جو ضرورت جہاد پر ہم نے عقلی طور سے قائم کیے ہین اُن مین خاص بات یہ بھی کی گئی کہ اصول شرع اسلام سے بھی تطبیق دی گئی ہو تاکہ یہ خیال نہ پیدا ہو کہ ہم نے کسی دلیل کے قائم کرتے وقت اصول شرع کو مدنظر نہین رکھا آخر مین مجھے بار بار امام غزالی کا جملہ یاد آیا کرتا ہو کہ جہاد اور تلوار قطع نزاعات دنیاوی واعرقاً اقوام مین وہ وہ کام کرتے ہین جو ہزار مباحث اور رصد ہا لیاقتون سے بھی نہین ہوتے ان دلائل کو ہم نے ائمہ اسلام سے نقل کرکے پیش کر دیے ہین امید ہو کہ اہل سمجھ اُنپر پورے غور وفکر سے کام لیکر رائے قائم کرینگے جلدی سے کام نہ لینگے۔ اب ہم بہت اختصار کے ساتھ نقلی دلائل پیش کرتے ہین یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن شریف مین جہاد کے متعلق دونون قسم کے آیات موجود ہین بعض مین مدافعت کا حکم ہو اور بعض مین فتح بلدان عالم کا صاف صاف حکم ہو ایک کو دوسرے پر محمول کرکے خلط مبحث نہین کرنا چاہیے بلکہ ہر ایک کو بجائے خود رکھنا ضرور ہی قرآن شریف مین اسقدر اس مسئلہ پر زور دیا گیا ہو کہ حیرت ہوتی ہو ایکدفعہ مجھے خیال ہوا کہ تمام وہ آیات جن مین ذکر جہاد ہو یا فضائل وغیرہ غرض جہاد کے کسی پہلو کو روشن کیا گیا ہو چُن لینا چاہیے انتخاب آیات سے معلوم ہوا کہ پورے قرآن مین اسکے متعلق دوسو سے زائد آیات ہین جن مین سے چند تحریر کیجاتی ہین قال اللہ تعالی فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد یہی آیت اہل تفسیر اور دیگر اہل شرع کے نزدیک آیۃ سیف کے نام سے موسوم ہی اسمین باری تعالی نے صاف صاف الفاظ مین کہدیا ہی کہ جب عہد اور پیمان ختم ہو جائے اور امن کے چار ماہ (جو خدا نے مقرر کردی ہین کہ اسال چار ماہ انمین امن ہی) ختم ہون تو کفار کو جہان پاؤ قتل کرو (حربی) اور پکڑ کر قید کرلو اور مورچہ بندی کرکے تمام راستے روک لو اس آیۃ سے مقدم مؤخر بیس پچیس آیات ہین جن سے اسکا پورا مطلب یعنی معلوم ہوتا ہو کہ خدا تعالی نے عام حکم فتح مسلمانونکو دیکر ہر پہلو پر روشنی ڈالدی اور اس امر پر خاص طور پر متوجہ کردیا ہی کہ تمہاری خیریت اسی صورت مین ہی کہ تم سب کفار کو شکست دینے پر متفق اللفظ ہو جاؤ جب تک تم

نع ہیں کہ بہت نہ باندھو گے یہ روزمرہ کی بحث ہے رہیگی اگر خوف طول نہو تا تو ہم پورے آیات نقل کر دیتے۔

و قیل لھم تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ او ادفعوا الخ جب منافقین سے کہا جاتا ہی کہ فتح کیلیے ہمارا ساتھ دو

یا کم از کم مدافعت ہی کیا کرو تو جان چراتے ہین۔

و قال موسی یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا

خدا کی یہ نعمت عظیم یاد کرو کہ اُسنے تمھین سے انبیا بھیجے اور تمھین سے بادشاہ بھی منتخب کیے یہ تمہید تھی اگلے

اعلان کی وہ یہ ہی یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا

خاسرین اے قوم شام کی مقدس زمین جسکا وعدہ تم سے خدا نے کیا ہی فتح کر لو اور واپس مت جاؤ ذلیل ہو جاؤ گے

یہ حضرت موسیٰ کا اعلان جہاد تھا اس سے مجھے یہ مطلوب ہی کہ اولوالعزم انبیا اسلام کی فتح اور سلطنت اسلامی

حاصل کرنیکے واسطے مسلسل کوششین کرتے رہے ہین حضرت موسیٰ نے بعد غرق فرعون مصر پر قبضہ کر کے انتظام

کیا اور پھر مصر سے شام کی قوم جتنے وجبارین پر فاتحانہ چڑھائی کی شام کی باقاعدہ فتح جانشین موسیٰ نے کی

اس واقعہ کو متعدد جگہ کتاب خداوندی نے بیان کیا ہی و جاھدوا فی سبیل اللہ لعلکم تفلحون خدا کی راہ مین

جہاد کرو تاکہ تمھاری بہتری کے راستے صاف ہون یہ امر ہر ذیعقل پر صاف ہی کہ فلاح مطلوب فتح ہی مین مضمر ہو۔

یرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ و یقطع دابر الکافرین خدا یہ چاہتا ہی کہ اپنی بات کو پورا اور تمام کرے

اور کافرون (دشمنوں) کی جڑ کاٹے یہ بدر کے عظیم الشان واقعہ کے متعلق جو کثرت سے آیات واقع ہین اُنمین سے ہی اس سے

بھی ہر ذیعلم یہی خیال کر سکتا ہی کہ عرق کفر کا قطع فتح ہی سے ممکن ہی نہ مدافعت سے یہ سب سے پہلا جہاد ہی جسمین

رسالت پناہ بنفس نفیس شریک ہوے اسکا مختصر واقعہ یہ ہی کہ ابوسفیان قبل اسلام لانے کے رسول اللہ اور اسلام

کی اذیت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا تھا اسکی واپسی شام سے رسالت پناہ کا ارادہ ہوا کہ اسے کیون نہ

پکڑ لیا جاوے اور اُسکی تمام اکڑ فون کیون نہ نکالدی جاوے یہ خبر کسی صورت سے ابوسفیان کو شام ہی مین

معلوم ہو گئی اور اہل مکہ کو بھی آپکا ارادہ معلوم ہوا ابوجہل امیہ ولید عباس ابو قحافہ و دیگر سرداران قریش نے ایکہزار

مسلح سرکردہ جنکو تمام ملک عرب کا خلاصہ سمجھا جا سکتا تھا تیار کر کے مدافعت کے طور پر ابوسفیان کے بچانے کی

غرض سے بدر پہونچے صحاح ستہ کی روایات مین یہ امر صاف موجود ہی کہ راستہ ہی مین اُنکو معلوم ہو گیا تھا کہ ابوسفیان

بڑھے زمین سے کتر اکر ساحل کے راستہ سے آرہا ہی اسی واسطے اکثر کی یہ راے قرار پائی کہ واپس ہونا چاہیے مگر
ابوجہل و بعض دوسرے سرداروں نے بیان کیا کہ بدر ہمارا موسمی بازار ہی چلو وہان چلینگے چہل پہل رہیگی ناچ رنگ ہا
ہوگا اور مسلمانون پر رعب بھی ہوگا (بخاری مسلم ترمذی) پھر واپس ہونگے ادھر باغلب وجوہ خود رسالت پناہ کو بھی
ابوسفیان کے نکلجانیکا علم ہوگیا تھا مگر آپ نے ٹھان لیا تھا کہ کچھ ہی کیون نہو انکی اکڑ فون توڑ دینا ضروری ہی
آپ فاتحانہ ارادہ سے روانہ ہوے اور فتح عظیم پاکر واپس ہوے ستر سرداران قریش مارے گئے اور ستر ہی اسیر ہوئے
اسیرون مین عباس رسول اللہ کے چچا ابو العاصی داماد رسول اللہ عقیل برادر کلان حضرت علی بن ابیطالب رضی
اللہ عنہ ابو قحافہ والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عبد الرحمن صدیق اکبر کا بیٹا وغیرہ تھے ان سب کو صدیق ہی کی راے
کے موافق فدیہ لیکر چھوڑا گیا فاروق اعظم کی راے یہ تھی کہ ہر شخص پر فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ دار کو اپنے
ہاتھ سے قتل کرے آپ یا رسول اللہ عباس کو قتل کرین علی عقیل کو مین اپنے فلان بھائی کو وغیرہ کہین خدا
کو بھی یہی پسند تھی بعد کو فرمایا ما کان للنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض یعنی قیدی حاصل کرنا کچھ
آسان بات نہین ہی اسکے واسطے قتل کثیر کرنا پڑتا ہی پھر کچھ فدیہ لیکر ایسے وقت مین چھوڑ دینا جب یہ مطلوب ہو کہ
کفار کی اکڑ فون پوری ختم کردی جاوے کسی طرح مصلحت کے مناسب نہین ہی اسواسطے حضرت عمر فخریہ کہا کرتے تھے کہ
اُساراے بدر کے متعلق قرآن میری راے کے موافق نازل ہوا (بخاری) تمام کتب تاریخ اور حدیث و تفسیر مین کسی جگہ
کوئی ایک لفظ بھی نہین کہ جس سے یہ پایا جاتا ہو کہ کفار مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے آرہے تھے تاکہ آپکے جہاد کو مدافعت
حمل کرنے کی کوئی غلط صورت بھی برآمد ہوسکے بلکہ روایات تاریخ و تفسیر کے علاوہ روایات حدیث بھی مصرح ہین کہ یہ آپکا
فاتحانہ حملہ تھا اسکے سوا خود یہ انصاف کرنا چاہیے کہ بدر رسول اللہ کا مقبوضہ نہ تھا پھر وہان مدافعت جو معنی دارد اسکے
سوا خود قرآن مین لفظ موجود ہین وان فریقا من المومنین لکارھون یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون
الی الموت وھم ینظرون یعنی ایک فریق مسلمانون کا آپکی راے کے بالکل مخالف تھا اور آپ سے مناظرے کی نوبت
تک نوبت پہونچ چکا تھا کیا کوئی مسلمانون سے تھا جو مدافعت کے خلاف تھا اور وہ مدینہ کی حفاظت نہ چاہتا تھا
ہرگز نہین بلکہ فریق مخالف آپکے فاتحانہ ارادہ کے خلاف کہہ رہا تھا راے دینے کی آزادی رسالت عظمیٰ نے عام دے رکھی تھی
ایک فریق اسلام کی بہبود اسی مین سمجھتا تھا کہ ایسی ضعف کی حالت مین فاتحانہ ارادہ تدبر کے خلاف ہی اقدام غرض چہ نوعت

اور عام یورش پیدا ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی وجہ سے جنگ احد کے سال بھر بعد جنگ خندق واقع ہوئی
والی اور کبھی ہانے والی لڑائی ہوئی مگر چونکہ رسالت عظمیٰ نے عزم کر لیا تھا اور وعدۂ امداد بھی خدا کی طرف سے آچکا تھا آئندہ
جنگ احد کی رسالت کو جبرئیل بتا چکے تھے اور خندق کا واقعہ بھی رسالت کو بتا دیا گیا تھا اور یہ کہ تمہاری کامل مدد
ہوگی اسی واسطے خندق میں جب مصائب پیش آنے لگے تو منافقوں نے ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا کے نعرے
مارے اور مسلمانوں نے ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ کا اعلان کر کے ما زادھم الا ایمانا کا قیمتی لقب خدا تعالیٰ
کی طرف سے حاصل کیا ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ فریق مخالفت کی رائے قابل اعتبار نہ تھی رسالت کو اپنا عزم بالجزم
پورا کرنا لازم تھا فریق مخالف کو ایک خرخشہ یہ بھی درپیش تھا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے لڑنا ہوگا اسی واسطے وہ
اس لڑائی کو موت کا سامنا دیکھ رہا تھا۔ رہا یہ کہہ دینا کہ یہ فریق مدافعت کا بھی مخالف تھا تمام واقعات کی تکذیب
ہو جاتی ہے ایک شخص بھی نقل نہیں ہوا جسکی یہ رائے ہوئی ہو اگر کوئی مدافعت کا مخالف ہوتا تو خندق میں ہوتا
ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں نقل کیا ہے کہ جب خندق کے مصائب پے در پے آنے لگے تو رسول اللہ نے ارادہ کیا
کہ مدینہ کی ثلث مالگزاری کفار کو دیکر امن حاصل کیا جاوے مہاجرین اور انصار کو جب معلوم ہوا تو وہ آگ
بگولا ہو گئے سرداران انصار نے باریابی کی اجازت طلب کی بعد باریابی ان سرداروں نے عرض کی یا رسول
اللہ کیا یہ جو آپ ارادہ کر رہے ہیں خدا کا حکم ہے جواب جی نہیں بلکہ میرا منشا بھی نہیں صرف اس خیال سے کہ تم سے
تکلیف شدید دفع ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ مدد آنے تک تم گھبرا جاؤ سرداران انصار یا رسول اللہ جب ہم جاہلیت میں تھے
تو ہمارے چاروں طرف یہی لوگ تھے اور بڑے بادشاہ بھی موجود تھے ہمارے اور انکے صدہا بار ہاتھا پائی ہوئی
ہم نے کبھی انھیں ایک تمرہ نہیں دیا ہاں ہمارے یہاں جب یہ مہمان آیا کرتے تھے تو ہم انھیں روٹی کھلایا کرتے تھے
جب اسلام آیا تو ہم ذلت کو کس طرح گوارا کر سکتے ہیں جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم کبھی انکے سامنے سر نہ جھکائینگے
آپ خوش ہو گئے اور جنگ جاری رکھنے کا حکم نافذ فرمایا جنگ خندق کے مصائب ایسے تھے کہ تصور کرنے سے
بھی آدمی ششدر رہ جاتا ہے کہ کس مصلحت پر جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا کفار پہلے عظیم الشان جماعت بندی
کرکے قطعی ارادہ کر چکے تھے کہ ایک متنفس مسلمان کو بھی نہ چھوڑا جاوے گرد مدینہ خندق کھودی گئی اس حد تک مصائب
کا سامنا ہوا جسکا فوٹو قرآن نے بلغت القلوب الحناجر اور زلزلوا زلزالا شدیدا سے کھینچا ہے حیرت ہو کہ

ایسے وقت مین مدافعت کا کوئی مخالف نہوا اور بدر مین زور دار مخالفت کی گئی کیا فتح خیبر فتح مکہ فتح طائف وغیرہ محض

یہ سب مدافعت تھی یہ عجیب مدافعت ہو مدافعت تو ہم یہ جانتے ہین تم گھر بیٹھے رہو اگر تمھین کوئی قتل کرنیکو آتا تو

اُس سے اس حد تک لڑو کہ تمھارے جان و مال بچ رہین ہان اگر مدافعت کی لفظ مین جدید معنی ڈالے جاوین دشمن

مخالف کا پورا ملک فتح کر لینا تو یہ دوسری بات ورنہ ہزارہا امور متواترہ کا انکار لازم ہوگا اچھا چلو ہم رسالت ہی کے

قول صحیح سے مدافعت کا فیصلہ کیے دیتے ہین جنگ خندق کے خاتمہ پر آپ نے صاف فرمایا تھا کہ آج سے کفار مجھ

کبھی چڑھائی کر کے نہ آوینگے ہمین اُنپر چڑھ کر جاوینگے (ترمذی نسائی وغیرہ)

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ کفار سے لڑو اُسوقت تک کہ اُنکی شرارت مٹ نہ جائے

اور یہ صاف صاف طور پر اطاعت اسلام نہ مانین ابن عباس نے فتح مکہ پر حمل کرکے دین سے ایمان اور فتنہ سے شرک

فی الحرم مراد لی ہو۔

یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال اے نبی خدا اور

مسلمان تمھاری مدد کے واسطے کافی ہین اے نبی مسلمانونکو قتال پر آمادہ کرو قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم

وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ

ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین یعنی اگر تعلقات اولاد و بیوی و

اموال و مکانات وغیرہ تمھین خدا کی راہ مین جہاد کرنے سے زائد پیارے ہین پھر خدا کے عذاب کا انتظار کرو خداوند عالم

نافرمانون کو نہین چاہتا۔

یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا ذوالقرنین کو حکم جہاد دیا گیا کہ یا تو قتل کرکے اطاعت پذیری

منواؤ یا یہ کہ وہ مسلمان ہون۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا یعنی لڑنیوالے کفار سے لڑنے کی اجازت ہو یہ سب سے پہلی آیۃ ہو جسنے مسلمانونکو

مدافعت کی اجازت دی ابن عباس اس سے بھی فتح اور مدافعت دونون کی اجازت سمجھتے ہین سیاق آیات بھی یہی چاہتا

ہو اخیر الفاظ اسپر صاف دلالت کرتے ہین وہ یہ ہین الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ

ان سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ اگر اہل اسلام کو زمین کا حاکم بنایا جائے تو عبادات خداوند قائم ہونگے اور یہ فتح مین متصور ہو

اسجبرلهم فلنأتينهم بجنود لا قبل لهم بها ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون حضرت سلیمان نے ایک شاہزادی
لیمان و یا مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمھارے ملک پر قبضہ کر لیا جاویگا اسکا پورا قصہ قرآن مین ہے۔
ویقولون متی ھذا الفتح ان کنتم صادقین اگر سچے ہو تو بتاؤ فتح مکہ کب ہوگی۔
کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم جہاد تم پر فرض ہے مگر تم کو کڑوا معلوم ہوتا ہے اور
ایسا تو ہوتا ہی رہیگا کہ بعض عمدہ اور بہتر کام تم کو ناپسند ہونگے۔
وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجل لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون آیۃ للمومنین ویھدیکم
صراطا مستقیما واخری لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا ان آیتون مین
خدا تعالی نے اہل اسلام سے صاف صاف فتوح کثیرہ کا وعدہ فرمایا اور یہ کہ موجودہ غنائم تمھارے واسطے جلدی سے
تیار کیے گئے اور آئندہ ایسے غنائم عظیمہ اور فتوح کثیرہ ہونگے جنپر تم ابتک قادر نہین ہوے مگر وہ خدا تعالی کے علم مین
ہین خود رسالت عظمی نے ان دونون آیتونکی تفسیر کردی تھی کہ تم قصر ابیض کسری کا خزانہ غنیمت مین حاصل کروگے اور
قیصر روم کے خزائن بھی تم خدا کی راہ مین تقسیم کروگے ان دونون سے ایسے روشن طور سے فتوح ممالک کی فرضیت
ثابت ہوتی ہے کہ کسی صورت سے دوسری طرف کو وہم بھی نہین ہو سکتا اور ہر طرح فتح کے واسطے شدت
ہونا پڑتا ہے۔ اب ہم شرائط وفرضیت واقسام جہاد سے فارغ ہوکر فضائل جہاد بہت ہی اختصار کے ساتھ مشتے
نمونہ از خروارے پیش کرنا چاہتے ہین۔ اجمالی طور سے تو دلائل مین معلوم ہی ہوگیا ہے کہ جب جہاد ہزارہا فوائد عظیمہ
واعزاز اسلام وغیرہ کو لیے ہوے ہے تو وہ ہزارہا فضائل کا بھی ذمہ دار ہوگا۔
کسی امر شرعی کے فضائل دو قسم کے ہوتے ہین ایک تو وہ مصالح جنکے واسطے وہ مشروع یا فرض وواجب کیا گیا
ہو دوسرے ثواب جو خدا تعالی : س عمل یا اعتقاد کے لیے متعین فرما دیتا ہے امر اول تو دلائل سے معلوم ہوچکا
امر دوم یہ ہے قال اللہ تعالی ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم ان لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی شہید
اپنے کامل جنتی ہونے کے علاوہ اپنے ان دوستون کے متعلق جو اسکی راہ مین لڑے مگر شہید نہین ہوے اطمینان
کامل دلایا جاتا ہے کہ انپر کوئی خوف نہین وہ بھی جنتی ہین۔
لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء جو لوگ جہاد مین قتل ہوے انکے مردہ ہونیکا خیال

بھی مت کرو وہ زندہ ہین ایک جگہ اسکے ساتھ فرمایا ولکن لا تشعرون دوسری جگہ فرمایا یرزقون فرحین یعنی تم انکی حیوۃ کا شعور نہین رکھتے ہو اور یہ کہ انھین ہر طرح رزق دیا جاتا ہو اور وہ خوش رہتے ہین ان الله یحبون الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص جو لوگ خدا کی راہ مین صف باندھ کر دیوار کی طرح جم کر لڑتے ہین وہ خدا کے محبوب ہین سبحان اللہ یہ عجیب درجہ ہو۔

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن الله والله مع الصابرین تھوڑی جماعت بھی خدا کی مدد سے بڑی جماعت پر غالب آیا کرتی ہو۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم الله الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین کیا یہ ہو سکتا ہو کہ تم جنت مین جاؤ قبل اسکے کہ مجاہدین صابرین اور دوسرون مین پورا امتیاز نہ قائم کر لیا جاوے مطلب یہ کہ ایسا نہین ہو سکتا یا نہ ہونا چاہیے۔

ولئن قتلتم فی سبیل الله او متم لمغفرۃ من الله ورحمۃ خیر مما یجمعون تمھارا شہید ہونا یا جہاد مین اپنی موت مرنا ہر طرح بہتر ہو باعث مغفرت تامہ اور رحمت خدا ہو جو کفار کے مجمع سے بہتر ہو یا کفار کے اموال سے بہتر ہو

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل الله باموالھم وانفسھم فضل الله المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلا وعد الله الحسنی وفضل الله المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما درجات منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان الله غفورا رحیما مجاہد اور غیر مجاہد برابر نہین ہو سکتے بشرطیکہ وہ معذور نہون مجاہدین کو غیر مجاہد معذور پر ایک درجہ کا فضل ہو اور مجاہد کو غیر مجاہد غیر معذور پر درجات کثیرہ کا فرق ہو جسے حدیث نے سو تک بیان کیا ہو۔ اور مجاہد کے گناہ بخشے جاوینگے خدا کی رحمت ہو گی۔

یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل الله ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل الله یؤتیہ من یشاء والله واسع علیم (مائدہ رکوع ۹) خدا انھین محبوب رکھتا ہو وہ خدا کو محبوب رکھتے ہین مسلمانون سے نرم برتاؤ رکھتے ہین کفار سے سخت (حربی) خدا کی راہ مین جہاد کرتے ہین کسی کی ملامت سے (جو امر جہاد مین ہو یا عام احکام شرع مین) نہین ڈرتے پس یہ ہو خدا کا فضل۔

ایسے وقت جہاد وغیرہ پر چونکہ طرح طرح کی بیگو ئیان پڑا کر تی ہین بہت سے کو ر باطن مصلح بنکر ملامت کیا کرتے ہین بدین خوف ملامت سو شدو نلباعث تعریف ہوا اور استقلال راے کو فضل خدا قرار دیا گیا بار بار قرآن کے آیات کثیرہ مین مجاہدین کے واسطے لفظ محبوب دیکھکر حیرت ہوا کر تی ہی کہ یہ کام خدا کو کس قدر محبوب ہی کہ اسکے بجالانے والے کو ایکبار پر کفایت نہ کرکے بار بار محبوب فرماتا جاتا ہی۔

والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنین حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم جو ایمان لاکر مجاہد مہاجر اور اُنکے مددگار ہوے یہی اقسام اہل اسلام مین سے سچے مومن ہین اور اُنھین کے واسطے مغفرت اور عمدہ اعزاز کے ساتھ رزق ہی انفروا خفافا وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون تم خوش ہو یا ناخوش بہرصورت خدا کی راہ مین لڑو یہی تمھارے لیے بہت بہتر ہی اگر تم سمجھ سکتے ہو۔

واذا انزلت سورۃ ان امنوا باللہ وجاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوا الطول منھم وقالوا ذرنا نکن مع القاعدین رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون۔ لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون اعد اللہ لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذلک الفوز العظیم جب کوئی سورت آتی ہی جو حکم دے کہ خدا پر ایمان لاکر رسول کے ساتھ جہاد کرو تو منافقون مین سے مالدار جان چراتے پھرتے اور آپ سے کہتے پھرتے ہین ہمین تو رہنے ہی دیجیے یہان ہی عورتون بچون مین پڑے رہینگے یہ نامرد اس بات پر خوش ہوے کہ بچون عورتون مین پڑے رہین خدا نے اُنکے دلون پر مُہر لگادی ہی دبوجہ کفر، یہ سمجھ نہین رکھتے ہان رسول و مسلمان جان و مال کے ساتھ خدا کی راہ مین لڑے انھین کے لیے تو ہر قسم کی بہتری ہی اور یہی تو بلا کلفت نجات پانے والے ہین انکے لیے اللہ تعالی نے ایسے باغات تیار کر رکھے ہین جن مین جاری نہرین موجود ہین یہ دائما اُن مین رہینگے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہی

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم (توبہ) خدا نے جنت دیکر مسلمانون کی نفسون اور اُنکے اموال کو خرید لیا

خدا کی راہ مین لڑتے ہین دوسرونکو قتل کرتے ہین اور انکے ہاتھ سے قتیل بھی ہوتے ہین یہ جنت کا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن تینون خدائی کتابون مین کیا گیا ہو جو لوگ اس عہد کو جو انھون نے خدا سے کیا ہو پورا کرینگے انھین اپنی اس خرید اور فروخت سے خوب خوش ہونا چاہیے یہی تو بڑی کامیابی ہو کہ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر جان ابدی آرام ابدی جنت سے ملے۔

ماکان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ذلک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین و لا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ ولا یقطعون وادیا الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون مسلمانون سے کسی کو گنجائش نہین کہ رسول سے پیچھے رہین جہاد مین (عند الطلب) اور یہ گنجائش کہ اپنی حفاظت کا خیال اُنسے زائد کرین یہ اسلیے کہ اگر پیاس یا بھوک لگیگی یا مصیبت خدا کی راہ مین پہونچیگی یا یہ کہ وہ ایسے کسی جگہ پر جائین جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث ہو یا یہ کہ دشمن کی تھوڑی سی خبر لینگے تو ان سب صورتون مین اُنکے نامۂ اعمال مین ہر ہر کام پر نیک کام لکھا جائیگا یہ خدا پر احسان ہو اور خدا احسان کرنیوالونکا احسان ہرگز ضائع نہین ہونے دیتا اور تھوڑا بہت جو کچھ بھی جہاد مین صرف کرینگے یا کسی میدان کو کاٹ کر جلدی سے پہونچینگے تو خدا بہتر سے بہتر جزا اُنکے ان عمدہ اعمال کی دینے والا ہو۔ اس عجیب اور غریب آیۃ کو بعد ترجمہ خود ناظرین کے فہم پر چھوڑا جاتا ہو کہ اسنے جہاد کے ہر ہر پہلو پر کس عمدگی اور بہتر سے بہتر طریق کے ساتھ روشنی ڈالدی ہو

(وھل بعد ذلک شک ایھا المومنین)

یا ایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین ای مسلمانو قریب کے ممالک کفر پہلے فتح کرلیا کرو اور تم مین سختی بھی ہونا چاہیے یہ یاد رکھو کہ خدا تمھارے ساتھ ہو اس آیۃ مین فضیلت جہاد اور حکم قطعی تصریح سے موجود ہو کہ اقرب فالاقرب کو فتح کرو۔

والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم سیھدیھم ویصلح بالھم ویدخلھم الجنۃ عرفھا لھم یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم جو لوگ خدا کی راہ مین قتل ہوے کسی صورت

مین استقلال کم نہ کیے جاوینگے خدا انھین ہدایت کریگا انکے دلونکی اصلاح فرمادیگا اور جنت مین داخل کریگا جسکی ماہیت اور حقیقت انھین اچھی طرح بتلائی جا چکی ہو اے مسلمانو اگر تم خدا کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد کریگا اور تمھین ثابت قدمی عطا کریگا جو دارو مدار فتح اور مرکز کامیابی ہو۔

ان آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہو کہ موت کے بعد بھی ہدایت کی ضرورت ہو اس سے مطلب یہ ہو کہ انھین خود باریتعالی جنت کی راہ بتادیگا وغیرہ ہدایت اسلام مراد نہین وہ دنیا مین ختم ہو چکی واللہ اعلم اس مین اہل جہاد کی عجیب اور غریب تکریم وتعظیم ہو جسے ادنی سمجھ کا آدمی بھی پورے طور سے خیال کر سکتا ہو کہ یہ کس اعلی وارفع شان کی چیز ہو۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ خدا ان مسلمانون سے اچھی طرح خوش ہوا جنھون نے پیڑ تلے جہاد پر عزم بالجزم کے ساتھ بیعت کی انکے لیے سچائی معلوم کرکے انھین استقلال بخشا اور ساتھ ہی فتح جو اس بیعت کے بعد قریب ہوئی اور غنائم کثیرہ بھی عطا کیے۔ یہ حدیبیہ کا قصہ طویل ہو اس مین عزم بالجزم کے ساتھ حسب روایات مسلم وبخاری چودہ سو صحابہ نے جو اسوقت رسالت پناہ کے ساتھ تھے بیعت کی واپسی حدیبیہ پر فتح خیبر ہوئی جس مین غنائم کثیر ہاتھ آئین یہان پر خدا تعالی نے جہاد کو اس اعلی زینہ پر پہونچایا ہو کہ صرف جہاد کے عزم بالجزم کو دیکھ کر رضوان تک کی خوشخبری دیدی ادھر یہ ظاہر ہو کہ رضوان من اللہ اکبر خود قرآن کا منصوص مشرب ہو کہ خدا کی خوشی سب سے بڑی چیز ہو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جہاد عند الضرورت بہترین اعمال ہو۔

والعادیات ضبحا فالموریات قدحا فالمغیرات صبحا فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا قسم ہو ان گھوڑون کی جو تیز دوڑی سے ہانپتے جاتے ہین اور پتھریلی زمین پر چلتے ہوے اپنے سمون سے آگ نکالتے ہوے صبح ہر کے دشمن خدا دشمن اسلام دشمن اہل اسلام کے سر پر چڑھ دوڑتے ہین سمون سے غبار اٹھاتے گھمسان کا رن کے وقت دشمن کو گھیر لیتے ہین اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہو کہ جہاد کی ہر ایک چیز بھی خدا تعالی کو غایت محبوب ہو قال النبی علیہ السلام الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیامۃ گھوڑونکی پیشانی مین قیامت تک کے لیے بہتری دجسکی تفسیر کسی دوسری روایت بخاری نے کردی اجر وغنیمۃ) باندھی گئی ہو۔ سابت

عظمیٰ کا فرمان ہی کہ جو شخص گھوڑا جہاد کے واسطے رکھتا ہی اُس گھوڑے کا پانی پینا وغیرہ سب کام اُسکے
نامۂ اعمال مین جڑینگے حتی کہ ایک روایت مسلم مین یہ بھی ہی کہ اگر وہ بلا ارادۂ مالک پانی پی لے یا کود پھاندے
تو یہ بھی نیک اعمال ہو کر اُسکے دفاترِ اعمال مین لکھا جاتا ہی۔ سُئل رسول اللہ ای الاعمال افضل قال الجہاد
فی سبیل اللہ رسالت سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہی جواب دیا خدا کی راہ مین جہاد کرنا (ترمذی مسلم)
قال ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ اعدھا اللہ للمجاہدین فی سبیل اللہ ما بین الدرجتین کما بین السماء
والارض رسول اللہ نے فرمایا جنت مین سو درجہ ہین خدا نے اُن سب کو مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہی ہر ایک
درجہ مین زمین آسمان کیسا فاصلہ دور و دراز ہی۔ (بخاری) انتدب اللہ لمن خرج فی سبیلہ لا یخرجہ
الا ایمان بی وتصدیق برسلی ان ارجعہ بما نال من اجر او غنیمۃ او ادخلہ الجنۃ اُس شخص کے لیے جو سچے
ایمان کے ساتھ خدا کی راہ مین جہاد کے واسطے جائے خدا نے ذمہ اُٹھا لیا ہی کہ اگر وہ زندہ آیا تو اجر عظیم اور
غنیمت یا صرف اجر عظیم حاصل کر کے واپس ہوگا اگر شہید ہوگیا تو جنت مین پہونچا دونگا (مسلم۔ بخاری)
والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم
اقتل خدا کی قسم ہی مین غایت محبت سے چاہتا ہون کہ خدا کی راہ مین قتل ہو کر زندہ کیا جاؤن پھر قتل ہو کر
زندہ کیا جاؤن پھر قتل ہو کر زندہ کیا جاؤن پھر قتل کیا جاؤن (بخاری مسلم) سبحان اللہ جہاد یہ چیز ہی جسکی رسالت
عظمیٰ کے مالک علیہ السلام اس شد و مد سے محبت تامہ رکھ کر آرزو تامہ فرما رہے ہین۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیہا ایک دن خدا کی راہ مین گھوڑا باندھنا دنیا اور ما فیہا سے
بہت بہتر ہی (بخاری مسلم) دنیا چونکہ ناپائدار ہی اسواسطے قیامت کی ہر ہر چیز کو کیسی تھوڑی ہی کیون نہ ہو وہ
بوجہ اپنے دوام اور بے ضرر محض ہونے کے تمام دنیا سے بہتر مانی جا سکتی ہی لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ
خیر من الدنیا وما فیہا یہ ضرور ہی کہ ایک دن صبح یا تیسرے پہر صرف جہاد مین جانا تمام دنیا سے بہت بہتر ہی
(مسلم بخاری) ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار ایسا نہین ہوسکتا کہ جسکے پانؤن پر جہاد مین
گرد پڑا ہو وہ دوزخ مین جل سکے (بخاری) خیر معاش الناس لہم رجل ممسک عنان فرسہ فی سبیل
اللہ سب سے بہتر زندگی اُسکی ہی جو گھوڑے کی باگ جہاد کے لیے تھامے ہوے ہو (مسلم) من جہز غازیا فی

سبیل اللہ فقد غزا ومن خلف غازیا فی اہلہ فقد غزا جو غزا کرنے والے کا پورا انتظام کر دیتا ہی اُسے غزا کا اجر ملتا ہی اور جو غازی کے گھر کا انتظام کر دیتا ہی اُسے بھی غازی کی طرح اجر ملتا ہی (بخاری مسلم) حتی تکون تمرۃ مثل احد یہانتک کہ ایک خرما جہاد مین صرف کرنے سے کوہ احد کے برابر ہو جاتا ہی ایک سہم مین اعظم من احد او جود ہی (ترمذی)۔

مسلم کی ایک طویل روایت مین ہی کہ شہدا سے خدا تعالی بار بار پوچھتا ہی کہ تمھین کچھ چاہیے تمھاری کوئی خواہش ہو وہ جواب دیتے ہین کہ ہمین سب کچھ حاصل ہی اور کچھ خواہش نہین مگر باریتعالی بار بار پھر اُنسے پوچھتا ہی تو وہ یہ کہتے ہین کہ اچھا ہمین پھر دنیا مین بھیجا جائے تاکہ پھر شہید ہون اسپر باریتعالی سکوت فرماتا ہی کیونکہ یہ کوئی ایسی بات نہین کہ اُنکی طرف منسوب ہو بلکہ کمال اخلاص کی وجہ سے پھر یہی خدمت شاقہ تمام آرام کو چھوڑ کر کرنے کے واسطے تیار ہوتے ہین مگر رحم خداوندی پھر یہ شاقہ خدمت اُنکے ذمہ لگانا پسند نہین کرتا بڑون کا امتحان ایکہی دفعہ ہوا کرتا ہی۔

ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ یہ تو بتائیے کہ اگر مین قتل فی سبیل اللہ ہو جاؤن تو کیا میرے سب گناہ معاف ہونگے جواب دیا ہان ضرور معاف ہونگے مگر قرض نہو (مسلم) ابن ماجہ کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ باریتعالی نے شہید کے لیے یہ ذمہ اُٹھایا ہی کہ اُسکے ذمہ جو حقوق غیر چاہتے ہین وہ صاحب حق کو اپنی طرف سے راضی کرکے معاف کردیگا۔ ام حارثہ نے پوچھا یارسول اللہ حارثہ آپکے ساتھ شہید ہوا ہی کیا آپ بتاسکتے ہین کہ وہ جنت مین ہی یا نہ جواب۔ جی ہان وہ تو فردوس برین مین ہی۔ روایت بخاری یہ لفظ ان ابنک اصاب الفردوس الاعلی اضربوا الہام تورثوا الجنان (ترمذی) کفار کی کھوپڑیان توڑ کر جنت پاؤ گے (حربی)

لا یجتمع علی عبد غبار فی سبیل اللہ ودخان جہنم (ترمذی) یہ نہین ہوسکتا کہ کسی شخص پر جہنم کا دھوان اور غبار جہاد جمع ہوسکے مطلب یہ کہ جو خدا کی راہ مین لڑا ہی وہ کبھی دوزخ مین جا ہی نہین سکتا۔

واعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف یہ خوب یاد رکھو کہ جنت تلوارونکے سائے تلے ہی (مسلم بخاری)

قال رسول اللہ علیہ السلام للشہید عند اللہ ست خصال یغفر لہ فی اول دفعۃ ویری مقعدہ من الجنۃ ویجار من عذاب القبر ویامن الفزع الاکبر ویوضع علی راسہ تاج الوقار

الیاقوتۃ منہا خیر من الدنیا وما فیہا ویزوج ثنتین وسبعین زوجۃ من الحور العین ویشفع فی سبعین من اقربائہ (ترمذی ابن ماجہ) شہید کو چھ مراتب حاصل ہین پہلا یہ کہ اسکا خون گرتے ہی اللہ تعالی اُسکے تمام گناہ معاف کر دیتا ہی اور اُسکی جگہ جنت میں مقرر فرما کر اسی وقت اُسے دکھلا دیتا ہی یہ ایک خصلت ہوئی صاحب مرقات شارح مشکوۃ نے یون ہی مطلب بیان کیا ہی یری مقعدہ من الجنۃ خصلت تفسیر ہو یغفر یہ دوسری خصلت یہ کہ وہ عذاب قبر سے امن پاتا ہی وفی روایۃ یامن من فتنۃ القبر یعنی قبر کی گھبراہٹ سے بالکل مامون ہو جاتا ہی (شریعت اسلام کے نزدیک قبر عالم برزخ کا نام ہی جو بعد موت تا قیامت ہو چاہے کسی کو جلا دو یا ڈوب جاوے یا کچھ بھی ہو جائے ثواب اور عذاب قبر ضرور ہی) تیسرا یہ کہ فزع اکبر سے بالکل امن مین ہوگا یعنی بڑی گھبراہٹ اس مین مفسرین کرام نے اختلاف فرمایا ہی بعض کے نزدیک عذاب النار ہی بعض کی راے مین خدا کا حکم کہ اس شخص کو دوزخ مین لیجاؤ بعض یہ فرماتے ہین کہ آگ کے سامنے کھڑا کرکے یہ کہدینا کہ تم اس مین جاؤ گے بعض یون تعیین فرماتے ہین کہ جلتے بہلتے آگ مین ڈال کر چھوڑ دینا بعض نفخہ صور ثانیہ کو فزع اکبر قرار دیتے ہین بعض عرض علی اللہ کو فزع اکبر بتاتے ہین یعنی خدا کے سامنے کھڑے ہو کر تمام اقوال و افعال کا پورا حساب دینا بعض کہہ رہے ہین کہ موت کو جب معدوم کیا جائیگا اور اہل دوزخ سے کہدیا جائیگا یا اہل النار خلود لا موت (الاختلاف فی قولہ تعالی لا یحزنہم الفزع الاکبر وقولہ تعالی وہم من فزع یومئذ آمنون) کوئی سا مرحلہ لیلو جسے فرض کروگے نفس فرض کرنے سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور حواس کالعدم ہو جاتے ہین چوتھا مرتبہ یہ کہ جیسے مثل شاہنشاہان بڑے تزک و احتشام کے ساتھ خدا کے سامنے تاج پہنایا جاویگا جسکا ایک ایک موتی بھی تمام دنیا اور ما فیہا سے زائد قیمت رکھتا ہی پانچوان یہ کہ اسے بہتر حورعین نکاح مین مرحمت ہونگے (ایک غایت درجہ کے حسین آدمی کا حسن یہ ہی کہ اسکی آنکھ لانبی و بڑی ہو کر غایت درجہ کی سفید اور غایت درجہ کی سیاہ ہو یہی حوراً اور عیناً کی تفسیر ہی جنکی جمع حور اور عین ہی)

چھٹا مرتبہ یہ ہی کہ اپنے متعلقین کے بارے مین ستر کی سفارش کرکے اُنھین صاف چھڑا سکتا ہی

ائمۂ اسلام کرام نے شہید کے جنازہ مین اختلاف فرمایا ہی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ جب السیف محاء للذنوب یعنی تلوار سب گناہون کو مٹا دیتی ہی (موجود ہی) تو پھر کاہے کو شہید کا جنازہ پڑھا جاوے

بعض تو سفارش مغفرت ہی جب شہید کو ضرورت ہی نہین تو جنازہ پڑھنے والون کا بلا احسان کیون اسپر رکھا جاوے۔
عالم اور دیگر بعض اس بارہ مین تو شافعی سے بالکل متفق ہین کہ واقعی السیف محا للذنوب ہی مگر جنازہ
رفع درجات کے واسطے اور نیز اسواسطے پڑھا جاتا ہی کہ اسکی برکت سے پڑھنے والون کی مغفرت ہو جیسے
انبیا کا جنازہ انھین دو غرض کے واسطے پڑھا جاتا ہی خیر ہرچہ بادا باد ہم اسوقت مسئلہ جنازہ پر بحث کرنا
نہین چاہتے صرف اس سے ہمین یہ دکھانا ہی کہ ائمہ اسلام کے نزدیک شہید کس قدر صاف اور قطعی ناجی ہی
کیسی بڑے سے بڑے قطب یا غوث یا عالم اجل با عمل کے لیے بھی کسی کو وہم تک نہ ہوا کہ اسکا جنازہ کیون
پڑھا جاوے سچ ہی شہید کے غبار تک بھی پہونچنا مشکل ہی اور جیسی قطعی نجات شہید کی ہی کسی کو کبھی نصیب
نہین فیا ایہا المومنون ہل بعد ذلک شئی تنتظرون
فجاهدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ ہو اجتبٰکم وسمٰکم المسلمین ولا ترتدوا علیٰ ادبارکم فتنقلبوا
خاسرین فصابروا ورابطوا واعلموا ان اللہ معکم وناصرکم ومولٰکم واللہ خیر الناصرین
والصلوة علی محمد خیر المجاہدین وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

تقریظ داستان جہان بزبان فارسی

یہ ایک نہایت نفیس کتاب ہی جس مین بہت سے عمدہ اور کار آمد مضامین ضروری پر بہت بڑی روشنی ڈالی
گئی ہی۔ اسکے مصنف وہ بے لوث عالم ربانی ہین جنکی بے لوثی وتقوی طہارت تدبر تامہ دماغ صائب تمام
ملک دکن مان گیا وہ علامہ مولوی محمد زمان خان صاحب شہید استاد حضور نظام پادشاہ دکن میر محبوب علیخان
بہادر رحمۃ اللہ علیہ ہین علامۂ موصوف نے قریب قریب تمام ممالک اسلامی کے علاوہ دیگر ممالک کی بھی سیر
کر کے گنجینۂ تجارب جمع کر دیا ہی کتاب کو چار حصون پر تقسیم کیا گیا ہی اول حصہ مین تمام حالات وتجارب سفر جو اہل
عقل کے واسطے ایک چشم بصیرت کا کام دیسکتے ہین۔
حلب پہونچکر علامہ نے مسلمانون کی موجودہ حالت پر ایک برجستہ جملہ استعمال کیا۔ "مسلمانان دنیا خود نصاری
سپر دند و دین بشیطان و از ہر دو دست شستہ نشستند" حصہ دوم مین تمام دنیا کا جغرافیہ بڑے بسط کے
ساتھ درج کیا گیا ہی۔ سوم حصہ بیت المقدس کی تاریخ کے واسطے مخصوص کیا گیا ہی جس مین غایت کوشش

سے حضرت آدم سے لیکر ضروری واقعات بیت المقدس تحریر کیے گئے ہیں۔ حصۂ چہارم شاہان عثمانیہ ترکی وغیرہ کا کسی قدر تفصیلی ذکر کیا گیا اس کتاب میں علامہ نے ملکی سیاسات میں بھی بڑی آزادی سے بحث کی ہو چنانچہ بوجہ خود سلطنت حیدرآباد کے متعلق کس آزادی سے تحریر فرماتے ہیں" و نظامت شش صوبۂ دکن یعنی اورنگ آباد و محمد آباد بیدر و بیجاپور و حیدرآباد و کرناٹک کہ حاصلش سیزدہ کرور و پانزدہ لک روپیہ بود در نواب قمرالدین خان نظام الملک آصف جاہ بہادر قرار یافت" (اسکے بعد) "و بعد ارتحال آن نواب مغفرت مآب تا حال کہ تغیرات گوناگون در دورہای بوقلمون رو نمود ند بر دہاے راجگان مرہٹہ و دست برد ہای حیدر علی خان و میسر ہزنگ پٹن و بغاوت والاجاہ صوبہ دار کرناٹک و لطائف الحیل انگریزان از بقیۃ الملک و اضلاع فراوان و تعلقات نمایان بدر رفتند و ملکی کہ مربع مساحتش تخمین بکلی نود و شش ہزار میل و محصولش تقریبا بقدر ایشش کرور باشد باقی ماند و آنہم بغفلت و تن آسانی رئیسان و بدتدبیری وزیران و خیانت و ستمکاری متصدیان و عاملان یوما فیوما خراب و تباہ شد"

اس کتاب میں علامۂ موصوف نے ایک نہایت سخت ضروری مضمون کو صاف کیا ہو یعنی تعداد افراد ممالک اسلامی اور مالیہ سلطنت ہاے اسلامی علامۂ موصوف کی راے ہو کہ نصرانی جو تعداد بتاتے ہین اُس مین اور واقعہ مین زمین و آسمان کا فرق ہو اور نیز مالیہ کے متعلق بھی یہی حالت ہو علامۂ موصوف فرماتے ہین کہ صاحب ساری نے خود مسودۂ مصر دیکھا ہو جس مین صرف مصر شہر کی مردم شماری دس لاکھ کے قریب ہو وسعت مین بمبئی سے زائد ہو خود انگریزون کی مردم شماری بمبئی جب نو لاکھ کے قریب ہو تو پھر حیرت ہو کہ جو مردم شماری تمام ملک مصر کی یورپ والے بتاتے ہین وہ کیونکر صحیح ہوسکتی ہو مالیہ سلطنت ترکی کے متعلق علامہ بیان کرتے ہین کہ مین نے خود وزیر سے ملاقات کرکے پوچھا تو اُسنے بیان کیا کہ ایک ارب پچھتر کروڑ قرش سالانہ آمدنی ہو مگر یورپ جو آمد مالیہ باب عالی بتاتا ہو اُسکی نصف بھی بمشکل ٹھہرتی ہو- یہ کتاب شاہجہانپور محلہ باقرزئی منشی خورشید حسن صاحب سے ملتی ہوگی-

مسئلۂ وقف علی الاولاد

غالبًا تمام باخبر حضرات کو معلوم ہو کہ ارکان کرام ندوۃ العلماء نے ایک نہایت ضروری امر کیطرف گذشتہ سالون مین

سرکار کو متوجہ کیا وہ یہ کہ سرکار کی اعلی مجلس قانون نے جو مسئلۂ وقف علی الاولاد کو ناجائز قرار دے رکھا ہو
وہ اصول شرع اسلام کے بالکل خلاف ہو اسے منسوخ کردیا جاوے چونکہ اعلی مجلس سرکار اسپر خاص نوٹ لیکر تمام
مراحل جرم خود طی کرچکی تھی وہان سے صاف صاف جواب ملا کہ یہ ہرگز کسی طور سے ممکن ہی نہین اُدھر علامۂ شبلی نعمانی
نے بمشورۂ ارکان ندوة العلما اپنی ان تحریک کو شش سے پہلے تو سرکاری جواب سے یاس کو اپنے پاس نہ پھٹکنے
دیا پھر پیش کیا اسی کے ساتھ علامہ موصوف نے تمام اسلامی مجالس کو اطلاع دی اور اسکے فوائد عظیمہ سے مطلع
کرکے اُنسے اس تحریک کی تاکید وتائید بتاکید کی خواہش کی کئی شہرون مین اسکے متعلق سرگرمی سے کوشش
کی گئی تمام اسلامی مدارس ودیگر علماے نامدار سے اسکے متعلق الگ الگ فتاوی طلب کیے گئے صد ہا علماے
کرام نے اسپر مواہیر اور دستخط ثبت کیے ملک کا امیر طبقہ بھی اسکا حامی ہوگیا ان سب امور کو سرکار کے گوش گزار
کیا گیا اور یہ بات صاف طور سے معروض کی گئی کہ علاوہ اسکے کہ یہ اسلام کا مسلم اصول ہو تمام اہل اسلام کی
خواہش بھی یہی ہو کہ سرکار اپنی تجویز سابق پر نظر ثانی فرماکر ان اصولی جذبات اسلام کا احترام فرماکر ممنون ومشکور
ہونیکا موقع دے مسلم لیگ نے بھی ایک رزولیوشن اسکی تائید مین پاس کیا میرے علم مین یون ہی ہو اسوقت
مسلم لیگ کی کارروائی میرے سامنے نہین ایڈیٹر غرض یہ کہ ان تمام وسائل سے کام لیا گیا جو ایسے اہم کام
کے واسطے موزون تھے آخر جب سرکار کو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ مجلس قانون کی فروگذاشت سے اسے ناجائز
قرار دیا گیا ہو تو وقف علی الاولاد کو اصولی طور سے منظور کرنے کا وعدہ کرکے اہل اسلام کو شکرگزاری کا موقع
دیا اسکی اطلاع علامۂ شبلی نعمانی نے گذشتہ جلسۂ ندوة العلما مین دی تھی اس قسم کے کامون سے چند عمدہ
نتائج اخذ کیے جاسکتے ہین۔ یہ کہ ارکان ندوة العلما نے بمعاونت اہل اسلام خاصکر علماے دیار وامصار
ایک ایسا اہم کام کیا جسکی اہمیت سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا اور یہ کہ مسلمان اگر ایک مجموعی طاقت سے
کام کرین تو ناگذار راستون پر بھی انھین گذر کا موقع مل سکتا ہو اور یہ کہ اگر اہل اسلام علما کا انتخاب کونسلون
کے واسطے کیا کرین تو ایسے فحش اغلاط کونسلون مین مسلمانون کے متعلق وقوع مین نہ آیا کرین اس قسم کے
اغلاط درحقیقت کونسلون مین ناواقف مسلمان ممبرون کی وجہ سے ہی وقوع مین آتے رہتے ہین ابھی گذشتہ
ہی سال کا واقعہ ہو کہ ایک مسلمان ممبر مسٹر جینا صاحب نے یہ مسودہ پیش کرنا چاہا کہ مسلمانون کی لڑکیان

ہندوون سے نکاح کی جایا کرین مگر شومی قسمت کی وجہ سے علما کی مالی حیثیت سے مسلمانون کی نظرون سے اُنکے کمال تدبر و دیانت و صائب الراے و اخلاص و ہمدردی معاملات کی تہ کو پہونچنا وغیرہ اوصاف کو گرا دیا ہی اس مسئلہ کے نوٹ وغیرہ تفصیل سے بار بار ظاہر کیے جاچکے ہین ابتدائی کارروائی بتفصیل عجب کر شائع ہوچلی ہی ہم نے اس جگہ صرف بعض کاغذات سید افضل علی صاحب سب جج کے فرمانے سے اطلاعاً درج کردی کہ وقف علی الاولاد سے علاوہ دیگر فوائد کے ایک عظیم الشان فائدہ یہ ہوگا کہ جو شخص دیکھیگا کہ اسکی پسماندہ اولاد کو تباہ کرکے خود بھی تباہ ہونگے جسکے ہزارہا نظائر بلا مبالغہ ہندوستان مین موجود ہین وہ جائداد کو اولاد یا دیگر ورثا کے نام وقف کریگا جسکے تمام منافع تو اُنکو حاصل ہونگے مگر بیع و ہبہ کے وہ مختار نہونگے ایسی صورت مین جائدادین محفوظ رہینگی اور آئندہ وہ خاندان جو نوجوانون کی بے اعتدالیون سے تباہ ہوتے ہین بچے رہینگے - ایسی صورت مین تمام مسلمانون پر ان حضرات کا شکریہ واجب ہونا چاہیے جنھون نے اس مین کوشش کی جیسے خصوص کے ساتھ ارکان ندوۃ العلما اور بالعموم دیگر علما و مجالس قومی - اس کام مین سب سے زائد انتھک کوشش علامہ شبلی نعمانی نے کی اس واسطے اُنکا شکریہ بالخصوص واجب ہونا چاہیے

تقریظ نظم محمود

یہ ایک نظم ہی جو صرف ایک جزو کی ہی اسپر ہمین ضروری راے ظاہر کرنے کی ضرورت اسواسطے پڑی کہ شاعر نے اُن باتون کا خیال کیا ہی جنکی طرف سے ہمارے نامی شعرا بیخبر ہین مثلاً خدا کی حمد وغیرہ اور شراب خواری کی مذمت وغیرہ مین بعض جگہ اچھے شعر لکھے ہین مثلاً ؎ ہی بے پیر مردار کا فر شراب + چھاڑے ہزار ونکے کا فرنے گھر + کرڈے ونکا اُسنے نیا مال و زر + دیا اُسکے بدلے فقط درد سر + ہمین افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ ہمارے نامی شعرا سے بہت کم لوگ ہین جو ضروری باتون پر طبع آزمائی کرین عرب کی شاعری سے جو لوگ واقف ہین وہ جانتے ہین کہ ہر ہر مضمون پر عرب کے شاعرون نے ہزارہا شعر کہدیے یہ کسقدر قابل حیرت ہی کہ خدا کے خوف پر قیامت کے مصائب کو مہیب ناک صورت مین دکھانے پر جاہلیت کے شعرا کے ہزارہا اشعار موجود ہین مگر ہمارے اُردو کے مسلمان شعرا اس سے قاصر ہین وہ اپنے فرضی معشوق کی کمر ہی ٹٹولتے رہتے ہین کہ وہ کتنی پتلی ہی اس سے ہمارا مطلب تعییب شعر نہین بلکہ یہ مطلب ہی کہ وہ ان ضروری باتون کیطرف گوشہ چشم پھیرین - لشکر پوینہ منشی محمود صاحب سے ملتی ہی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرب کی شاعری

مشہور مورخ ابو داؤد نے لکھا ہو کہ اگر تمام ملک عرب کی چھان بین کر ڈالی جائے تو بہت مشکل سے کوئی ایسا شخص ملیگا جسکو شعر گوئی کا تھوڑا بہت سلیقہ نہ آتا ہو۔ کیا بچہ کیا جوان کیا بڈھا کیا مرد کیا عورت غرض سبھی اس دریا کے غوطہ خور تھے شاعری اُنکے خمیر مین تھی اور اُنکے لیے یہ ایک طبعی اور فطرتی بات تھی۔

ابو داؤد نیز دیگر مورخون نے بھی اپنی اپنی تاریخون مین لکھا ہو کہ عرب کل کے کل اشعار فی البدیہہ کہا کرتے تھے اُنکو نہ تو عروض وقافیہ کی ضرورت ہوتی نہ وہ علوم بلاغت کے محتاج تھے فنون بلاغت معانی بیان علم عروض وقافیہ سے بھری ہوئی مجلد کتابین جو آج ہم کو نظر آرہی ہین یہ سب اُنھین بدویون کے فصیح و بلیغ کلام سے ماخوذ ہین جسکا سبب یہ واقع ہوا کہ قرآن نے نزول کرکے اُنکے تمامتر فصحا و بلغا کی کمرین توڑ دین اُس دھرتے کی شاعری کو جیسے سے سست کر دیا رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ اُنکا شاعرانہ ذوق کم ہوچلا اُن کی ہمتین ٹوٹ گئین اُنکی وہ قدرتی اور نیچرل ذکاوت سلب ہوگئی تب بدرجۂ مجبوری اسلامیون نے اُسکی دوا وعلاج کی فکر کی اور اُنھین قدیم اعراب کے کلام سے چند اصول انتخاب کرکے قائم کرلیے ازانجملہ جو قواعد عروض وقافیہ سے متعلق تھے اُنکا نام علم العروض والقافیہ رکھدیا اور جو باتین حرکیب ترتیب تزئین تحسین کلام کے بارہ مین تھین اُنکو بیان۔ معانی۔ بدیع ان نامون سے موسوم کیا۔ ابو عبیدہ کے قول کے مطابق جاہلیت کے اکثر بلکہ تمام شعرا بنو قیس سے ہوئے ہین اسلامی شعرا مثلاً جریر۔ اخطل۔ فرزدق سب بنو تمیم[1] سے ہین۔

طبقات شعرا

زمانۂ قدیم اور دور اسلامی کے شعرا بلحاظ اپنے اپنے زمانہ کی حیثیات کے چار طبقون پر منقسم ہین تین طبقے تو ایسے گذرے ہین جنکی فطرت جبلت مین شاعری تھی گویا خداوند تعالی نے منجملہ دیگر اجزاے بدن کے شاعری کو بھی جزو بدن بناکر پیدا کیا طبقۂ چہارم کی شاعری بھی اعلی درجہ کی تھی لیکن وہ سب متاخرین کے قائم کردہ اصولون کے پابند تھے جنکی وجہ سے اُنکے اشعار مین اکثر بناوٹ اور تصنع کو دخل رہتا ہو۔

[1] بنی تمیم کا ایک قبیلہ جو قیس ہی ہو۔ اڈیٹر

طبقۂ اولی۔ شعرائے جاہلیت وہ لوگ کہلاتے ہیں جو یا تو قبل از اسلام گذر چکے ہیں یا بحالت اسلام لیکن اسلام کے مخالف رہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے مثلاً امرؤ القیس[1] امیہ بن الصلت

طبقۂ ثانیہ۔ مخضرمین یہ لوگ حقیقۃً زمانۂ جاہلیت کے تھے لیکن بوقت ظہور اسلام نور ایمان سے اپنے اپنے کو منور کیا جیسے حسان بن ثابت۔ کعب بن زہیر[2]

طبقۂ ثالثہ۔ مولدین مثلاً فرزدق۔ جریر۔

طبقۂ رابعہ۔ مثلاً ابن رومی۔ ابو العلائے معری۔ یہی وہ طبقہ ہے جسکی نسبت ظاہر کیا ہے کہ بسبب پابندی اختراعات متاخرین انکی شاعری میں بناوٹ آگئی تھی۔

وجہ تسمیہ

لفظ شاعر شعور سے مشتق ہے جسکے معنی ادراک کے ہیں چونکہ شاعر کا ادراک فہم عوام سے زیادہ ہوتا ہے اسلیے اسکو شاعر کہتے ہیں۔ اسی بنا پر یعنی بلحاظ تفرقۂ ادراک مراتب شعرا بھی مختلف ہوے ہیں اعلی درجہ کے شاعر کو خنذید اُس سے کم درجہ کے شاعر کو شاعر اُس سے نیچے کے شاعر کو شویعر اُسکے بعد شعرور سب سے نیچے متشاعر۔ ان طبقات میں سے بعض طبقات کو کسی شاعر نے اپنے اس مخمسہ میں بیان کیا ہے۔

الشعر اونی الزمان اربعة ۔۔۔ فواحد یجری ولا یجری معه

و واحد یجول فی وسط المعمعه ۔۔۔ و واحد لا تشتهی ان تسمعه

و واحد لا تستحی ان تصفعه

سبع اسابیع

بدین لحاظ لوگون نے تین طبقات اولی کے قصائد اور اشعار جمع کر لیے ہین تاکہ شاعری کا حقیقی منشاء باسلوب خوبش ذہن مین آجاوے اور شاعری کا نام دنیا مین باقی رہے ان تمام قصائد کا نام سبع اسابیع اور ہر حصہ کا نام علیحدہ علیحدہ اور جداگانہ عنوانون سے نام رکھا۔

[1] امرء القیس ظہور اسلام سے پہلے مر ایہی ملک الشعرا کے نام سے ملقب ہے۔ امیہ ابن صلت نے زمانۂ اسلام پایا اور یہ مشہور ہے حنفا تھا مگر بوجہ حسد اسلام قبول نہ کیا۔ اڈیٹر

[2] لبید وغیرہ۔ اڈیٹر

معلقات مجمہرات منتقیات - مذہبات مراثی مشوبات ملحمات

اسلئے ہم مختصراً مختصراً اون شعرا کی سوانح معرض تحریر مین لاوینگے جنکے قصائد سبع اسابع مین کسی نکسی قسم کی کچھ شہرت رکھتے ہین کیونکہ اگر ہم تمام شعرا کے حالات بالاختصار بھی کیون نہ لکھنے بیٹھین تو ایک دفتر کا دفتر تیار ہو جاوے۔

معلقات - پہلا قصیدہ ۔ امرؤ القیس ابن حجر کندی کا ہی جسکی کنیت ابو حنظلہ تھی کبھی کبھی لوگ اُسکو ملک ضلیل اور ذوالقروح کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اُسکی بیوی ربیعہ بن نفلی کی بیٹی تھی اور مشہور شاعر مہلہل کی بہن تھی شاہی نسل سے تھا بچپن سے شعر و شاعری کا گرویدہ تھا اس سبب سے اُسکے باپ نے گھر سے نکال دیا تھا کیونکہ عرب کا یہ دستور تھا کہ شاہزادے شاعری کی طرف راغب نہین ہونے پاتے تھے۔ عرب مین یہ پہلا شاعر ہی جسنے غزل گوئی کی بنیاد ڈالی (آئینۂ عرب صفحہ ۳۹۴)

دوسرا قصیدہ - زہیر ابن ابی سلمیٰ مزنی کا ہی اسی شاعر کے قصائد حولیات بھی ہین جنکا طرز یہ رہتا تھا کہ چار کامل مہینون مین ایک قصیدہ تیار کیا کرتا تھا اور چار ماہ اُسکی اصلاح مین مصروف رہتا سال کے آخری مہینون مین وہ قصیدہ دوسرے شعرا کو سنا کر اُنسے داد لیتا تھا سال ختم ہونے کے بعد عوام مین اُسکو شہرت دیتا اُسکا خاندان کا خاندان شاعر تھا اور وہ بھی صرف شاعر ہی نہین بلکہ اُنکا شمار نامی شعرا مین کیا جاتا ہی مثلاً ربیعہ اُسکا والد بشامہ ماموں سنبیں سلمیٰ خنسا وغیرہ سنہ ۱ ھ مطابق سنہ ۶۲۳ ع مین اُسنے راہ آخرت اختیار کی۔

تیسرا قصیدہ حارث یشکری کا ہی جو ایک جاہل شاعر تھا۔

چوتھا قصیدہ لبید بن ربیعہ عامری کا ہی اسلام اور جاہلیت دونون زمانون کا دیکھنے والا ہی مشہور شریف خاندان سے تھا جیسا نامی گرامی شاعر تھا ویسا ہی بڑا شہسوار اور ایک جلیل القدر عابد و زاہد تھا۔ ابو عقیل کنیت تھی۔ ۱۴۵ برس تک دنیا کے لطف اُٹھا کر سنہ ۴۱ ھ مطابق سنہ ۶۶۰ ع مین اُسنے انتقال کیا ذیل کے شعر مین اسی مضمون کو ادا کرتا ہی۔

ولقد سئمت من الحیوۃ و طولہا ۔۔۔ وسوال ھذا الناس کیف لبید

عمرو بن کلثوم تغلبی کا پانچوان قصیدہ ہی جسکے باپ کا نام مالک تھا مہلہل مشہور شاعر کا نواسہ تھا اسی کی نسل سے کلثوم بن عمرو عتابی ایک بہت بڑا شاعر کثیر الرسائل گذرا ہی مورخین کے نزدیک اسکی عمر ۱۵۰ سے کم کی نتھی۔

چھٹا قصیدہ طرفہ بن عبد بکری کا ہی جسکا نام عمرو اور لقب طرفہ تھا جو لفظ طرفا کی جمع ہی جسکے معنی مختلف قسم کے درخت کے ہین ایک شعر مین چونکہ یہ لفظ آگیا تھا اس لیے اس سے ملقب ہوا۔

لا تعجلا بالبکاء الیوم مطرفا ولا امیریکما بالدار اذ وقفا

ساتوان قصیدہ عنترہ عبسی کا ہی یہ ایک بہت بڑا بہادر تھا جسکی بہادری کی مثل مشہور ہی کچھ لوگون نے اسکے قصیدہ میمیہ مین اختلاف کیا ہی جسکا مطلع یہ ہی۔

هل غادر الشعراء من متردم ام هل عرفت الدار بعد توهم

بعضون نے اس قصیدہ کو مذہبات مین داخل کیا ہی اور اُسکی جگہ نابغہ ذبیانی کا قصیدہ جسکا مطلع یہ ہی رکھا ہی ؎

یا دار میة بالعلیاء فالسند اقوت وطال علیها سالف الامد

خادم الدین عبد الرحمن نگرامی
طالب علم درجہ ششم

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل عقلی و نقلی۔

(۲) علوم جدید و قدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیاء تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخ واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فریق کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شایع ہوا کریگا۔

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلما کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا آپ ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسے ارسال مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

(۱۲) یہ ضرور لحاظ رہیگا کہ عام فہم مضمون زائد ہون

منیجر الندوہ

قیمت سالانہ عہ

قیمت فی پرچہ ۸ر

الندوہ

نمبر ۷	رجب ۱۳۳۰ سنہ ہجری مطابق جولائی ۱۹۱۲ء	جلد ۹

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مُرتّبہ

نعیم میر عبد الکریم علوی فقیہ اول دار العلوم واڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبد الولی خلف علامہ آسی مولوی عبد العلی صاحب مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں کمال حسن و خوبی طبع کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

معذرت

شمس العلما حضرت علامہ شبلی نعمانی نے الندوہ کی اڈیٹری سے بوجہ اپنے مشاغل کثیرہ وغیرہ (جنکو علامہ نے اخباروں مین شائع فرمایا تھا) استعفا دیدیا تھا منظوری جلسۂ انتظامیہ پر موقوف تھی جلسہ کے انعقاد مین دیر ہوئی اسی وجہ سے آجتک پرچہ عرض التوا مین رہا اب جلسہ مذکور نے علامۂ موصوف کا استعفا منظور فرما کر الندوہ کا بقا ضروری خیال کیا اب اپنے وقت پر انشاءاللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔ حضرت علامہ سید عبدالحی صاحب نے بھی مینیجری سے استعفا دیا اور منظور ہوا مگر اُسوقت تک مولانا ہی کی مینیجری مین شائع ہوگا جبتک جدید مینیجر تجویز نہو۔

نعیم میر عبدالکریم علوی اڈیٹر فقیہ اول دار العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

تمہید عبادات الٰہی

یہ امر صاف اور کھلا ہوا ہی کہ انسان اپنی سرشت ظاہری اور باطنی مین ایک عجیب اور نادر بلکہ معدوم النظیر موجودات عالم ہی۔ اسکی صرف صورت اور اعتدال بدن ہی پر اگر ایک معمولی نظر کیجاتی ہی تو حیرت سے سراسر نظر کرنیوالا پتلہ حیرت بنجاتا ہی۔ یہی وجہ ہی کہ خود کتاب عزیز مین باری تعالی نے فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ قسم ہی کہ ہمنے انسان کو سب سے بہتر صورت مین ڈھالا ہی اور اسکے ظاہری ڈھانچہ کو سب سے اچھا بنایا ہے۔ اطبا و حذاق نے جب اسکے بدن کو ٹٹولا تو تقریبا چار ہزار پر اسرار باتین اسکے اعتدال مین پائین مگر ساتھ ہی ان حذاق نے تسلیم کیا کہ جو کچھ ہمنے پایا یہ انسان کی ظاہری نوادرات سے عشر عشیر کی نسبت بھی نہین رکھتا اسکے نہایت پر اسرار صورت سے اچھی طرح پایا جاتا ہی کہ اسکے صرف ظاہری اسرار فطرت حیطہ شمار اور اعداد کے قطار سے بہت باہر ہین اسکا باطن اور قوی عقلیہ و روحانیہ تو اسقدر بالا ہین کہ جنکے ادراک سے یہ خود بھی قاصر ہی صرف اسکے کامون سے پتہ چلتا ہی کہ یہ مجمع کمالات لاانتہا ہیہ دق قسم بجا ہی۔ اگر الظاہر عنوان الباطن (یعنی ظاہری حالت باطن سے تعبیر کیا کرتی ہی) سے کام لیا جائے تو تب بھی اسکے باطن کے عجیب و غریب پر اسرار ہونیکا پتہ چلا سکتے ہین مگر ہمین اس مقدمہ سے کام لینے کی زائد ضرورت ہی نہین جب انسان کے بہترین کارنامے و افعال و اقوال اسقدر ہمارے مشاہدہ مین آ رہے ہین کہ جو حد عقل سے باہر ہین تو پھر اس قسم کے مقدمات سے کام لینے کی زائد ضرورت نہین ہی سب سے پہلے انسان کے جامہ پر نظر ڈالو اشیا موجودہ کو فطرت خداوندی کو اسنے کن کن قطع و برید سے اپنے مطلب کا بنالیا انہین اپنے لیے کیسے کیسے عمدہ ترین اشکال

پیدا کر لیے اور اسکی انتہائی موشگافی ہے کتاب عزیز نے اس قول کو سچا کر دیا یَا بَنِیْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ ۔ اے اولاد آدم ہمنے تمہارے واسطے لباس بھیجا جو تمہاری شرمگاہون کو ڈھانپ لیتا ہے اور لباس زینت بھی تمکو عطا کیا ۔ اسکی قطع و برید کو باری تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا اور نہ نفس الامر مین لپیٹنا باعث زینت نہیں ہے۔ اسی قسم کی باتون سے اسکے خلاف صغری کا پتہ چلتا ہے۔

. پھر اسکے کھانے پینے کے تمام ترکیب پخت اور ظروف عزیزہ نادرہ پر اجمالی نظر ہی دوڑا کر دیکھو کس نکتہ رسی سے کام لیا گیا۔

زان بعد اسکی تسخیر اشیا دیکھو یہ تمام جانور بری و بحری پر کس حیرت انگیز طرق سے غالب آیا ہوا ہے۔ اس موقع پر مجھے ایک نادلی قصہ یاد آیا کہتے ہین جب شیر جوان ہوا تو اسکی ماں نے اسے بلا کر کہا کہ بیٹے تم کسی چیز سے نہ ڈرنا مگر انسان سے پھر ایک دن جنگل کے کسی راستہ پر کھڑا ہو گیا جہان سے تمام جانور گذر رہے تھے سب کا نام پوچھتا جاتا جب نام بتا دیتے تو کہتا چلے جاؤ جب ہاتھی گذرا تو اسے خیال ہوا کہ یہی انسان ہوگا بار بار پوچھنے سے بھی ہوسنے انسان ہونے سے انکار کیا اتفاق سے ایک لکڑہارا جنگل کو کلہاڑی لیے ہوے جا رہا تھا معلوم ہوا کہ یہی حضرت انسان مین اسے حیرت ہوئی کہ یہ تو سب سے ضعیف ہے غالبا عورتون کی عقل ناقص کا نتیجہ ہے کہ اس سے مجھے ڈرایا گیا ہے لکڑہارے نے بھی تصدیق کر دی جس سے شیر کو اور بھی یقین ہو گیا جب لکڑہارے کو شیر کے یقین کا احساس ہوا تو اوسنے کہا کہ آج مجھے آپ کی ماں نے بھیجا ہے کہ ایک ہنسلی اونکے واسطے لاؤن مجھے اونکی گردن کا مقدار معلوم نہین بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ جائین تاکہ آپ کی گردن کے موافق کاٹ لاؤن شیر نے منظور کر لیا لکڑہارے نے ایک بڑی لکڑی مین سوراخ کرکے شیر کا سر رکھوا کر دوسری لکڑی سے مضبوط کر دیا تو تب شیر کو معلوم ہوا کہ ہان انسان سے ڈرنا چاہیے۔

اس نادلی قصہ کے ساتھ مین ایک تاریخی قصہ بھی بیان کرنا چاہتا ہون۔ جب حضرت سلیمان اپنے زمانہ مین مصنوعی مقدمات سے گھبرا اٹھے تو اونکی دعا سے اللہ تعالی نے یروسلم کی ہیکل اعظم مین ایک زنجیر لگوا کر یہ حکم دیا کہ جھوٹے کا ہاتھ اس تک نہ پہونچیگا یون ہی ایک زمانہ تک ہوتا رہا ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سات سو دینار امانت رکھکر پھر طلب کیے تو اوسنے دیدینے کا دعوی کیا آخرکار نوبت بزنجیر رسید اوسنے مہلت طلب کی اور دوسرے دن ایک لکڑی مین سوراخ کرکے تمام اشرفیان اوسمین رکھکر ہاتھ مین لے لیا اور زنجیر کے پاس جا کر لکڑی تو اصل

---

۵ بیت المقدس کو کہتے ہین ۱۲ ۔ ۶ مسجد بیت المقدس ۱۲

مال والے کے ہاتھ مین دیدی اور خدا تعالی سے بالحاح دعا کی تو دانائی رازہی مین نہ اسکا مال اسکو دیا ہی جب نے زنجیر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ پہنچگیا پھر وہی لکڑی لیکر گھر کو چلا آیا صاحب مال کو حیرت ہوئی مگر بتوسط وحی الٰہی حقیقت کا ظاہر کیا گیا اور آیندہ کے واسطے زنجیر کو اٹھا دیا گیا۔ یہ قصہ اسرائیلی ہی مگر ہمارے مطلب سے بہت چسپان ہی اسواسطے نقل کیا گیا ہی۔

جب اس نظر سے فراغت ہو تو اُسنے جو جو ایجادین تعمیرات مین کین ہین انپر بھی اجمالی نظر دوڑا ؤ گے تو ہزارہا عجائبات مثل اہرام مصر و قصر حمرا اندلس و تاج گنج و لاٹ قطب کو مجوب کرنیوالے سامنے آجاوینگے۔

اسکے بعد جو اسنے اپنے واسطے سواری کی ایجادین کین ہین انکے بہترین نمونون کو دیکھو کہ وقت رسا طاقت نے ریل و دیگر عجائبات سواری کو کس عجوبت سے بنایا پھر خبر رسانی کے عجائب پر خیال کرو کہ اسنے کیا کچھ نہین کیا عجیب ترین آثار انسانی دیکھو اسنے بحر محیط پر کن نادر حکمتون سے احاطہ کرکے بحر محیط کو بھی یقین دلایا ہی کہ یہ اسپر بھی محیط ہی خیر یہ جو بادا باد یہ تو سب کچھ اسنے زمین پر جوڑ توڑ لگایا تھا جو اسکا مسکن ہی مگر یہ حیرت انگیز امر ہی کہ اسنے زمین کی پستی پر تمام کائنات عالم بالا پر بھی اپنا اقرد کھا کر چھوڑا دیکھو انسان نے رصد کے ذریعہ سے کن کن عجائبات موجودات عالم بالا کو دریافت کرکے چھوڑا ابھی ابھی ایک فاضل یورپ نے اعلان دیا تھا کہ دس سال تک ہم مریخ کے رہنے والون سے خط و کتابت میں کامیاب ہوجائینگے۔

انسان پر جو اجمالی نظر کی گئی ہی اس سے اسکا پر آثار غریب ہونا معلوم ہوگیا ہی۔

اب دیکھنا ہی کہ انسان آپ ہی بنگیا یا کسی نے اسے بنایا یا اسنے اپنے آپ کو خود پیدا کرلیا ہی امر اول تو کسی عقل کا نتیجہ ہو نہین سکتا اولا اسواسطے کہ اتفاق کوئی چیز ہی نہین جسکے منسوب کیا جاوے ورنہ ترجیح المرجح لازم ہوگی جو عقلا محال ہی ثانیا اسواسطے کہ بداہت عقل حاکم ہی اور ضروریات فطریہ پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ ایسا پر آثار وجود اتفاق کا نتیجہ ہو ہی نہین سکتا ہی ثالثا اگر ہم دو منٹ کے لیے مان بھی لین کہ اتفاق عدم محض کا نام نہین تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ وہ ضرور انسان سے زائد پر آثار ہوگا اگر ایسا ہی تو واجب ہوگا یا ممکن یا ممتنع اسکے سوا کوئی امر رابع متصور ہی نہین اگر ممتنع ہی تو وہ لاشی محض ہی جو خود باطل ہی کسی کی علت ایجاد کیونکر ہوگا۔

اگر ممکن ہی تو ضرور کسی نے اسے بنایا ہوگا ورنہ وہی ترجیح المرجح لازم ہوگی جو محال ہی اگر واجب الوجود ہی تو یہی ہمارا مطلب ہی ان لفظ اتفاق و واجب الوجود عز اسمہ پر بولنا نامناسب ہے مگر ہم اسوقت جواز و عدم جواز استعمالات الفاظ پر بحث نہین کر رہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ انسان نے خود ہی اپنے کو بنا لیا ہی تو اسکا جواب فورا ہی دیا جاسکتا ہی

کہ جب سمجھ دیتا تھا تو اسنے اپنے آپ کو کیونکر پیدا کیا اور ہی خفتہ را خفتہ کے کند بیدار کا قصہ ہوگا اور یہ ناممکن ہو اور فریبک
بعد پیدایش بھی انسان ایک زمانہ تک کچھ جانتا بوجھتا نہیں پھر اس سے خلق کیونکر متصور ہو۔
اسیطرح یہ بھی ہو کہ بعد کمال سن وعقل بھی انسان کسی انسان کو پیدا نہیں کرسکتا جب دونوں امر باطل قرار پاے
کہ انسان خود کو خود بنالے یا اتفاق سے بنگیا تو ضرور ماننا پڑا کہ کسی نے اسے پیدا کیا ہو اور یہی ہماری مراد ہو۔
اسی واسطے منکرین خدا کو کتاب عزیز نے تعجب آمیز الفاظ سے مخاطب کر کے پوچھا۔ ام خلقوا من غیر شیٔ
ام هم الخالقون۔ کیا یہ بلا کسی کے پیدا کیے پیدا ہو گئے یا یہ خود اپنے اور دوسروں کے پیدا کرنیوالے ہین
جب یہ دونوں باتین نہین تو پھر خالق عز اسمہ کے ماننے مین کیا تامل باقی ہو۔
یخرجکم من بطون امهاتکم لا تعلمون شیئا۔ تمکو تمھاری ماؤن کے پیٹون سے باہر لاتا ہو تم
بالکل انجان ہوتے ہو) غرض یہ کہ تمکو اپنی پیدایش کا قصہ معلوم ہو اسکے ہوتے ہوے تمھین کوئی گنجایش ہی نہین
کہ تم اپنے یا کسی دوسرے کے خالق ہونیکا دعویٰ کرسکو ام تامرهم احلامهم بهذا یعنے کیا انکار
خالق کا حکم انکو انکی عقل دیسکتی ہی جب ایسا نہین تو انکار کی وجہ کیا ہو۔
یہ بالکل آسان فیصلہ ہو کہ مقتضاء فطرت کا انسان قائل ہو جب ایسا ہو تو انسانی فطرت کا ضروری
تقاضا ہو کہ اوسکے واسطے خالق ہے۔
اسکا پتہ یون چلتا ہو کہ جب انسان پر کوئی سخت سے سخت مصیبت آپڑتی ہو جسکے دفع کرنے پر یہ کسی کو قادر نہین
پاتا تو بمجبوری طبع خالق کی طرف متوجہ ہی نہین ہوتا بالکل گڑگڑاتا ہی اور یہ عملی تقاضا فطرت اسکے مقدمات انکار یکو
توڑ پھوڑ کر رکھ چھوڑتا ہی اسی واسطے کتاب عزیز نے انکی حالت انکار پر تعجب کر کے فرمایا۔ اذا مس الانسان ضر دعانا
جب انسان کو مصیبت چھوتی ہو تو ہمین کو پکارتا ہی پھر اسکے بعد کی حالت کو بھی کتاب عزیز یون ظاہر فرماتی ہے۔
فلما کشفنا عنه ضره مر کان لم یدعنا الی ضر مسه جب ہم اُسکی تکلیف کو دور کر دیتے ہین
تو چلتا پھرتا ہوتا ہی گویا اوسنے ہمین اپنی مصیبت کے دور کرنے کے واسطے پکارا ہی نہ تھا) کیا کوئی کتاب عزیز کے
اس جملہ کی تصدیق کا دل سے انکار کر سکتا ہے۔
ایک دفعہ حضرت علیؑ کی خدمت مین ایک شخص پیش کیا گیا جو وجود واجب عز اسمہ کا منکر تھا حضرت موصوف نے

حکم دیا کہ چند ڈنڈے اسے لگائے جائین جب گرما گرم ڈنڈے پڑنے لگے تو بے ساختہ بولنے لگا ای علی خدا تجھے تباہ کرے غارت کرے مجھے کیون پٹواتا ہی اسپر حضرت موصوف نے مسکرا کر فرمایا کہ مین بھی تو یون کہتا ہون کہ اس خدا کو مان جس سے تو میری تباہی کی دعا مانگتا ہی جب اسنے سوچا تو معلوم کیا کہ تسلیم وجود واجب تعالی عز اسمہ مرکوز فطرت ہی اسکا انکار خلط ملغی اور عوارض سے ہوتا ہی جب فطرت خالی الذہن ہو جاتی ہی تو پھر اپنے اصلی مرکز پر آجاتی ہی اس بنا پر وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔

انسان مین ایک فطرت وصف دور اندیشی بھی ہی یہ وصف بھی اسی وجود واجب تعالی عز اسمہ کے ماننے پر مجبور کرتا ایک دفعہ حضرت علیؓ پر ایک منکر خدا نے اعتراض کیا کہ آپ لوگ تعمیل احکام خدا مین کسقدر تکلیف اٹھاتے ہین حالانکہ نہ خدا ہی نہ قیامت یہ جھگڑا تمنے خود اپنے سر دھوپ لیا ہی حضرت موصوف نے جواب دیا کہ دور اندیشی نے ہمین مجبور کیا۔ دیکھو اگر بالفرض تمھارا ہی کہنا صحیح ہوا تو ہمین چندان افسوس نہوگا تمھارے خیال کے مطابق بس یہی تو ہمارا خسارہ ہوا کہ ہم چند روزہ زندگی مین آنا منغص رہے اور بس مگر دوست تم یاد رکھو اگر ہمارا کہا صحیح نکلا تو تمھاری بری گت ہوگی اور بری طرح پٹو رہوگی اور ابد الاباد کی جلتی بلتی آگ مین جو کبھی نہ بجھیگی ڈالے جاؤگے اور وہان دانت پیسوگے اور انگلیان کاٹوگے جب اسنے یہ سنا تو کانپ اٹھا اور کہنے لگا بیشک وہ چیز جسپر کلی اطمینان ہو وہ آپہی کے پاس ہی اسپر وہ مسلمان ہو گیا۔

ان دونون منکرین خدا کو حضرت موصوف نے صرف تصحیح فطرت اور ازالہ عوارض فطرت ہی کی طرف متوجہ کرنا کافی خیال فرمایا بیان دلائل کو ضروری نہ سمجھا گیا۔

غرض انسان خود ہی کو غور سے دیکھے تو بداہتہ فطرۃ اسی خالق عز اسمہ کے ماننے پر مجبور کر رہی ہی اسی واسطے کتاب عزیز نے اسے سب سے پہلے یہی حکم دیا ہی (فی انفسکم افلا تبصرون اپنے وجود کو دلائل ثبوت واجب عز اسمہ کے واسطے کیون نہین دیکھتے ہو) جسکا مطلب یہ کہ اگر تم اپنی پیدایش سے انتہا تک نظر کروگے تو ضرور خیال کروگے کہ ہم جیسے پر اسرار وجود کو پیدا کرنیوالا ضرور ہی اور وہ ضرور ضرور جیسے ہر ایک وصف مین بڑھا ہوا ہی۔

یہی وجہ ہی کہ عارفین خدا نے لوگون سے کہدیا کہ اگر تم آفاق عالم مین اور عجائب مخلوق کو دیکھنے کی تکلیف برداشت کرنیکے واسطے تیار نہین ہو تو اتنا ہی کرو کہ خود ہی کو پہچانو یہی کافی ہی (من عرف نفسہ فقد عرف ربہ)

جسنے خود کو جاتا خدا کو بھی جان لیا ہی) اگرچہ گو دوسری چیز ہی مگر انصاف پکار پکار کر بتلا رہا ہی کہ جسنے ہی فطرت مین نظری ہی مگر بشرطیکہ عوارض رذیلہ سے پاک ہو وہ ضرور ضرور خدا کو جانکر رہا ہی - کتاب عزیز نے جیسے ہم پہلے ذکر کر چکے انسان کو اسکی فطرت پر مائل کیا اور عوارض دور کرنے کا حکم دیا اس سے فارغ ہو کر کتاب عزیز نے یہ حکم دیا کہ اچھا اب آپ نے قریب جوار کے موجودات کو دیکھو یہ بھی تمھین خدا کا صاف راستہ بتانیکو تیار ہین (افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت کیا اونٹ کی عجیب خلقت پر اسرار کو نہین دیکھتے اور آسمان کو کہ کسطرح بلند کیا گیا اور پہاڑ کسطرح جوڑے گئے اور زمین کسطرح فرش بنائی گئی) یہ سب کچھ بلا بنائے نہین بنا اور نہ یہ اپنے لیے خود بنانے والے تجویز کئے جا سکتے ہین -

اس تمام بیان کے بعد مادہ پرستون کا شیرازہ بھی اکھڑ جاتا ہی مگر پھر بھی تقاضاء زمانہ کی روسے ہم مناسب جانتے ہین کہ خاص طور پر کچھ ذکر مادہ پرستی کا بھی کیا جاوے -

یہ مسئلہ پورے طور سے جب ہی صاف ہوگا جب قدم او حدوث کی بحث کسیقدر بقدر ضرورت تحریر کر دین -

مادہ پرستون کا دائمی قول ہی کہ مادہ قدیم ہی اسکی استعداد جب پوری ہو جاتی تو وہ چیز جسکے متعلق استعداد مادہ پوری ہو چکی ہوتی ہی وجود مین آجاتی ہی - انکے چند فریق ہین -

فریق پہلے اول تو مادہ کو قدیم بالذات اور واجب لوجود مانتا ہی مادہ کے واسطے کسی خالق کی ضرورت ہی نہین جانتا اور وہ مادہ کو کافی علت کائنات جانتا ہی -

فریق دوسرے ثانی بھی مادہ کے واسطے خالق کی ضرورت نہین مانتا مگر وہ مادہ کو قدیم نہین مانتا بخت اور اتفاق کا نتیجہ مانتا ہی یعنے یون ہی بلا کسی خالق کے پیدا ہو گیا اور بقیہ اشیا کا خالق بر استعداد خود بنگیا -

فریق تیسرے ثالث تمام موجودات کو قدیم بالذات مانتا ہی حتی کہ زید اور عمرو بھی قدیم بالذات ہین انپر نہ عدم تھا اور نہ آویگا صرف غیبوبت زمانے تھی اور ہوگی -

فریق چوتھے رابع کا زعم ہی کہ مادہ قدیم بالزمان اور یہ مع نہ عقول مجرد و نہ افلاک بترتیب تقدیم و تاخیر ذاتی نہ زمانی موجود ہین اور واجب تعالی ان سب کا بتوسط عقل اول خالق ہی یہ سب سے عقول مع نہ افلاک و مادہ

قدیم بالزمان ہین یعنی واجب تعالی کے ساتھ معیت زمانی رکھتے ہین یہ کسی وقت معدوم نہ تھی اور نہ آیندہ انپر عدم آسکتا ہی - یہی مذہب ارسطو اور اسکے بعض چیلونکا ہی اسکے اوستاد افلاطونسے بھی ایک قول یون ہی نقل ہوا ہی -

فریق خامس یہ در فشانی کرتا ہی کہ واجب تعالی اور ارواح و مادہ سب قدیم ہین واجب ارواح کو مادہ سے جوڑ دیتا ہی یہی خلق ہی اور بس یہ مذہب آریہ سماج اور بعض ہنود کا ہی - چونکہ یہ دونون واجب تعالی عز اسمہ کو گویا نہین مانتے ہین اسواسطے اس مضمون مین ان دو قول پر بھی ضرور تعرض ہوگا -

غرض ایک سے ایک دہریہ اور الحاد مین بڑ ہا ہوا ہی -

فریق چہارم و پنجم واجب تعالی کو مانتا ہی مگر اسکا ماننا بمنزلہ نہ ماننے کے اسی واسطے علماء اسلام نے انکو بھی دہریہ ہی مین رکھا ہی - کسی قدر فرق ضرور ہی - جیسے سگ زرد برادر شغال -

ان سب کو مادہ پرست ہی کہا جاتا ہی اگرچہ بعض مین کسی قدر تامل کے بعد ہی سہی اس قسم کے لغویات کا ذکر بھی ناملائم ہی مگر ضرورت وقت سے بقدر ضرورت تعرض ضروری ہی -

ایک صاحب نے تو ایک کتاب دہریہ کے ثبوت مین لکھکر شائع کردی ہی جسمین انھون نے دل کھول کر خدای تعالی کا انکار کیا ہی اسکا نام انھون نے اسلام اور عقلیت رکھا ہی مسٹر ظریف انکو کہا جاتا ہی خوب ظرافت سے کام لیا ہی انا للہ و انا الیہ راجعون یہ ذات شریف پہلے علیگڈھ کالج مین پروفیسر تھے مگر وہان سے اسی قسم کے خیال نے انکو خارج از بلد کرایا اب کلکتہ مین دہریت پھیلا رہے ہین (العیاذ باللہ من ذلک)

ہم انکے خیالات باطلہ اور اوہام ساقطہ کو کسی آیندہ پرچہ مین صاف دکھا دینگے انشاء اللہ تعالی فی الحال اصل دہریت پر کسی قدر کہدینا ضروری ہی جب اصل کا حال معلوم ہوگا تو فروع آپ معلوم ہونگے -

ہم ہر ایک فریق سے الگ الگ تعرض کرنا چاہتے ہین -

فریق اول کا یہ کہنا کہ مادہ خود واجب الوجود ہی اور باقی کائنات کا باستعداد خود پیدا کرنیوالا ہی بوجوہ باطل ہی - اول یہ کہ جو دعوی کیا جاتا ہی اسی دعوے کی شان کے برابر اوسپر دلیل بھی قائم کیجایا کرتی ہی یہان دعوے کی عظمت تو خود بخود روز روشن سے بھی ظاہر ہی کہ واجب تعالی عز اسمہ کا انکار کرکے ایک بیجان بے علم بے ارادہ چیز کو خالق کائنات بتایا جاتا ہی اور دلیل آجتک کسی نے نہ ضعیف قائم کی نہ قوی اور جہانتک عقل کو ٹٹولوگے تو کوئی دلیل تو در کنار

کوئی ہیولی کبھی نہ پاؤگے جو اس قسم کے لغویات کی تائید کرے۔ کیا کسی دعوے کا بے دلیل ہونا اسکے
بطلان کے واسطے کافی نہین خاصکر اس صورت مین کہ مستغربین کہہ رہے ہین کہ خدا کا وجود مشاہد نہین لہٰذا
نہین مانا جاتا کیا مادہ کا قدیم اور واجب الوجود ہو کر تمام کائنات کا علت ہونا مستغربین نے مشاہدہ کیا ہی۔

دوم یہ کہ تمام عقلا کا تسلیم کردہ مقدمہ ہی اور خود بھی ابین من الامس ہی کہ تمام کمالات مثل علم و قدرت
و ارادہ و مشیت وغیرہ یہ سب فرع وجود ہین یعنے جو چیز موجود ہوگی وہی ان تمام صفات سے موصوف ہوگی
اور جو معدوم ہوگی وہ ہرگز انسے موصوف نہوگی ادھر یہ امر ظاہر ہی کہ موجود دو ہی قسم کا متصور ہی واجب الوجود
دوم ممکن الوجود ان دو قسم کے سوا کوئی اور موجود متصور ہو ہی نہین سکتا اور یہ بات خود دہریہ نے تسلیم بھی
کرلی ہی جب ایسا ہی تو وجود کا درجہ اعلیٰ جسمین ہوگا اوسمین یہ کمالات بدرجہ اتم و افضل ہونگے اور جسمین
درجہ وجود ناقص ہوگا وہ بدرجہ ناقص ان صفات سے موصوف ہوگا ادھر یہ بات کسی کے قابل تامل نہین
کہ درجہ وجود مین واجب الوجود افضل و اتم ہی ممکن تو بدرجات غیر متناہیہ واجب سے ناقص و انقص ہی
جب یہ سب کچھ تسلیم ہی تو مادہ جب فریق اول کی رائے مین واجب الوجود ہی تو کوئی وجہ نہین کہ وہ ان صفات
کمالیہ سے بدرجہ اتم موصوف نہو مگر کیا کوئی دہریہ کہہ سکتا ہی کہ مادہ عالم قدیر مرید حکیم مدبر ہونے مین اعلیٰ پایہ
رکھتا ہی آجتک تو کسی دہریہ نے اتنا بھی نہ بتایا اور نہ خود مانا کہ ادنی ادنی صفات کمال بھی مادہ مین پائے جاتے ہین۔

سوم یہ کہ موجودات عالم مین کمال درجہ ربط اور انتظامات عجیبہ و غریبہ موجود ہین ہر ہر چیز اور ہر ہر نوع
موجودات پر اجمالی نظر کرکے دیکھو دریاؤنکا کیا حال ہی ہوا اون مین کیا تناسب ہی پہاڑون مین علاوہ ازین
افلاک مع سیارات کن کن انتظامات سے گھوم رہے ہین اونکے مناطق و اوجات وجوزہرات ومراکز مین حیرت
انگیز سے حیرت انگیز کام و انتظام اونکے وجود مین عجیب ترین تناسبات کا پایا جانا ہر ہر چیز کا انتظام انیق
و الیق اس سب کچھ کو دیکھکر بڑے بڑے عقلمند سمجھ کے پتلے حیران ہین اور اونکی سمجھ اس سبکچھ کی سمجھ سے قاصر ہی۔
کیا اس سب کچھ کو مادہ کی طرف منسوب کرنا جو ایک بیجان بے علم بے تدبیر بے خبر از خود چیز ہی کسی عقل اور
سمجھ کا کام ہی یہ تو ایسا ہی ہی کہ کوئی غلبہ جنون مین آکر تمام مدبران و شاہان دنیا کا انکار کردے اور کہدے
کہ یہ سب کچھ انتظامات و تغیرات و تبدیلات وغیرہ جو کچھ ہو رہا ہی صرف ایک پتھر کر رہا ہی جو بندرابن کے مندر کے سامنے

[redacted] ، واسطے بڑے عقلمند لوگون مثل ارسطو وافلاطون وابن سینا ورازی وغیرہ سب نے کہدیا کہ اس سے زیادہ حماقت متصور ہی نہین کہ اس سب کچھ کو ایک بے علم بے تدبیر بے قدرت چیز کی طرف منسوب کیا جاوے جو مادہ ہی بیشعور وہ لوگ تمنے ایک ہی شوخی مین کھو دئیے بیدا کئے نکسا تھے جو خاک چھان کر ۔ اسی واسطے کتاب عزیز نے انتظام عالم پر روشنی ڈالکر عقلمندونسے خواہش کی ہی کہ تم اس سب کچھ کو جو روزانہ دیکھ رہے ہو اچھی طرح سوچو گے تو ضرور جان لوگے کہ یہ سب کچھ کوئی بڑی قدرت والا بڑے علم والا بڑی تدبیر والا کر رہا ہی۔ (اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ ضرور آسمان اور زمین کے پیدا کرنے مین اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے مین اور کشتیون مین جو دریاؤن پر چلکر لوگونکو نفع پہونچاتی ہین اور بارش مین جسے خدا آسمان کی طرف سے اتار کر زمین کی قوت روئیدگی کو بعد پژمردگی کے پھر تازہ کرتا ہی اور تمام جانداروں کو زمین پر پھیلانے اور اونکے ہر قسم کے ضروریات بحسب انتظام مہیا کرنے مین اور ہواؤن کے تصرفات جنوبی شمالی غربی شرقی تحتانی فوقانی مین اور ابرون کی زمین اور آسمان کے بیچا بیچ مسخر اور تابعدار رہنے مین ضرور نشانیان اور دلائل ہین اون لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین اور شبہات کے دور کرنے کی کوششین کرتے ہین۔

(چہارم) یہ کہ جب مادہ ضروری الوجود ہی اور علت تمام کائنات ہی تو لازم اور ضروری ہوگا کہ وہ اپنے معلول سے بہتر اور افضل ہو اور یہ بات ظاہر باہر ہونیکے علاوہ سب عقلمندون کی مانی ہوئی بھی ہی حالانکہ ہم دیکھ رہے کہ بہت سے موجودات عالم مثل انسان وغیرہ تمام صفات مین مادہ پر فوقیت رکھتے ہین۔ ویا للرجال اللہ العجب (اے لوگو اس تعجب کو دیکھو۔

(پنجم) یہ کہ جب مادہ غیر ذی شعور ہی تو یہ شعور عجیب اور غریب جو بعض موجودات عالم مین پایا جاتا ہی یہ کہان سے آیا جب یہ اوصاف مادہ مین نہین جو ان کائنات کی علت ہی تو یہ کچھ کم حیرت کی بات ہی کہ معلول مین آجائین۔ کمالات تو علت ہی سے نقل ہوا کرتے ہین ورنہ کہان سے آوینگے۔

(ششم) یہ کہ مادہ اگر ضروری الوجود ہوتا تو اسکی ذات اور صفات مین تغیر اور تبدل محال ہوتا حالانکہ
اسمین تغیرات غیر متناہیہ اسمین مشاہد اور محسوس ہین جسکے انکار پر کسی کو جرأت ہو ہی نہین سکتی۔

(ہفتم) یہ کہ مادہ اپنے تحقق ذات مین صورت اور تشکل کا محتاج ہے اور یہ ظاہر ہے کہ واجب الوجود
جو چیز ہو اوسکا احتیاج ذاتی کسی غیر کی طرف محال ہے اسپر طرفہ یہ ہے کہ صور اور تشکلات شخصیہ سب حادث ہین
واجب الوجود ہو کر اپنی ذات کے تحقق مین حوادث کا محتاج ہو واقعی ایک سمجھدار کی عقل کو چکر دینے
والی بات ہے۔ این خیال است و محال است جنون۔

(ہشتم) یہ کہ مادہ اگر واجب الوجود ہوتا تو کم از کم یہ محل عیوب کثیرہ نہوتا نقائص تو شان ہی کا ان سے
دور ہین مگر ہم دیکھتے ہین کہ جسقدر قبائح وقوع مین آتے ہین یہ سب اسکی ذات مین واقع ہوتے ہین۔

(نہم) اگر مادہ کو منکر کائنات عالم کے واسطے اسے علت مانا جاوے تو انتظام عالم اور تمدن معاشرت
و اخلاق حسنہ نیکی کی طرف رغبت بدی سے نفرت ہرگز ہرگز نہ رہیگی وجہ یہ کہ ہر ایک شخص اپنی فطرت غیر کا ذب سے
مشورہ لیکر اچھی طرح سوچ سکتا ہے کہ نیکی کرنیوالا اسکا بدلہ چاہتا ہے اور جبتک اسے پورا اطمینان نہو لے نیکی کی طرف
رغبت پیدا ہی نہین ہوتی بدکاری کی خواہش رکھنے والی شکنجہ عذاب سے ڈرتے ہین اور انہین دو باتون
سے انتظام عالم قائم ہے ادھر یہ ظاہر ہے کہ ایسی دہریت کی صورت مین نہ کسی کا ڈر رہتا ہے اور نہ امید جزا ہی قائم ہو سکتی ہے اور
یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام لوگ خدا سے بیڈر ہو جائین تو سلاطین دنیا بھی انتظام کو ایک ہفتہ قائم رکھنے پر قادر
نہ ہونگے خاصکر ایسی صورت مین کہ وہ خود بھی اسی پارٹی کے آدمی ہون اسواسطے مسٹر ظریف کی یہ درافشانی کہ انتظام
عالم اور اخلاق حسنہ فطرت اور سلاطین دنیا سے قائم رہینگے ایک گپ سے زائد قابل التفات نہین ہے سلاطین
کا ضعف اور اخلاقی کمزوری اور مخفیہ امور سے محض لاواقفی خود ظاہر ہے ایسی حالت مین انتظام کا قائم رہنا خود معلوم ہے
فطرت محافظ افعال حسنہ اور اخلاق حمیدہ نہین ہو سکتے اسکو غصہ اور حسد کینہ بغض اور خودغرضی و ضرورت
شدیدہ حیوانی خواہشات اگر یہ سب کچھ عوارض شدیدہ اسکے سدراہ نہوتے تب بھی امید نہین کہ محض فطرت محافظ
اخلاق و افعال حمیدہ رہ سکے اسلیے کہ جب کسی کو معلوم ہو جاوے کہ جزا و سزا آئندہ مطلق نہین اور مرنے سے خاتمہ ہی
ہو جاتا ہے تو ادنی فطرت کے لوگ تو دل کھولکر اپنی خواہشات پوری کرینگے اور اعلی فطرت کے لوگ یہ جانکر کہ یہ سب کچھ

چند روزہ کمیل ہوا انجام کچھ بھی نہین پژمردہ ہو کر نیکی بدی سب چھوڑ دین گے اور ان صور مین انتظام عالم وافعال حسنہ واخلاق حمیدہ کی جو درگت ہوگی اور انکا تعطل و قوع مین آویگا اوسکے فرض کرنے سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔

(دوہم) یہ تو سب مانتے ہین کہ انسان مین ایک بلند آہنگی عالی حوصلگی وغیرہ وغیرہ اخلاق ضرور پائے جاتے ہین اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اسکا مالک خالق مادہ جیسی بے تمیز ہی تو یہ سب کچھ مادر پر جاویگا۔ کسی عالی حوصلہ شخص کو اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اوسکا آقا مالک ایک بھنگی ہی جو ذلیل ترین اشخاص انسان ہی تو اوسکا حوصلہ پست ہو جاتا ہی بلند پروازیان سب جاتی رہتی ہین۔

(یازدہم) مادہ کے اندر مختلف استعدادات متباینہ متضادہ پائے جاتے ہین جو روز از مشاہدہ مین آتے رہتے ہین ادھر یہ ظاہر ہی کہ ایک ذات کا تقاضا طبع مختلف ایک وقت مین کیا مختلف اوقات مین بھی پایا جانا ناممکن اور محال ہی اگر مادہ خود ہی واجب ہوتا تو اسکا تقاضا ذاتی بھی ایک ہی ہوتا پھر یہ اختلاف استعدادات جو ایک ہی وقت مین ہمین پایا جاتا اسکی ذات کا تقاضا ہو سکتا ہی ہرگز نہین کیا یہ ذو ارادہ ہی کہ حسب مصالح اختلاف پیدا کرتا ہی ہرگز نہین کیا اس سے کوئی بالا دست ہی جو اسکا خالق اور مالک ہی اور وہ ذو ارادہ ہی جو حسب مصالح اختلاف استعدادات اسے عطا کرتا ہی بس یہی ایک صورت خیال مین آسکتی ہی اور یہی ہماری مراد ہی۔

(دوازدہم) یہ صاف ظاہر ہی کہ مادہ بلا صور پایا نہین جاتا اور صور واشکال فرد افراد جنکو تصور کروگے سب حوادث یومیہ سے ہین پھر یہ عجیب بات ہی کہ یہ صور کسی کی طرف سے مادہ کو عطا ہوتے ہین خود تو مادہ قبل صورت موجود ہی نہین اور حالت عدم مین علت کیونکر ہوگا اور معیت جو بتائی جاتی ہی اس صورت مین لازم ہوگا کہ مادہ اپنی علت وجود کا شریک اور سہیم ہی مگر یہ تو محال اور بداہتہ غیر کا ذبہ کے خلاف ہی اگر ان سب صور کو یکجا نظر اجمالی مانا جاوے اور یہ تو ظاہر ہی کہ ہر ایک فرد افراد حادث یومی ہی تو اس صورت مین بھی وجود مادہ بھی متصور نہوگا۔

(سیزدہم) اگر ہم دو منٹ کے واسطے اختلاف اشکال صور کے اشکال سے قطع نظر بھی کرلین تو اختلاف کیفیت اشیا ایک عجیب رنگ آمیزیان پیدا کرتا ہی دیکھو اگر یہان بھی پایا جاوے کہ اختلاف جو مادہ سے ہوتا ہی تب بھی یہ ضرور ماننا پڑتا ہی کہ اختلاف صور جہان نہین وہان تو ایک مادہ سے اختلاف کیفیات کا وجود متصور ہی نہین ہو سکتا ہی

عجیب ترین تو یہ بات ہے کہ اکثر جگہ پایا جاتا ہے کہ مادہ ایک صورت ایک شکل ایک رنگ ایک ہی مان اور مکان
بھی ایک ہی نہر کا پانی دیا جاتا ہے غرض کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا مگر پھر بھی اختلاف کیفیت موجود ہے
ایسی حالت میں بجز اسکے کوئی چارہ عقل کے سامنے نہیں کہ وہ ایک خالق مختار کو مانے جسکے اختیار و ارادہ سے
یہ سب کچھ ہو رہا ہے بعض صورتوں میں ایسی حیرت ہوتی ہے کہ خالق ذو ارادہ کے سوا کسی کی طرف منسوب کرنے کی
کوئی غلط صورت بھی ذہن تجویز نہیں کر سکتا دودھ یا ایک میٹھا ایک کڑوا ملاقی ہو رہے ہیں مگر کیا مجال کہ ایک
دوسرے میں مندمج ہو جائیں اسی واسطے کتاب عزیز نے بہت جگہ انسان کو اس قسم کی باتوں کی طرف متوجہ
کیا ہے تاکہ وہ خوب سوچکر اپنے سچے خالق کی طرف راغب ہو۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ
تُؤْفَكُونَ ۝ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ
لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا
مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ
وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَىٰ
ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (سورۂ انعام)

اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر پیڑ اور کھیتی پیدا کرتا ہے مردہ چیز سے زندہ چیز کو اپنی عجیب قدرت سے
برآمد کرتا ہے جیسے نطفہ سے انسان انڈے سے چوزہ اور زندہ چیز سے مردہ چیز کو برآمد کرتا ہے جیسے انسان سے
نطفہ اور مرغی سے انڈا یہی تمہارا سچا معبود ہے پھر تم کیونکر منکر بنائے جا سکتے ہو اللہ ہی رات کو دور کر کے
صبح کی روشنی پھیلاتا ہے اور رات کو باعث آرام بنایا سورج اور چاند کو خاص خاص معیار پر قائم کیا یہ اندازہ ہے
ایک بڑے زبردست علم والے کا خدا ہی نے تمہارے واسطے ستارے مقرر کیے تاکہ خشکی اور دریاؤں میں اپنے
مطلب کی جادہ معلوم کر سکو۔ ہمنے قدرت کاملہ کی یہ نشانیاں علم والوں کے لیے صاف ظاہر کر دی ہیں غلطی

تکو ایک نفس یعنے آدم سے پیدا کیا اور جائے موت وزندگی بھی مقرر فرمادی ہمنے سمجھ والونکے واسطے تفصیل سے نشانیاں بیان کردین۔ ہمین نے آسمانون کی طرف سے پانی اتارا اور اگنے والی سب سبزیون کو نکالکر اسی ایک پانی سے سبزیات مختلفہ پیدا کرکے اونسے خوشے برآمد کئے اور خوشون مین تو بتو اور تودہ بتودہ دانے جڑ ہوئے اور کھجورون کی شاخون سے خوشے نکالے جو بالکل جھکے ہوئے ہین یا یہ کہ باہم متصل ہین اور انگورون اور زیتون اور اناروں کے باغات پیدا کیے ایک رنگ ایک مزہ والے مختلف رنگ مختلف مزہ والے ایک رنگ مختلف مزہ والے ایک دوسری جگہ کتاب عزیز نے اسی صورت کے متعلق یُسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ کی بھی تصریح کردی یعنے یہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہین اور ایک دوسرے سے مزے اور کیف مین اختلاف کثیر رکھتے ہین۔

ان پھلونکو جب پھلتے ہین اور پختہ ہون خوب دیکھ لیا کرو اور سوچا کرو کیونکہ اس سب کچھ مین بہت نشانیان ہین اس قوم کے واسطے جو ایمان لانا چاہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (رحمن) یعنے دو دریاؤن کو خدا نے ملا کر پھر بھی انھین ایک دوسرے مین مندمج نہین ہونے دیا یہ کمال قدرت اور ارادہ وعلم کی نشانی ہی دوسری جگہ اسی کے متعلق فرمایا (هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ) یہ خوب میٹھا ہی اور یہ خوب کھاری ہی باوجود لطافت مائیہ ایک دوسرے سے نہین ملتے۔

دیکھو اشیا موجودہ مین کتاب عزیز نے کس عجیب عنوان سے مشاہدے کے طور پر قدرت خدائے تعالے کو دکھا کر خالق موجودات کی تصویر کو ایسے انداز کے ساتھ پیش کردیا ہی کہ جو لوگ مشاہدات ہی سے کام لینا چاہتے ہین جیسے مسٹر ظریف وہ بھی اسکو سوچکر مسلمان ہوسکتے ہین۔

(چہارم) جو فریق قائل اتفاق ہی کہ بلا علت مادہ پیدا ہوگیا اور پھر تمام کائنات کے واسطے سبب ٹھہرا اکثر باتین جو ہم اوپر لکھ آئے ہین انکے سوا ان لوگون پر یہ سخت اعتراض پڑتا ہی کہ ایک معدوم چیز بلا علت کے وجود مین آوے یہ ترجیح المرجوح جو ایک چھوٹا دھال کو لازم ہی مسٹر ظریف ہر چند اور پیچ وتاب مین رہین کہ کوئی سبیل نکل سکے مگر فضا ہو کہ ایسے بدیہی امر باطل کے واسطے کیا بات پیدا ہوسکتی ہی کوئی مسٹر ظریف سے پوچھے کہ کتاب جسکا نام آپنے اسلام عقلیت رکھا ہی یہ آپ کی لکھی ہوئی نہین نہ مطبع کی چھپی ہوئی نہ ڈاکخانہ کی

شائع کی ہوئی بس یونہی کتاب جنگلی اور لوگون کے پاس آ گئی واقعی اگر آدمی بداہۃ عقل کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے سعلرفہ تو یہ ہی کہ یہ لوگ عقل ہی کے قائل ہو کر عقل ہی کی ہدایت کے خلاف کرتے ہین اگر شرایعت کی کتاب کو دیکھا جاوے تو اسبات پر خوب زور دیا گیا ہی کہ جو بات مشاہدہ کے خلاف ہو نہ مانی جاوے اسی بنا پر انھون نے مادہ اور دھر کو جسکو وہ مشاہدہ کر رہے ہین اپنا خدا مانا اور خدا تعالی قادر علیم بصیر مدبر کا انکار کر دیا مگر سخت تعجب کی بات ہی کہ یہی دہر روزانہ مشاہدات انکے سامنے لاتا رہتا ہی کہ بلا علت کوئی چیز نہین ہو سکتی۔

ایک نرالی بات یہ ہی کہ دہر صرف مشاہدہ ہو رہا ہی نہ کہ اوسکے آثار خدائی مثلا ہم صرف مادہ کو دیکھ رہے ہین یہ نہین دیکھتے کہ وہ وصف خلق بھی رکھتا ہی بس ایسی صورت مین مشاہدہ اور غیر مشاہدہ دونون یکسان ہین جبتک یہ نہ ثابت ہو کہ یہی علت بھی ہی اگر صرف مشاہدہ کافی ہی تو ہر شخص اپنے بیٹے کو مشاہدہ کرتا ہی اسپر لازم ہوگا کہ کم از کم خدا نہین تو اپنے بیٹے کو اپنا باپ ہی مان لے و بالعکس۔

اصل یہ ہی کہ مشاہدات کے متعلق عقلا کا قول ہی کہ انکا انکار نہین ہو سکتا انکے وجود کو تسلیم کرنا لازم ہی مثلا زید نظر آیا تو لازم ہوگا کہ یہ بات مان لیجاوے کہ یہ ایک شی موجود ہی عدم محض نہین اور نہ وہم ہی اسکا مطلب صرف یہ تھا کہ جو لوگ موجودات کا بالکل انکار کرتے ہین کہ سب عدم محض ہی اور وہم ہی اور ہم بھی وہم ہین اور یہ کہ ہم اور سب کچھ وہم ہی یہ بھی وہم ہی انکے بہت سے فریق ہین جنکی تفصیل علم کلام مین ہی انکے اس قول کی تردید کے واسطے عقلا نے قاعدہ بالا کی رو سے کہا کہ یہ قول باطل ہی مشاہدات کا انکار ہی اسکا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ صرف مادہ کے دیکھنے سے مادہ کی خدائی ثابت ہو جاتی ہی یہ اسقدر ظاہر ہی کہ اسپر زائد تحریر فضول ہی۔

(بالفرض دہم) اگر دوستی کے واسطے مان بھی لیا جاوے کہ مشاہدات کے سوا کسی چیز کو نہ تسلیم کیا جاوے تو دیکھنا یہ ہی کہ کس چیز کے مشاہدات کیا صرف باصرہ ہی کے اگر ایسا ہی تو نابینا کو تمام موجودات کا انکار لازم ہوگا۔

اگر یہ مطلب ہی کہ جو جسکے مدرک ہی اسی کا مشاہدہ ہونا چاہیے مثلا ذوق کے واسطے ذائقہ ہی کا قول معتبر ہو رنگ کے واسطے باصرہ کا گرم سرد کے واسطے لامسہ کا تو یہی ضرور ہی وجود واجب تعالی عزاسمہ کے مشاہدہ کیلیے ایسی چیز درکار ہی جو سب سے اعلے اور سب کی حاکم ہی اور وہ کامل ممیز ہو صفات اور ذات اور لوازم اشیا سب کو آپ اپنے مشاہدہ مین لا سکے یہ سب امور عقل ہی کو حاصل ہین۔

اگر بالفرض خدای تعالی عز اسمہ ہماری آنکھون کے سامنے آکھڑا ہو اور بلا کسی اثر خدائی دکھلانے خالق ہونے کا مدعی ہو تو کیا مان لیا جاویگا ہرگز نہین کیا کوئی بادشاہ اگر نظر آجاوے تو بلا معلوم کیے اختیارات شاہی اوسے بادشاہ مان لیا جاویگا ہرگز نہین ان ہمارے سامنے کھڑا ہو کر جو دعوی شاہی کریگا جبتک آثار اور لوازمات شاہی نہ ثابت کریگا ہرگز نہ مانا جاویگا مگر مسٹر ظریف اور اونکے ذریتہ پر جو قائلین باتفاق ہین یہ لازم ہوگا کہ مشاہدات کے بعد بھی کسی کو نہ مانے کہ یہ پادشاہی اسواسطے کہ فرض کرو اگر کوئی بادشاہ اپنے اختیارات نامہ سے سب احکام کی تعمیل ہمارے سامنے لوگون پر لازم کردے اور لوگ مان بھی لین تب بھی ایسے لوگ یہ کرسکتے ہین کہ یہ محض اتفاق ہی کہ تم حکم دیتے ہو اور تعمیل ہو رہی ہی اس سے تمہاری سلطنت کا کوئی ثبوت نہین ملتا اگر یہ انکار گپ سمجھا جاویگا تو انکار وجود واجب تعالی عز اسمہ اس سے زائد گپ ہوگا کیونکہ تمام کائنات کا ذرہ ذرہ آثار وجود واجب تعالی عز اسمہ کو ظاہر کر رہا جیسے ہم تفصیل سے پہلے عرض کرچکے۔

طرفہ یہ ہی کہ خداوند تعالی عز اسمہ نے منکرین خود کو تا بخانہ رسانم کا پورا ہی مصداق کرکے چھوڑا ہی دیکھو اوسنے اپنے خاص بندونکو بھیجا اور منکرین کو سمجھایا آخر اونکی آخری درخواست پر کہ آثار خدائی اسی وقت ہمارے سامنے وجود مین آجاوین تو ہم مان لینگے) ان خاص لوگون نے نظر الطاف منظور کیا اور نیابتہ خدای تعالی سے اجازت اور قدرت حاصل کرکے آثار قدرت تامہ نیابتہ دکھادیئے کسی خدا پرست کے سامنے انھون نے درخواست دی کہ چاند دو ٹکڑے ہو اوسنے ایسا ہی کردیا کسی سے انھون مردونکا زندہ کرنا طلب کیا اوسنے بحکم بالا ایسا ہی کردیا اور اپنی عبدیت کا صاف اعتراف کیا۔

یہی وجہ ہی کہ آجتک جب کبھی خدا پرستون اور منکرین خدا مین مناظرہ ہوا تو منکرین کو ہمیشہ نیچا ہی دیکھنا پڑا ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام خدا پرستون کے قافلہ سالار ہین حضرت نے ایک شخص منکر خدا سے خدا پر ایمان لانیکے واسطے حکم دیا تو اوسنے کہا رحمن کیا چیز ہی ہمکو دہر ہی مارتا جلاتا ہی کتاب عزیز نے اوسکے اس جملہ کو نقل فرمایا يقولون ما الرحمن یعنی رحمن کیا چیز ہی اسکے دوسرے قول کو بھی کتاب عزیز نے بیان کیا ہی (ما يهلكنا الا الدهر ہمین تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہی) اہل تفسیر بالاجماع نقل کرتے ہین کہ اسی وقت بجلی گرے جسنے اوسکی کھوپری اڑادی اور وہ جلے پکار کرتا ہوا رہگیا مگر چونکہ

قبول ایمان کا وقت نرہا تھا پیغمبر علیہ السلام نے اوسکا ایمان قبول نہ فرمایا۔

ایک بڑا بھاری منکر خدا جو اپنے وقت کا شہنشاہ بھی تھا وہ بھی ایک بہت بڑے خداپرست کے ہاتھ سے ذلیل ہوا کتاب عزیز شان دونونکا مناظرہ تحریر فرمایا ہی (اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ) کیا تمنے اس شخص کا حال معلوم نہین کیا جسنے ابراہیم سے اپنے خدا کے بارے مین فضول جھگڑا کیا ایسی حالت مین کہ خدا نے اسی سلطنت بھی دے رکھی تھی جب ابراہیم نے کہا میرا خدا وہ ہی جو زندہ کرتا ہی اور مارتا ہی (وہ جب سمجھا کسی کو چھوڑ دینا زندہ کرنا ہی اور قتل کرنا مارنا اسی بنا پر) اوسنے کہا مین بھی ایسا کر سکتا ہون جب ابراہیم کو اوسکے فہم و عقل کا حال معلوم ہوا تو اس سے زائد صاف دلیل کی طرف رجوع کر کے کہا ضرور خدای تعالی سورج کو مشرق سے ظاہر کرتا تو ایکدن مغرب سے ظاہر کر اسپر وہ ساکت ہوگیا۔

مفسرین فرماتے ہین کہ یہ مع اپنی قوم کے بڑے حصہ کے منکر خدا تھا اور انکار کے ساتھ بد تہذیب اور متمرد بھی اسی واسطے اسے ہلاک کر دیا گیا دیکھو تفسیر عالم نیشاپوری کبیر و مظہری وغیرہ۔

دہریہ کا وجود کچھ نرالی بات نہین یہ خداپرستون سے ہمیشہ نیچہ دیکھتے رہے موسیٰ جیسے زوردار خداپرست کے زمانہ مین بھی انکی ذات شریف موجود تھی کتاب عزیز نے انکے اقوال نقل کیے ہین (قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ) فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ رب العالمین کیا چیز ہی) موسیٰ نے جب جواب دیا کہ جو خالق کائنات ہی چونکہ خدائی آثار ہی سے ثابت ہو سکتی ہی لہذا جواب موسیٰ صواب ہی مگر فرعون ذات سے کنہ دریافت کرنا چاہتا تھا موسیٰ نے بار دیگر متوجہ کر کے کہا (رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ) تمھارا رب ہی اور تمھارے پہلون کا مربی ہی پھر سہ بارہ کہا (رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ) مشارق اور مغارب کا مالک ہی اگر تمکو عقل ہی تو سمجھو یہ چونکہ اپنے دہریہ مین زائد متمرد ثابت ہوا اور اسے یہ خیال باطل سوجھا کہ جب خدا نہین تو جو بڑا شخص ہو خدائی کرے لہذا درجہ تمرد مین غایت سے غایت بھی تجاوز کر گیا اسی بنا پر مع اپنی قوم کے لاکھون آدمیون کے روبرو ذلت اور خواری کے ساتھ غرق کیا گیا۔

پھر تواسے ہوش آیا اور کہنے لگا لا الہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل
ضرور وہی خدا ہی جسپر بنو اسرائیل ایمان لائے مگر وقت قبولیت گذر گیا تھا۔

فریق ثالث کا یہ کہنا کہ تمام موجودات عالم ضروری الوجود ہین کوئی چیز نہ معدوم تھی نہ معدوم ہو صرف غیبوبت زمانہ ہی یہ ایسا ڈھکوسلا ہی جو بداہتہ اولیہ اور محسوسات یومیہ کا انکار ہی اصل مین ان لوگون کو زمانہ اور زمانیات کا فرق نہ معلوم ہوا اسواسطے یہ کہہ بیٹھے کہ جیسے ہر زمانہ اپنی جگہ موجود ہی اور دوسرے کی جگہ نہین پایا جاتا ویسے ہی موجودات کا حال مثلاً ۱۳۲۰ سو اپنی جگہ ابداً آباد تک ہی ہان ۱۳۲۱ سو کی جگہ نہین جس سے ۱۳۲۰ کا عدم لازم نہین آتا ویسے ہی موجودات عالم کا حال ہی یہ ایک ایسا ڈھکوسلا ہی کہ جیسے بلاد وصبیان بھی جانتے ہین کہ یہ بیکار بات ہی اول تو اسواسطے کہ خود زمانہ عرض ہی کسی محل سے ہی قائم ہوگا یا عدم محض ہوگا اگر امر اول ہی تو پھر موجودات کو زمانہ پر قیاس کرنا معلول کو علت پر قیاس کرنیکے برابر ہی جو خود باطل ہی اگر امر ثانی ہی تو عدم محض پر موجودات عالم کو قیاس کرنا فضول ہی۔

دوم اسواسطے کہ زمانہ غیر قار چیز ہی اسکے اجزا مقدم اور موخر معدوم ہوجاتے ہین ظرف دہر مین جمع نہین ہوتے دہر کوئی چیز نہین جو زمانہ اور زمانیات کے علاوہ ہو اسکا کبھی ثبوت نہین دیا گیا اور نہ دیا جاسکتا ہی۔

سوم اسواسطے کہ زمانیات ہر جزو زمانہ سے نقل کرتے دوسرے جزو زمانہ مین پہونچتے ہین زمانہ اول سے اونکے وجود کا تعلق کٹ جاتا ہی جیسے کوئی لکھنؤ مین آیا پھر شاہجہانپور چلا گیا تو یہ کہنا کیونکر جائز ہوگا کہ وہ ابداً آباد تک اسوقت مین لکھنؤ ہی ہی مثلاً زید ۱۳۱۱ھ مین پیدا اور ۱۳۲۰ھ مین مرگیا کیا یہ کہا جاویگا کہ زید ۱۳۱۱ھ کے موجود ہی اگر ایسا ہی ہوگا تو عدم زید اور وجود زید دونون جمع ہونگے اسواسطے کہ زید نفس الامر مین معدوم ہوگا یادم پر مگر قائل ثالث کو دونون باتونکا کہنا لازم ہی اسواسطے جمع نقیضین ہوگا اور یہ محال ہی چونکہ یہ قول بالکل بداہتہ کے خلاف ہی اسی واسطے بڑے عقل والے لوگون نے مثل ابن سینا و افلاطون وارسطو امام رازی نے کہدیا ہے کہ اس قسم کے اقوال کو ذکر کرکے تردید کرنا ایک تضیع وقت ہی اور کچھ بھی نہین ہی لہذا از انکا تعرض کرنا فضول ہی۔

الغرض جب انسان پر اپنے خالق کا ماننا ضروری ٹھہرا جس سے انکار کی کوئی سبیل نہین تو حقوق خالق ماننا پڑینگے

جب خلق موجودات کا ذکر آگیا ہی اور خالق کا ماننا ضروری ہوا تو نہایت ضروری معلوم ہوتا ہی کہ ہم کسیقدر کیفیت خلق کو بتاویں اور یہ کہ واجب تعالی کو مانکر لوگون نے طریق خلق کیا کیا اختیار کیا ہی اور کونسا طریق عقل سلیم کی رو سے قابل قبول ہی۔

دہریت کے اقوال ثلثہ مع تردید تامہ ہم پہلے تفصیل سے بیان کر چکے ہین دہرانے کی ضرورت نہین جمہور نوع انسان کے مذاہب کیفیت خلق کے متعلق جو ہین انھین کو بیان بیان کیا جاویگا سنیے وہی اقوال ہین ایک وہ لوگ ہین جو خدا تعالی کو تمام اشیا کا خالق مانتے ہین انکے دو فریق ہین فریق اول تو بالکل فطرت سلیمہ کے مطابق خدای تعالی کو یون خالق مانتا ہی کہ تمام موجودات بالکل معدوم تھے کتم عدم صرف سے واجب تعالی عز اسمہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا یہی مذہب اسلام ہی اور تمام انبیا علیہم السلام سے بتواتر باتفاق لفظ نقل ہوتا ہی اور یہی صحیح بھی ہی اسی مسئلہ کو علمای اسلام زادہم اللہ شرفا حدوث عالم کا مسئلہ کہتے ہین اور یہی حدوث زمانی ہی۔

دوسرا فریق اُن لوگون کا ہی جو علوم ریاضی و طبعیات مین زائد مشغول رہے اور آخر مین چلکر کچھ علوم آلہی کی طرف بھی متوجہ ہوے چونکہ وہ اپنے سابق الذکر علوم کی وجہ سے کامل شہرت حاصل کر چکے تھے اس بنا پر جو باتین اُنھون نے علوم آلہی کے متعلق کہدین اُنکو بھی بعض لوگون نے سابق حسن ظن کی رو سے لبیک پکار دی مثل ارسطاطالیس اور اُسکے چیلے وغیرہ بحسب نقول اہل روم جو میر سنہ دیکہ اخر ممکن ہے ارسطو وغیرہ پر جیسا معلوم ہوگا۔ ان لوگون کا یہ مذہب ہی کہ جزئیات عالم سب حادث زمانی ہین مگر عالم حادث زمانی نہین ہی بلکہ واجب تعالی کے ساتھ معیت رکھتا ہی خدا تعالی نے صرف عقل اول کو پیدا کیا پھر دونون سے عقل ثانی و فلک اول ہوا یون ہی دس عقول اور نہ فلک پیدا ہوے عقل عاشر جسے نظام الملک کہتے ہین اسکے مادہ اور صورت مادہ کی استعداد ذاتی جب پوری ہو جاتی ہی تو واجب تعالی کی طرف سے صورت خاصہ عطا ہو جاتی ہی مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ لوگ واجب تعالی کو ماسبق اشیا کہ واسطے اسطرح خالق مانتے ہین جیسے حرکت مفتاح کے واسطے ہاتھ کی حرکت ہی دونون ساتھ ہین تقدم و تاخر زمانی نہین ہے اہل عرف و لغت اسی کو معیت اور سنگ کہتے ہین۔ اسی کو یہ حدوث ذاتی قدم زمانی کہتے ہین افلاطون بھی

بعض لوگون نے یون ہی نقل کیا ہی مگر صحیح وہی قول ہی کہ جس مین اُسنے حدوث زمانی کا صاف اعتراف کیا ہی۔
فریق دوم وہ ہی جو واجب تعالی کو صرف مصور مانتا ہی یہ آریہ سماج ہین اور یہی ویدون کی تعلیم ہی انکا یہ مذہب ہی کہ پرمیشور (خدا) پرکرتی (مادہ) جیو ارواح مع اکاش (خلاء) سب قدیم بالذات اور واجب الوجود ہین انکو کسی نے پیدا نہین کیا واجب کا کام صرف یہ ہی کہ ارواح کو مادہ سے ملا دیتا ہی اور جوڑ توڑ کر کے جیسے کمہار لٹیا بنا لیتا ہی ویسا ہی واجب تعالی بھی کرتا ہی اور بس اسپر طرفہ یہ ہی کہ ان تمام موجودات کے واسطے واجب تعالی کو ظرف مانا گیا ہی اور سب کے سب اُسکے اندر رہنے والے بتائے گئے ہین۔

انکے مذہب کے مطابق چار ارب بتیس کرور سال تک یون ہی دنیا قائم رہتی ہی۔ اُن کے بعد اسکا پرلے (فنا) ہوتا ہی جسکا مطلب صرف یہ ہی کہ انتہائی زمانہ یعنی چار ارب بتیس کرور سال تک سب کچھ انتظام ٹوٹ جاتا ہی ارواح گہری نیند مین رہتے مادہ پراگندہ ہوکر پرمانو (اجزای لاتجزی) کی صورت مین ہوجاتا ہی۔ اس طویل زمانہ کے بعد پھر دنیا اسی شکل سے پیدا ہوتی ہی اور یون ہی ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہیگا۔ موجودہ دنیا کے متعلق انکا یہ خیال ہی کہ اسکو ایک ارب چھیانوے کرور کئی لاکھ کئی ہزار سال ہوے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۴

سوال اس دنیا کو پرمیشور (خدا) نے پیدا کیا یا کسی اور نے **جواب** اس کائنات کو اس علت فاعلی یعنی پرماتما (خدا) نے پیدا کیا ہی مگر اسکی علت مادے پرکرتی ہے **سوال** کیا پرکرتی کو پرمیشور نے پیدا نہین کیا۔ **جواب** نہین وہ ازلی ہی۔ **سوال** ازلی کسکو کہتے ہین اور کتنے اشیا ازلی ہین **جواب** پرمیشور۔ جیو۔ اور کائنات کی علت مادے پرکرتی یہ تین چیزین ازلی ہین صفحہ ۳۰۱۔ اسی طرح محیط کل برہم (خدا) اپنے اندر محاط پرکرتی اور پرمانو کی علت سے عالم کثیف کو بناکر اسکو کثافت خارجی عطا کرکے آپ اسکے اندر محیط ہوکر شاہد کل اور عین سرور ہی صفحہ ۲۹۰ از جانب مترجم واضح ہو کہ اکاش کی کبھی پرلے (فنا) نہین ہوتی کیونکہ وہ اتصال سے پیدا نہین ہوتا۔

صفحہ ۲۹۴-۲۹۵- **سوال** کبھی دنیا کا آغاز ہی یا نہ **جواب** نہین۔ جیسے دن کے پہلے رات اور رات کے پہلے دن نیز دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن برابر چلا آتا ہی۔ اسی طرح پیدائش کے پہلے پرلے (فنا) اور پرلے کے پہلے پیدائش۔ نیز پیدائش کے پیچھے پرلے اور پرلے کے بعد پیدائش۔ ازلی زمانہ سے یہی دور

چلا آتا ہو اسکا شروع یا انتہا نہین الخ
صفحہ ۱۵۰ **سوال** دنیا کو پیدا ہوے کتنا وقت گذرا۔ **جواب** ایک ارب چھیانوے کروڑ کئی لاکھ اور کئی ہزار برس دنیا کی پیدایش اور ویدون کے ظاہر ہونے مین ہوے ہین۔

یہ عبارات جو بقدر ضرورت نقل کی گئی ہین آریہ سماج کے مذہب پر پوری روشنی ڈالتی ہین اور یہی انکا اور اکثر ہنود کا مذہب ہو اور یہی ویدون کی تعلیم ہو

ہم چاہتے ہین کہ آریہ سماج کی اصل حقیقت مذہب دربارہ خلق عالم کو لوگون کے سامنے پیش کردین لوگ خود انصاف سے پرکھ لینگے۔ چونکہ مسئلہ خلق سب سے اہم مسئلہ ہو اور نیز اسی واسطے مسئلہ خلق پر آریہ سماج کو بیحد اور بے انتہا فخر ہو اور بار بار بلکہ ہزار بار دُہراتے رہتے ہین کہ جیسے مسئلہ خلق کو سماج نے سمجھا ہو اور خدا کو روشن طور سے مانا ہو ویسا کسی کو حاصل نہین۔ پنڈت دیانند نے تو یہان تک غلو اور تعدی سے کام لیا کہ مسلمانون اور عیسائیون سب کو ناستک یعنی منکر خدا قرار دیا دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۴۔ دوسرا ناستک کہتا ہو کہ نیستی سے ہستی کی پیدایش ہو جیسے بیج کی صورت بدلے بغیر شگوفہ پیدا نہین ہوتا اور بیج کو توڑ کر دیکھین تو شگوفہ کا عدم ہو جب اول شگوفہ نہین نظر آتا تھا تو نیستی سے ہستی ہوئی ۔ منجانب مترجم۔ ایشور کی ہستی سے منکر پانچوان ناستک کہتا ہو کہ سب شیا پیدا اور فنا ہونیوالے ہین اسلیے سب اشیا حادث ہین صفحہ ۲۸۵ انتہی بلفظہ۔ ہمارا خیال ہو کہ جسے علمی لیاقت اور عقل خداداد سے کچھ بھی حصہ ہو وہ آریہ سماج کو کبھی خدا کا ماننے والا نہین مان سکتا ہو بلکہ میرا تو یہانتک خیال ہو کہ دہریت مین سب سے پہلا نمبر آریہ سماج ہی کا ہو اور یہ سب سے اول درجہ پر منکر ہستی خدا تعالیٰ ہو۔ یہ ہم کچھ غصہ سے نہین کہہ رہے ہین کہ انھون نے مسلمانون کو منکر خدا کہا ہو تو ہم انکو کہدین تاکہ جواب ترکی بترکی ہو جائے۔ نہین یہ ہرگز نہین۔ بلکہ ہم بوجوہ متعددہ آریہ سماج کے مذہب کا بطلان ظاہر کرکے ساتھ ہی یہ بتائینگے کہ سب سے اول منکر خدا اگر کوئی دنیا مین ہو تو وہ آریہ سماج ہی ہو۔

اول یہ امر بالکل صاف ہو کہ جسقدر عمدہ صفات علم و قدرت وغیرہ ہین یہ سب کے سب تابع وجود ہین اور یہ بھی ظاہر باہر ہو کہ وجود کا اعلے درجہ وجوب ہو جب مادہ اور ارواح واجب اور ضروری بالوجود ٹھہرے جیسے سماج کا مذہب ہو تو لازم ہوگا کہ یہ دونون پرمیشور (خدا) کے ساتھ صفت قدرت وغیرہ مین مساوی ہون

کیونکہ ملت قدرت وغیرہ بجز وجوب الوجود اور کچھ بھی نہین ۔ مگر سماج تو مادہ کو غیر ذی شعور مانتا ہی اور روح کو متصف بصفات مانتا ہی[1] ۔ معلوم نہین کہ یہ تفرقہ آریہ سماج کو کہان سے ہاتھ لگا ۔ کیا اسکے لیے کوئی دلیل ہی ہرگز نہین ۔ خیر ہم سماج کی خاطر مونث کے واسطے یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ مادہ غیر ذی شعور ہی سہی اس بدبخت قسمت کے مارے ہوے کو واجب الوجود ہوکر بھی عقل نہ آئی مگر جیو (روح) جب سب صفات کا مالک ہی تو جب اُسے جنم مین آنا ہوگا تو خود ہی اپنے واسطے اپنی قدرت واجبہ سے صورت بنا لیگا دوسری ضرورتون کو بھی مہیا کر لیگا اسے اس تھوڑے سے کام کے واسطے پرمیشور کی کیا ضرورت پڑتی ہی آخر سماج یہی تو پرمیشور کا کام بتاتا ہی کہ وہ ارواح کو مادہ مین لاکر اُسے شکل صورت وغیرہ بخشتا ہی ۔ جب جیو خود قادر ہی عالم ہی تو کیا اسے اتنا بھی نہین بنتا ہی کہ اپنے واسطے مٹی کی تصویر بنا لے جب ایسا ہی تو واجب کا انکار سماج پر لازم ہی اور اسکے اصول مسلمہ کا نتیجہ ہی ۔ اگر سماج نے یہ اصول سوچکر تسلیم کیے ہین تو ہم قطعی طور سے کہہ سکتے ہین کہ سماج منکر خدا ہی اور یہی صورت سم قاتل اور زہر ہلاہل ہی کہ کوئی زبان سے تو خدا کو مانے اور اصول لوگون کو ایسے بتادے جنسے انکار باہر ظاہر ہو = طرفہ یہ ہی کہ دبے الفاظ سے سماج نے خود بھی خدا کا انکار کر دیا ہی صفحہ ۲۷۸ مین سماج کہتا ہی کہ پرمیشور کی کائنات مین سے اشیا کو لیکر کئی طرق سے مختلف چیزین بنانیوالا عام علت فاعلی جیو ہی اسکے ساتھ یہ مقدمہ اور ملاؤ کہ جیو پرمیشور کے برابر صفات رکھتا ہی جیسے ہم پہلے نقل کر چکے اور یہ مقدمہ بھی ساتھ ہی لازم طور سے چسپان کر لو کہ پرمیشور کا کام صرف یہ ہی کہ مادہ مین تصرف کرتا ہی مختلف چیزون مین جوڑ توڑ لگاتا روح کو جسم مین ڈالتا ہے ان تینون باتون کو ملاکر جو کوئی دیکھ لیگا اسے ہرگز اس امر مین تامل باقی نہین رہتا کہ آریہ سماج ناستک فریق کا پریسیڈنٹ ہی

دوم سماج کو جس مجبوری نے مادہ اور ارواح کی واجب اور غیر مخلوق ماننے پر مجبور کیا ہی وہ صرف یہ ہی کہ معدوم چیز وجود مین آ ہی نہین سکتی صرف یہی ہوسکتا ہی کہ موجودہ اشیا کو جوڑ توڑ لگاکر ایک چیز بنائی جائے جیسے کمہار پانی مٹی ملاکر لٹیا بنا لیتا ہی اسکی تصریح جا بجا انکے ہان موجود ہی اور بہت زور شور سے انکار کیا جاتا ہے

[1] جوہر پرمیشور اور جیو دونون ذی شعور اور جس مین پرورش کرنا وغیرہ صفات یکسان ہین اور جس مین باہم محیط اور محاط کا تعلق ہی جو باہم مانوس اور قدیم اور ازلی ہین = صفحہ ۲۷۵ طرفہ یہ ہے کہ یہ پوری عبارت وید کی ہے جس کی تصریح خود پنڈت دیانند کرتے ہین ۱۲

سکے سوا خلق کا کوئی طریق متصور ہی نہیں۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۱۔ سوال اگر پرمیشور قادر مطلق ہی تو وہ علت اور جیو کو بھی پیدا کر سکتا ہی اور اگر نہیں کر سکتا تو قادر مطلق بھی نہیں ہو سکتا جواب قادر مطلق جو کہلاتا ہی جو ناممکن بات کو بھی کر سکے اگر کسی ناممکن بات یعنی جیسے علت کے بدون معلول کو کر سکتا ہی تو کیا بغیر علت دوسرا پرمیشر بھی پیدا کر سکتا ہی خود مر سکتا ہی غبی ذی شعور غیر مجسم ناپاک اور بدکار وغیرہ ہو سکتا ہی یا نہیں۔ انتہی۔ جب ایسا ہی تو سماج پر لازم ہی کہ وہ ہر چیز اور ہر تاثیر کیفیت و الوان سب ایزد واجب اور ضروری مان لے ایسی صورت مین بھی سماج پر لازم ہوگا کہ اُسنے ایسے اصول تجویز کیے بیان جن سے وجود خالق عز اسمہ کا انکار لازم آتا ہی اور کچھ سماج کا تصور بھی نہیں حق یہ ہی کہ ویدونکی تعلیم ہی یہ ہی کہ۔

مثلاً فرض کرو ایک من کی لکڑی کو ہمنے آگ لگا دی وہ جلکر خاکستر ہو گئی۔ اب دیکھنا یہ ہی کہ جو آگ لکڑی سے برآمد ہوئے اس لکڑی مین تھی یا نہ اگر نہ تھی تو آگ معدوم وجود مین آگئی جو صرف معدوم تھی نہ لکڑی مین وصف جلانیکا تھا نہ یہ نورانیت اور شوراشوری تھی یہ سب کچھ معدوم تھا وجود مین آیا اگر سیانا جائے کہ لکڑی ہی مین آگ موجود تھی جو ظاہر ہوئی اور یہی سماج کا مذہب ہی تو لازم ہوگا کہ آگ جلائے اور روشن ہو جو جو لوازم آگ ہین سب وجود مین آوین یہ بات تو خود سماج تصریح سے مانتا ہی کہ یہ ممکن نہین کہ آگ ہو نہ جلائے دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۔ اگر یہ ممکن بھی ہو اور ضروری ہی کہ آگ ہو اور نہ جلائے مگر اغلب تو یہی ہی کہ جہان آگ ہوتی ہی جلاتی ہی پھر تعجب ہی کہ اسقدر آگ کثیر لکڑی مین موجود تھی اور کبھی کسی پہلے سماج کو محسوس بھی نہ ہوئی یہی قیاس ہر چیز مین خیال فرمالو یہ بات تو صاف اور ستھری ہی کہ جب ایک عنصر بدلکر دوسرا عنصر بنتا ہی تو صورت نوعیہ عنصر اول باقی نہین رہتی ورنہ اسکے لازم وخواص اسکے ساتھ رہتے اب نوعیہ کو جوہر مانا جاوے یا عرض بہر صورت ایک معدوم محض چیز جو نہ یہان عنصر مبدل مین تھی نہ کہین باہر سے لائی گئی پھر سوا اسکے اور کیا متصور ہو سکتا ہی کہ واجب تعالی کی طرف سے صورت نوعیہ عطا ہوتی ہی جیسے حکمای یونان نے بھی مجبور محض ہو کر مان لیا کہ اسکے سوا کوئی صورت متصور ہو ہی نہین سکتی۔

اس قسم کے مشاہدات اور محسوسات ضروریہ غیر مکذوبہ کا جو جواب دیا گیا ہی وہ اس حیرت سے دیکھنے کے قابل ہی

جاودرجا افسوس سے بھی گذر سکے جیسے دیانند جی صفحہ ۲۴۰ مین کہتے ہین **جواب** جو بیج کی صورت
بدلتا ہو وہ اول بیج ہی مین تھا جو نہوتا تو اسکی صورت کون بدلتا وہ کبھی پیدا نہوتا - دیکھو سائل تو
یہ کہہ رہا ہو کہ شگوفہ کی خوشبو اور رنگ اور دیگر لوازم جو آب ہین بالفعل تھے یا نہ پنڈت صاحب جواب
دیتے ہین کہ بیج کی صورت بدلنے والا یعنی پرمیشور یا جیو یا پرکرتی کی استعداد پہلے سے تھی اگر بیج مین
پرمیشور (خدا) تھا یا جیو (روح) یا استعداد مادہ تو اسے کوئی عقل والا ایک لحظہ کے واسطے بھی یہ خیال
نہین کرسکتا کہ بیج مین شگوفہ مع لوازم تھا صورت اول وثانی مین صرف فاعل جو موجد شگوفہ ہے وہ
موجود ہوگا جس سے شگوفہ کا وجود مع لوازم بالفعل لازم نہین ورنہ تمام اشیا مع لوازم ازلی ہونگے اور سماج
جا بجا اس بات پر زور دیتا ہو کہ ایسا نہین صورت ثالث مین صرف استعداد ہو اور یہ ظاہر ہو کہ فعلیت
اور استعداد دو چیزین الگ الگ ہین بیج مین استعداد شگوفہ بھی ہو اور شگوفہ مع لوازم بھی موجود
بالفعل ہو ایسی بات وہی شخص کہسکتا ہو جو بدیہیات عقلیہ کے انکار کی جرأت کرسکے -

خواب مین کثیر صورتین پیدا ہوتی ہین انکا کہین وجود نہ تھا علاوہ فلاسفرون کے اطبا بھی مانتے ہین
کہ یہ صور پیدا ہوکر معدوم ہوجاتے ہین عجیب ترین بات یہ ہو کہ پنڈت دیانند جی ایک موقع پر کہتے ہین
دیکھو صفحہ ۲۸۶ کہ نیند کے صور معدوم نہین ہوتے موجود رہتے ہین یہ گویا مذہب کا نتیجہ ہو جسنے مشاہدات
قاطعہ کے انکار پر بھی مجبور کیا مگر سماج کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم ان صور کے موجود رہنے سے اور معدوم ہونے
سے بحث نہین کرتے بلکہ انکے حدوث مین بحث ہو کہ بلا کسی مادہ کے وجود مین آگئین -

سوم خود سماج تسلیم کرتا ہو کہ تمام بھوتون (عناصر) اور جیون (ارواح) کا پرلے (فنا) ہوجاتا ہے
ارواح کا تعلق ابدان سے جاتا رہتا ہو عناصر معدوم ہوجاتے ہین صرف اجزا باقی رہتے ہین آگ
پانی مٹی ہوا سب کچھ مٹ جاتے ہین اور چار ارب بتیس کرور سال تک یون ہی خانہ بربادی رہتی ہو
اسکے بعد اگر مہا پرلے ہوا ہو تو آگ پہلے اجزا ملکر بنتی ہو پھر اس سے ہوا پھر پانی پھر سب اشیا اور یون ہی
چار ارب بتیس کرور تک خانہ آبادی ہوتی ہو -

اب دیکھنا یہ ہو کہ آیا مہا پرلے (اعلے درجہ کا فنا) کی صورت مین جب سب بھوت فنا ہوچکے ہین

تو پیدا ہوا درن مین یہ سب آثار اور الوان وغیرہ جو عناصر مین موجود ہین یہ سب کچھ باقی ہین تو کوئی چیز فنا نہین ہوئی جب آگ مع صورت وسیرت و رنگت وغیرہ باقی ہی تو یہ کہنا صاف غلط ہوگا کہ بہت (عناصر) سب فنا ہوگئے لہذا پرمیشر کی ضرورت ہوئی کہ وہ انھین پھر بنائے جب ایسا ہی تو یہ سب کچھ معدوم تھا موجود ہوا یہ بات تو شاید کوئی ہندو بھی نہ کہیگا کہ دھا پہلے کی صورت مین جب پہلے آگ بنی تو پانی ہوا دریا سمندر سب موجود تھے یا اجزا مین آگ تھی کیونکہ اگر اجزا مین آگ تھی تو آگ فنا نہوئی نہ پانی وغیرہ علاوہ یہ ہے کہ اگر فنا کی صورت مین سب کچھ تھا تو پھر ساتھ ہی ظاہر نہ تھا پہلے آگ پھر اس سے پانی پھر پانی سے مٹی نہ بنتی جیسے سماج کا مذہب ہی ایسی صورت مین سماج کے سامنے دو ہی رستے ہین یا مذہب اختیار کرے اور مشاہدات کا انکار کردے یا بالعکس۔

صفحہ ۲۹۳ پیدایش کی حالت ابتدا جو نہایت لطیف پرکرتے صورت علت سے کچھ کثیف ہوتی ہی اس کا نام مہت تو استہ ہم مہت توے بڑہی یعنی عقل مراد ہی۔

چہارم جب خود سماج مانتا ہی کہ پرکرتے واجب الوجود قدیم ازلی غیر مخلوق ہی اور متوسط درجہ لطافت مین اسے عقل حاصل ہو جاتی ہی بلکہ عقل صرف ہوتا ہی۔ پھر ایسی صورت مین خود مادہ اشیا کو بنالیگا واجب تعالے کی کوئی ضرورت نہ رہیگی اسواسطے کہ سماج نے جو ضرورت خالق مانی ہی صرف وجہ یہی تو بتائی گئی ہی کہ مادہ غیر ذی شعور چیز ہی وہ ایسے عمدہ عمدہ کام اور پیدایش نہین کرسکتا جب خود سماج مادہ کے واسطے عقل تسلیم کرتی ہی تو پھر کیا کوئی ذی شعور کہہ سکتا ہی کہ ایک واجب الوجود ذی عقل یہ کام نہین کرسکتا اور اگر بفرض محال اسے کسی معاون کی ضرورت بھی پڑتی ہوگی تو ارواح سے مدد لیتا ہوگا اور یہی اسے چاہیے بھی کہ ارواح بھی تو اس سے نفع اٹھاتے ہین واجب تعالی تو کچھ نفع مادہ سے نہین اٹھاتا اسکے جواب مین یہ کہنا صاف غلط ہی کہ انکی قدرت متناہی ہی اسلیے کہ جب یہ قدیم ہین تو انکی قدرت اور صفات سب قدیم اور غیر محدود ہی ہونگے اسکو خود بھی سماج نے تسلیم کیا ہی کہ ازلی کے صفات ازلی ہین اسکے علاوہ ارواح کے متعلق پہلے صاف نقل کرچکے ہین کہ بقول سماج ویدیون ہی بتاتے ہین کہ ارواح پرمیشور کے برابر ہین پرورش وغیرہ صفات مین۔ پھر ایک جگہ ویدون سے نقل کرکے

ہستا کر روح واجب کے برابر صفات رکھتا ہی اور دوسری جگہہ مجبور محض ہو کر انکار کر دینا یا پہلی بات
پہلا اصول مذہب کے خلاف ہی

اگر ہم یہ سب کچھ سماج کی خاطر دو منٹ کے واسطے تسلیم بھی کر لین تو محدود عقل ہی کافی ہی
اسواسطے کہ جسقدر کام ہوتے ہین یہ سب تو محدود ہین محدود کام کے واسطے محدود عقل کافی ہے
یہی وجہ ہی کہ ہنود کی اعلے ماہر قوم جو وید کی اعلے مہارت پر پہونچی تو اُسنے سب کچھ چھوڑ کر یوگ
اختیار کر لیا یعنی یہ کہ پرمیشور کوئی چیز نہین اور نہ اسکی ضرورت ہی صرف جیو نفس کشی سے جلال
حاصل کر کے پرمیشور کہلاتا ہی۔ غرض جو کوئی ویدون کا اعلے ماہر ہوگا وہ خدا کا کبھی قائل ہو ہی نہین سکتا
اسی مسئلہ قدم مادہ و روح نے دہریت کے واسطے تمام راستے صاف اور مصفا کر دیے ہین اسیواسطے
ہم کہا کرتے ہین کہ سماج نے انکار واجب عز اسمہ کا اسقدر صاف اعتراف کیا ہی کہ شاید و باید پھر زبانسے
کہتے جاتا کہ نہین ہم واجب تعالی کو مانتے ہین صرف اسواسطے کہ دہریت زائد پھیلانے کا موقع ہاتھ
لگے وذلك ظاهر على من له ادنى مسكة

پنجم صفحہ ۱۹۳۔ سماج کا یہ کہنا خود اسکے قول کی تردید کرتا ہی کہ پرکرتی قدیم ہی حالانکہ خود سماج
معترف ہی کہ جب دنیا کی پیدائش کا وقت آتا ہی تو واجب تعالی ان نہایت لطیف اشیا کو جمع کرتا ہے
اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ مادہ سماج کے نزدیک پرمانوون سے بنتا ہی پھر وہ واجب کیونکر ہوا جب
خود سماج معترف ہی کہ جو بنتا ہی وہ قدیم ہو ہی نہین سکتا ہان سماج کا فرض ہی کہ وہ انھین اجزا کو پرکرتی
مانے مگر سماج تو اسکے واسطے تیار نہین اسپر طرفہ یہ ہی کہ جن اجزا سے تمام عالم اجسام بنایا جاتا ہی اُنکے
متعلق سماج جابجا تصریح کرتا ہی کہ اُنکی تقسیم نہین ہو سکتی انمین مقدار نہین لیجیے اب تو لٹیا کا قصہ بھی
ختم ہوا تمام الوان کیفیات و صور نوعیہ وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر صرف مقدار اور کثافت خارجی اجسام
ہی کو دیکھو جب اجزا جن سے اجسام بنائے جاتے ہین اُن مین کثافت خارجی ہی نہین اور نہ
انمین کسی قسم کا مقدار طولی عرضی عمقی ہے تو یہ کیونکر ممکن ہی کہ اُنکے جمع کرنے سے اربون میل کا طویل
عریض عمیق مادہ تیار ہو گیا اگر یہ ہوتا کہ اُن اجزا مین تھوڑا تھوڑا طول عرض عمق ہوتا تو انکے جمع کرنے سے

زائد پیدا ہوجاتا مگر یہان تو سماج اپنے تصریحات کو چھوڑ ہی نہین سکتے یہی خیال لطافت مین کرلو اگر تھوڑی تھوڑی کثافت ہوتی تو جمع کرنے سے کثافت خارجی پیدا ہوسکتی مگر لطافت صرفہ کو جمع کرکے کثافت خارجی کی امید رکھنا واقعی اجول عقل سے صریح ناواقفی ہے۔

اب اگر یہ اختیار کیا جاوے کہ مقدار اور کثافت خارجی خدا تعالی عطا کرتا ہے جیسے کثافت کے متعلق دیانند جی خود بھی تصریح کرتے مین تو پھر وہی گورکھ دھندا انکے سامنے ہے کہ ایک امر معدوم محض وجود مین آگیا اور اسکو ایک نکمنٹ کے واسطے سماج اپنے پاس نہین آنے دیتے ورنہ صاف مسلمان ہونا پڑیگا اسکے سوا کوئی دوسری صورت ہمارے خیال مین سوا اسکے نہین آتی کہ سماج ایک کمیٹی کرکے یہ رزولیوشن پاس کرے کہ مقدار اور کثافت موجود ہی نہین اور جو کچھ مشاہدہ ہو رہا ہے وہ محض باطل ہے۔

ششم واجب تعالی کے کام فضول اور معیب نہین ہونا چاہیے اور یہی سماج کا بھی قول ہے اس بنا پر کہ مادہ اور ارواح قدیم ازلی ہین خدائی کا تمام گورکھ دھندا فضول ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خلق عالم سے یا تو خدا تعالی کو اپنی مصلحت یا تکمیل مطلوب ہے یا مخلوق کی تربیت و تکمیل اسکے سوا کوئی دوسری بات خیال مین آنا ناممکن ہے ادھر یہ بظاہر بات ہے کہ کمال کا درجہ اعلے سے اعلے وجوب الوجود اور ضروری الوجود ہونا ہے اس سے اوپر کوئی درجہ کمال متصور ہی نہین ہے اگر وجوب الوجود سے اوپر کوئی درجہ ہے تو سماج بتادے اور اسکا کیا نام جب ایسا ہے کہ خلق عالم سے واجب تعالی کو اگر اپنی تکمیل مطلوب ہے تو وہ ناممکن ہے اگر تربیت عالم اور تکمیل غیر فیاضی مطلق وغیرہ وغیرہ جو جو باتین عقلا نے صحیح طور پر سوچین یہ مطلوب ہے تو سماج کے اصول کے مطابق محال ہے اسواسطے کہ جب ارواح اور مادہ پہلے ہی سے واجب الوجود ہین تو اب مادہ کو تصرفات واجب سے کونسا جدید مرتبہ کمال خاص حاصل ہوگا اور ارواح کو کیا تحصیل وجوب تک تو وہ پہلے ہی سے پہونچے ہوئے ہین پھر یہ حیرت انگیز بات نہین کہ اب واجب تعالی انکی کونسی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ خود سماج ہی کے قول کے مطابق غیر متناہی زمانہ سے آجتک نہ معلوم اربون کلپ

ٓ چار ارب بتیس کروڑ سال کو کہتے ہین۔

اور کلپ در کلپ گذرے گمر نہ تو ارواح نے کوئی جدید تکمیل حاصل کی نہ مادہ نے۔ ایسے کے ایسے رہے جیسے تھے اور طرفہ یہ ہو کہ آیندہ بھی سماج تصریح کرتا ہو کہ دنیا ہمیشہ اسیطرح پیدا ہوتی چلی آئی اور آیندہ بھی یون ہی ہوا کریگا جیسے ہم پہلے تصریح سے نقل کر چکے

پھر حیرت ہو کہ آریہ سماج کے خدا کو شرم بھی آتی ہو یا نہین کہ غیر متناہیہ زمانہ سے ایک فضول کار کردن چلا جاتا نہ خود میخوردو نہ بکس میدہد کا مصداق بنتا چلا جاتا ہو آخر بار بار کے تجربہ کے بعد بھی اسے نہ معلوم ہوا کہ کچھ بنتا بناتا نہین چلو جانے دو الگ کرو ایک معمولی سمجھ کا شخص بھی تو جب بار بار کے تجربہ سے معلوم کر لیتا ہو کہ کسی کا نفع و نقصان نہین ہوا کام چھوڑ دیتا ہو ہان یہ دوسری بات ہو کہ آریہ سماج یہ تجویز کرے کہ خدائی دل لگی کا سامان ہو کچھ بنے یا نہ بنے دل لگی تو چلی جاتی ہو - ہماری جان جائے تمھاری چٹکیان ہون =

یہ بڑی خوشی کی بات ہو کہ سماج کو اپنے مذہب کا سقم معلوم ہوا مگر بعد علم چاہیے تو یہ تھا کہ اسے چھوڑ دیا جاتا مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہو کہ سماج نے اپنے مذہب کا یہ غایت سقم معلوم کر کے پھر بھی طفل تسلیان نہ چھوڑین اول تو سماج یہ کہتا ہو کہ اگر خدا نہ پیدا کرتا تو کیا مصلحت تھی- خوب کہی مردان چنین کنند بھلا اس بھولے سماج سے کوئی پوچھے کہ عدم کے واسطے بھی کبھی علت کی ضرورت ہوا کرتی ہو-

دوسرے سماج یہ کہتا ہو کہ اس پیدایش سے ارواح کو آرام زائد ہو تکلیف کم اور خدا کی قدرت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ یون ہی کیا کرے یہ بھی خوب کہی یہ کہنا کہ ارواح کو آرام ہوتا ہو شاید ہی کوئی غایت درجہ کا جری شخص کہدے کہ درجہ وجوب الوجود سے بڑھکر کوئی درجہ آرام ہو اگر ایسا ہے کہ درجۂ وجوب مین کوئی تکلیف ہوتی ہو تو پہلے خدای تعالی کو اپنی تکلیف رفع کرنا چاہیے اول خویشان بعد درویشان بھلا کوئی یہ کہیگا کہ درجہ وجوب سے گر کر کیڑے مکوڑے کی شکل مین اوترنا روزمرہ پٹنا قبیح سے قبیح افعال کے ساتھ متصف ہونا گوہ موت سے ملوث ہونا بہتر ہو ہان مجبور محض ہو کر جو سماج نے کہدیا کہ ہم کیا کرین خدا کا طبعی تقاضا یہ ہو یہ ایک بات ہو مگر اس سے یون نجات مل سکتی ہو کہ ایسے مذہب ہی کو ترک کر دیا جائے

جو خدا ہی تعالیٰ کا ذاتی تقاضا یہ بنانے کہ وہ ایسے فضول کام دائما کرتا رہا ہی اور کرتا رہیگا۔ العیاذ باللہ۔

اسکے متعلق بہتر معلوم ہوتا ہی کہ ہم بقدر ضرورت عبارت نقل کر دین تاکہ ناظرین خود بھی بآتقام کر سکین ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۱ سوال دنیا کے بنانے سے پرمیشور کی کیا غرض ہی جواب نہ بنانے مین کیا غرض ہی۔ سوال اگر نہ بناتا تو آرام سے رہتا اور جیوون کو بھی سکھ دکھ نہوتا جواب سُست اور کاہل وجود لوگون کی باتین ہین اہل ہمت لوگون کی نہیں اور روحون کو پرلے دفنا مین کیا سکھ دیا دکھ ہی اگر دنیا کے سکھ دکھ کا اندازہ کیا جائے تو سکھ کئی گنا زیادہ ہوتا ہی اور بہت سی پاک آتمائین (ارواح) مکتی (نجات) کے تدابیر مین مشغول ہو کر مکتی کے سرور کو بھی حاصل کرتے ہین پرلے مین جیو اسطرح نکمّے پڑے رہتے ہین جسطرح کوئی گہری نیند مین پڑا ہو اگر ایشور (خدا) دنیا نہ بناتا تو جو پاپ یا پن (نیک و بد کام) جیوون نے پرلے سے پہلے کیے تھے انکا ثمرہ پرمیشور کیسے دیسکتا اور جیو اس پھل کو کسطرح بھوگ سکتے اگر تم سے کوئی پوچھے آنکھ کے بنانے کا کیا مدعا ہی تو تم یہی کہوگے دیکھنا تو پھر پرمیشور مین دنیا کے بنانے کا علم طاقت اور فعل ہی اسکا دنیا کے بنانے کے سوا اور کیا مدعا ہی آپ اسکے سوا کوئی دوسرا مدعا نہ بتا سکوگے اور پرمیشور کے انصاف پرورش رحم وغیرہ اوصاف بھی تب ہی بامعنی ہو سکتے ہین جبکہ وہ دنیا کو بنائے اسکی لامحدود طاقت دنیا کی پیدایش قیام فنا انتظام کرنے ہی سے سپھل (بانتیجہ) ہو سکتی ہی۔ جیسے آنکھ کی ذاتی صفت دیکھنا ہی ویسے ہی پرمیشور کی طبعی صفت بھی دنیا کو پیدا کر کے سب جیوون کو بے شمار سامان راحت دیکر بھلائی کرنا ہی

انتہے بلفظہ۔

اس عبارت سے علاوہ دو ضروری امر بالا کی چند باتین اور بھی اہم خیال مین لانا چاہیے۔

اول۔ یہ کہ دنیا اگر نہ پیدا ہوتی تو خدا چست نہوتا گویا خدا نے اپنی چستی کے سامان مہیا کیے ہین۔

دوم۔ تحصیل نجات کیا خوب عالم آواگون (تناسخ) سے نجات تو ارواح کو درجۂ وجوب سے حاصل تھی ہی اگر خدا بیچ مین ٹانگ نہ اڑاتا تو یہ دردسر کیون غیر متناہی زمانہ تک کرنا پڑتا عجیب ترین یہ کہ دنیا پرلے کے بعد جب پھر پیدا ہو گئی تو پھر یہی دردسر کرنا ہوگا میرے خیال مین سماج کسی بات کو

سوچکر کہنے کی کوشش نہین کرتا۔

سوم۔ یہ کہ پہلے دنیا کے نیک و بد کام کا بدلا دینے کے واسطے دنیا کو پیدا کیا گیا ہی کیا خوب سوال تو یہ تھا کہ سرے سے خلق ہوا ہی کیون پہلی اور پچھلی دنیا سے کیا غرض۔

چہارم۔ یہ کہ دنیا کے پیدا کرنے سے دنیا کا پیدا کرنا ہی مطلوب اور مقصود ہی یہ بھی ایک ہی کہی ہم پرانے زمانہ سے سنتے چلے آتے ہین کہ دور محال ہی یعنی یہ کہ کوئی چیز اپنی ذات کی علت خود ہرگز نہین ہو سکتی مگر سماج نے یہ مرحلہ بھی طے کیا۔

ہفتم۔ جب ارواح قدیم بالذات ہین تو انکے صفات حمیدہ بھی قدیم بالذات ہی ہونگے اسکو سماج خود بھی تسلیم کرتا ہی پھر صفات انکے آپس مین برابر ہونگے اسکو بھی سماج مانتا ہی پھر سخت حیرت ہی کہ وہ صفات ازلی حمیدہ انسے کہان چلے گئے اور یہ گوہ موت مین کیون رہنے لگے اور خدا نے انکے واسطے کیا سوچا کیا کوئی تھوڑی سمجھ والا آدمی بھی مان سکتا ہی کہ جو ازلی اشیا و صفات ہین وہ معدوم ہو سکتے ہین اگر ایسا جائز ہی تو پرمیشور کے معدوم ہونے کا بھی اندیشہ ہی۔

ہشتم۔ سماج مانتا ہی کہ خدای تعالی ظالم ڈاکو چور بدکار ہرگز نہین اور یہ صحیح ہے۔ اور ہمارے خیال مین اس سے بہتر بات سوچی بھی نہین جا سکتی بے شک خدای تعالی عز اسمہ کی ذات تمام عیوب اور لغویات سے صاف مصفے ہی لکن ادھر اگر ہم سماج کے اصول کو ملا کر دیکھین اور ظلم چوری ڈاکہ زنی و بدکاری کے معانی ساتھ سوچتے ہین تو بے انتہا افسوس ہی کرنا پڑتا ہی کہ سماج کے اصول کے مطابق خدا سے بڑھکر کوئی ظالم ڈاکو چور بدکار متصور ہو ہی نہین سکتا۔

ظلم کے معنی غیر کی مملوکہ چیز یا اسکی ذات پر خلاف مرضی تصرف کرنا چوری مین اسکے ساتھ خفیہ کی قید اور لگالو ڈاکہ زنی مین اسکے ساتھ دن دہاڑ لگالو اسکے بعد سوچو کہ جب ارواح واجب بالذات ہین صفات مین خدا کے برابر ہین جیسے تصریح سے ہم پہلے نقل کر چکے تو پھر خدا نے کیون انپر قبضہ کیا انہین اور نیز مادہ مین جو وہ بھی بقول سماج واجب ہی تصرف غیر مالکانہ شروع کر دیے ارواح جن کو سماج صفات مین خدا کے برابر مانتا ہی خدا نے انکو گوہ کا کیڑا اور نجاست کا مکوڑا بنایا اور پھر یہ بھی

جنم۔ ورنہ نہین بلکہ ابد الآباد تک کیا ارواح نے کوئی درخواست دی تھی کہ ہم پر تصرفات ناروا یا غیرہ نافذ کیا کرو
یا خدا نے انسے پوچھا تھا۔

یہان یہ کہنا بالکل بیجا ہو کہ پہلی دنیا مین جو پاپ کرتے ہین انھی کی سزا دیجاتی ہو اسواسطے کہ بتلاؤ پہلی
خیال کرو کہ ابتدا ہی خلق کے پہلے انھون نے کیا پاپ کیے تھے ہرگز نہین چونکہ سب کچھ پرمیشور ناجائز تصرف
کبھی انپر خفیہ اور کبھی اعلان سے دن دہاڑے کرتا ہو اسواسطے پرمیشور سے زائد نہ کوئی ڈاکو ہو سکتا ہی اور نہ کوئی
ظالم (العیاذ باللہ) سخت حیرت سے کہنا پڑتا ہو کہ ایک عقل والا شخص اس قسم کی گپ کیونکر اپنا مذہب قرار دیسکتا ہی

نہم۔ جب سماج دنیا کو قدیم مانتا ہو کہ یہ ہمیشہ بنتی بگڑتی رہتی ہو اسکے واسطے ابتدا نہین تو ایسی
صورت مین سلسلہ تقدم تاخر ہوگا اور سلسلہ غیر متناہی مع ترتیب ہو تو پھر بتلائیے تسلسل محال مین کیا
باقی رہا جزو وکل یا زائد ناقص برابر ہونگے اور یہ محال ہی مثلا اس دنیا سے پہلے ایک حصہ مانو یہ بڑا حصہ غیر متناہی
ہو اور یہ دنیا چھوٹا حصہ ہو اب ان دونون کو ملاؤگے تو پہلا حصہ اگر ان دونون سے برابر نکلا اور یون ہی
بصورت غیر متناہی ہونا لازم ہو تو جزو وکل برابر ہوگئے اگر پہلا حصہ دونون سے کم ہوا تو قدم باطل ہوگا۔
اسکو حکما نے اپنی کتابون مین بہت تفصیل سے بیان کیا ہو وہان بھی دیکھنا چاہیے

دہم۔ سماج نے جو خدا اپنے واسطے تجویز کیا ہو اور ساتھ مادہ، روح کو قدیم اصلی مانتا ہو تو اسکے ساتھ
اسنے یہ بھی مان لیا ہو کہ یہ سب اشیا مظروف ہین خدا کے اندر موجود ہین اگر خدا انکا اندر نہوتا اور چارون طرف
حاوی نہوتا تو نہ یہ ٹھہر سکتے اور نہ دنیا تیار ہوتی ستیارتھ صفحہ ۲۸۲ چونکہ وہ پرکرتے سے بھی لطیف اور اسکے
اندر موجود ہو اسی لیے وہ انکو پکڑ کر دنیا کی شکل مین بنا دیتا ہو الخ
اسکے سوا واجب کو انسے باہر بھی غیر متناہی تسلیم کر چکے ہین۔

ایسی صورت مین خدا ایک جسم طویل عریض، عمیق، غیر متناہی ہوگا اور ابعاد غیر متناہیہ کا پایا جانا
محال ہو اسے حکما نے علم حکمت مین بہت عمدہ طور، قاطعہ دلائل، برہان، تطبیق وغیرہ سے باطل قرار دیا ہو
اسکے سوا خود سماج بار بار تسلیم کر چکا ہو کہ جسم غیر محدود ہو ہی نہین سکتا طرفہ یہ ہو کہ سماج واجب کو جسم
نہین مانتا وجہ یہ بتائی گئی ہو کہ اگر جسم ہوتا تو دکھ سکھ جیسے پھاڑ مین مبتلا ہوتا وغیرہ صفحہ۔۔

آج تک ہم جسم کی تعریف یہی جانتے تھے کہ جو ہر عریض طویل عمیق اور بس یہ سب کچھ سماج خداتعالی کیواسطے صاف کھلے الفاظ مین تسلیم کر چکا ہی وہ بھی متناہی نہین بلکہ غیر متناہی ہی ان تینون باتون کو جوڑکر دیکھوگے تو قطعی اور یقینی ہی کہ یہ بات صاف معلوم ہوگی کہ اگر واقعی یہ اصول سوچکر مانے گئے ہین تو انکی تہ مین وجود واجب تعالی عز اسمہ کا انکار صاف صاف موجود ہی۔

یازدہم۔ خود سماج بہت زوردار الفاظ سے تسلیم کرتا ہی کہ جب تک تین چیزین نہون تو خلق محال ہی بنانے والا مادہ اور بنانے کے آلات ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۹۔ ان تین علتون کے بغیر کوئی شئی نہین بنتی اِدھر ساتھ آریہ سماج تسلیم کرتے ہین کہ خداتعالی کے پاس آلات نہین ایسی حالت مین ہم بجز اسکے کیا خیال کر سکتے ہین کہ مسئلہ قدم ذاتی نے سماج کو یہانتک پہونچا دیا ہی کہ وہ اب کھلے بندون واجب تعالی کا انکار کرتا ہے

یہ خوشی کی بات ہی کہ سماج خود بھی اسپر مطلع ہی مگر چونکہ یہ امر قطعی ہی اسواسطے جواب ناممکن ان اصول مذکورۃ الصدر کو صاف صاف لفظون مین مانکر سماج کا صرف یہ کہدینا کہ خدا اپنی ہمت سے کام کر لیتا ہی سماج کے صاف مجبور ہونے کی دلیل ہی ہر ایک شخص نہایت آسانی سے خیال کر سکتا ہی کہ جب محتاج الیہ خلق تین علتین ہین اور انکے سوا خلق ناممکن ہی اور واجب کے پاس ایک انسداد ہی پھر ہمت سے کیا کام چلتا ہی اگر سماج یہ تسلیم کرلے کہ بلا علت سوم واجب ہمت سے کام لیتا ہی تو پھر بلا مادہ کیون خلق متصور نہین یہان بھی واجب کو ہمت سے کام لینا چاہیے۔

دوازدہم۔ یہ سماج نے بار بار مانا کہ ازلی چیز کے صفات بھی ازلی ہین یہ بات درحقیقت صحیح بھی ہی مگر ساتھ ہی سماج کا تسلیم کرنا کہ تمام کائنات چار ارب بتیس کرور سال تک فنا ہوتی ہین ایسی حالت مین خود بتصریح سماج مادہ کے تمام اوصاف، کیفیات والوان وغیرہ معدوم جیوون کا علم مسلوب رہتا ہی کیا یہ صریح تناقض نہین۔

سیزدہم۔ ہم پہلے سماج سے نقل کر چکے ہین کہ کائنات کا پیدا نکرنا بے ہمتی اور تکاسل کے علاوہ عالی ہمتی کے خلاف ہی ادھر ارواح بھی مادہ سے نفع اٹھاتے ہین وغیرہ وغیرہ

اس پر ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ چار ارب بتیس کرور سال تک کیا خدا بے ہمت متکاسل ہو جاتا ہے

یا مالی ہمتی جاتی رہتی ہی سماج کو یہ تو سوچنا چاہیے کہ اسقدر طویل زمانہ تک خدا کیون معطل بیٹھا رہا اور ارواح کو بھی نفع سے محروم رکھا۔

چاردہم۔ اگر خدا نے دنیا کو اپنے اختیار اور ارادہ سے بنایا ہی جیسے سماج ماننا بھی ہی اور صحیح [illegible] تو دنیا کا ازلی قدیم ہونا محال ہی اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ ہر ایک اختیاری فعل سے پہلے ارادہ شرط [illegible] چیز مسبوق بارادہ ہی وہ حادث ہی پھر سماج کا یہ کہنا کہ دنیا کے واسطے ابتدا نہین کسقدر حیرت انگیز ہی ہم اگر دو منٹ کے واسطے سماج کے خاطر مان بھی لین کہ ارواح مادہ خلا قدیم ہین تب بھی یہ ضروری ہی کہ انکے باہم ملا دینے کے واسطے ابتدا زمانی لازم اور ضروری ہو بشرطیکہ پھر دنیا (جو بقول سماج یکے بعد دیگر آتی رہتی ہی) کے واسطے خدا کو خالق مختار مانا جاوے یہ بالکل ایسی صورت ہی جیسے کسی کے پاس پانی مٹی پہلے سے موجود ہین مگر جب برتن بنانے کا قصد کریگا تو ضرور اسکے واسطے شروع اور ابتدا ہوگی یہی وجہ ہی کہ بعض نے جب قدم عالم مانا تو انکو مجبور محض ہو کر ماننا پڑا کہ واجب تعالی اس صورت مین فاعل مختار رہ ہی نہین سکتا ورنہ حدوث زمانی لازم ہوگا

پانزدہم سماج کا یہ کہنا کہ واجب تعالی کائنات عالم سے کوئی مزہ حاصل نہین کرتا سکھ دکھ سے بری ہی مین سرور ہی ارواح سکھ دکھ سے مبتلا ہوتے ہین اور بس یہ بھی خود اصول سماج ہی سے باطل ہی جبکہ خود بھی سماج مانتا ہی کہ خدا ظرف ہی تمام کائنات اسکے اندر رہتی ہین تو کیا ایسی صورت مین یہ جائز نہین کہ وہ مزہ دائمی یا غیر دائمی حاصل کرتا رہے آخر ارواح کا بھی مادہ سے یہی تعلق اتصال و ظرف مظروف ہی جب اسی تعلق سے سکھ دکھ سے موصوف مانے جاتے ہین تو کیا وجہ ہی کہ واجب تعالی مستثنے ہو حالانکہ سب واجب الوجود ہین اور ایک ہی کنبہ کے ہین طرفہ یہ ہی کہ جب مادہ کو درجہ متوسط لطافت مین تشو-بدھی (عقل) حاصل ہو جاتی ہی بلکہ وہ اس درجہ مین صرف عقل ہی کہلاتا ہی جیسے پہلے نقل کر چکے تو کوئی وجہ نہین کہ سکھ دکھ ارواح کی صفت ہو بلکہ لازم ہوگا کہ یہ سب صفات مادہ ہون کیونکہ سکھ دکھ اسی کی صفت ہوتے ہین جسے عقل ہو ایسی صورت مین سلسلۂ خلق جو سماج نے جوڑ توڑ لگا کر سوچا ہی سب کا سب درہم برہم ہوا چاہتا ہی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

باقی آیندہ [illegible]

درخواست از محبان علوم الہی

تسلیم و تکریم۔ اُن حضرات سے جو علمی رسائل کا اجرا مذہب اور وطن کیواسطے ضروری خیال کرتے ہیں، اور وہ یقین کرتے ہیں، کہ اسکے سوا کوئی ذریعہ قوم کی علمی معلومات کے وسیع کرنے کا نہیں ہے۔ یہ درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اس قسم کے علمی رسائل کے احیا کے اسباب سوچیں اور اُنکو عمل میں لاکر خود کو ماجور اور قوم و ذمہ داران رسائل علمی کو مشکور فرمائیں۔

ایڈیٹر

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل نقلی و عقلی۔

(۲) علوم جدیدہ و قدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیاء تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخی واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فرق مذاہب کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شائع ہوا کریگا

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلما کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا خود ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر ہونا ایسے ہی ضروری ہے جیسے ارسال مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

مینیجر الندوہ

الندوہ

شعبان ۱۳۳۰ ہجری مطابق اگست ۱۹۱۲ء | جلد ۹

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

نعیم میر عبدالکریم علوی فقیہ اول دارالعلوم و اڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبدالحی خلف علامہ آسی مولوی عبدالعلی صاحب مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

مضمون حرکت زمین چونکہ غایت عرق ریزی سے لکھا گیا ہے اسواسطے مناسب ہوا کہ اسکو ایک رسالہ کی شکل مین شائع کیا جاوے، تاکہ شائقین اسے دیکھکر کتاب کی شکل مین رکھ سکین،

اس مین ابواب اور فصول قائم کرنے سے تقسیم مضامین مطلوب ہے۔

میر عبدالکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

سب تعریف اُس خدا کے لیے شایان ہے جسنے سب کچھ بنایا انسان کو پستی خاک سے اُٹھا کر فلک الافلاک پر پہونچایا۔ زمین کو مسکن اشرف الخلق قرار دیا اور سورج کو اُسکا چراغ ٹھہرایا پھر صلوٰۃ و سلام ہو اُس انسان اکمل پر جسنے اعلی مطالب کا اقرب راستہ تبلا کر خلق کو خالق تک پہونچایا وہ خدا کا احمد ہے اور خدا ہی کا محمود و محمد ہے پھر اُسکے آل و اصحاب پر جنھون نے اجراء احکام آسمانی مین اُسکا ہاتھ بٹایا۔

سبب تالیف رسالہ

ایک مدت سے مجھے یہ خیال تھا کہ حرکت زمین کا مسئلہ جو اب جدید ریاضی والون نے اختیار کیا ہے اور جسکو لندن و فرانس اور نیز نوجوانان ہند نے اپنے خیال کے رو سے فطریات سے خیال کر لیا ہے پورے طور سے لکھون اور اُسکی پوری حقیقت حق پسند لوگون کے سامنے پیش کرون۔

نیز یہ کہ جہانتک ممکن ہو ہر دو فریق کے دلائل انھین کی کتابون سے جمع کر دون۔

مگر اس ارادہ کے پورا کرنے مین مجھے بہت موانع درپیش تھے اور یون انتظار کرتا رہا کہ بعد رفع موانع اس کام کو پورا کرونگا لیکن جب مین نے رکاوٹون کو دیکھا تو روز افزون تھین اور ادھر ہر دو فریق کا نزاع اعتدال سے زائد دیکھا گیا۔ بنا علیہ یہ خیال ہوا کہ عوائق دنیا تو تا بزیست رہینگے انسب ہے کہ جو کچھ

ہوسکے وہ لکھدون۔

واضح رہے کہ اس مضمون کے لکھنے کے واسطے مین نے ریاضی جدیدہ و ریاضی قدیم کے کتب جہانتک مجھے ملین دیکھین اور ہر دو قسم کے خیالات کو بالفاظہا یا بالمعنی نقل کر کے جو کچھ مجھے کہنا ہوا لکھدیا۔

اسکے لکھنے مین نہ طوالت مل سے کام لیا گیا ہی اور نہ اختصار مخل سے بلکہ خیر الامور اوسطہا پر عمل ہوا ہی

اس رسالہ کے تین اجزا مین ایک مقدمہ دو باب۔ مقدمہ مین زمین کی حرکت کے متعلق نقل مذاہب بتفصیل اور کچھ الفاظ اصطلاحیہ کی تعریف بقدر ضرورت۔ باب اول مین زمین کی حرکت یومیہ و سالانہ کے دلائل قائم کردہ قوم اور بنظر انصاف اپنے خیال کے روسے اُنکا جواب۔ ہر دو امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہی۔ باب دوم مین زمین کی عدم حرکت و سکون یومیہ و سالانہ کے دلائل کا بیان ہی اور انکو اپنے خیال کے روسے سچا جانکر سچا کر دکھایا اور اُن پر جو اعتراضات وارد ہوتے مین اپنے خیال کے روسے انکو دور کر دیا۔

اس رسالہ کے لکھنے سے بڑی غرض یہ ہی کہ اس مسئلہ کے متعلق جو ایک دنیا کی دنیا لڑ رہی ہی جو کچھ فریقین نے اپنے اپنے خیال کے ثابت کرنے مین موشگافی کی ہی سب کو سب کے سامنے رکھدیا جائے لوگ خود فیصلہ کر لینگے۔

نقل مذاہب و دلائل کا کام کتب ذیل سے لیا گیا ہی۔

تحفہ۔ تبصرہ۔ شرح چغمنی۔ سبع شداد۔ تصریح۔ شرح مواقف۔ حواشی شرح چغمنی۔ حواشی تصریح شرح تشریح ازعصمت۔ اشارات۔ شرح اشارات۔ شمس بازغہ۔ مفتاح الافلاک۔ شمس الضحی۔ ہدیہ سعیدیہ۔ صدرا۔ میبذی۔ شرح ہدایت الحکمۃ از اوستاذ عبدالحق خیرآبادی۔ تحصیل محصل۔ نقد محصل۔ محاکمات۔ مباحث مشرقیہ۔ تجرید۔ جدیدہ ثانیہ۔ حدائق النجوم جو ہئیت جدید مین ایک نادر اور ضخیم کتاب ہی۔ تقریباً بارہ سو صفحہ مین۔ جامع بہادر خانی جدید ہئیت اور قدیم دونون انداز پر تحریر ہوئی ہی یہ بھی ایک نادر اور ضخیم کتاب ہی۔[1]

کوئی نادر مضمون ایسا ہوگا جو کتب بالا کے سوا دوسری کتابون سے لیا گیا ہو جہان ایسا ہوگا وہان عموماً تصریح کردیجائیگی۔

---

[1] مجھے یہ دونون کتابین بتوسط علامہ سید عبدالحی صاحب نائب ناظم ندوہ میسر ہوئین ۱۲

اس رسالہ کے دیکھنے سے انگریزی دان عربی والون کے خیالات مع دلائل سے پورے واقف ہو سکتے ہین اور عربی دان انگریزی دانون کے خیالات مع الدلائل سے اچھی طرح اطلاع پا سکتے ہین۔

اس رسالہ کا نام مین نے بوجہ مناسبت تحقیق المحبوب فی اسباب الطلوع والغروب رکھا ہی اسکی تالیف اور دیگر سب مشکلات مین خدا ہی پر بھروسہ ہی اور اُسی سے مدد کی مانگ ہی۔

مقدمہ

حکمت کی تعریف

وہ اشیا جو خارج یا ذہن مین موجود ہین اُن کے حالات واقعیہ کے جاننے کو حکمت کہتے ہین۔

مگر یہ شرط ہی کہ یہ جاننا طاقت بشریہ سے ہو تاکہ علم مجردات حکمت سے باہر رہے۔

یہ حکما کی رائے ہی میری رائے نہین۔

اور نیز یہ بھی شرط ہی کہ یہ جاننا تامل اور نظر سے ہو تاکہ مشاہدات وغیرہ بدیہات کا جاننے والا حکیم کہلائے اس شرط پر مین بھی صاد کرتا ہون۔

حکمت کی تقسیم

حکمت کی دو قسم ہین۔ حکمت نظری۔ حکمت عملی۔

حکمت نظری کی تعریف

ان اشیا موجودہ کے حالات واقعیہ جاننے کو حکمت نظری کہتے ہین جنکا وجود ہمارے اختیار اور قدرت سے باہر ہو جیسے آسمان و زمین انسان و واجب تعالی عز اسمہ۔

حکمت عملی کی تعریف

ان اشیاء موجودہ کے حالات واقعیہ کے جاننے کو حکمت عملی کہتے ہین جنکا وجود ہمارے اقتدار و اختیار مین ہو جیسے علم و عدل وظلم و ظلم و دیگر فضائل و رذائل ہین۔

دلیل حصر

جب اشیاء دو قسم ہین یعنی وہ جن کا وجود ہمارے قدرت مین ہی یا وہ اشیا جن کا وجود ہمارے امکان سے باہر ہو لہذا حکمت کی دو ہی قسم ہوئی۔

حکمت عملی کی تقسیم

حکمت عملی کی چار قسم ہین قسم اول تہذیب الاخلاق۔ یعنے ایسے امور کا پتہ چلانا جنکی تحصیل یا ترک زندگی کی عمدگی کا باعث ہو۔ قسم دوم تدبیر منزل یعنے ایسے امور کے حالات جاننا جنکا حاصل کرنا یا ترک کرنا انتظام خانگی سے تعلق رکھتا ہو مثل معاملات خوردی و بزرگی و حقوق والدین و حقوق زوجیت وغیرہ قسم سوم سیاست مدنیہ یعنی ایسے کامون کو جاننا جو اہل شہر و محلہ بلکہ ایک علاقہ سے تعلق رکھتی ہین جیسے حقوق رعایا و احکام تحت وغیرہ قسم چہارم سیاست ملکیہ یعنی ان امور کا جاننا جو بادشاہ عادل اور رعیت سے تعلق رکھتے ہون۔

بعض لوگون نے قسم چہارم کو قسم سوم مین مندرج کر دیا ہی اور سیاست مدنیہ کو عام کر دیا ہی کہ تمام حقوق بالا دست اور زیر دست کو شامل ہو۔

حکمت عملی کی غرض یہ ہی کہ جن امور کو اچھا جانا جائے کیا جائے اور جنکو برا سمجھا جائے ترک کر دے۔

دلیل حصر

چونکہ جن امور کا حاصل کرنا یا ترک کرنا مفید ہوتا ہی وہ چار ہی قسم کے ہوتے ہین اسی واسطے حکمت عملی چار قسم مین منحصر رہی۔

حکمت نظری کی تقسیم

حکمت نظری تین قسم ہی۔ حکمت آلہی۔ حکمت طبعی۔ حکمت ریاضی۔

حکمت آلہی کی تعریف

ایسے اشیا موجودہ کے حالات جاننا جو محتاج مادہ نہون علم آلہی ہی جیسے وجود علیت معلولیت واجب تعالی جل مجدہ اور دیگر مجردات۔ سوا واجب عز اسمہ کی کسی چیز کو مجرد از مادہ جاننا یہ حکما کا ایمان ہی مین انکے اس ایمان پر ایمان نہین رکھتا۔

علم آلہی کی تقسیم

وہ اموجود محتاج مادہ نہین اگر مادہ سے اُن کا لحوق محال ہی جیسے واجب تعالی تو ایسے امور کے جاننے کو علم آلہی بمعنی اخص اور علم اثولوجیا کہتے ہین اور اگر وہ محتاج مادہ نہین گر لحوق مادہ سے محال نہین جیسے وجود وغیرہ کہ مادی وغیر مادی دونون کو عارض ہوتا ہی اسکو فلسفہ اولی اور آلہی کا امور عامہ کہتے ہین۔

دلیل حصر آلہی

وہ اشیا جو محتاج مادہ نہین یا تو انکا لحوق مادہ سے محال ہوگا یا جائز ہوگا بدین وجہ علم آلہی بمعنی اعم دو ہی قسم مین منحصر رہا۔ فلسفہ اولی و اثولوجیا بعض ابناء الزمان نے اثولوجیا کو آلہی بمعنی اخص کہنے مین تامل کیا ہی مگر مجھے کچھ تامل نہین۔

حکمت طبعی کی تعریف

جو اشیا اپنے وجود ذہنی اور خارجی مین کسی مادہ خاص کے محتاج ہون اور بغیر اُس مادہ خاص کے انکا وجود کسی طرح متصور نہو ایسے اشیا کے احوال جاننے کو علم طبعی کہتے ہین جیسا انسان و شجر و فلک کہ ہر واحد اپنے وجود مین خاص مادہ کا محتاج ہی انسان بغیر گوشت و پوست نہ ذہن مین متصور ہو سکتا ہی نہ خارج مین اور دن

کو بھی یون ہی دیکھو گے۔

حکمت طبعی کی تقسیم

حکمت طبعی تین قسم ہے۔ امور عامہ۔ فلکی۔ عنصری۔

امور عامہ کی تعریف

جسم کے ایسے احوال جاننے کو علم امور عامہ کہتے ہین جو سب اجسام کو عارض ہوتے ہون جیسے زمانہ و حرکت و حیز وغیرہ۔

حکمت فلکی کی تعریف

جسم کے ایسے احوال جو افلاک کو خاصکر عارض ہوتے ہون یا متعلقات افلاک کو عارض ہوتے ہون (ان کے جاننے کو حکمت فلکی کہا جاتا ہی جیسے فلک کے واسطے نفس مجردہ کا ثابت کرنا وغیرہ) مگر یہ حکما شائین کی رائے ہی میرے ذمہ مت لگاؤ۔

حکمت عنصری کی تعریف

جسم طبعی کے ایسے حالات کا جاننا جو خاص عناصر کو عارض ہوتے ہون حکمت عنصری ہی جیسے تغیر و تبدل کا بالفعل آجانا وغیرہ۔

تنبیہ

جدید ریاضی دانون نے اور کچھ افراد اولین نے افلاک کا دھڑلے سے انکار کیا ہی لہذا انکی بجائے فلکی علویات لگا دینا چاہیے تا کہ علم طبعی کی تقسیم انکے مذہب پر بھی صحیح رہے مگر میری رائے ہی کہ وہ افلاک کا انکار کرین اچھا ہوگا بہت اچھا ہوگا۔

تنبیہ

حکمت طبعی کا موضوع جسم طبعی ہی مگر مطلق نہین بلکہ اس اعتبار سے کہ قابل حرکت و سکون ہو۔

حکمت طبعی کے حصر کی دلیل

جو اشیا اپنی تحقق مین کسی خاص مادہ کے محتاج ہوتے ہین اُنکے حالات تین ہی قسم کے ہوسکتے ہین یا تو ایسے ہون گے جو جسم کی کسی نوع سے خصوصیت رکھتے ہون گے یا ایسے نہون گے اگر نہین رکھتے تو امور عامہ نام رکھا ہے ہین اگر خصوصیت رکھتے ہین تو یا علویات سے خصوص وخلوص ہوگا یا سفلیات سے قسم اول فلکیات ہوگی اور ثانی قسم منصریات نکلی۔ یہی وجہ ہوئی کہ حکمت طبعی کو تین قسم سے زائد ہونے کا موقع نہ ملا۔

تنبیہ

عناصر سے صرف یہان یہ مطلوب ہی کہ عالم تغیر و تبدل کے اصول اُنکا چار ہونا یا چالیس ہونا یہان مت چھیڑو حکمت طبعی کو دیکھو۔

تنبیہ

مادہ سے بھی یہان صرف امر قابل استعداد یا قابل تغیر و تبدل بالفعل یا بالقوہ مراد ہی۔ غیر

حکمت ریاضی کی تقسیم

حکمت ریاضی چار قسم ہی۔ موسیقی۔ ہندسہ۔ حساب۔ ہیئت۔

علم حساب کی تعریف

جو علم عدد کی کیفیت ترکیب و تفریق وغیرہ سے بحث کرتا ہی اُسکو لوگ حساب بولتے ہین۔

علم موسیقی کی تعریف

جو علم آواز کی کیفیت اد ایعنی مد و بحیثیت نغمہ سے پوری پوری بحث کر کے تمام دنیا کو اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے اسکے سب لوگ آشنا ہین یہی موسیقی ہے یہ علم اس زمانہ مین نامُتر فاجرہ نابکار عورتون کی تقسیم مین آیا ہے وہ اسکی وساطت سے اپنے یارون پر اتمعان کرتی ہین اور اسی وجہ سے اچھے لوگ اسکے سیکھنے کو دینی عار کے علاوہ دنیاوی عار بھی سمجھتے ہین۔ یہ غریب علم ان بدمعاش و بداش عورتون کے حصہ مین پڑکر بہت ذلیل ہوگیا اچھے لوگون کی نظرون مین اسکا سیکھنا امر قبیح ہوگیا۔

علم ہندسہ کی تعریف

یہ وہی علم ہے کہ جسمین اشکال کی کیفیت و اثبات سے گفتگو ہوتی ہے یعنی کم متصل بحیثیت سکون مثلا مربع مثلث عروسی حماری ماموني وغیرہ۔

یہ بہت اچھا علم ہے اسکے دلائل نہایت پاکیزہ ہوتے ہین اذہان کے ذہین بنانے کے واسطے اس سے اچھا علم عقلمند لوگ نہین سوچ سکے۔

علم ہیئت کی تعریف

یہ وہی علم ہے جو اجرام علویہ و سفلیہ کے دوری و قرب و حرکات لازمہ اور خاص خاص مواضع کے خواص سے گفتگو کرتا ہے یہ نہایت نفیس علم ہے اسکے جاننے سے عجائب قدرت خداوندی اچھی طرح معلوم ہوتے ہین اہل علم ادی نے تو یہانتک اسکی مدح سرائی کردی ہے کہ جو شخص علم ہیئت نہ جانے وہ خدا یتعالی کی معرفت مین نامرد ہے مرد نہین۔

کم کی تعریف

کم وہ عرض ہے جو اپنی ذات کی روسے قابل قسمت ہو۔

کم کی تقسیم

کم کی دو قسم ہین کم متصل کم منفصل اول کی مثال کے واسطے زمانہ و اصوات وغیرہ دوسرے کی مثال اعداد ہین۔

کم متصل کی تعریف

جس کم مین حد مشترک برآمد ہو سکے وہ متصل ہے۔

کم منفصل کی تعریف

جس کم مین حد مشترک نہ برآمد ہو سکے وہ کم منفصل ہے۔

دلیل حصر علم ریاضی

علم ریاضی کا موضوع اگر کم منفصل سے گفتگو ہوا ور نغمہ مین ادا ہونے کی قید نہو تو وہ حساب ہے اگر یہ قید ملحوظ ہے تو موسیقی ہے۔ اگر کم متصل کے حالات کا بیان ہے تو قید سکون اگر مد نظر نہین تو وہ علم ہیئت ہے ورنہ ہندسہ ہے

حد مشترک کی تعریف

دو چیزون کو برابر یا کم زائد تقسیم کرو جو چیز بیچ مین رہے اور اُسکو جس طرف ملا دین وہ طرف دوسری طرف پر پہلے سے زائد نہونے پائے اسکو حد مشترک کہتے ہین جیسے ایک گز خط کو دو ٹکڑے کرو نقطہ حد مشترک ہوگا اسکو جس طرف چاہو ملاؤ اسکے ملانے سے کچھ زیادتی نہین ہو سکتی حکما نے باہم بیٹھکر تصفیہ کر لیا ہے کہ خط نقاط سے مرکب نہین۔

عدد مین حد مشترک متصور نہین لہذا وہ کم منفصل رہا حکمت کی تعریف و تقسیم و تقسیم در تقسیم سے کسی قدر طول ہو گیا مگر اسوجہ سے کہ یہ پوری تقسیمات و تعریفات کسی کتاب مین مجموعہ نہین ملتین مناسب معلوم ہوا کہ مجموعہ لکھدیے جائین یہ جو کچھ لکھا ہے حکما سے نقل کیا ہے اور قریب قریب نگلنے سمجھنے یون ہی کہتے ہین مقام کے

جنبیت کی وجہ سے مجھے کہنا مناسب نہین مگر تاہم مین اپنے دل کی باتون سے پانچ باتین لکھ دیتا ہون۔ میری مخالفت اور موافقت تو کچھ چیز نہین مگر اچھے لوگ وہی ہین جو انصاف اور سوچنے سے کام لیتے ہین۔

امر اول۔ علم موسیقی کی تعریف مین لکھا ہوا پاتے ہو کہ وہ آواز کی کیفیت سے بحث کرتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ آواز ایسی چیز نہین کہ جو ہماری قدرت سے اُسکا وجود باہر ہو۔ بدین وجہ لازم ہوا کہ علم موسیقی قسم حکمت عملی ہو نہ حکمت نظری کیونکہ حکمت نظری مین یہ امر ماخوذ ہے کہ جس چیز کے احوال سے بحث ہو اُسکا وجود ہمارے اقتدار سے باہر ہو۔ یہ نہین کہا جا سکتا کہ آواز جس محل مین پیدا کی جاتی ہے وہ قدرت سے باہر ہے کیونکہ اول تو تعریف مین یہ قید ملحوظ نہین دوم یہ لازم ہوگا کہ تہذیب الاخلاق وغیرہ اقسام حکمت عملی سب حکمت نظری مین داخل ہون اسلیے کہ نفس ناطقہ جو محل تہذیب ہے وہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔

امر دوم۔ علم موسیقی کی غرض جہانتک مین سوچتا ہون یہی معلوم ہوتی ہے کہ آواز کی کیفیت پر اطلاع پیدا کرکے ایجاد آواز کرکے اسکے اور دیگر اغراض متعلق آواز حاصل کیے جائین بلا تحصیل اغراض آواز نفس کیفیت آواز سے بحث کرنا ہرگز مطلوب نہین میرا خیال ہے کہ جو شخص اچھی طرح علم موسیقی کی غرض کو سمجھے گا وہ اسبات مین میرے ساتھ ہولیگا جب اسکی غرض یہ ہے تو پھر کوئی وجہ نہین کہ یہ علم نظری کی قسم ہو بلکہ ضرور ہے کہ حکمت عملی مین ہو اسواسطے کہ حکمت نظری کی غرض کسی شے کے حالات واقعیہ پر علم لانا ہے فقط کسی چیز کو وجود مین لانا ہرگز مطلوب نہین ہوتا جیسے علم واجب الوجود و بیان و سوین وغیرہ۔

امر سوم۔ علم حساب اعداد کی ترکیب وغیرہ سے گفتگو کرتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ عدد ایک امر انتزاعی ہے اُسکا وجود مثل دو و تین نکالنا خود ہمارا کام ہے وہ اچھی طرح ہماری قدرت مین ہے پھر کس وجہ پر حکمانے اسکو حکمت نظری کا قسم مانا ہے یہ خیال نہین ہو سکتا کہ عدد کا منشا یعنی معدود جس سے عدد نکالا جاتا ہے وہ ہمارے امکان سے باہر ہے ورنہ وہی بات لازم ہوگی جو ہم امر دوم کی بابت لکھ چکے ہین۔

امر چہارم۔ حساب کی غرض سب کو معلوم ہے کہ احوال عدد کی کیفیت پر اطلاع پاکر عدد کو وجود مین لانا اور روزمرہ اس سے کام لینا اگر اس کے سوا کوئی غرض تصور ہوگی تو جو بھی کہا کہ لکھا جاتا ہے جسپر دفاتر وغیرہ کی بنا ہے اس سب کچھ کو حساب کہنا غلط صریح ہوگا جب نفس الامر یون ہے تو کوئی وجہ نہین کہ ہم بھی ارسطو کے پیچھے لین

بلکہ ہمکو چاہیے کہ علم حساب کو داخل حکمت عملی جانین۔

امر پنجم۔ علم ہندسہ کی غرض یہ ہو کہ کیفیت اشکال پر طلاع پاکر اشکال کو بنانا سیکھا جائے تاکہ فن انجنیری کے اغراض پورے ہون پھر نہ معلوم کیونکر ہندسہ داخل حکمت نظری ہو سکتا ہو جسنے تصفیہ اذہان ہی کو غرض علم ہندسہ بتلایا ہو اُسنے اچھا نہین سوچا۔

تنبیہ

یہ مسئلہ جو ہمین بیان کرنا مطلوب ہو یعنی حرکت وسکون زمین بیان سابق سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ علم ہیئت کا مسئلہ ہو۔ اگر تصریح چاہتے ہو تو حواشی تصریح وشرح چغمنی کو دیکھو وہان صاف بیان ہو کہ حرکت وسکون زمین علم ہیئت کا مسئلہ ہو۔

تعریفات ضروریہ

جس ذات وضع مین طول عرض وعمق کچھ نہو اسکو نقطہ کہتے ہین جیسے طرف خط۔

جسمین طول ہو مگر عرض عمق نہو وہ خط ہو جیسے طرف سطح جسمین طول عرض ہو مگر عمق نہو وہ سطح ہو جیسے طرف جسم جسمین طول وعرض ہو عمق ہون وہ جسم تعلیمی کے نام سے موسوم ہو جسم تعلیمی عرض ہو جوہر نہین لہذا اسکو محل کی ضرورت ہو جو اسکا محل ہوتا ہو اسکا نام جسم طبعی ہو۔

خط مستقیم وہ ہو جسپر سیدھی نظر پڑے۔

غیر مستقیم اگر پرکار یا اسکے مثل سے بنایا گیا ہو تو مستدیر ہو ورنہ منحنی ہو۔

سطح مستوی وہ ہو جسکے تمام جہات مین خط مستقیم مفروض ہو ورنہ مستدیر ہو اگر اسمین سے خط مستدیر برآمد ہو سکے ورنہ منحنی ہو۔

دائرہ وہ سطح مستوی ہو جسکے وسط مین ایک ایسا نقطہ مفروض ہو جسپر خطوط جو اسکے شروع سے اُس نقطہ تک پہونچتے ہون سب برابر ہون۔ اسی نقطہ کو مرکز دائرہ بولتے ہین جو خط دائرہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مرکز سے ہوتا ہوا سیدھا پہونچے وہ قطر دائرہ کہلاتا ہو۔

وتر دائرہ وہ خط مستقیم ہی جو دائرہ کے دو ٹکڑے کرے چاہے یہ دو ٹکڑے مساوی ہون یا نہ ہون اسیطرح

وتر عام ہی قطر سے ایک خط مستقیم کو دوسرے خط مستقیم پر سیدھا چلاؤ ایسی صورت مین چار زاویہ پیدا ہونگے

ہر ایک کو زاویہ قائمہ کہتے ہین۔

زاویہ قائمہ سے جو زاویہ بڑا ہوتا ہی وہ منفرجہ کے نام سے موسوم ہی اور جو چھوٹا ہی حادہ ہی۔

کرہ وہ جسم ہی جسپر سطح مستدیر حاوی ہو اور اُسکے وسط مین ایسا نقطہ ہو جیسے دائرہ کے وسط مین

جن سے دو نقطہ مفروضہ پر کرہ کو حرکت دیتے ہین کرہ کے قطبین ہین۔

جو خط ایک قطب سے دوسرے قطب تک سیدھا جاتا ہی وہ محور ہی۔

سب سے بڑا خط جو کرہ پر ہوتا ہی اسیکو کرہ کا منطقہ کہتے ہین۔

فصل دوم زمین کی حرکت اور سکون مین نقل مذاہب

یہ بات ہمیشہ سے دیکھی جا رہی ہی کہ عقلمند جب کسی چیز کی مخفی علت اور سبب کی ٹوہ لگاتے ہین تو اس تلاش مین ہر ایک فریق کو ایک جدید طریق سامنے آتا ہی وہ اپنے مقدار عقل سے اُسکے نشیب و فراز کو دیکھکر اختیار کر لیتا ہی جو اچھی عقل والا اور اچھی سوچ والا ہوتا ہی وہ عقل کی ہدایت سے ایسا طریق اختیار کر لیتا ہی جو اسکو منزل مقصود پر پہونچاتا ہی اور جسکی عقل مین فتور ہوتا ہی یا کسی دیگر وجہ سے تامل نہین کرپاتا وہ کسی ایسے راستہ پر چلدیتا ہی جسکو وہ ختم کرکے طلوع صبح مقصود کو دیکھ نہین سکتا اب اسکے بعد یہ سوچنا آسان ہی کہ زمین کی حرکت و سکون کے درپے عقلمند کیون ہوئے۔

وجہ یہ ہوئی کہ گاہے دن ہوتا ہی تو ایک وقت یکایک شب دیجور آجاتی ہی کسی وقت کوئی ستارہ شرقاً نظر آتا ہی دوسرے وقت غرب مین ڈوب جاتا ہی ویسے گاہے موسم بہار ہی تو ساتھ ہی خزان درپئے ہی یہ تو ممکن نہ تھا کہ اس سب کچھ کا انکار کر دیتے اسکے ساتھ یہ بھی ممکن نہ تھا کہ زمین مع اپنے اہل و عیال کے آرام سے بیٹھی اور یہ ستارے بھی اپنے اپنے مواضع پر مع گنبد نیلگون یا بالا گنبد نیلگون قائم و غیر متحرک ہون اور صبح و رات و تبدل موسم وغیرہ ہو سکے لہذا اسی مجبوری سے کسی نے تو ان ستارون کو مع گنبد نیلگون چلنے پھرنے

مجبور کیا اور کسی نے بلا گنبد نیلگون یہ حکم دیا بعض نے زمین کو تفریح کی رائے دی کہ وہ خود چل پھر کر یہ سب کچھ دیکھ لیا کرے

تنبیہ

ہمارے سابق بیان سے بخوبی ظاہر ہی کہ اس اختلاف کی بنا اسی مجبوری اور اسی غرض کے پورا کرنے پر ہی پس ضرور ہی کہ جس مذہب کو اس مطلب کے پورا کرنے مین پورا لگاؤ ہوگا وہ زیادہ معقول ہوگا جسکو لگاؤ نہوگا وہ معقول نہوگا۔

مذہب اول۔ حکما متقدمین ارسطو افلاطون بطلیموس سقراطیس و اسلامین مثل فارابی و ابن سینا و رازی وغیرہ غرض جمہور اہل علم کا ہمیشہ سے یہی مذہب چلا آیا ہی کہ زمین ساکن ہی اور یہ ستارے متحرک ہین اسقدر تو جمہور اہل علم سب باتفاق مانتے چلے آئے مگر فرق یہ ہی کہ حکما مشائیہ یعنے ارسطو کے پیچھے چلنے والے اور بعض اشراقیہ یون کہتے ہین کہ یہ سب ستارے فلک ثوابت مین اور سات سیارے اپنے اپنے آسمان مین جڑے ہوئے ہین اور یہ آٹھ آسمان نوین آسمان کی حرکت کی وجہ سے مع ان سب ستارون کے روزانہ ایک چکر کھاتے ہین یہ حرکت فلک الافلاک کی تو ذاتی ہی مگر ان دیگر آسمانون کی عرضی ہی جیسے کشتی و جالس کشتی اسکا نام حرکت یومیہ ہی اسکے سوا وہ ہر ایک فلک کے واسطے حرکت خاصیہ بھی مانتے ہین آسمان سورج بھی حرکت ایسی کرتا ہی کہ سورج کا ہے جنوبا کا ہے شمالا ہوتا ہی جسکی وجہ سے تبدل موسم پیدا ہوتا ہی اسکو یہان پورا لکھنا مشکل ہی فلک ثوابت کی حرکت ارسطو کے خیال کے موافق وہی حرکت یومیہ تھی اور وہ نوین آسمان کو نہین مانتا تھا آٹھوین آسمان کو فلک الافلاک جانتا تھا وہ رصد سے اتنا ہی کام لے سکا نہ زائد۔

اسکے بعد ابرخس کو رصد سے معلوم ہوا کہ ان ثوابت کی حرکت علاوہ حرکت یومیہ کے ہی مگر تعین نہ کر سکا اسکے بعد بطلیموس نے اس مرحلہ کو بھی طی کیا اور کہا کہ فلک ثوابت کا دورہ چھتیس ہزار برس مین پورا ہوتا ہی اسکے بعد جب دور رصد اسلام پہونچا تو اکثر متاخرین نے رصد سے معلوم کیا کہ تیئیس ہزار سات سو ساٹھ برس مین ختم کرتا ہی ابن اعلم کو یون معلوم ہوا کہ پچیس ہزار دو سو برس کا ایک دورہ مین گذارتا ہی اسکے بعد جو رصد مراغہ مین مسلمانون نے قائم کی تھی جسکے متولی نصیر الدین طوسی تھے اس رصد سے بھی نصیر الدین کے خیال سے ابن اعلم کی رائے صحیح

لے واضح ہو کہ سات آسمان بیان کیے ہین کرسی و عرش بھی تسلیم کیے ہین جنکو ملا کر مجموعہ نو ہو جاتے ہین ۱۲

بنا ہوئی اگر طرفہ یہ ہی کہ اسی رصد سے جو محی الدین مغربی نے نکالا تو اکثر متاخرین کی راے صحیح نکلی سمرقند مین جو رصد الغ بیگ نے قائم کی تھی اُسکا حاصل بھی متاخرین ہی کی تائید کرتا ہی ہند مین جو رصد راجہ جے سنگھ کی معاونت سے مسلمانون نے قائم کی تھی اسکا حاصل ہر چند مین نے تلاش کیا مگر نہ معلوم ہوا کہ ہند مین اس مسئلہ کے متعلق کیا عمل کھلا تھا۔

بہرصورت حکماے مشائیہ ستارون کی حرکت کو آسمانون کی حرکت کے تابع مانتے ہین جسکی وجہ سے تبدل موسم و طلوع و غروب وغیرہ امور ہوتے ہین بطلیموس جو استاد فن مانا گیا ہی اسکی راے یہ ہی کہ یہ سب ستارے خود بھی متحرک ہین جیسے ہوا مین پرند یا پانی مین مچھلی وہ آسمانون کا پھٹنا جڑنا محال نہین مانتا اور نہ قدیم مانتا ہی گویا اس مسئلہ مین اچھا خاصہ نادان ہی۔

مذہب دوم یورپ اور اُسکے مقلدین اب اُس خیال پر اچھی طرح جم گئے ہین جو فیثاغورث اور اُسکے بعض توشیعون کا خیال تھا اسکے دلائل جیسے ہم جدید یا حسی دانون سے نقل کرین گے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ مذہب کی تفصیل بھی یورپ ہی کے مقلدین سے نقل کردین۔

پنڈت رتن ناتھ لکھنوی کی کتاب شمس الضحیٰ سے جو اُنھون نے اپنے خیال کے رو سے یورپ کی کتابون کا لب لباب لکھا ہی نقل کردینا اچھا ہی یہ کتاب سنہ ۱۲۹۵ ہجری لکھنؤ مین نولکشور کے یہان طبع ہوئی صفحہ (۷) مین لکھتے ہین زمین قائم بالغیر نہین بلکہ اپنی محور یعنی ایک فرضی خط مستقیم پر گھومتی ہی جو سیدھا وسط مین گذر کر قطبین سے جا ملا ہی زمین کی دو حرکتین ہین ایک حرکت یومیہ جس سے زمین دن بھر مین اپنے محور کے گرد ایک دفعہ گھومتی ہی اس گردش مین اُسکا وہ نصف حصہ روشن ہو جاتا ہی جو آفتاب کے رخ ہوتا ہی اور اسی کو دن کہتے ہین جو نصف حصہ اسکے برخلاف ہوتا ہی وہ تاریک رہتا ہی اُسے رات کہتے ہین صفحہ (۸) دوسری حرکت حولیہ جس سے وہ یعنی زمین کرۂ شمس کے گرد ۳۶۵ دن ۵ گھنٹہ ۴۸ منٹ اور ۴۸ سکنڈ مین ایک مرتبہ دورہ کرتی ہی صفحہ زمانہ سلف مین لوگون کو یہ تصور تھا کہ زمین ساکن ہی اب علماے متاخرین نے اپنی شمشیر لیاقت کے جوہر دکھائے اور مثل علوم متعارفہ اس بات کو اظہر من الشمس کر دیا کہ زمین متحرک ہی اور آفتاب کے گرد گھومتی ہی واللہ اعلم سب سے پہلے کس الہی حکیم نے زمین کے سکون کا ابطال کیا اسقدر البتہ معلوم ہی کہ خطۂ یونان کا حکیم جلیل اور علامۂ نبیل فیثاغورث زمین کے ساکن ہونے کا

قائل تھا یہ شہور معروف حکیم مسیح سے (۵۰۰) برس پہلے پیدا ہوا اور جزیرہ سیمس واقع ملک یونان کا باشندہ تھا فیثاغورث اپنے ہم وطنون کو صحیح دلائل سے سمجھاتا تھا کہ زمین ساکن نہین ہوسکتی لیکن کوئی اسکے کلام صدق التیام کو باور نہ کرتا تھا جو چند آدمی اس حکیم کے تجر علمی کے معتقد تھے انھون نے اُسکے قول کو قول فیصل سمجھکر آمنا و صدقنا کہکر تسلیم کرلیا مگر ایسے لوگ معدودے چند تھے اور النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے تھے آخرکار سولھوین صدی کے شروع مین پادری نکولس کاپرنکس نامی جرمنی کے باشندہ نے فیثاغورث کی تحقیق انیق کا سکہ بٹھادیا اور اُس کے نظام کو ازسرنو چمکا دیا اور من کل الوجوہ و من کل الحیثیات ثابت کردیا کہ آفتاب ساکن اور مرکز ہی اور اُسکے گرد یہ گیارہ سیارے دورہ کرتے ہین۔ مریخ۔ زہرہ۔ مشتری۔ زحل۔ عطارد۔ زمین۔ وسٹا۔ جونو۔ پالس۔ سیریس۔ ہرشل۔ انتہی اسقدر عبارت نقل مذہب کے واسطے کافی ہی باقی اثبات دلیل کا پیرایہ لیے ہوے ہی اسکو انشاء اللہ تعالیٰ دلائل مین نقل کردینگے۔

مذہب سوم۔ بعض کا مذہب ہی کہ زمین ہمیشہ اوپر کو حرکت کرتی ہی آسمان و ستارے اوپر کو حرکت نہین کرتے۔

مذہب چہارم۔ بعض کا مذہب یہ ہی کہ زمین ہمیشہ نیچے کو حرکت کرتی ہی آسمان و ستارے نیچے کو حرکت نہین کرتے۔

مذہب پنجم۔ بعض متقدمین کا مذہب ہی کہ زمین و آسمان ہردو اوپر کو حرکت کرتے ہین بمقدار معین۔

مذہب ششم۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ زمین و آسمان ہردو بمقدار معین نیچے کو ہمیشہ حرکت کرتے ہین

ان سب مذاہب کی تصریح چاہتے ہو تو تبصرہ و شرح مواقف و حواشی تصریح دیکھو۔

اب ہم مقدمہ سے فارغ ہوکر باب اول کو شروع کرتے ہین اسمین تین فصل ہین فصل اول مین چار مذاہب آخر کا فیصلہ ہوگا اور فصل دوم و سوم کو مذہب دوم کے واسطے خاص کردیا ہی اسواسطے کہ زمانہ مقصود بالذات ہم کو مذہب دوم ہی کے دلائل وغیرہ کا بیان کرنا باب اول مین مطلوب ہی جدید ریاضی دانون نے دوم مذہب کو اختیار فرماکر دلائل بقدر امکان قائم کیے ہین۔

سلہ آریہ کا مذہب ہی کہ زمین سورج کے گرد متحرک ہی اور سورج بھی متحرک ہی ستیارتھ پرکاش صفحہ (۳۰۱ و ۳۰۲) - ۱۲

باب اول فصل اول

مذہب ششم ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مذہب ششم والون کی راے ہے کہ زمین و آسمان ہر دو بمقدار معین نیچے کو حرکت کرتے ہین۔ جہانتک دیکھا گیا ان کے پاس کوئی دلیل نہین پائی گئی محض اپنے خیال سے یون خیال ہوتا ہے کہ اس مذہب کے قائل کو شاید کسی وقت یہ خیال ہوا ہو کہ زمین تو ایک ثقیل جسم ہے آسمان بھی ویسے ہی ہون گے اور ظاہر ہے کہ ہوا مین ثقیل جسم ٹھہر نہین سکتا پس ضرور ہے کہ نیچے کو حرکت کرین۔

جواب

یہ صحیح ہے کہ زمین ثقیل ہے مگر وہ اپنے مرکز پر قائم ہے اور یہ امر شاہد ہے کہ جسم ثقیل کا ثقل جب سب جانب سے ایک طرف مائل ہوتا ہے تو اُسکو گرنے کی گنجایش نہین رہتی جیسے دو ہموزن آپس مین ہاتھا پائی کرتے ہین تو ہر ایک کا ثقل دوسرے پر مائل ہے گرتے نہین رہا آسمانون کا قصہ اگر اُنکو ہوا سے بھی خفیف اور لطیف مانا جائے جیسے تمام حکما کا مذہب ہے تو پھر اُنکو گرنے کی ضرورت نہین اور اگر ثقیل مانا جائے جیسے میری اور میرے ہمخیالون کی راے ہے تو اُن کے لیے بھی مرکز ثقل ہا کر گرنے سے بچائین گے۔

اعتراض اول ۔ اگر یہ ہر دو نیچے کو چل دیتے تو زمین کی حرکت محسوس ہوتی نہ سکون اور یہ بڑ ظاہر بات ہے کہ مشاہدات کے خلاف یہ کوئی قطعی دلیل جب تک نہ ہو کوئی بات قابل اعتبار نہین ہوتی صرف کسی احتمال سے کام لینا گویا کام کو برباد کرتا ہے اس امر کی تفصیل مذہب دوم مین ہوگی انتظار کرو۔

اعتراض دوم ۔ ہم دیکھتے ہین کہ جو جانب انسان کے سر کی طرف ہے وہ فوق ہے اور جو پاؤن کی طرف ہے وہ تحت ہے اور یہ خود ایک ظاہر امر ہے کہ آسمان ہر طرف سے زمین کو گھیرے ہوے ہے اور وہ زمین کے ہر قطعہ سے بجانب سر ہی پھر زمین کا بذات خود نیچے کو حرکت کرنا متصور ہی نہین۔ اگر یون خیال کیا جائے کہ آسمان کا گولا پورا نیچے کو جاتا ہے اور اُسکے ضمن مین زمین بھی جاتی ہے جیسے کشتی اور جالس تو یہ بھی بوجوہ باطل ہے۔

وجہ اول آسمان اور زمین ملے ہوے نہین تاکہ حرکت فلک سے حرکت زمین ہو اور ہوا پر ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہین کہ اس قدر دباؤ فلک کا نہین پڑتا کہ ہوا کے دباؤ سے زمین فلک کے ساتھ متحرک ہو ورنہ

محسوس ہوتا ہوا کو جب ابر نیچے کو دباتا ہی تو دباؤ محسوس ہوتا ہی اور اگر فلک کا دباؤ بھی ہوا پر ہو جب بھی ہوا جسم لطیف ہی وہ خود آپس مین مندمج ہو جاتی ہی یا سرک جاتی ہی جیسے اجسام لطیفہ دیگر بلکہ ہوا مین روزانہ مشاہدہ ہوتا ہی کہ جب کسی چیز سے دبتی ہی تو سرک جاتی ہی یا منکاشف ہو جاتی ہی ہان اگر زمین و آسمان مین لوہے یا کسی دوسرے سخت جسم کے ستون یا ڈنڈے لگے ہوئے ہوتے تو ضرور جب آسمان جدھر کو چل دیتا زمین کو بھی بوجہ اتصال حرکت سے چارہ نہ تھا مگر ایسا تو ہی نہین۔

وجہ دوم یہ ہی کہ فلک کا دباو زمین پر پڑ ہی نہین سکتا اسواسطے کہ جسم محیط جب حرکت کرتا ہی تو محاط پر اُسکا دباؤ نہین پڑتا جبتک جسم محیط کے اجزا اندر کو نہ دبین گے ممکن نہین کہ محاط پر دباو پڑ سکے ہان اگر اتصال ہو تو دوسری بات ہی مثلاً گیند رڑکا کر کے دیکھو اسکے اندرونی ہوا پر گیند کا سطح اندرونی اگر نہ ملا ہوتا تو اُسپر گیند کا دباؤ ہرگز نہ پڑتا ہان اگر آسمان اوپر سے حرکت کرے اور اسکا سطح اندرونی زمین سے آملے تو زمین اُسکے ساتھ جا سکتی ہی مگر ایسا تو ہوتا نہین مگر یہ بھی جب ہی ہوگا جب آسمان سخت ہو اور اُسکے اندرونی سطح کو زمین چیر کر باہر نہ ہو سکے۔

اعتراض سوم۔ اس حرکت سے نہ طلوع ہو سکتا ہی نہ غروب وغیرہ جیسے ظاہر تو پھر اس مذہب کا مالک طلوع وغروب کی فکر اگر یون کریگا کہ آسمان یا زمین اپنی محور پر بھی حرکت کرتے ہین تو اس صورت پر لازم ہوگا کہ ایک جسم ایک وقت حرکت مستدیر بھی کرے اور مستقیم بھی اور یہ محال ہی وجہ یہ کہ حرکت مستدیر و مستقیم حرکت کی دونوع متبائن ہین جیسے سواد و بیاض بدین وجہ وہ ایک جسم مین ایک وقت جمع نہین ہو سکتے۔

اگر مستدیر سے مستدیر عرفی مراد ہو تو ممکن ہی کہ ایک جسم ایک وقت مین ایسی حرکت کرے کہ اُسکا مکان بھی بدلتا جاے اور وہ اپنی محور پر گھومتا بھی جاے جیسے گیند کو رڑکا کر ملاحظہ کرو لکن یاد رہے کہ یہ خیال یہان پر خام ہی بدین سبب کہ زمین و آسمان کی حرکت نیچے کو نہ ارادی ہی نہ قسری نہ عرضی لامحالہ طبعی ہوگی یعنی وہ اپنی ذاتی ثقل کی وجہ سے پستی مین حرکت کر رہے ہین پھر کیونکر ممکن کہ انکی حرکت خط مستقیم پر نہ ہو حرکت طبعی کے ساتھ جب کوئی جسم حرکت آمینہ کرتا ہی تو اُسکو لزوماً خط مستقیم پر حرکت کرنا پڑتی ہی کیونکہ اُسکی طبیعت کا ذاتی تقاضا ہی کہ پستی مین پہونچے پھر کیسے ممکن ہی کہ وہ راستہ مین بلا کسی دوسری وجہ کے گھومتا جاے گیند کسی بنا سے

اُراکر دیکھو گے تو جان لوگے کہ وہ پستی میں گھومتا ہوا نہیں آویگا بلکہ سیدھا چلے گا۔

اعتراض چہارم۔ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ حرکت زمین و فلک کے پیچھے اسواسطے اہل عقل
پڑ گئے کہ بدون حرکت طلوع غروب وغیرہ مشاہدات ممکن نہیں لامحالہ انکی علت دریافت کرنا تھے اس مذہب کو
چونکہ اس غرض سے کچھ نہین چہ نہ معلوم یہ کس مصرف کے لیے تجویز ہوا ہے۔

اعتراض پنجم۔ اگر زمین نیچے کو متحرک ہوتی لازم تھا کہ اوپر کو جب پتھر پھینکا جائے تو پھر زمین کو
نہ پاسکے اسواسطے کہ زمین بباعث ثقل ہزار ہا حصہ تیزی سے نیچے کو چلیگی پتھر کا واپس ہوکر ملنا کیونکر متصور ہے

تنبیہ

ہم نے حرکت زمین کو بجانب پستی باطل کر دیا ہے جس سے یہ مذہب باطل ہوگیا رہا یہ امر کہ صرف
آسمان بھی پستی مین حرکت کرتا ہے یا نہ وہ کسی مذہب کا تقاضہ نہیں ہے کہ آسمان صرف اوپر کو یا نیچے کو حرکت کرتا
ہو نقشہ میں سب مذاہب ذکر ہو چکے ہین وہان دیکھ لو مگر ہم صرف حرکت آسمان بجانب پستی بوجوہ باطل کر دیتے ہین
آسمان ایک بڑا عظیم الشان جسم ہے اگر یہ بوجہ ثقل طبعی پستی مین حرکت کرتا تو چند ہی روز مین ہمکو لے مرتا
اور یہ ستارے جو اسمین جڑے ہوئے ہیں اور اسمین رہتے ہین ہم سے آملتے مگر ایسا تو کبھی ہوا نہیں کم از کم قرب تو
محسوس ہوتا جسنے یون کہا ہے کہ یہ نہایت دھیمی حرکت کرتا ہوگا مثلاً لاکھ برس مین ایک گز تو قابل احساس نہوگی
اسنے میرے خیال مین سوچنے مین کمی نہیں کی۔ جب اپنے عظیم الشان ثقل کی وجہ سے پستی کو جا رہا ہے پھر
دھیمی حرکت سے مطلب کیا علاوہ بران یہ امر بھی آگے چل کر باطل ہوگا۔

وجہ دوم۔ ہم جہانتک تصور کرتے ہین تو فوق اور تحت اپنے سے قیاس کر سکتے ہین سر کی جانب
کو ہم فوق کہتے ہین پاؤن کی جانب کو تحت کہا جاتا ہے اسکے سوا ہم کوئی دوسری قسم کا فوق و تحت تجویز نہیں
کر سکتے پس اس بنا پر اگر فلک کو پستی مین متحرک مانین گے تو یون ہی کہ سکتے ہین کہ وہ ہمارے پاؤن کے جانب کو
جاتا ہوگا لیکن ادھر ہم دیکھتے ہین کہ فلک ہر طرف سے ہمارے سر پر ہے کسی جانب سے وہ پاؤن کے نیچے نہیں پھر
اُس کا تحت مین جانا کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

وجہ سوم۔ حرکت آئینہ مبدا سے منتہی تک ہوتی ہے اس صورت مین لازم ہوگا کہ فلک اپنی حرکت

کے واسطے کوئی منتہی قرار دے جب ایسا ہی تو پھر دائمی حرکت متصور نہین مگر یہ وجہ جب ہی کام دیگی کہ موافق قول مشائیہ نعوذ باللہ عالم کو قدیم مانا جائے ورنہ نہین۔

وجہ چہارم حکما سابقہ نے رصد سے دریافت کیا ہی کہ افلاک اپنے محاور پر حرکت مستدیرہ حقیقی کرتے ہین اُن کے واسطے مستقیمہ کیونکر ہوگی ورنہ پھر دو حرکت متبائنہ جمع ہون گے۔

وجہ پنجم۔ اگر فلک کا گولا پورا بستی یا اوپر کو چلدے تو لازم ہوگا کہ اسکی حرکت کے واسطے مکان ہو جسمین حرکت کرے اور حرکت قدیمہ کے واسطے ضرور ہی کہ مکان غیر متناہی ہو اور مکان غیر متناہی کا موجود بالفعل ہونا علم طبعی والون نے براہین قاطعہ سے باطل کر دیا ہی۔ یہ وجہ بھی جب ہی کام دیگی کہ حرکت فلک کو از جانب ماضی یا مستقبل نعوذ باللہ قدیم مانا جاے۔

وجہ ششم خلا یعنے فراغ موہومہ کو چاہیے باطل نہ بھی مانو مگر تاہم آتا تو مجبوری عقل سے ماننا ہی پڑیگا کہ اگر فلک خلا مین حرکت کریگا تو اسکی حرکت کیواسطے کوئی منتہی تجویز نہ ہوگا اسواسطے کہ جہان پہونچکر کہو گے یہ منتہی ہی اس سے اور آگے متصور ہی بلا ترجیح کیونکر تعین ہوگا ضرور حرکت کیواسطے مکان غیر متناہیہ ہوگا اور وہ محالات عقلیہ سے اچھی طرح ثابت ہو چکا ہی۔ اس امر کی تفصیل کیواسطے علم طبعی کی طرف رجوع کرو۔

وجہ ہفتم۔ حکما نے یہ کہا ہی کہ فلک الافلاک کی حرکت ہی کا نام زمانہ ہی اب اگر وہ حرکت مستدیرہ کو چھوڑکر ادھر اُدھر کو جانے لگا تو زمانہ معدوم ہوگا جو امر مستحیل ہی۔ حکما نے اسکا ثبوت علم طبعی مین اپنی پہونچا دیا ہی اسکو بھی وہان ہی دیکھو۔

وجہ ہشتم۔ فلک کی حرکت آئینہ چاہے کیسی ہو بلا دلیل قاطع نفس احتمال سے ایسے عظیم الشان امر کو اپنے سر تھوپنا کچھ کم اندھیر کی دلیل نہین۔

مذہب پنجم ہم لکھ چکے ہین کہ پنجم مذہب والے یہ کہتے ہین کہ زمین اور آسمان ہر دو اوپر کو بمقدار معین حرکت کرتے ہین۔ جہانتک مین نے ٹٹولا اور کتابون کے اوراق اُلٹ ڈالے مجھے کوئی دلیل نہ معلوم ہوئی کہ جو اُن لوگون نے اپنے مذہب کے ثبوت مین پیش کی ہو مجھے یون خیال آتا ہی کہ شاید انھون نے یون چاہو کہ فلک جسم لطیف بلکہ الطف ہی اور جسم لطیف کا طبعی تقاضا ہی کہ وہ اوپر کو حرکت کرتا ہی جیسے آگ و ہوا

جب فلک اوپر کو حرکت کرتا ہی تو اُسکے ضمن مین زمین بھی متحرک ہوگی ورنہ دونون ٹکرا جائین گے۔

تنبیہ

اس مذہب کے بطلان کے واسطے وہی وجوہ بس ہین جو ہم نے مذہب ششم کے بطلان پر قائم کیے ہین بعض وجوہ جو اسمین جاری نہون اُن کو الگ کرو اور باقی دلائل کو خود جاری کرکے دیکھو اگر ہم دوبارہ لکھدین تو بجز تکرار محض کچھ نفع نہوگا۔

علاوہ وجوہ مذکورہ ایک خاص بات یہ بھی ہی کہ حکمانے فلک الافلاک کے محدب کو فوق قرار دیا ہی اور اُسکا ثبوت وہ اپنے خیال کے واسطے ثبوت دے چکے ہین اگر چاہو تو علم طبعی کو جا دیکھو بنا علیہ اگر فلک حرکت اینیہ کریگا تو جہت فوق باطل ہوگی جیسے ظاہر ہی جب اوپر والا فلک بوجہ محدد جہات ہونے کے حرکت اینیہ سے معذور و مجبور ہی تو وسط والے خود محظور ہین ورنہ اُنکا فلک الافلاک سے باہر جانا لازم ہوگا۔ جب ایسا ہی تو زمین غریب بھی یہان ہی ٹکے رہیگی۔

مذہب چہارم ہم کہ چکے ہین کہ مذہب چہارم والے فرماتے ہین کہ زمین ہمیشہ نیچے کو حرکت کرتی ہی آسمان اپنی حالت پر حرکت مستدیرہ کرتا ہی یا نہ کرے بہر صورت نیچے کو تشریف فرما نہین ہوتا اس مذہب کے بطلان سے ہم مذہب ششم کے بطلان مین اچھی طرح فارغ ہو چکے ہین جو دلائل زمین کی حرکت پستی کے بطلان پر قائم کر دیے ہین ملاحظہ فرماؤ۔

مذہب سوم ہم نقل کر چکے ہین کہ مذہب سوم والے اپنی کمیٹی مین طے کر چکے ہین کہ زمین ہمیشہ اوپر کو حرکت کرتے فلک اپنی حالت پر رہتا ہی۔

بطلان اول۔ ہم اچھی طرح بیان کر چکے ہین کہ حرکت دائمی کے واسطے مسافت غیر متناہی درکار ہی اور زمین و آسمان مین مسافت متناہی ہی۔

دوم دیکھ رہے ہین کہ زمین ایک نہایت ثقیل جسم ہی اسکا اوپر کو حرکت کرنا اُسکی طبع اور فطرت کے خلاف ہی۔

سوم زمین اگر اوپر کو حرکت کرتی تو ایک وقت آسمان سے جا ملتی۔

چہارم اگر اوپر کو حرکت زمین مانین تو لازم ہوگا کہ روز مرہ ستارے اور آسمان قریب محسوس ہوتے

اور گرمی دائم محسوس ہوا کرے۔

پنجم اگر ایسا ہوتا تو کم از کم ہزار دو ہزار برس مین رصد سے تو ضرور محسوس ہوتا کہ فلان صدی مین فلک قمر زمین سے اتنا دور تھا اب اتنا قریب ہو گیا اگر ایسا تو نہین ہوا صرف یہ کہدینا کہ شاید بہت ہی بطی حرکت کرتا ہو جو محسوس نہو (خوی بد را بہانہ بسیار) کا مضمون ہو۔ علاوہ بر آن دلیل اول و دوم سے بطلان ہو چکا اچھی طرح سوچو۔

ششم۔ اس حرکت سے طلوع و غروب ممکن نہین پھر کس مصرف کے واسطے سوچا گیا۔

کچھ امر بدیہی اور محسوس تو ہی نہین کہ خواہ مخواہ اقرار کیا جائے ان ہر چہار مذہب کی صحت اور عدم صحت کیواسطے مین نے اپنے مذہب اسلام کو بھی ٹٹولا اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا مذہب صحیح نہین محض غلط بین مگر یہ یاد رہے کہ جو کچھ مین نے اپنے مذہب کے ذمہ لگایا ہی اپنے خیال کی رو سے سمجھا ہی اگر کسی کی رائے میری رائے کے خلاف ہو تو میرا قول اسپر کوئی حجت نہین ہو سکتا۔ جو مجھے اپنے خیال کے رو سے معلوم ہوا وہ درج ذیل ہی۔

قرآن شریف جو میری رائے مین قطعی طور سے صحیفہ آسمانی ہی جسکے متعلق مین لوگون کو بھی یون ہی کہتا ہون کہ اچھی طرح تعصب کی جڑ اکھاڑ کر اپنی سچی عقل سے اُسکو دیکھین اور آسمانی جانکر اور خدا کی سچی کتاب مانکر ابد الآباد کا آرام حاصل کرلین ورنہ وہان رونا اور دانت پیسنا کام ہوگا اسمین ان چہار مذہب کی تردید کی طرف یون اشارہ فرمایا ہی۔

ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا	خدا نے آسمانوں اور زمین کو اپنی جگہ پر سے ٹلنے سے روک دیا
ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ	اگر یہ ٹلتے تو خدا کے سوا انکو کوئی روک نہ سکتا۔

دوسری جگہ فرمایا

ان اللہ یمسک السموات ان تقع علی الارض	خدا آسمانون کو زمین پر گرنے سے تھامتا ہی۔

اب اگر فلسفہ کی طرف میلان ہی تو اسکے روکنے کے وجوہ وہی سوچو جو ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ ایک وجہ یون بھی خیال مین آتی ہی کہ زمین کو تو اپنے مرکز پر مائل کیا جسکی تفصیل پہلے ہو چکی اور آسمان کو حرکت مستدیرہ پر آمادہ کیا جسکی وجہ سے باوجود اپنے غایت ثقیل ہونے کے نیچے کو مائل نہین ہو سکتا وجہ یہ ہی کہ جسم اگرچہ اپنے ثقل کی وجہ سے

نیچے کو بھی کیون نہ مائل ہو جب اُسکو حرکت مستدیرہ تیزی کے ساتھ دیجاتی ہی تو وہ نیچے کو گر نہین سکتا شعلۂ جوالہ کو دیکھو جب خوب اُسکو چکر دیا جاتا ہی تو پھر تھوڑی دیر اگر چکر بھی نہ دین جب بھی وہ اپنے محیط پر حرکت کیا کرتا ہی اپنے ہاتھ کو چکر اکر دیکھو یون ہی پاؤ گے۔

ایک گھوارہ کسی اونچی الگنی سے لٹکاؤ اور پھر اسکو خوب تیزی سے حرکت دو زان بعد دیکھو گے کہ وہ تھوڑی دیر اوپر کو از خود حرکت اپنی محیط پر کرتا ہی اور خوب تیزی سے اوپر نیچے کو محیط پر حرکت کرتا ہی اور پستی مین ٹھہرتا نہین۔

ایک وجہ یہ بھی سوچی جائے تو زیادہ بعید نہین ہی وہ یہ کہ فلک کی صورت نوعیہ کا تقاضا مانا جائے کہ وہ اپنے محیط پر حرکت مستدیرہ کو چاہتا ہی بحسب تقاضا صورت طبعیہ۔

میری رائے تو یہ ہی کہ یہ دو محض خدا کے حکم سے اس فراغ موہوم مین اپنے حیز سے ٹل نہین سکتے اور لوگون کو بھی جو بات ہو تو میرے ساتھ ہو لین ورنہ جدھر چاہین چلے جائین۔

ان چار مذاہب سے ہم فارغ ہو کر فصل دوم مین مذہب دوم کو بیان کرنا چاہتے ہین جس کا بیان مقصود بالذات ہی۔

فصل دوم

اسمین مذہب دوم کے اُن دلائل کا بیان ہوگا جو قوم نے قائم کیے ہین اور اپنے خیال کے ثابت کرنے مین اپنی غایت طاقت سے کام لیا ہی اور بنظر انصاف اپنے خیال کی رو سے پیچھے جوابات تحریر ہون گے۔

تنبیہ

یہ یاد رہے کہ جدید ریاضی دانون نے جو کچھ اپنے دلائل بیان کیے ہین ان سب کو نقل کر دین گے اور نقل مین التزام کیا گیا ہی کہ پوری عبارت بلفظہ نقل کر دیجائے مگر مشکل یہ ہی کہ ان لوگون نے خود ہی بیان دلائل مین بخل سے کام لیا ہی جہان تک ممکن ہوا ہی اختصار کو اختیار کیا گیا ہی یہ خیال رہے کہ نقل دلائل مین کتب جدید ریاضی سے چار کتابون پر زائد اعتبار کیا ہی ایک شمس الضحی جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہی مگر اس کتاب مین مطلب صرف تین

دلائل پیش کیے گئے ہین جیسے ظاہر ہوگا باقی سب کچھ پنڈت رتن ناتھ نے زبان درازی سے ثابت کرنا چاہا جیسے معلوم ہوگا دوم کتاب مفتاح الافلاک مصنفہ محمد حسین پروفیسر ریاضی یونیورسٹی لاہور یہ کتاب مطبع انجمن پنجاب مین ۱۸۸۳ء مین طبع ہوئی ہو اس کتاب کے مصنف محمد حسین موصوف نے اس مطلب کے ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا جہانتک اسکو یورپ والون سے دلائل ملے سب نقل کر دیے اور ناخنون تک اُسکے ثبوت مین زور دیا جنکی تفصیل آگے آتی ہو۔ سوم کتاب حدائق النجوم یہ ایک طویل ضخیم جدید ریاضی کے اصول کی نادر الوجود کتاب ہو اسکو دبیر الملک مہاراجہ رتن سنگھ نے تالیف کیا ہو انھون نے جدید اصول ریاضی کے واسطے ناخنون تک زور دیا ہو خاصکر مسئلہ حرکت زمین پر تو بہت ہی کوشش کی ہو مہاراجہ موصوف پہلے ہندو بعد کو مسلمان ہوے مگر نام نہ بدلا لکھنوی ہین۔ چوتھی کتاب جامع بہادر خانی ہو یہ بھی نہایت عمدہ اور ضخیم کتاب اصول ریاضی قدیم پر عمدہ عمدہ مباحث لکھکر ریاضی جدید کے اصول پر اعتراضات پیش کیے ہین خاصکر مسئلہ حرکت زمین پر بہت چند ایسے زبردست اعتراض کیے ہین جن سے مصنف کے ذہن رسا کا پتہ چلتا ہو۔

ہم پہلے مقدمہ مین بیان کر چکے کہ مذہب یورپ اور عموماً مقلدین یورپ کے جو ہندی ہین سب کا وہی قول ہو جو کسی زمانہ مین فیثاغورث کا قول تھا یعنی زمین دو حرکت کرتی ہو ایک محوری روزانہ دوسری حولی حرکت محوری سے دن رات پیدا ہوتی ہے حرکت سالانہ سے تبدل موسم ہوتا ہو

مقلدین فیثاغورث نے چند دلائل اپنے مدعی کے ثبوت مین پیش کیے ہین شاید اور بھی ہون گے مگر محمد حسین موصوف کی کتاب مین آٹھ کا بیان ہو پنڈت رتن ناتھ کی کتاب مین صرف دو کا بیان ہو یہ آٹھ دلائل حرکت محوری پر قائم ہوے حرکت سالانہ کا ذکر مع دلائل آگے آتا ہو۔ حدائق النجوم مین بھی یہی دلائل مگر تشریح سے۔

نقل دلائل بالتفصیل

مفتاح الافلاک صفحہ (۱۱۵)۔ دفعہ ۹۶۔ زمین کی گردش محوری کا ثبوت باب گذشتہ مین ہم نے فرض کیا ہو کہ زمین ایک محور کے گرد جو اُسکے مرکز مین سے گذرتا ہو چکر کھاتی ہو اور آفتاب کے گرد بھی گردش کرتی ہو لیکن اگر زمین کو قائم (ساکن) فرض کرین اور یہ مان لین کہ اجرام سماوی اس کے گرد ایک دن مین پورا

بکر کھاتے ہین تو بعض مسئلے اسطرح بھی ثابت ہو سکتے ہین لیکن ہم چاہتے ہین کہ اس باب کے ختم ہونے سے پہلے
چند دلائل ایسے پیش کرین جن سے معلوم ہو کہ بحقیقت زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہو اور آفتاب کے گرد چکر کھا
[illegible] ثابت کہ زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہو دلائل مندرجہ ذیل سے ثابت ہو۔

اول یہ کہ فرض کرینسے اجرام سماوی کا زمین کے گرد گردش کرنے کی وجہ ثابت ہوجاتی ہو [illegible]
علاوہ تمام ستارون کے طریق جو سطح متوازیہ مین ہوتے ہین اور جن کو وہ ایکسان وقت مین طے کرتے ہین
معلوم ہوتے ہین۔

اگر زمین اپنے محور کے گرد نہ گھومے تو ہم اُسکی وجہ بھی بتا سکتے ہین کہ اجرام سماوی سب کے سب ایک جسم
سمت کے حصے مین لیکن یہ فرض کرنا چاند اور سورج اور سیارون کی حرکات کے خلاف ہو انتہی بعبارتہ۔

اس دلیل کو سب سے پہلے پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ دیگر دلائل سے یہ دلیل قوم کے نزدیک
زائد مثبت مطلوب ہو۔

سوچنے والے جانتے ہین کہ اس دلیل مین تین امر ہین ایک یہ کہ زمین کی حرکت محوری مان لینے سے
اجرام سماوی کی گردش کی وجہ معلوم ہوجاتی ہو۔

دوم یہ کہ تمام ستارون کے طرق معلوم ہوتے ہین۔

سوم یہ کہ اگر حرکت نہ مانین گے تو سیارون کی حرکت کے خلاف ہوگا۔

جو شخص اچھی طرح موصوف بوصف انصاف ہو اور اچھی طرح سوچے ادھر زمانہ کے رویہ سے دور ہو
صرف دلیل کو بحیثیت دلیل دیکھے تو وہ خوب جان لیگا کہ اس قسم کے دلائل سے ایسے جلیل القدر دعاوی کا ثابت
کرنا جو روزانہ مشاہدہ کے خلاف اور جمہور اہل عقل کے بھی خلاف عقل کی آنکھون پر پٹی باندھنے سے کم
نہین طرفہ یہ کہ ایسے دلائل پر جو درحقیقت عقل تسلیان ہین چرب زبانی کے حاشیہ اور زبان زوری کے پل باندھ
کچھ بے انصافی کی دلیل نہین یہ دلائل ہین جنکے دم پر پنڈت رتن ناتھ چرب زبانی سے کام لیتے ہین۔ پہلے
پنڈت رتن ناتھ کے چند الفاظ بطور مشتے نمونہ از خروار نقل کردین کہ جس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو جا
کہ وہ زبان زوری سے مسائل عقلیہ جلیل القدر لوگون کو سمجھایا چاہتے ہین اور یہ خیال نہین کرتے کہ اہل عقل

نزدیک دلیل کام دیتی ہو نہ چرب زبانی۔ میری رائے ہے کہ آدمی کو زورا زوری اور دھینگا دھینگی سے کام لینے کی فکر نہ کرنا چاہیے وجہ یہ کہ دنیا میں دو ہی قسم کے آدمی ہیں بیوقوف اور عقلمند بیوقوف کو مسائل نظریہ سمجھانے کی فکر کرنا خود بیوقوفی سے خالی نہیں عقلمند دو قسم کے ہیں متعصب اور غیر متعصب۔ متعصب کو چاہیے دلیل سے سمجھاؤ چاہے چرب زبانی سے وہ کسی طرح اپنی مرغی کی ایک ٹانگ کو نہیں چھوڑتا اُسکے انکار کی علت تو صرف تعصب ہے جبتک وہ نہ زائل ہو تب تک وہ کیونکر مان سکتا ہے۔

غیر متعصب دو قسم ہیں سوچنے والا اور نہ سوچنے والا نہ سوچنے والے کے سامنے ہزار چرب زبانی کرو یا دلائل پیش کرو جب وہ سوچتا ہی نہیں تو سب بیکار ہے۔

اب صرف وہ شخص رہا کہ جو عقلمند متامل ہو اور متعصب نہ ہو یہ بات سب دنیا پر ظاہر ہے کہ عقلمند متامل سوا دلیل کسی امر کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا اور خاصکر چرب زبانی اور زورا زوری سے سخت کبیدہ اور بیزار ہوتا ہے یہ بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ جو کچھ اہل عقل کسی مضمون میں موشگافی کرتے ہیں وہ اہل عقل متامل غیر متعصب ہی کیواسطے کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ آدمی دھینگا دھینگی سے کام لینے کے اسباب سوچکر ناحق اپنے وقت عزیز کو رائگان کرے لہذا ہم چرب زبانی سے کام نہ لیں گے صاف مضمون لکھدیں گے۔ چند کلمات منقولہ تہذیب الاخلاق درج ذیل ہیں صفحہ (۱۰۱)۔

جو لوگ حکیم بطلیموس کے پیرو ہیں وہ ابتک زمین کو کرۂ خاک اور مرکز قرار دیتے ہیں اور گردش فلکی کے قائل ہیں مگر ایسے آدمی قریب کبریت احمر کا حکم رکھتے ہیں اسی وجہ سے اب نظام بطلیموسی کے چراغ پر زردی چھاگئی اور یہ خیال باطل لوگوں کے دل سے نکلتا جاتا ہے اور نظام فیثاغورث کوس لمن الملک بجاتا ہے اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے معتقدین بطلیموس کی خاطر سے یہ امر تسلیم بھی کرلیں کہ زمین کرۂ خاک ساکن اور مرکز ہے تو فیثاغورث کی عمدہ عمدہ دلیلوں کو کس صندوق میں مقفل کریں کاپرنکس کی گواہی کو کس قانون کی رو سے باطل سمجھیں بڑے بڑے علما طبیعات کے مصنفات مسلمات کو کہاں لیجا کر چھپائیں امرمن صاحب کے قول فیصل کو کس بحر زخار میں غرق کردیں یوں انصاف کی گردن کو خواہ مخواہ کند چھری سے ریتنا اور چرب زبانی سے مرغی کی ایک ہی ٹانگ قائم رکھنا تو اور بات ہے۔ الخ۔

ہم کہہ چکے کہ دلیل کے تین فائدے بتلائے گئے ہین۔ فائدہ اول تو یہ قرار دیا کہ اجرام سماوی کی حرکت کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ستارون کے طرق معلوم ہوتے ہین۔

الجواب

ان ہر دو فائدہ کو برآمد کرنے کے واسطے یہ کہدینا بس ہے کہ یہ اجرام سماوی سب کے سب ایک جسم مصمت کے نیچے ہین اور اُسکی حرکت سے حرکت کرتے ہین اور اسی وجہ سے وہ سطوح موازیہ مین یکسان حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین اس بات کو خود مستدل نے بھی تسلیم کر لیا ہے جیسے اُسکے کلام سے خود دیکھ رہے ہو رہا یہ کہدینا کہ ایسا فرض کرنا سیارون کی حرکت کے خلاف ہے اسکا جواب ظاہر ہے جب ان سب اجرام کے واسطے ایک جسم مصمت مانا گیا ہے تو ان سیارات کیلیے بھی الگ الگ جسم مصمت مانا جا سکتا ہے جسکی حرکت سے وہ حرکت کرتے ہین جیسے قدما نے تصریح کر دی ہے پھر کوئی وجہ نہین کہ ایسی خفیف امر کے واسطے ایک بلائے عظیم کو جو روزانہ مشاہدہ کے خلاف ہے اپنے سر تھوپا جائے۔

جواب دوم

اگر اجرام سماوی کو آسمانون مین یا خلا میں موجود ... کے گرداگرد متحرک بالذات مانا جائے جیسے محسوس ہے ہماری تو اس دلیل مین کوئی امر ایسا نہین کہ اسکو منع کرے یہ صرف احتمال نہین بلکہ بطلیموس کو رصد سے یون ہی مشاہدہ ہوا ہے کہ تمام ستارے اپنی ذاتی حرکت سے بھی متحرک ہین۔

جواب سوم

دلیل مین صاف کہا پاتے ہو کہ اجرام سماوی جو گرداگرد زمین چکر لگاتے نظر آتے ہین زمین کی محوری حرکت مان لینے سے اس گردش کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے اس بنا پر لازم تھا کہ مستدل اول یہ ثابت کرتا کہ یہ اجرام خود متحرک نہین ہو سکتی اور حرکت کرتے ہوئے گرداگرد زمین نظر آتے ہین پھر لامحالا زمین کے حرکت محوری

مان لینا اب ضروری ہوگا مگر ایسا تو نہین کیا گیا ہان صرف مستدل دلیل کے آخر پہونچکر ہوشیار ہوا اور صرف اتنا کہا کہ زمین کو ساکن مانکر ان ستارون کی حرکت جسم مصمت کے ساتھ مان لینا سیارون کی حرکت کے خلاف ہو لیکن ہم یہ کہتے ہین کہ ایسی صورت مین یہ کہدینا کافی تھا کہ حرکات مختلفہ مین ایک جسم مصمت کافی نہین لہذا بہت سے جسم مصمت ماننے پڑین گے ادھر یہ ظاہر ہو کہ چند اجسام مصمت کے مان لینے پر مستدل نے کوئی قبح ظاہر نہین کیا پھر ایسی صورت مین استدلال کرنا گویا یہ کہدینا ہو کہ اجرام سماوی حرکت کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہین اور انکی حرکت ذاتی پر کوئی قبح بھی قائم نہین ہوا لیکن ہم زمین کی حرکت محوری مانتے ہین کہ انکی حرکت کی وجہ معلوم ہو مگر ایسا کہدینا تو اہل عقل سے سخت بعید ہو۔

اعتراض اول۔ مستدل کا صرف یہ کہدینا کہ زمین کا ساکن مان لینا سیارون کی حرکات کے خلاف ہو۔ ہرگز کافی نہین ہو جبتک یہ ثابت کیا جائے کہ کیون خلاف ہو اور یہ ظاہر ہو کہ دلیل مین تعرض تک نہین پھر یہ کیونکر دلیل بننے کے قابل ہو۔ اگر یون کہا جائے کہ سیارے زمین سے بہت فاصلہ دور پر ہین روزمرہ زمین کے گرد دورہ پورا کرنا بہت بعید ہو تو اسپر ہمین یہ کہدینے کی گنجائش ہوگی۔

اول یہ کہ مستدل نے اُسکا تعرض نہین کیا پھر کیونکر تعین ہو سکتا ہو کہ یہی وجہ ہو۔

دوم یہ کہ خود مستدل نے تمام اجرام غیر سیارہ کو ایک جسم مصمت کا حصہ مانکر زمین کے گرد پھرنا تسلیم کر لیا ہو اور یہ رصد سے اور نیز مستدل کے جا بجا اقرار سے ثابت ہو کہ دیگر ستارے سیارون سے بہت دور ہین جب دور والون کا گردش کرنا تسلیم کر لیا ہو تو قریب والون کا انکار کرنا گویا اُنکے حق جوار کو ضائع کرنا ہو۔

سوم یہ کہ ایسا کہکر استدلال کرنا دلیل دوم کا مفہوم ہو جیسے تصریح سے دیکھوگے تو اول دلیل کا اور نہ پھر دو ایک ہین گے جو غرض مستدل کے خلاف ہو۔

اعتراض دوم زمین کی حرکت محوری سے ستارون کے طرق جب معلوم ہوتے کہ وہ حرکت محوری حقیقی کرتے مگر ایسا تو نہین بلکہ وہ حرکت محوری عرضیہ کرتی ہو جیسے گیند کو کسی فرش پر لڑھکا کر دیکھو ویسی ہی حرکت زمین جدید ریاضی والے مان رہے ہین اگر زمین کی حرکت محوری حقیقی تسلیم کر لین تو حرکت سالانہ جو گرد سورج مانی جاتی ہو وہ کیونکر ممکن ہو۔

اعتراض سوم زمین کی محوری حرکت مان لینے سے دیگر سیارون کی حرکت جو گرد سورج محوری طور پر جیسے زمین کی مانی جاتی ہی مان لینا فضول ہوگا جو ضرورت زمین کی حرکت کے واسطے مجبور کر رہی ہو وہ وہان ثابت نہین ہوتی۔

اعتراض چہارم اس دلیل کو اچھی طرح دیکھوگے تو خلاصہ یہی ہوگا کہ ستارے متحرک نظر آتے ہین وجہ یہ ہی کہ زمین حرکت کرتی ہی سورج دراصل ساکن ہی مطلب یہ ہی کہ بصارت کی غلطی سے ایسا ہوتا ہی جیسے ریل کے سوار لوگ بہ سبب زمین اور پیڑ حرکت ریل کے مخالف جانب متحرک نظر آتے ہین یہ تخیل خود ان لوگون کی تجویز کردہ ہی اور اسی وجہ سے زمین کی حرکت مغرب سے مشرق کو تسلیم کرتے ہین اگر یہ سب کچھ صحیح ہی تو سورج کی ذاتی حرکت جو علاوہ اس حرکت کے ہی اور رصد قدیم و جدید سے صدہا بار مشاہدہ ہو چکا ہی وہ اس دلیل کی واسطے پوری مبطل ہی اچھی طرح سوچو ورنہ ہماری رائے کے مخالف ہو جاؤ گے۔

اعتراض پنجم دسیارے مغرب سے مشرق کو حرکت گرد زمین کرتے ہین اور رصد کا مشاہدہ اس کی قطعی دلیل ہی انکی حرکت کی وجہ زمین کی حرکت ماننے سے ثابت نہین ہو سکتی بلکہ متصور ہی نہین۔[۱]

تنبیہ

بعض لوگ اس دلیل کا یہ مطلب خیال کرتے ہین کہ ستارون کی گردش زمین کی گرد مین جو اضطراب رصد سے محسوس ہوتا ہی وہ اضطراب جاتا رہیگا اور زمین کو متحرک مان لینے سے ان حرکات مضطربہ کی وجہ ثابت ہو جاویگی مگر دیکھتے ہو کہ الفاظ دلیل اچھی طرح اس مطلب کا انکار کر رہے ہین علاوہ بر آن زمین کی حرکت مان لینے سے وہ اضطراب دس گونہ ہو جائےگا۔ مثلا ایک معمولی سی بات لکھدیتا ہون وہ یہ کہ بعض سیارے مشرق سے مغرب ہو کر زمین کے گرد چکراتے ہین اور بعض بالعکس اسے دیکھنا یہ ہی کہ زمین کو متحرک مانکر یہ حیرت دس گونہ ہو جاتی ہی یا دور ہو جاتی ہی بلکہ اُسکے دور ہونے کی وجہ وہی ممکن ہی جو پہلون نے سوچی ہی زیادہ تفصیل کو کتب قدیم و جدید سے ملاحظہ فرماؤ۔

مستدل نے حرکت جو لیکہ جو دلیل پنجم قائم کی ہی اُسکا مفہوم صاف یہی ہی کہ حرکت سالانہ سے یہ اضطراب رفع ہوتا ہی اس بنا پر اگر اس دلیل کا یہی مطلب ہی تو زیادہ بعید نہین مگر میرے خیال مین یہی مطلب اچھا ہو یہی نہین کہا

[۱] اس اعتراض کی پوری تفصیل جامع بہادر خانی سے ملاحظہ فرماؤ ۱۲

دوم زمین کی سطح پر مختلف مقامون مین مشاہدہ کرنے سے آفتاب کا فاصلہ صحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور جبکہ اُسکا فاصلہ اور ظاہری قطر معلوم ہو تو ہم تقریبًا اسکے حجم کا اندازہ کر سکتے ہین اور چونکہ فاصلہ ۹ کرور ۲۰ لاکھ میلون سے کم نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حجم زمین کے حجم سے دس لاکھ گنا ہے۔ اسلیے یہ فرض کرنا قرین عقل معلوم ہوتا ہے کہ زمین ایک دن مین اپنے محور کے گرد پھرتی ہے بہ نسبت اسکے کہ ایک اتنا بڑا بھاری جسم زمین کے گرد چکر کھائے اور ایسی سرعت کے ساتھ کہ ایک دن مین اس دائرہ کو طے کرے جسکا نصف قطر ۹ کرور ۲۰ لاکھ میل ہے کواکب زمین سے آفتاب کی بہ نسبت زیادہ فاصلہ پر واقع ہین کیونکہ زمین کے مختلف مقامون سے جنکے درمیان بڑا فاصلہ ہو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا قطر کسی ستارہ مین ایسا چھوٹا زاویہ بناتا ہے جو قابل لحاظ نہین اور اس لیے ان کواکب کو آفتاب سے بھی زیادہ سرعت ضرور ہوگی انتہی بلفظہ۔

اس دلیل کو پنڈت رتن ناتھ نے نقل کیا ہے شمس الضحی صفحہ ۱۱۔ ۱۲ امرلازاف موش یعنی اصول قوانین حرکت کے خلاف ہے کہ ایک بڑا جسم مدیر ہو اور چھوٹے جسم کو مرکز قرار دیکر اسکے گرد گھومے یون تو انصاف کی گردن کو خواہ مخواہ کند چھری سے ریتنا اور چرب زبانی سے مرغی کی ایک ہی ٹانگ قائم رکھنا تو اور بات ہے لیکن بے رو رعایت نظر انصاف وا کر کے دیکھیے تو یہ دلیل قاطع اور مسکت خصم ہے کجا آفتاب کجا زمین۔ بقول شخصے کہ زمین و آسمان کا فرق ہے بھلا ان دونون کے عرض و طول کو کوئی نسبت بھی ہو سکتی ہے۔ زمین کو آفتاب سے وہی نسبت ہے جو ایک کو تیرہ سے نسبت ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ آفتاب جو زمین سے قریب ۱۳ - لاکھ حصے کے بڑا ہے اس کے گرد اگر صرف اسقدر مدۃ قلیل مین دورہ کرے۔ العظمۃ للہ۔ ایسی سرعت ہرگز قرین قیاس نہین ہو سکتی اور طبع سلیم اسکو ہرگز قبول نہین کر سکتی انتہی بلفظہ۔

پوری عبارت یہان ہی ہے مگر میرا خیال ہے کہ شاید کاتب سے غلطی ہوئی ہو اور اصل لفظ یون ہو زمین کو آفتاب سے وہی نسبت ہے جو ایک کو تیرہ لاکھ سے نسبت ہے ورنہ زمین کو آفتاب سے ایسی نسبت نہین جو ایک کو تیرہ سے ہوتی ہے بلکہ جو ایک کو تیرہ لاکھ سے ہوتی ہے یا کچھ اور مطلب ہو جسکے جان لینے سے مین عاری ہون۔ صاحب مفتاح الافلاک محمد حسین پروفیسر کی عبارت کا اور اس عبارت کا مطلب قریب قریب ایک ہے صرف فرق ہے تو چرب زبانی اور مطلب کو پیچھے دار بنانے اور نہ بنانے کا ہے دو یورپ کے مقلد ہین اس دلیل کا اصل دیکھتے ہو

کہ جیسے بچون کو ملا یا کرتے ہین اس سے اہل عقل کے نزدیک زیادہ قابل وقعت نہین ہی ہر دو کو یا مرنہایت ناگوار ہی۔ سورج اسقدر جسیم ہی وہ ایک دن مین دورہ نہین کرسکتا تو امین حرکت کے خلاف دیگر ستارے سورج سے بھی دور ہین لکھو اور بھی زیادہ سرعت درکار ہوگی۔

اس کے چند جواب مین لکھدیتا ہون اگر پسند ہون بہتور نہ اپنا منشا سوچو۔

جواب اول

جہانتک جمیع عقلمندون کے منشا سے علم حاصل ہوا ہی وہ یہ ہی کہ ہمیشہ سے عقلمند جسامت و غیر جسامت کا لحاظ نہین کیا کرتے بلکہ ہر چیز کے خلقت کی اصل پر نظر ڈالا کرتے ہین اب اس مسلم قاعدہ کے روسے ہم دیکھتے ہین کہ آیا سورج کے وجود سے کیا غرض ہی جہانتک اہل عقل کی عقل نے انکی تائید کی ہی وہ یہی ہی کہ ایک عالم معنی ہر موجودات کو ظلمت سے روشنی مین کردیا کرتا ہی چونکہ عموما موجودات کے واسطے یہی سبب روشنی ہی اسی واسطے اسکی جسامت کو بہت وسیع کردیا تاکہ روشنی مین کمی نہ ہے۔

جواب دوم

ہم بنی نوع انسان ایسے شریف بلکہ اشرف المخلوقات ہین کہ ہم ہر ایک چیز سے خدمت لیتے ہین کوئی چیز نہین کہ ہماری خدمت سے انکار کرے اور جسنے کچھ بھی خدمت سے انکار کیا اور ناک بھون چڑھائی ہین اسکی ناک مین ہم نے نکیل ڈالکر اس سے خدمت لی ہی پھر کوئی وجہ نہین کہ سورج جو ایک ستھرے جان ہی ہماری خدمت کے واسطے گردش نہ کیا کرے ضرور قرین عقل سلیم یہی معلوم ہوتا ہی کہ ہم مع اپنے مسکن کے آرام سے رہین اور یہی ہماری خدمت علیہ مین آیا جایا کرے رہا اسکی جسامت کا قصہ وہ ایسا ہی خیال کیا جائے جیسے ریل جہاز وغیرہ اشیا جنکی جسامت سے ہمکو کچھ نسبت نہین مگر ہماری منفعت کیواسطے وہ کہان سے کہانتک کس تیزی کے ساتھ ہمیشہ سے گھومتے رہتے ہین۔

جواب سوم

زمین کی حرکت محوری اور سالانہ کی وجہ اور علت یہی بتائی جاسکتی ہے کہ رات اور دن پیدا ہوں اور ہر دو
سے جو منفعت جاہل نے سوچی ہے وہ وجود میں آسکے ادھر یہ امر ظاہر ہے کہ یہ نفع صرف انسان اور لواحق انسان
کے واسطے ہے زمین وغیرہ کا فی ذاتہ کچھ نفع نہیں اب انسان کی جسمیت اور زمین کی جسامت کو لحاظ کرو تمام
افراد انسان زمین کی جسامت کا کروڑواں حصہ بھی نہوں گے جب انسان کی خاطر زمین جیسے عظیم الشان جسم کو
روزمرہ پوری حرکت محوری اور کچھ حرکت حولیہ دیجاتی ہے پھر کیا بعید ہے کہ زمین کی خاطر جو ہمارا دولتخانہ ہے سورج
کو روزانہ حرکت ہو سورج زمین سے اسقدر بڑا نہیں جسقدر زمین کی جسامت ہمارے اجسام سے بڑی ہے۔

جواب چہارم

یہ امر مشاہدہ اور بار بار کے تجربہ سے اہل عقل نے تجربہ کیا ہے کہ جسقدر جسمیت بڑی ہوتی ہے اسقدر
قوت محرکہ بھی زائد ہوتی ہے ریل کا انجن جسقدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر قوت زائد رکھتا ہے جب سورج کو زمین سے
لاکھ حصہ بڑا مانا جاتا ہے تو اسمیں قوت محرکہ بھی دس لاکھ گنا ہوگی اگر زمین کی حرکت محوری اور حولیہ ایک
یوم کے حساب سے دیکھو گے تو قریب ۶۸[1] ہزار میل کے فی گھنٹہ پڑیگی جب زمین دس لاکھ گنا حجم میں کم ہو کر
فی گھنٹہ قریب ۶۸ ہزار میل حرکت کرتی ہے تو سورج اگر فی گھنٹہ تقریباً ڈھائی کروڑ میل یعنی روزانہ تقریباً ساٹھ
کروڑ میل حرکت کرے تو کچھ بھی بعید نہیں بلکہ یہ حرکت بہت کم ہے ہمارے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی جسم کا
بڑا ہونا اسکی حرکت طبعی کے سرعت کیواسطے مؤید ہے نہ باعث انکار یہی وجہ ہے کہ چھوٹا جسم مثلاً ریل کا انجن اگر فی
گھنٹہ ۶۰ ہزار میل حرکت کرے تو نہایت سخت بعید معلوم ہوگا مگر زمین کی حرکت ۶۰ ہزار میل فی گھنٹہ کو بعید
ریاضی دان بھی بعید نہیں مانتے حرکات طبعیہ کا بھی حال پاؤ گے جسقدر جسم بڑا ہوگا اسی قدر تیز ہوگا اور یہ
کسی چھوٹے اور بڑے جسم کو نیچے گرا کر دیکھو گے تو ہماری سچائی کا اعتراف کروگے۔

جواب پنجم

جسم دو طرح حرکت کرتا ہے حرکت مستقیمہ اور مستدیرہ حرکت مستدیرہ کے بابت کس کو یقین نہیں کہ وہ

[1] ۶۸ ہزار آٹھ سو چھبیس میل فی گھنٹہ۔ جامع بہادر خانی ۱۲

ایک خط موہومہ یعنی محور کے گرد ہوتی ہے حرکت مستقیمہ کے باب بھی تمام حکما نے اپنی کتابوں میں اچھی طرح طے کر دیا ہے کہ وہ منتہی پر ختم ہوتی ہے اور جسم کو حرکت مستقیمہ سے وصول الی المنتہی ہی مراد ہوتا ہے اور منتہی کی بابت سب متفق قائل ہیں کہ منتہی ایک نقطہ موہومہ کا نام ہے ان دو باتوں پر خیال کرنے کے بعد یہ کہدینا کچھ کم تعجب کی بات نہوگی کہ قوانین حرکت کے خلاف ہے کہ ایک بڑا جسم چھوٹے جسم کے گرد گھومے جب بجائے اسکے بڑا جسم نقطہ موہومہ کی طرف یا خط موہومہ پر حرکت کرنے کو تیار ہے تو پھر اسکو چھوٹے جسم کے گرد حرکت کرنے سے کیا عار اور کیا انکار ورنہ حملت علی الاسد ونبت من النقد کی صورت پیش ہوگی۔ اس پہلے بیان سے پنڈت رتن ناتھ کی دلیل قطعی کا اور نیز اسکی جرب زبانی کا حال پورا معلوم کر سکتے ہو۔

جواب ششم

عقلا کا اتفاق بھی ہے اور خود بدیہی بھی ہے کہ مشاہدہ کے خلاف جبتک نہین اعتقاد کیا جاتا جبتک اس سے زائد قوی دلیل۔ یا قوی مشاہدہ نہ پایا جائے اب دیکھنا یہ ہے کہ سورج کی حرکت مشاہدہ کے رو سے کیسی ہے اور اس کے مقابلہ مین جو یہ دلیل پیش کی جاتی ہے وہ کہانتک مقابلہ کر سکتی ہے دلیل کا خلاصہ پہلے سنا چکا ہون صرف یہ امر ہے کہ ایک بڑا جسم اسقدر چھوٹے جسم کے گرداگرد اس تیزی سے گھومے اسکی تنظیم کے خلاف ہے اور بعید ہے اب دوسری طرف کو رخ پھیر کر دیکھو آنکھون سے تو کون انسان ہے جو سورج کو روزانہ متحرک نہین دیکھتا رصد کا مشاہدہ صدہا بار کا بھی یہی بتا رہا ہے کہ سورج متحرک ہے حرکت زمین کا مشاہدہ نہ آنکھون سے ہے اور نہ دوربین اور نہ رصد سے اسکا آجتک کسی فرد بشر نے دعوی کیا ہے اب خود انصاف پسند لوگ انصاف کرین کہ ایک قطعی مشاہدہ روزانہ کے خلاف یہ معمولی سا بعد جو امور طبیعیہ مین صدہا جگہ پایا جاتا ہے کہانتک مقابلہ کریگا کیا مٹی سے انسان کا پیدا ہونا کچھ کم بعید ہے تھوڑی سی بارود ایک ایسا عظیم الشان طوفان برپا کرتی ہے کہ عقل دنگ ہوکر رہجاتی ہے مگر مشاہدہ کا انکار نہین ہوسکتا صرف یہ کہدینا کہ آنکھون سے غلطی ہوتی ہے جیسا چلتی گاڑی کو متحرک اور متحرک کو چلتی خیال کرتے ہین نہایت سخت بے انصافی کی بات ہے وہان تو عوارض کی وجہ سے تھوڑی دیر تک اشتباہ رہتا ہے وہ بھی صرف چند آنکھین اور تھوڑی دیر کے بعد وہی آنکھین۔ (اگیتصم)

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل نقلی وعقلی۔

(۲) علوم جدید و قدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیا تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخ واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فریق کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شائع ہوا کریگا۔

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلما کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا خود ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط وکتابت و ترسیل زر بنام مینیجر ہونا ایسے ہی ضروری ہے جیسے رسالہ مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

مینیجر الندوہ

الندوہ

نمبر ۹ — رمضان ۱۳۳۰ ہجری مطابق ستمبر ۱۹۱۲ء | جلد ۹

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء، تطبیق معقول و منقول، اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

نعیم میر عبد الکریم علوی فقیہ اول دار العلوم و اڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام حاجی عبد الولی خلف علامۂ آسی مولوی عبد العلی صاحب مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

(بقیہ)

بعد رفع اشتباہ خود بتا دیتی ہین مگر زمین کے ساکن اور سورج کے متحرک ہونے کی غلطی کسی آنکھ نے نہ بتائی
روزانہ دیدار با انسان کی دو دو آنکھین زمین کو ساکن سورج کو متحرک دیکھ رہی ہین ایسے ایسے تخیلات سے
اگر مشاہدات کے انکار پر آدمی کمر ہمت باندھے تو تمام بدیہات کو خیرباد کہنا ہوگا اور حواس سے امن اٹھ جائیگا۔

جواب ہفتم

پہلے جوابون مین ہم نے سورج کی جسامت کو تسلیم کرکے جواب دیے مین اب مین یہ چاہتا ہون کہ
سورج کے متعلق جو جو کل یورپ اور ایشیا مین کھلے ہین سب کو ناظرین کے ہر پیش کر دون تاکہ وہ خود انصاف
سے دیکھ سکین کہ یہ جسامت جو بتلائی گئی ہے کہانتک صحیح ہے۔

اہل عقل نے اپنے مجالس مین ہمیشہ سے یہ طے کر لیا ہے کہ کسی مشاہدہ کے متعلق اگر اختلاف فاحش ہو جائے
تو اسکو مشاہدہ نہین کہا جاتا بلکہ وہ تخیل اور وہم ہے۔ عبارات ذیل سے اس اختلاف کو معلوم کرکے اپنی رائے
قائم کر سکتے ہو۔

مصنف مفتاح الافلاک کی عبارت کو تصریح سے دیکھئے ہے کہ وہ کہتے ہین کہ سورج زمین سے دس

واکہ گیا بڑا ہی پنڈت رتن ناتھ نے عجیب مختلف اقوال نقل کر دیے اور طرفہ یہ کیا ہی کہ قائل نہین بتایا اور نیچے اس
اضطراب سے بچنے کمیٹی رائے دی شمس نیّر اعظم صفحہ آفتاب زمین سے بارہ لاکھ پچاس ہزار حصہ بڑا ہی اور
نو کروڑ پچاس لاکھ میل کے فاصلہ پر واقع ہی صاحب مفتاح نے صرف نو کروڑ بیس لاکھ میل کا فاصلہ قرار دیا
ہی جیسے ہم پہلے نقل کر چکے ہین شمس نیّر اعظم صفحہ ۱۱ - یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ آفتاب جو زمین سے قریب ۱۳ لاکھ حصہ
کے بڑا ہی شمس نیّر اعظم صفحہ ۱۲ - دہر المشمس - آفتاب کو آنکھ بھر کر دیکھنا محال ہی اور یہ امر کچھ باعث حیرت نہین
آفتاب کی روشنی چودھوین کے چاند کے مقابلہ آٹھ لاکھ حصہ قوت مین زیادہ ہی اسلیے اسکی ضیا کی وجہ مین آنکھ
خیرہ ہو جاتی ہی تو لوگ ابر اور کہری کے نقاب مین سے اُسکے رخ انور کا معائنہ کرتے ہین عام دوربینون کے
ذریعہ سے آفتاب کو دیکھنا نہایت مضر ہی کیونکہ اُنکے شیشون پر شعاعین حرارت اور روشنی کے ایک مرکزی نقطہ
پر مجتمع ہو جاتی ہین کہ دیکھنے والے کی آنکھین جاتے رہنے کا خوف رہتا ہی اسلیے آنکھون کی حفاظت کے لیے
انجم شناس ہیلیو رنگین شیشے لگا کر دوربین سے معائنہ کرتے ہین اور تب اصل کیفیت نظر آتی ہی ہماری نگاہ مین
آفتاب کا حلقہ کروی معلوم ہوتا ہی چنانچہ نہایت لطیف اور باریک آلات کے استعمال سے ثابت ہوا ہی کہ تمام
اقطار دائرہ کے مساوی ہین صبح اور شام کو اگر مطلع صاف نہو اور کسی قدر کثافت مثل کہری وغیرہ کے ہوا مین
ہو تو آفتاب آنکھ سے صاف دکھائی دیتا ہی لیکن اُسکی شکل مین اختلاف ہوتا ہی یعنی کامل دائرہ کے عوض بیضوی
حلقہ پایا جاتا ہی لیکن یہ صرف نگاہ کا دھوکا ہی سال بھر مین آفتاب کا وہی قد و قامت نہین رہتا ایام سرما مین
نصف کرہ شمال کے باشندون کی طرف بڑا معلوم ہوتا ہی اور گرمی کے دنون مین چھوٹا جنوب مین جو لوگ رہتے ہین
اُنکی نگاہ مین معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہی کیونکہ جب ہمارے یہان جاڑا ہوتا ہی تب اُنکے یہان بڑی گرمی پڑتی
ایسے اختلاف سے یہ سمجھنا چاہیے کہ دراصل آفتاب کی مقدار مین کسی قسم کا تفاوت ہی بلکہ قرب اور بعد سے شمس
کبھی چھوٹی اور کبھی بڑی معلوم ہوتی ہی شروع سرما مین زمین کا شمالی نصف کرہ آفتاب کے قریب تر ہوتا ہی
اسلیے آفتاب ہمکو بڑا معلوم ہوتا ہی اور جنوبی ملک کے باشندون کو آغاز گرما مین ہمکو مشتری سے اگر آفتاب کو دیکھیں
تو ایک مٹر کے برابر معلوم ہوگا مریخ سے چھوٹی گولی کے برابر زہرہ سے لیمون کے برابر عطارد سے ولایتی نارنگی
کے برابر یعنی عطارد سے بمقابلہ سطح زمین کے آفتاب سات حصہ بڑا معلوم ہوتا ہی لیکن کسی چیز کا ظاہری قد و قامت

اُسکے اصلی مقدار کو نہین بتا سکتا کیونکہ بُعد کی وجہ سے وہ مقدار بہت کم معلوم ہوتی ہی حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہی کہ آفتاب کرہ زمین سے ۹ کروڑ پچاس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہی اور یہ بُعد کچھ کم نہین روشنی سے زیادہ تیز رو دنیا مین اور کوئی شی نہین کیونکہ روشنی فی ثانیہ ایک لاکھ نوے ہزار میل چلتی ہی لیکن روشنی بھی آفتاب سے زمین تک آٹھ منٹ مین آتی ہی اگر آفتاب سے آواز آسکتی تو صدا جسکی روانی فی منٹ قریب تیرہ میل کے ہی ہمکو چودہ برس مین سنائی دیتی قصہ اگر ریل فی گھنٹہ تیس میل جاسکے اور کرہ زمین سے بفرض محال اگست ۱۸۷۶ع مین روانہ ہو تو کرہ شمس تک سنہ ۲۲۲۲ء مین پہونچے۔

جب آفتاب کا فاصلہ معلوم ہو گیا تو اُس کے قطر کا دریافت کر لینا نہایت آسان ہی قطر اُس کا قریب آٹھ لاکھ ستاسی ہزار میل کے ہی اسلیے محیط آفتاب ۲ کروڑ سات لاکھ میل سے زیادہ ٹھہرا وسطح شمسی سطح ارضی سے بارہ ہزار حصہ زیادہ ہی یعنے چوبیس کھرب اٹھتر ارب چھیاسٹھ کروڑ میل مربع سے کم نہین وسعت مین آفتاب کے کل مادہ کی پیمائش کی گئی ہی اور ثابت ہوا ہی کہ تین سنکھ چونسٹھ پدم ۴۴ ۳ نیل ۳۶ کھرب ۲۰ ارب مکعب میل ہی یعنی آفتاب کی مقدار کو اگر نظام شمسی کے کل سیارون کی مجموعی مقدار سے مقابلہ کرین تو بھی آفتاب چھ سو مرتبہ بڑا ثابت ہو گا۔

یہانتک تو خیر ناظرین بخوبی سمجھے ہون گے لیکن اس امر سے اکثر آدمی متحیر ہون گے کہ دانایان فرنگ نے آفتاب کا وزن کرنا بھی باقی نرکھا آفتاب کی جسامت بمقابلہ جسامت ارض تین لاکھ پچاس ہزار مرتبہ زیادہ ہی اور پیشتر ذکر کیا گیا تھا کہ آفتاب کی وسعت بمقابلہ وسعت زمین ایک کروڑ چار لاکھ سے کم نہین اسلیے صاف ظاہر ہی کہ جسم آفتاب مین بمقابلہ جسم ارض کے ثقل کم ہی یعنی ثقل ارض کا چہارم حصہ ہی اور گو اسکا ثقل کم ہی تاہم وزن کے خیال کرنے مین خود قوت خیال کو غش آتا ہی وزن آفتاب کا بحساب من .... ۶۰۳۱۴۰ من سے زیادہ ہی (نقطہ چھتیس ہین) نظام شمسی کے کل سیارون کی جسامت کا مجموعہ صرف آفتاب کی جسامت کے مقابلہ مین کہین کم ہی پیشتر لوگون کو گمان تھا کہ آفتاب آگ سے مرکب ہی مگر یہ غلط ہی اسمین بھی قریب قریب وہی اجزا ہین جو زمین مین ہین مگر لوہا زیادہ ہی اس کے گرد بخارات ہمیشہ جمع رہتے ہین اور چہار طرف ہوا یعنی انھین بخارات سے گھرا ہی اجزو مذکور ایسے روشن ہین کہ دنیا مین

ان سے زیادہ روشن اور کوئی شی نہین ہی اگرچہ زمین سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ ۶۰ ہزار میل کا ان سے فاصلہ ہی تا ہم انسان بغیر خیرگی نگاہ کے آنکھ بھر کے دیکھ نہین سکتا۔

کرہ شمس ایک جسم مصمت ہی اور سب سیارون کی گردش کا مرکز ہی اور اپنی محور پر مغرب سے مشرق کی جانب ۲۵ دن ۱۵ گھنٹہ اور ۱۶ منٹ مین دورہ ختم کرتا ہی وہ زمین کے قطر سے جو صرف ۷۹۱۲ میل ہی ۱۱۲ حصہ زیادہ ہی روز روشن مین جو سیارے نظر نہین آتے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دن کے وقت وہ غائب ہو جاتے ہین اور شب کو پھر ظاہر ہوتے ہین۔ نہین نہین بلکہ ایک سیدھی بات ہی کہ مہر منیر کی اشعۂ لامعہ درخشان کے مقابلہ مین انکی چمک دمک بیفروغ ہو جاتی ہی یا دوربین کے ذریعہ سے البتہ دن کو بھی ستارے نظر آسکتے ہین اکثر لوگون نے بڑی چاہ سے کنوئن اور عمیق غارون مین سے دن کے وقت ستارے دیکھے ہین چاندنی مین بھی سب ستارے مہتاب کی تیزی روشنی کے سبب سے نہین دکھائی دیتے مگر شب دیجور مین بلا اعانت دوربین کے تین چار ہزار ستارون کے قریب نظر آتے ہین انتہی بالفاظہٖ شمس الضحی صفحہ ۲۵ شمس ..... ۱۳۸۴ حصہ زمین سے زیادہ ہی اس عبارت کو مین نے اسی واسطے پورا نقل کر دیا ہی کہ سورج کے متعلق جو کچھ یورپ مین گل کھلے ہین ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہو جائین اس عبارت کے دیکھنے کے بعد لوگ خود رائے قائم کر سکتے ہین اس عبارت سے خود ناظرین تناقض در تناقض و اختلاف فحش دریافت کر سکتے ہین اور یہ کہ ایسے فحش اختلافات کے ساتھ اس قسم کے مشاہدات ہرگز قابل اعتبار نہین ہوا کرتے مین اپنی عقل سے جہانتک کام لے سکتا ہون کہہ سکتا ہون کہ قرب اور بعد کے دریافت کرنے کے واسطے جسقدر آلات اور قواعد متقدمین اور متاخرین نے علم الابعاد مین بیان فرمائے ہین یعنی جن اصول کا ہی وہ اصول نہایت ہی بودے ہین اور بیحد ناقابل اعتبار ہین انکی وجہ سے دوری اور قرب کا حال کسیطرح پورے طور سے معلوم نہین ہوتا اور اسی وجہ سے ہر چیز کے حجم مین اختلاف فحش پڑ جاتا ہی میری رائے ہی کہ اہل ریاضی پہلے ان اصول کو صحیح کر لین پھر جسکا چھوٹا بڑا ہونا بتلائین گے صحیح ہوگا انھین اصول کے ضعیف اور باطل ہونے کی وجہ سے آجتک جو سورج کے متعلق اہل ریاضی نے موشگافی کی وہ بھی کسی طرح قابل اطمینان نہوئی یورپ والون کی عبارت سے تو جو رائے ناظرین نے قائم کی ہوگی وہ انکو خود معلوم ہوگی اب ارسطو و افلاطون و بطلیموس جو موجد ریاضی تک سمجھا جاتا ہی اور شیخ الرئیس و طوسی وغیرہ وغیرہ حکماء یونان و اسلام کی رائے اور

ہات صدبار سو رصد جدید و قدیم سے دیکھا علامہ تحفہ و تبصرہ تک جو رصد سے بار بار دیکھ چکے ہین یہی ثابت ہوتا ہی کہ سورج زمین سے تین سو چھبیس حصہ بڑا ہی بعض نے تین سو ساٹھ تک بیان کیا ہی۔ نصیر الدین طوسی نے صدہا بار رصد کو دیکھکر اچھی طرح یہ لکھدیا ہی کہ سورج صرف زمین سے ایک سو ترسٹھ حصہ بڑا ہی اُسکے بعد بھی اچھے اچھے رصد کے تاکنے والون نے اسکی تصدیق کی ہی۔ سب سے بڑی بات یہ ہی کہ طوسی کو رصد سے بہت سابقہ پڑا ہی رصد مراغہ کا یہ متولی ہی تھا دیگر رصد اسلام سے بھی یہ نہایت دلچسپی رکھتا تھا رصد کے دیکھنے مین اسکو فرط محبت نہین بلکہ شغف تک نوبت تھی جو رصد اسکو ملی بیٹھکر ستارون کی حرکات و ابعاد کو تاکا کیے۔ رصد سے صدہا بار مختلف مقامون اور مختلف زمانون مین دریافت ہوا ہی کہ فلک سورج کی دوری زمین سے اٹھارہ لاکھ اڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر فرسخ ہی اور سورج اس کے مقعر سے محدب تک مرکوز ہی۔ اس سب کچھ کی تصریح کو صرف سبع شداد صفحہ ۴۹ اور شرح چغمینی سے دیکھو اب اس تطویل قصہ کے بعد مجھے یہ کہنا ہی کہ جب مشاہدات کی یہ حالت ہی تو زیادہ انسب بلکہ ضروری ہی کہ ہم ان اصول پر چلین جو اہل عقل نے ایسے مواضع کیواسطے تجویز کیے ہین وہ یہ کہ جب کسی امر مین اختلاف فحش ہو جائے تو اسقدر تسلیم کرنا چاہیے جسپر سب کا اتفاق ہو اور زیادت کو چھوڑ دیا جائے ان مسلمہ اصول کے بعد ہم دیکھ رہے ہین کہ سب سے کم بعد جو بتایا گیا ہی وہ ساڑھے اٹھارہ لاکھ فرسخ ہی اور سب سے کم جسامت جو بتائی گئی ہی وہ ایک سو ترسٹھ حصہ ہی پھر ہم پر ہر طرح لازم ہی کہ اسیکو تسلیم کرین جب ایسا ہی تو پھر وہ تعجب جو پنڈت رتن ناتھ اور ایلم رپ وغیرہ کو عارض تھا جاتا رہیگا اسواسطے کہ تعجب یہ تھا کہ سورج تیرہ لاکھ حصہ بڑا ہی اور نو کروڑ پچاس لاکھ میل پر دور ہی لہذا اسکو ساٹھ کروڑ میل حرکت روزانہ کرنا ہوگی اور یہ بہت بعید ہی اب وہ تعجب گویا بالکل نہ رہا کیونکہ تیرہ لاکھ سے کم ہوتے ہوتے صرف ایک سو حصہ رہا اور یہ ظاہر ہی کہ کسی چیز کے تیرہ لاکھ حصے جاتے رہین اور صرف ایک سو حصہ باقی رہے تو اہل عقل اسکو کالعدم خیال کر لیا کرتے ہین جب اس تعجب کا شیرازہ بکھر گیا تو اس دلیل کا شیرازہ بھی بکھر جانا چاہیے۔

یہ کسی طرح نہین کہا جا سکتا کہ یورپ والون کے مشاہدات سورج کی مقدار وغیرہ کی بابت زیادہ قابل اعتبار ہین

اول بدین وجہ کہ خود بخود جو کچھ اُن کے مشاہدات مین خلاف ہی وہ دیکھ چکے ہو۔

دوم بدین وجہ کہ رصد کا مشاہدہ بہ نسبت دوربین کے بدرجہا اچھا ہی دوربین سے بسا اوقات

ایک پہاڑ کو دور سے دیکھا اور اُسکی مقدار اونچائی تعیین کی اور جب جا کر ناپا تو خلاف پایا اور مصالیا
جہانتک مجھے معلوم ہی وقوع مین نہین آیا مین انکار نہین کرتا کہ یورپ والون نے رصد سے دنیا کا بہت کچھ گو
اُن کے مشاہدات کی بنا دوربین پر ہی۔

سوم وجہ یہ ہی دوربین سے جو مقدار تعیین ہوتی ہی بعض وقت بداہت اولیہ کے خلاف پڑتی ہی
جسکی تکذیب کسی طرح کم ہمت عقل نہین باندھ سکتی ہین صرف ایک ایسی عام نظیر بیان کرتا ہون جسکے سمجھنے کیواسطے
پڑھنے لکھنے کی ضرورت نہین وہ یہ ہی کہ زہرہ اور مشتری مشہور ستارے ہین بچون کو بھی معلوم ہی لہذا ہم انھین دو ستارون
کے متعلق ہنود فریق کا مشاہدہ نقل کرکے کہتے ہین کہ ناظرین اپنی رائے قائم کرلین زہرہ اور مشتری ایسے روشن ستارے
ہین کہ بیان کی ضرورت نہین اور نظر مین دونون قریب قریب برابر ہین۔

یہ امر از خود ظاہر بلکہ اظہر ہی کیونکہ جن دو جسم کو مساوی نظر آتے ہین لازم ہی کہ وہ مساوی مسافت پر
واقع ہون ورنہ اگر وہ در حقیقت مقدار مین مساوی ہین اور مسافت مین بعید اور قریب تو لا محالہ ایک بڑا اور دوسرا
چھوٹا نظر آئیگا اب یورپ کے مشاہدہ کو اس بدیہی اصول پر رکھکر دیکھو شمس التنجیم صفحہ ۱۵۲ زہرہ ۱/۵ حصہ زمین سے
کم ہی صفحہ ۱۵۳ زہرہ ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ میل آفتاب سے دور ہی صفحہ ۱۲۵ مشتری ۱۴۴۷ زمین سے کم ہی صفحہ ۱۴۴ مشتری
۴۹ کروڑ ۴۴ لاکھ ۹۹ ہزار میل آفتاب سے دور ہی اب انصاف پسند خود رائے قائم کرسکتے ہین کہ جب مشتری
اُنچاس کروڑ چوالیس لاکھ ننانوے ہزار میل کے فاصلہ پر ہی اور زمین سے ایک ہزار چار سو سینتالیس حصہ
کم تو وہ زہرہ سے کس سبب برابر کیونکر ہم کو دکھائی دیسکتا ہی جو صرف چھ کروڑ ستاسی لاکھ میل کے فاصلہ پر ہی اور زمین سے
صرف ۱/۵ کم ہی کیا کوئی انصاف پسند طبیعت کا آدمی جرأت کرسکتا ہی۔

اور طرفہ مشتری کے بابت جو پنڈت رتن ناتھ نقل کرتے ہین سو صفحہ ۱۴۲ مشتری یہ سیارہ سب سیارون سے
بڑا ہی اور اگرچہ شمس اور زمین سے بہت فاصلہ پر واقع ہی تاہم بلا اعانت دوربین نظر آتا ہی آفتاب سے ۴۹ کروڑ ۴۴
لاکھ ۹۹ ہزار ۸۰۰ میل دور ہی اُسکا قطر نواسی ہزار ۶۲۰ میل ہی انتہی یہان تو مشتری کو سب سیارون سے بڑا مانا گیا
ہی جنمین زحل اور سورج بھی داخل ہین اور زحل کو زمین سے ایک ہزار تئیس حصہ بڑا مانا گیا ہی صفحہ ۱۴۵ اُسکے
دوری آفتاب سے صفحہ ۱۴۶ مین ۹۰ کروڑ میل بتلائے گئے ہین اور صفحہ ۱۴۱ ۹۰ کروڑ ۷۰ لاکھ نواسی ہزار تین میل

سالئے ہے مین اگر خوف طوالت نہوتا تو مین وہ اصول علم العباد لکھکر ثابت کر دیتا کہ جسقدر جسم مشتری نظر آرہا ہی اور جسقدر دوری مانی گئی ہی ان دو باتون کے بعد اگر ان اصول کی پابندی کی جائے تو زمین در کنار سورج سے بھی مشتری بڑا ہوگا ان اصول سے اچھی طرح ثابت کیا گیا ہی کہ اسقدر دوری مین بہت فرق ہوجاتا ہی مثلاً متقدمین نے جب ساڑھے اٹھارہ لاکھ فرسخ سورج کو زمین سے دور مانا تو اصول علم العباد کے مطابق انکو کم از کم زمین سے ایک سو ڈیڑھ حصہ بڑا ماننا پڑا اس جدید کمیٹی نے چونکہ فاصلہ نو کروڑ پچاس لاکھ میل کا تسلیم کر لیا تو انکو انھین اصول کی مجبوری سے ۱۴ لاکھ حصہ سورج کو زمین سے بڑا ماننا پڑا اب زہرہ کے جسم کو دیکھو وہ گولر کے برابر سے کسی قدر کم نظر آتا ہی سورج کا قطر قریب ڈیڑھ بالشت کے نظر آتا ہی اگر کوئی سوچنے والا سوچکر کہیگا تو کہدیگا کہ سورج کا قطر جو ہمکو نظر آرہا ہی مشتری سے دو سو حصہ سے کسی طرح زائد نظر نہین آتا جب سورج صرف نو کروڑ میل دور ہونے کی وجہ سے بجائے ایک سو تریسٹھ حصہ کے چودہ لاکھ حصہ مانا گیا تو جو جسم سورج سے اٹھاس کروڑ میل سے زائد دور ہی اور سورج کے دو سو حصہ مین سے ایک حصہ کے برابر نظر آرہا ہی وہ کیونکر سورج سے زائد نہوگا چاند کو دیکھو آنکھون سے قریب سورج معلوم ہوتا ہی مگر سورج نو کروڑ پچاس لاکھ میل دور رہنے کی وجہ چاند سے چودہ لاکھ حصہ بڑا مانا جاتا ہی اور چاند کو دو لاکھ میل دور مانا ہی وسعت مین زمین سے کچھ کم مانا گیا ہی طرفہ یہ ہی کہ دوسری جگہ سے خود میرے کلام کی تصدیق ان لوگون کے تسلیم سے برآمد ہوتی ہی شمس الضحی صفحہ ۱۲۲ مشتری سے اگر آفتاب کو دیکھو تو مٹر کے برابر معلوم ہوگا مریخ سے چھوٹی گولی کے برابر زہرہ سے لیمون کے برابر عطارد سے ولایتی نارنگی کے برابر یہ تو مشتری اور زہرہ کے متعلق یورپ والون کے خیالات تھے اب دوسرون کی سنو مشتری کی دوری ایک کروڑ سینتالیس لاکھ ستر ہزار چھ سو بہتر فرسخ مانی گئی ہی۔ زہرہ کی دوری دو لاکھ چھتر ہزار تین سو اسی فرسخ مانی گئی ہی مشتری کو زمین سے ایک سو اٹھاسی حصہ بڑا مانا گیا ہی اور زہرہ کو کچھ اوپر تیسرا حصہ زمین تسلیم کیا گیا ہی سبع شداد کے اخیر کے دو صفحہ دیکھو اس سب کچھ کے بعد مجھے صرف یہ کہنا ہی کہ اس قسم کے شاہات قابل اطمینان نہیں پھر کیونکر سورج کی جسامت پر اعتقاد ہو سکتا ہی کہ وہ چودہ لاکھ حصہ سے زائد ہی ہرگز ہرگز قرین عقل سلیم نہین جو شخص ان اقوال مضطربہ کو دیکھے باین شرط کہ عقل کدورات اور تعصب سے صاف ہو تو وہ ایسے امور کو از قسم وہم تجویز کرنے مین متامل نہین ہو سکتا اور جسکے سویدا قلب میں یورپ والون کی محبت سما گئی ہو

تو وہ جا بجا سب کی تصدیق کر سکتا ہی یورپ کے ریاضی دان تو اب یہانتک بڑھ گئی کہ پندرہ منٹ مین ایک
لاکھ سولہ ہزار ستارے دوربین سے دیکھکر گن لیے ہین اس حساب سے ثابت ہوتا ہی کہ انھون نے فی
۱۲۸ ستارے دیکھے اس قسم کے شاہدات سب وہمیات مین داخل ہین مناسب ہی کہ داخل دفتر کردیے جائین

جواب ہشتم

قرآن شریف کو بھی مین نے دیکھا مین اپنے خیال کی رو سے کہ سکتا ہون کہ قرآن مجید مین بھی اگر
اشارہ ہی تو سورج کی حرکت کی طرف ہی وہ یہ ہی۔
والشمس تجری لمستقر لها ذالك تقدیر یعنی سورج ایک معین مکان تک حرکت کرتا ہی جب وہان پہنچا
العزیز العلیم۔ ترجمہ دیکھو دہ کیا لسطہ و بارہ اون خدا و ندی کا محتاج ہوتا ہی۔
احادیث صحیحہ سے اس آیت کی تفسیر یون ہی معلوم ہوتی ہی احادیث سے یہ بھی ثابت ہی کہ ایک وقت ایسا بھی ہوگا
کہ اسکو مشرق سے طلوع کا حکم نہوگا بلکہ فوری حکم ہوگا کہ اپنے مغرب سے طلوع کرے یہ ایک سچی دلیل عیسائے اسلام
قرار دیجائیگی اور اس خبر پیشین گوئی کو لوگ دیکھکر ایمان لائین گے اور ہر طرح مسلمان ہونے کی فکر کرینگے مگر افسوس
قرآن نے صاف کہدیا کہ ایسے وقت کا ایمان قابل اعتبار نہوگا لہذا لوگون کو چاہیے کہ وہ پہلے سے اپنے مسلمان
ہونے کی فکر کرین ایک سچی مذہبی ہدایت کو نسانا گویا اپنے پاؤن پر خود کلہاڑی مارنا ہی اسلام کے نہ قبول کرنے والے
لوگ قیامت مین انگلیان کاٹین گے مگر کیا نفع۔

تنبیہ

یہ اشارہ یعنی سورج کا متحرک ماننا میری راے کے موافق ہی کیا ضروری ہی کہ اور لوگ بھی میری راے
کی پیروی کرین۔

سوم آفتاب کے رخ سطح پر چند ایسے دھبے دیکھے گئے ہین جو کہ قرص کے ایک کنارہ سے دوسرے
کنارہ تک یعنی مشرق سے مغرب کی طرف متحرک معلوم ہوتے ہین اور پھر غائب ہو جاتے ہین اور قرص کے عبور
مین انکو دو ہفتہ سے کم وقت لگتا ہی اور دو ہفتہ کے بعد پھر وہ دھبے ظاہر ہوتے ہین اور پھر قرص کو اتنے ہی

مدت مین طے کرتے ہین۔ اس واقعہ کا ثبوت بھی ہوسکتا ہی کہ آفتاب کو محور کے گرد متحرک فرض کرین اور اسکی گردش کا زمانہ تقریباً ۲۴ روز ہوگا۔ اور سیارات کے رُوے سطح پر جو کہ زمین کے اسقدر پاس آجاتے ہین مشاہدہ نہایت آسانی سے ہوسکتا ہی۔ ایسے ہی دھبون سے نتیجہ نکلتا ہی کہ وہ بھی گھومتے ہین مثلاً زہرہ جسکا حجم تقریباً زمین کے حجم کے برابر ہی ۲۳ ½ گھنٹون مین اپنے محور کے گرد گھومتا ہی۔ استدلال تمثیلی سے معلوم ہوتا ہی کہ زمین بھی اپنے محور کے گرد گھومتی ہوگی انتہی لفظہٗ اس دلیل کو دیکھو خود معلوم ہوجاتا ہی کہ یہ دلیل نہین قیاس مع الفارق ہی۔

جواب اول

چند دھبون کا معلوم ہونا اس بات کو نہین لازم کرتا کہ وہ خود بھی متحرک ہون جائز ہی کہ سورج متحرک ہو اور دوری مسافت کی وجہ سے غلطی دور بین سے وہ دھبے متحرک معلوم دیتے ہون جب ایسا ہی تو زمین کی حرکت کیونکر ثابت ہوسکتی ہی۔

جواب دوم

کسی غیر جسم کا سورج کے گرد گھومنا اس بات کو کب لازم کرتا ہی کہ زمین بھی سورج کے گرد گھومتی ہوگی یہ ایک محض بے اصل بات ہی۔

جواب سوم

اگر بعض اجسام گرد سورج کی حرکت سے زمین کی حرکت ثابت ہو تو لازم ہوگا کہ تمام ثوابت بھی سورج کے گرد حرکت کرین حالانکہ خود ان لوگون کا تسلیم کردہ امر ہی کہ سوا گیارہ ستارون کے سورج کے گرد کوئی ستارہ حرکت نہین کرتا جسے ہم نقل کرچکے ہین۔

بعض نے ثوابت کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے ستارون کو بھی متحرک گرد سورج مانا ہی۔

جواب چہارم

جو ستارے سورج سے چالیس پچاس کروڑ میل پر دور ہین انکی حرکت جیسی سورج کے گرد ہوتی ہو زمین کے گرد بھی ہوجاتی ہو جیسے ظاہر ہو بنا ٔ علیہ اگر کسی جسم کی حرکت سے دوسرے جسم کی حرکت پر ایسی استدلال کیا جائے تو لازم ہوگا کہ سورج بھی زمین کے گرد حرکت کیا کرے پوری دلیل مستدل جاری کر کے دیکھو

جواب پنجم

زمین کی حرکت ایک جزوی حرکت ہو اور دیگر سیارون کے حرکات الگ ہین زمین کی حرکت سے انکو کچھ بھی مناسبت نہین پھر بلا اثبات مناسبت بالزوم و تلازم ایسا بے تکا استدلال کرنا سخت نا زیبا ہو گویا یون کہنا ہو کہ آج زید مسافر ہو لہذا سب خلق خدا مسافر ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ بے لگاؤ ہوگا۔

جواب ششم

جب ذی رائے انسان کی دو دو آنکھین سورج کو گرد زمین متحرک دیکھ رہی ہین تو ایسے زبردست مشاہدہ کے خلاف پر ایسی بے تکی انکل کہان تک کام دیگی۔

جواب ہفتم

جو ستارے سورج کے گرد متحرک مانے گئے ہین انمین کسی کی حرکت دو ہفتہ کی مقدار نہ تو اپنے محور پر ہو نہ سورج کے گرد یہ کوئی دوسری ستارے ہون گے جنکو نظام شمسی سے کوئی تعلق نہین پھر ایسے ستارون کی حرکت سے زمین غریب کو کیا تعلق ہو کہ انکار دیکھ خواہ مخواہ اختیار کر کے اپنی وقعت چھوڑ کے اور آوارہ گردون کی طرح ناحق گھومتی پھرے۔

چہارم زمین کی شکل کرہ یعنی گول ہو اور یہ شکل اسوقت پیدا ہوتی ہو جبکہ کوئی شی کسی نا زمین

سیال ہو اور اپنی محور مرکزی کے گرد گھمائی جائے اور وہ قطر جسکے گرد وہ گھومے اور قطرون سے چھوٹا ہو پہلے اگر فرض کرین کہ زمین اپنے قطبی قطر کے گرد گھومتی ہے تو کرویت کے نقص کا باعث معلوم ہو جائے گا انتہی۔ اس دلیل کا اول حصہ تو ظاہر ہے مگر ثانی حصہ قابل تعجب ہے زمین کی محوری حرکت کیونکر ممکن ہے کہ اسکی کرویت کا نقص کا سبب بتلا سکے یہ ایک معما ہے جسکا مطلب وہ خود ہی جانتے ہون گے بہر صورت اگر دلیل کا یہ مطلب ہے کہ نفس کرویت کے واسطے پہلی سیال ہو کر اپنی محور پر گھومنا شرط ہے جیسے دلیل کے اجزاء اولین سے معلوم ہوتا ہے تب تو یون کہدینا کافی ہے کہ ہمیشہ کی حرکت کی کیا ضرورت ہے جیسے ہمیشہ کی سیالت کی ضرورت نہین علاوہ بران جاعل کو ایسے حرکات و دیگر کرویت پیدا کرنے کی ضرورت نہین اور اگر یہ مطلب ہے کہ حرکت محوری موجود رہنے سے نقص کرویت کا سبب معلوم ہو جائے گا تو پھر یہ معما مستدل کے سمجھنے کے کام کا ہے اسواسطے کہ زمین کی کرویت کا نقص اسکی یبوست مزاجی سے ہے نہ حرکت محوری سے حرکت محوری تو کرویت کی دلیل ہے نہ نقصان کرویت کی دلیل ہے اگر اسکے سوا کچھ اور مطلب ہے تو مین اسکے سمجھنے سے معذور ہون۔

پنجم روے زمین کی روے سطح پر مختلف مقامون مین لٹکنون سے تجربہ ہوئے ہین ان سے ثابت ہوتا ہے کہ مختلف عرضون مین وزن کا اختلاف اسوقت درست بیٹھتا ہے جبکہ یہ فرض کرکے حساب کرین کہ زمین اپنے قطبی محور کے گرد گھومتی ہے انتہی عبارتہ اس دلیل مین ان لوگون نے لٹکنون کی دامن گیری کی کہ شاید یہ مرحلہ ان سے طے ہو مگر لوگ جانتے ہین کہ ایسے مطالب عظیمہ کے ثبوت کے واسطے لٹکن غریب سے کچھ نہین بن پڑتی اس قسم کے دلائل کو دیکھکر مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ ان لوگون نے شاید سب لوگون کو بیوقوف سمجھ رکھا ہے جو کہین تو ایسی بات کہتے ہین کہ خواہ مخواہ تعجب آنا ضروری ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی جسم فی منٹ بیس میل چلے تو جو ثوابت سے قریب تر ستارہ ہے اس تک اٹھارہ لاکھ سال مین پہونچے۔ یہ لوگ یہ بھی نہین خیال کرتے کہ جیسے مطلوب زوردار اور عظیم الشان ہو ایسی ہی دلیل بھی ہونا چاہیے مطلوب کا زوردار ہونا بدیہی اولی ہے زمین کی حرکت کا ثبوت جو روزانہ مشاہدات قاطعہ کے خلاف ہے کچھ کھیل نہین مگر دلائل کی حالت جیسی ہے وہ دیکھ رہے ہو بہر صورت اس دلیل کا خلاصہ خود ظاہر ہے گھڑی کے لٹکن اور سیمابی لٹکن کی ہمت سے یہ دعوی ثابت کیا جاتا ہے کہ لٹکنون سے ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف وزن جو مختلف عرضون مین پیدا ہوتا ہے وہ بھی

ٹھیک ہو سکتا ہے کہ زمین کی حرکت مانیں۔

جواب اول

اسبات کے خود قائل ہیں کہ مختلف مقاموں میں ایک چیز کے وزن میں جو فرق آتا ہے معلوم نہیں ہو سکتا پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ اختلاف جب ہی ٹھیک ہو سکتا ہے کہ حرکت زمین کو تسلیم کریں جب سرے سے اختلاف کا پتہ ہی نہیں تو اسکی وجہ سے حرکت زمین کو ثابت کرنا بناء معدوم علی المعدوم ہے اس امر کی دلیل کہ یہ لوگ خود معترف ہیں کہ اختلاف وزن معلوم نہیں ہوتا۔ درج ذیل ہے

مفتاح الافلاک صفحہ ۱۰۹۔ اگر ایک جسم مختلف عرضوں میں ترازو میں تولا جائے تو چونکہ جسم کا دباؤ اور باٹ کے دباؤ پر عرض مقامی کی تبدیلی سے برابر اثر پڑتا ہے۔ اسلیے مختلف عرضوں کا اختلاف اعتدال پر کچھ اثر نہیں رکھتا اور اسلیے ہم مختلف عرضوں میں کسی جسم کے دباو میں فرق کو معلوم نہیں کر سکتے۔

جواب دوم

کمانی سے جو تجربہ ہوا ہے وہ ہوا ہوگا مگر اسکے بعد اس کے ساتھ یہ شوشہ لگانا کہ وزن کے اختلاف کی بنا حرکت زمین ہے یہ از خود تراشیدہ بات ہے کسیطرح ثبوت مناسبت کا ثبوت نہیں۔

جواب سوم

لٹکنوں کی وجہ سے جو اختلاف کا تجربہ بتلایا جاتا ہے اس سے جب یہ مدعا ثابت ہوتا کہ اور کوئی وجہ متصور نہوتی حالانکہ وہاں چند اسباب دیگر اچھی طرح سبب ہو سکتے ہیں۔ تبدل موسم تبدل آب وہوا وغیرہ ہی واقعہ میں سبب ہیں حرکت زمین کو ناحق ملامت کرتا ہو بڑی دلیل یہ ہے کہ جو کچھ لٹکنوں سے مختلف عرضوں میں مانا گیا ہے وہ ایک مقام میں بھی تبدیل موسم وغیرہ سے پایا گیا ہے اہل تجارب نے اچھی طرح اسکی تصدیق کی ہے۔

جواب چہارم

فلکن غریب کی خود بخود تمام کلین بگڑ ہی رہتی ہین کیسی ہی اچھی گھڑی اور سیماب (تھرما میٹر) کیون نہون قابل اعتبار کامل نہین ہوتی پھر اُسکے تجربہ سے حرکت زمین کو اپنے سر تھوپنا ایک اندھیر ہی۔

ششم اگر زمین اپنے محور کے گرد گھومے تو زمین کے وہ نقاط جو محور سے دور ہون گے زیادہ سرعت کے ساتھ چلین گے کیونکہ انکو بہت بڑے بڑے دائرہ طے کرنے پڑین گے۔ اسیلیے کسی مینار کی چوٹی زمین کے گردش محوری کے باعث اسکے نیچے کے حصہ کے بہ نسبت مشرق کی طرف زیادہ سرعت سے حرکت کریگی اگر مینار کی چوٹی پر سے کوئی گیند ڈالا جائے تو زمین کی کشش کے باعث اسکی حرکت عمودی ہوگی علاوہ اس افقی حرکت کے جو اسکو مینار کی چوٹی پر زمین کی گردش محوری کے باعث حاصل ہوئی تھی یہ افقی سرعت مینار کے نیچے کی حصہ کی سرعت کے بہ نسبت زیادہ ہوگی اسیلیے گیند اسوقت تک جبکہ زمین پر پہونچے گا مشرق کی طرف کچھ اور حرکت کرلیگا اور اسیلیے مینار کے حصہ زیرین کے مشرق کی طرف کچھ ایک حرکت کرلیگا۔

تجربہ کرنے سے معلوم ہوا ہی کہ مینار کی چوٹی سے اگر کوئی گیند گرایا جائے تو اسقدر جگہ کی تبدیلی پائی جاتی ہی انتہی کلامہ۔

یہ دلیل بجائے خود ایک امر عجیب ہی اسکا خلاصہ لوگ دیکھ رہے ہین کہ مینار کی چوٹیون کی حرکت تیز ہوتی ہی لہذا وہان سے جو گیند گریگا تو مینار کے زیرین حصہ مین نہ پڑیگا بلکہ کچھ شرقی جانب پر جا پڑیگا۔

جواب اول

یہ امر خود حرکت زمین پر موقوف ہی رہا یہ کہدینا کہ تجربہ سے یہ فاصلہ پایا گیا ہی ضرور مشاہدہ ہوا ہوگا مگر اسکی یہی علت معین کرنا بے تکی بات ہی کسی معلول کا پایا جانا صرف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ یہان کوئی علت ضرور ہوگی نہ کسی معین علت پر دلالت کرتا ہی تعیین علت کے واسطے دلیل آخر کی ضرورت ہوا کرتی ہی مثلاً آنکھون سے بہت اشیا نظر آتے ہین اسکا کسی طرح انکار نہین ہو سکتا مگر آجتک ریاضی دان اور علما طبعی باہم دست و گریبان ہین کہ علت کیا ہی اول الذکر کچھ کہ رہا ہی ثانی الذکر اپنی ہانک رہا ہی پھر ایسی صورت مین بلا تعیین علت استدلال کرنا بیجا بات ہی۔

جواب دوم

ہندوستان مین قطب صاحب کی لاٹ سے بڑا مینار موجود نہین وہان سے برابر دو کرہ لوہے کے گراکر دیکھے ایک شرقی جانب اور دوسرا غربی جانب گرے دونو جڑ مین نہ گرے بلکہ کچھ ہٹ کر گرے اگر اس فاصلہ کی علت حرکت زمین ہوتی تو ہر دو جانب فاصلہ کا پایا جانا محال ہے تو لمبا منارہ نہایت سیدھا محرِ دلی ہے معلوم ہوا کہ علت چیزے دیگر ہے

جواب سوم

عموماً منارہ کے اوپر کی منزل کا حصہ حصہ زیرین سے باہر ہوتا ہے لہذا جو چیز وہان سے گرے گی وہ ہٹ کر گرے گی جانب شرقی ہو یا غربی بدین وجہ یہ تجربہ بھی ویسے ہی منارون سے ہوا ہوگا۔ دنیا سے منارے معدوم نہین ہوئے اچھی طرح تجربہ کرنا چاہیے۔

جواب چہارم

اگر زمین اپنے محور پر متحرک ہوتی تو جو گیند منارہ کی چوٹی سے گرایا جاتا اُسکو قبل پہونچنے کے منارہ کے اتنا حرکت مین ملنا ضرور ہوتا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گیند اپنی حرکت طبعی سے یا کشش زمین سے عمودی حرکت کریگا اور زمین کی محوری حرکت کرتے ہوئے اُسکو منارہ پالیگا اسواسطے کہ گیند اسقدر تیز نہین پہونچتا جسقدر زمین حرکت کرتی ہے فرض کرو کہ منارہ سے گیند اگلا دروما ایک بالشت کے فاصلہ پر منارہ سے دور تھا اور ثلث منٹ مین زمین پر پہونچا کیا ثلث منٹ مین منارہ مع زمین ایک بالشت حرکت بھی نہین کرتا کہ اسکو پالے یہ نہین کہا جاسکتا کہ گیند بھی ہوا مین بحرکت غیر عمودی بجانب شرق جا رہا ہے کیونکہ مشاہدہ کے خلاف ہے اگر تسلیم بھی کرلین تاہم گیند کی غیر عمودی حرکت زمین کی حرکت کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین ہمارے بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ شرقی جانب گیند گرایا جائے تو گیند کو جڑ مین گرنا ہی لازم نہین بلکہ اتنا سے حرکت مین اچھا منارہ سے ٹکرانا لازم ہے مثلاً کسی گیند کو اپنے سر کے محاذات سے اوپر کو پھینک کر اپنے آپ دوڑو گے تو اُسکے زمین پر پہونچنے

پچھے اس محاذات سے نکل جاؤ گے اور گیند بعد کو گریگا۔

ہلاے اس بیان سے یہ بھی اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ زمین اگر مغرب سے مشرق کو متحرک ہوتی تو مغربی جانب اگر منارہ سے گیند گرائین تو اسکو بہت دور بجانب غرب گرنا چاہیے کیونکہ گیند کے گرتے تک منارہ اور زمین بہت دور نکل جاوینگے اس سب کچھ کو اچھی طرح سوچو گے تو ظاہر پاؤ گے ورنہ سوچنے کی تباہی اٹھاؤ گے۔

جواب پنجم

مستدل کا یہ خیال ہے کہ منار کے بالا حصہ کو بہ نسبت زیرین حصہ کے چونکہ بڑی دائری کاٹنی ہین لہذا گیند اگر وہان سے گریگا تو زیر حصہ سے پورب کو گریگی دلیل کے الفاظ کو اچھی طرح دیکھو یہی خلاصہ پاؤ گے اب دیکھو مستدل نے اس بیان مین نہایت تعجب انگیز بات سے کام لیا ہے وہ یہ کہ منار کی چوٹی کی حرکت تیز ہے وہ زیرین حصہ سے حرکت مین آگے بڑھ جاتا ہے جبتک یہ بات نہو گی دلیل تمام نہو گی اب لوگ خود انصاف کرین کہ منار کے بالا حصہ کی حرکت کے تیزی کے یہ معنی ہین کہ وہ حرکت مین اجزا زیرین سے آگے بڑھتا ہے یا کچھ اور مطلب ہے حاشا وکلا ہرگز یہ مطلب نہین ورنہ اس سے ایسی طرح لازم ہو گا کہ حرکت مین اجزا بالا اجزا زیرین سے الگ ہو جاتے ہین اجزا بالا کچھ حرکت کر لیتی ہین پھر اجزا زیرین حرکت کرتے ہین ایسی صورت سے لازم ہو گا کہ منار بالا جانب سے گر جاوے کیونکہ حرکت مین اجزا کا اتصال نرہا اور ایسی بداہت کے خلاف بات کو تسلیم کرنا نہایت سخت ناانصافی اور خلاف مشاہدہ روزانہ ہے اگر ایسا ہوتا تو دنیا مین کوئی مکان قائم نرہتا اچھی طرح سوچو اور پورا تامل کرو اسپر یہ نہ کہو کہ واجب تعالی کو قدرت ہے کہ منار کو گرنے نہ دے اور اجزا بالا اجزا زیرین کے ملے رہین جیسے بعض متکلمین نے چکی کے پاٹ اور ہر جسم متحرک بحرکت محوری مین یہی قول کیا ہے اسواسطے کہ ایسے سخت بعید از قیاس بات کو وہان تسلیم کیا جایا کرتا ہے جہان کوئی دوسرا مفر نملے اور یہان ایسا نہین اسکے سوا جب یہ لوگ اتنا بعید امر تسلیم کرنے مین متامل ہین کہ سورج بڑا ہے زمین چھوٹی اسکو نہ چاہیے کہ گو زمین حرکت کرے پھر منصف لوگ انصاف کرین کہ منار کا کتنا جڑنا دیادہ خلاف قیاس ہے یا حرکت سورج اس کے سوا اگر ہم چندمنٹ کے واسطے یہ بھی تسلیم کرین تو پھر بھی حرکت منار کی تیزی کی وجہ سے گیند کا فاصلہ محال ہے بوجہ

کہ جب مینار سے گیند ڈالا تو وہ تھوڑی دیر بعد حصۂ زیرین مین پہونچے گا کیا اتنی دیر حصۂ زیرین ساکن رہیگا ہرگز نہین بلکہ گیند کو اگر نصف منٹ راستہ مین صرف ہوا ہی تب تو اتنی دیر مین زمین کئی میل نکل جاویگی یہ امر بظاہر ہی کہ ہوا کو اگر زمین کے ساتھ متحرک بھی مانا جاوے تب بھی وہ گیند کی عمودی حرکت مین چندان فرق نہین ڈال سکتی رہا یہ امر کہ اگر حصہ بالا کا کچھ اجزا نہین تو حصہ بالا کی حرکت تیز کیون ہی اسکی تفصیل تو کلیات کی کتب طبی سے دیکھو وہان اس بیماری کی پوری شفا موجود ہی۔

جواب ششم

مینار کیسا بڑا بھی کیون نہو اُسکو محیط ارضی سے کوئی نسبت نہین اُسکی تیزی محیط ارضی سے اتنی ہرگز ہرگز نہین ہوسکتی کہ بالا اور زیرین حصہ مین فرق کسی طرح نمودار ہوسکے جب محیط ارضی کی وسعت ایسی ہی کہ تو پھر اب انسان اپنی تمام قوتین صرف کر رہا ہی تاہم اُسکی وسعت کی وجہ سے احساس حرکت سے عاری ہی پھر سخت تعجب ہی دو سو پچاس گز کے مینار کی تیزی سے گنبد پر اثر پڑے اور وہ محسوس ہو اگر ایسا ہی تو آجتک نسبت لگا کر کیون نہین بتایا گیا کہ اسقدر تیزی اور اتنا فرق لازم ہی۔

جواب ہفتم

اگر ہم تھوڑی دیر کیواسطے ان لوگون کی خاطر سب کچھ تسلیم بھی کرلین تاہم لازم اور ضروری ہی کہ بعض اوقات گیند مذکور کا فاصلہ بجانب پورب محسوس ہوا کرے اور اکثر اوقات نہ محسوس ہوا کرے اس اجمال کی تفصیل سنو ان لوگون نے زمین کی دو حرکت مانی ہین ایک حرکت محوری یومیہ دوسری حرکت سالانہ انکے نزدیک زمین اپنے محور پر روزانہ حرکت ۲۴ گھنٹہ مین تقریبًا چوبیس ہزار میل کر لیتی ہی زمین کا محیط ۲۴ ہزار میل تقریبًا مانا گیا ہی دوسری حرکت سالانہ ہی انکے نزدیک زمین سال بھر مین سورج کے گرد گھوم لیتی ہی اور سورج کی دوری نو کرور پچاس لاکھ میل تسلیم کر چکی ہین جسکا محیط دائرہ ساٹھ کرور میل تقریبًا ہوگا یہ ساٹھ کرور میل کا فاصلہ زمین کو سال بھر مین طے کرنا فرض ہی اب حساب سے دیکھو کہ زمین جو اپنے محور پر ۲۴ ہزار میل حرکت

کرتی ہے کیا مجموعہ سال بھر مین ساٹھ کروڑ میل ہوسکتا ہے ہرگز نہین بلکہ ....٥٨٥٦٠٠٠ ہوتا ہے ادھر یہ پر ظاہر ہے کہ زمین ایک وقت مین حرکت محوری عرفی کرے اور سیدھے خط پر حرکت مستقیم حقیقی بھی کرے محالات سے ہے یہ بھی ناممکن ہے کہ زمین ۲۴ گھنٹہ مین ساٹھ دفعہ اپنے محور پر حرکت کر سکے ورنہ ۲۴ گھنٹہ مین ساٹھ دن رات کا ہونا لازم ہوگا جب سب کچھ نہین تو زمین کو لازم ہے کہ روزانہ چودہ پندرہ لاکھ حرکت مستقیمہ علاوہ حرکت محوری کیا کرے تاکہ سالانہ ساٹھ کروڑ میل دونون حرکت کو ملا کر پورا ہو سکے جب ایسا ہے تو زمین کسی وقت حرکت محوری کریگی اور کسی وقت سیدھے خط پر متحرک ہوگی مثلاً زمین ایک گھنٹہ مین تیزی سے دو ہزار میل حرکت کریگی تو دوسرے گھنٹہ مین اُسکو بقیہ حرکت مستقیمہ کرنا ہوگی اسوقت محوری عرفی ناممکن ہے جب ایسا ہے تو کیا وجہ کہ گیند مذکور کا فرق ہمیشہ پایا جاتا ہے اور کاہے ایسا نہین ہوتا کہ فاصلہ نہو حالانکہ جسوقت سرعت افقی جو حرکت محوری سے پیدا ہوتی ہے مفقود ہوگی تو محال ہے کہ گیند مذکور پر اثر مذکور پڑ سکے ورنہ حرکت محوری کو ہمین کوئی دخل نہوگا جو مطلوب مستدل ہے اور دلیل کا موقوف علیہ ہے ناظرین کو چاہیے کہ جلدی جلدی رائے نہ قائم کرین بلکہ اچھی طرح سوچکر کام کرنا چاہیے ہمارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کی حرکت محوری سورج کے گرد صرف ۸۷ لاکھ میل سالانہ تقریباً ہوتی ہے اور زمین کو ساٹھ کروڑ میل حرکت سورج کے گرد پوری کرنا ضروری ہے اب ضرورت ہے کہ ۸۷ لاکھ میل کے سوا قریب اُنسٹھ کروڑ میل حرکت سالانہ خط مستقیم پر کرے جب ایسا ہے تو لازم ہے کہ گیند کو پر اثر مذکور اُنسٹھ دفعہ نظر نہ آیا کرے اور ایک دفعہ نظر آیا کرے مگر ان لوگون کے تسلیم سے ایسا تو نہین ہوتا اس دلیل کو پنڈت رتن ناتھ نے بھی نقل کیا ہے مگر وہ اسکا ایک مطلب عجب سمجھتے ہین وہ یہ کہ گیند مذکور پر اثر مذکور اسواسطے ہوتا ہے کہ گیند کو ڈالنے سے پہونچنے تک جو وقت صرف ہوتا ہے اتنی دیر مین زمین آگے نکل جاتی ہے لہذا گیند بخط غیر عمودی حصہ زیرین سے ہٹکر گرتا ہے اتنا کہنا تو صحیح ہے کہ اتنی دیر مین زمین آگے چلدیتی ہے مگر اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ گیند مغرب کی جانب پر گرے نہ حصہ زیرین کی جانب شرق پر سوا اس کے یہ بھی لازم ہے کہ اگر زمین مع مینار کے حصہ زیرین بجانب شرق متحرک ہے تو ضرور ہے کہ مینار کے شرقی جانب کے مخالف گرے اور اگر زمین بلا حصہ زیرین جانب شرق گھومتی ہے تو لازم ہوگا کہ زمین مینار کو پیچھے چھوڑکر خود سرک جاتی ہے مگر ایسا اعتراف تو شان عقلمند سے بعید ہے یہ امر کہ پنڈت رتن ناتھ اسکا یہی مطلب سمجھے ہین جو ہمنے اُنکے ذمہ لگایا ہے آنکی عبارت ذیل سے واضح ہے شمس الضحیٰ

صفحہ ۵۔ ایک عالم اجل وفاضل اکمل نے یہ دلیل بھی سکون آفتاب اور گردش زمین کے ثبوت مین بہت وثوق وا
پیش کی ہی وہ کہتے ہین کہ اگر کسی مینارہ مرتفع کی جانب شرقی چھوٹی سی ایک وزنی دھات کا ٹکڑا زمین پر
پھینکین تو بجاے عمودی گرنے کے کسی قدر پورب کی جانب ہٹکر عام اس سے کہ اس مینارہ کے اطراف عمودی
ہون یا دون۔

ہم کہتے ہین کہ اس سے مطلب یہ ہے ہم اسکا ان دھرکرتے زمین مشرق کی جانب مغرب سے دورہ کرتی
ہی مینارہ سطح زمین کے ساتھ جانب شرق جاتا ہی اور جسوقت دھات کا ٹکڑا پھینکا جاتا ہی تو ٹھیک جڑ مین
مین آتا بلکہ کسی قدر پورب کی سمت ہٹ کر کیونکہ زمین پورب کی طرف حرکت کرتی ہی اور اس ٹکڑے کے پھینکنے
اور گرنے مین جو عرصہ ہوتا ہی اس عرصہ مین کسی قدر آگے بڑھجاتی ہی اس سبب سے وہ جڑ مین نہین گرتا انتہی
بعبارتہ اس کے متعلق جو خاص بات ہمکو کہنا تھی وہ کہہ چکے۔ اسکے جوابات وہی ہین جو پہلے درج ہو چکے۔

تنبیہ

علم ہیئت کی اصطلاح ہی کہ حساب مین جو کسر ہو اُسکو چھوڑ دیتے ہین یا پورا کردیتے لہذا کسی حساب دان
کو کسی کسر وغیرہ کے متعلق کوئی خیال نکرنا چاہیے۔

ہفتم جرثقیل سے پایا گیا ہی کہ زمین کی گردش محوری کا اثر کسی لٹکن کی رفتار کی سطح پر یہ ہوگا کہ
نصف النہار کی سطح اس سطح سے جدی ہوجائیگی اور جدی ہونے کی مقدار اس مقام کے عرض پر منحصر ہی اگر
عرض مقامی ہمکو معلوم ہو تو جدا ہونے کی مقدار اور دونون سطحون کا زاویہ وقت معین کے بعد معلوم ہوسکتا
ہی موسیو فوکلٹ نے پیرس مین اور اور مشاہدہ کرنے والون نے اور مقامون مین لٹکن کا تجربہ کرکے ان نتیجون کی
تصدیق کی ہی جو اصطلاح حساب کی رو سے ظاہر ہوتی ہین انتہی لفظہ۔

اس دلیل کا خلاصہ از خود ظاہر ہی کہ حرکت محوری کی وجہ سے لٹکن کی رفتار کی سطح سطح نصف النہار
سے بدل جاتی ہی اور اس امر کی فلان فلان نے تصدیق بھی کی ہی۔ واقعی بات تو یہ ہی کہ جب آدمی کو کسی چیز کی
بابت شغف ہوجاتا ہی تو اُسکا جی چاہتا ہی کہ مین ہر طرح اپنا مطلوب حاصل کرلون چاہے دنیا کی آنکھون پر پردہ
بھی کیون نہ رکھنا پڑے انصاف تو یہ ہی کہ اس قسم کے امور قابل جواب بھی نہین مگر ایسے امور اسوقت ا ر

قوم کے تعلیم یافتہ لوگون کے قلم سے نکل رہے ہین جو بلوشاہی ہو لہذا لوگون کو اُن کی طرف فطرۃً رجحان ہوتا ہی بنا ءعلیہ تعرض کرنا مناسب خیال کیا جاتا ہی۔

جواب اول

ہم دلیل ششم کے جواب مین لکھ چکے ہین کہ ان لوگون کے مذہب کے موافق زمین کو گرد سورج ساٹھ کروڑ میل سالانہ حرکت ضروری ہی اور زمین کی محوری حرکت روزانہ صرف ۲۴ ہزار میل ہی جسکا مجموعہ ۸۶ لاکھ میل ہوتا ہی اب باقی حرکت اسکو سیدھی یعنی غیر محوری خط مستدیر پر کرنا ہوگی لہذا واجب اور ضروری ہی کہ یہ تبدیل سطح ساٹھ دفعہ نہ نظر آیا کرے اور ایک دفعہ نظر آیا کرے کیونکہ جسوقت زمین خط مستدیر گرد سورج پر محوری حرکت کریگی اُسوقت سیدھے طور سے یعنے غیر محوری خط مستدیر پر محال ہی اور بالعکس جب ایسا ہی تو مستدل پر فرض ہی کہ وہ ثابت کرے کہ یہان ساٹھ دفعہ یہ تبدیل نہین ہوتی ایک دفعہ ہوتی ہی اسکے متعلق کسیقدر تفصیل پہلے ہو چکی ہی

جواب دوم

جبتک یہ ثابت ہو کہ اس تبدیل کی علت صرف حرکت محوری ہی ہو سکتی ہی اور کوئی چیز نہین ہو سکتی تب تک یہ دعوی ثابت نہو گا طرفہ یہ ہی کہ تبدیل سطح کی بنا رفتار شکن پر ہی اور شکن غرب کی رفتار بدلنے کے چند در چند اسباب موجود ہین یہی وجہ ہی کہ ایک ہی اقلیم کے مختلف مقامون مین یہ تبدیل اختلاف سے پائی گئی ہی اگر حرکت محوری ارضی ہی سبب ہوتی تو ایسا ہونا محال ہی۔

جواب سوم

اگر یہ تبدیل حرکت محوری سے ہوتی تو قطبین پر محال ثابت ہوتی مگر اتبک یہ ثابت نہین ہوا۔

جواب چہارم

جر ثقیل کے اصول سب نظری ہین یقینی معدودی چند ہین جبتک یہ ثابت کیا جائے کہ یہ اصول
یقینیکا نتیجہ ہین تب تک قابل اعتبار نہین۔ جر ثقیل کے اصول کو ایسا خیال فرماو جیسے اصول حساب ہندسہ
تک نر و براور شغال کا فرق ہے۔ اہم سب حساب و اون پر ظاہر ہے کہ اصول حساب ہندسہ جو سابق مین قریب قریب
یقینی ملنے جاتے تھے بعد کو معلوم ہوا کہ وہ ایک حد تک چلتے ہین آگے گام نہین دیتے ویسی ہی جر ثقیل کے
اصول کو بھی خیال فرماو مین یہ نہین کہتا کہ تبدیل سطح اصول جر ثقیل سے نہین پایا گیا ضرور پایا گیا ہوگا مگر حرکت
زمین کو اس سے ثابت کرنا بے لگاو ہے جیسے پہلے لکھا جا چکا ہے۔

جواب پنجم

جب ویزا ب بالنسان کے دو دو آنکھون کے مشاہدہ کو اور دوربین و رصد سب کچھ کو غلط بتلایا جاتا
ہے تو کیا یہ چند نمبر مین آسمان سے اترے ہین کہ انسے غلطی ہونا محال ہے ایسے امور دقیقہ مین صدہا بار لوگون
نے دیکھا ہوگا کہ ذرسی بات سے حساب کہان سے کہان جا پڑتا ہے اقرب ہے کہ انسے سطح مقامی پر سطح تبدیل
یا حساب کے معلوم کرنے مین غلطی ہوئی ہو یہی وجہ ہے کہ ان معدودے چند نے اپنے تجربہ کی تفصیل نہین لکھی ورنہ
اور نہ لکھنے پر وہ قادر ہوسے ورنہ ان پر ایسے عظیم الشان امر کی بابت فرض تھا کہ لکھتے فلان مقام پر تبدیلی
سطح اتنی جلدی ہوئی عرض مقام آنا تھا وغیرہ وغیرہ جب ایسا نہین کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دال مین کالا ہے۔
ہشتم موسیو فوکلٹ نے ایک اور تجربہ سے زمین کی گردش محوری کو ثابت کیا ہے کہ جر ثقیل کے
اصول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی جسم ایک خط معین کے گرد جو اس کے مرکز ثقل مین سے گذرتا ہے گھوم سکے
رہسکے اور پھر اس خط کو محور مان کر جکڑ دین اور ایسی حالت مین اسی اسطرح سے سہارین کہ سہارنیوالی طاقتین
اس طاقت کے برابر ہون جو مرکز ثقل سے گذرتی ہے اور اسکا محور ہر ایک سمت مین آزادی سے حرکت کرتا
تو وہ سہارنیوالی طاقتین اور نہ طاقت ثقل گردش کی سرعت زاوی پر کچھ اثر کر گیا اور نہ محور گردش کی وضع پر
موسیو فوکلٹ نے ایک بھاری گھومنے والی تھالی کو ان شرائط کے ساتھ جسکا ذکر ہمنے اوپر کیا ہے سہارا
معلوم ہوا کہ محور مین ایک ظاہر حرکت ہوتی ہے جو اسوقت ہوتی جبکہ زمین تو گھومتی ہوتی اور تھالی کا محور

ایک مستقل سمت رکھتا گھومنے والی تھالی جسکا ابسے تجربون مین استعمال کیا جاتا ہے جیرو سکوپ کہلاتی ہے"
دلیل کے اولین اجزا کا خلاصہ تو صرف یہ ہے کہ فلان فلان شرائط سے جسم حرکت کر سکتا ہے ممکن ہے
موسیو فوکلٹ کے تجربہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی شرائط سے جب جسم کو حرکت دیگئی تو معلوم ہوا کہ ایسی شرائط
کے ساتھ اگر جسم کو حرکت دین تو وہ ایسی حرکت کرتا ہے کہ حرکت زمین کو لازم ہے۔

جواب اول

اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ ساٹھ دفعہ یہ صورت نہ پیش آیا کرتی صرف ایک دفعہ پیش آیا کرتی مگر ایسا تو نہین

جواب دوم

مین نہین کہتا کہ تھالی نہ گھومتی ہوگی نہین نہین ضرور گھومتی ہوگی مگر زمین کی حرکت سے جب ہی
مناسبت ہوگی جب کسی غیر چیز کا علت ہونا محال ثابت ہو جائے مگر اس کا ثبوت تو نہین دیا گیا۔

جواب سوم

نہ معلوم یہ نتیجہ جر ثقیل کے کون سے اصول کا ہے جبتک ثابت نہو تب تک قابل اعتبار نہین۔

جواب چہارم

چند آدمیون کا تجربہ ایسے عظیم الشان خلاف مشاہدہ امور مین ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہین ہو سکتا
اب ہم فصل دوم سے فارغ ہو کر فصل سوم کو خدا کی یاد سے شروع کرتے ہین۔

فصل سوم

مفتاح الافلاک و دفعہ (۱) زمین کی سالانہ حرکت کا ثبوت اگر آفتاب کی ظاہری حرکت کو

جو ستارون کے درمیان ہم مشاہدہ کرین تو فقط مشاہدہ سے یہ نتیجہ ناممکن ہو کہ آیا زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہو یا بالعکس کیونکہ ہر ایک صورت مین اس قسم کے ظہورات پیدا ہون گے۔

زمین کی سالانہ حرکت کا ثبوت اس بات پر مبنی ہو کہ اسکو فرض کر کے سیارون کی ظاہری حرکتون کی توجیہ اچھی طرح سے بیان ہو سکتی ہو اور ہیئت نظری کے نتیجون اور مشاہدون کے درمیان صحیح صحیح توافق پیدا ہوتا ہو۔

اس بات کے فرض کرنے کے لیے مختلف وجوہات ذیل مین بیان کیے جاتے ہین۔

اول۔ آفتاب کا حجم بہ نسبت زمین کے حجم کے بہت بڑا ہو اور اسلیے زمین کی گردش آفتاب کی گردش فرض کرنا اسکے عکس کے نسبت زیادہ قرین عقل ہو۔ انتہی

یہان یہ بات قابل یاد ہو کہ یہ لوگ خود اعتراف کرتے ہین کہ حرکت زمین سے بوجوہا بیان کردہ اعراض ریاضی اچھی طرح برآمد ہوتے ہین یہ نہین دعوی کرتے کہ حرکت زمین مشاہد ہو اسواسطے مانتے ہین اور سچ بھی یون ہو کہ حرکت زمین پر کسی طرح مشاہدہ نہین اور نہ کسی عقلمند نے اسپر دعوی کیا ہو۔ رہا یہ کہنا کہ اغراض اس سے آسانی سے برآمد ہوتے ہین اسکا خلاف بواقعہ ہونا دلائل سے ظاہر ہوگا علاوہ بران اگر ہم تھوڑی دیر کے واسطے یہ بھی مان لین تو جب بھی حرکت زمین ماننا اچھا نہین وجہ یہ ہو کہ آسانی کے واسطے امر مشاہد کے خلاف نہین کیا کرتے جب سورج کی حرکت مشاہدہ سے ثابت ہو تو آسانی کے واسطے اس مشاہدہ کے خلاف قول کرنا جہانتک بے انصافی ہو وہ اہل انصاف جان سکتے ہین ہان اگر حرکت زمین کا مشاہدہ ہوتا تو کہتے کہ ایک مشاہدہ خواہ مخواہ غلط ہو آسانی کو مرجح قرار دیکر ایسا کرتے تو مضائقہ نہ تھا مگر ایسا تو نہین۔ رہا دلائل سے جو ثبوتا آسانی کا دعوی کیا ہو سب سے پہلے اس دلیل کو دیکھنا چاہیے کہ اس سے کون سے مسئلہ ریاضی مین آسانی پیدا ہوتی ہو ان مسائل کی فہرست دینا چاہیے۔

اس دلیل کے متعلق ہم پہلے اچھی طرح تفصیل سے کہہ چکے ہین وہان ملاحظہ فرماؤ یہان صرف اتنا اور کہدیتا ہون کہ جو بعد سورج کے روزانہ حرکت مین تھا وہ سالانہ مین نہین اگر سورج سال بھر مین ساٹھ کروڑ میل تقریبًا حرکت کرے تو کیا بعید ہو جب زمین چھوٹی ہو کر ساٹھ کروڑ میل چلتی ہو تو سورج مین کیا بُعد ہو

علاوہ برین زمین کو محوری حرکت بھی چلتا ہو تاکہ دن رات متصور ہون لہذا مین ان لوگون کو رائے دیتا ہون کہ زمین کی حرکت محوری حقیقی تسلیم کرین جس سے دن رات پیدا ہون اور سورج کی حرکت سالانہ گرد زمین تسلیم کرلین جس سے تبدل موسم وغیرہ اغراض برآمد ہون اور ایک گونہ مشاہدہ کے کسی قدر موافق ہو زمین کو بھی ہر دو حرکت نہ کرنا پڑے۔

دوم اگر ہم قانون تجاذب عامہ کو درست فرض کرین تو ہمین اس امر مین کچھ شک نہین رہیگا کیونکہ نیوٹن دفعہ ۱۳ شکل ۱۵ مین ق = ... + ... جبکہ وہ وقت دورہ کے ہیں کہ ایک جسم ایک طاقت کے مرکز کے گرد جو کہ نقطہ اسکے مین قائم ہو ایک شکل بیضوی بنائے اور ق اس شکل بیضوی کا نصف محور اعظم ہو جسکو فاصلہ اوسط بھی کہتے ہین اور ع وہ اسراع ہون جو کہ وہ طاقت ایک اکائی فاصلہ پر پیدا کرتی ہو اور اسکو طاقت مطلقہ بھی کہتے ہین اب فرض کرو کہ ش ز م آفتاب زمین چاند کی مطلقہ طاقتین تو ... ان اسراعون کا مجموعہ ہو جسکے ساتھ زمین آفتاب کی طرف ڈھکیلی جاتی ہو اور آفتاب زمین کی طرف بسبب باہمی کشش کے جسوقت درمیانی فاصلہ ن ہو اور اسطرح سے ... زمین کا اسراع بہ نسبت آفتاب ہوگا یعنی وہ اسراع جو کہ زمین مین ہوتا تو زمین اسی طرح سے آفتاب کی بہ نسبت حرکت کرتی جیسے کہ وہ فی الواقع حرکت کرتی ہو اور اس لیے اس حالت مین طاقت مطلق ش + ہوتی اور اسی طرح سے زمین اور چاند کے طریق حرکت کے لیے طاقت مطلقہ ز + م ہوتی اب چونکہ آفتاب اور چاند کے طریقون مین دورہ کے وقت معلوم ہین اور ان کی اوسط فاصلہ بھی معلوم ہین اسلیے نسبت مذکورہ بالا سے وہ نسبت جو درمیان ش + ز اور ز + م کے ہوگی معلوم ہو سکتی ہو اور یہ نسبت تقریباً ۳۵۵۰۰۰۔۱ ش + ز ۔ ز + م کے ہو اور چونکہ ز + م بہ نسبت ش + ز کے چھوٹا ہو اسلیے ز بہت ہی چھوٹا ہو اور ز ش کے بہ نسبت بہت کم ہو اب چونکہ مطلقہ طاقتین اجسام کی متناسب ہوتی ہین اسلیے زمین کی مقدار مادہ آفتاب کی مقدار مادہ کی بہ نسبت کم ہو اور اسلیے آفتاب اور زمین کا مرکز ثقل آفتاب کے مرکز کے بہت قریب ہونا چاہیے چونکہ دو اجسام کا مرکز ثقل جو کہ کشش باہمی سے ایک دوسرے کو عمل کرتے ہین یا تو ساکن ہوگا یا ایک خط مستقیم مین یکسان طور سے متحرک ہوگا۔ اور اگر ہم فرض کرین کہ نظام شمسی کے اور اجسام جو زمین پر عمل کرکے ابتری پیدا کرتے ہین وہ ابتری بہت کم ہو تو ہم کہہ سکتے کہ آفتاب

ساکن ہی یا ایک خط مستقیم مین یکسان طور سے حرکت کرتا ہو اور اسی وقت زمین سال بھر مین ایک دفعہ اسکے گرد شکل بیضوی کا مدار بناتی ہو۔ انتہی بعبارتہ

اس دلیل کا خلاصہ خود بخود دیکھنے والے دیکھ رہے ہین تجاذب عامہ کے تسلیم کرنے کے بعد یہ امر تسلیم کیا گیا ہو کہ مرکز ثقل آفتاب کے قریب ہونا چاہیے۔

اور یہ کہ مرکز ثقل ساکن ہوگا یا خط مستقیم پر متحرک ہوگا اور یہ صورت جب ہو سکتی ہو کہ زمین کی طرح اسکے گرد شکل بیضوی بنائے۔

جواب اول

تجاذب عامہ کے اصول بعض تو بداہت کے خلاف ہین اور بعض ایسے نظری ہین کہ اُن پر ایسے عظیم الشان مطلوب کو بنا کرنا جب ہی صحیح ہوتا کہ دوسری وجہ کا ملنا محال ہوتا مگر ایسا تو نہین جب خود یہ لوگ معترف ہین کہ آسانی مسائل ریاضی کے واسطے حرکت زمین کو مانا جاتا ہو تو تجاذب عامہ تو اس مصیبت کو دو بالا کر دیتا ہو خود ہی سب وجوہ خارجہ کو چھوڑ کر ملاحظہ فرماؤ کہ جب ہر چیز دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتا ہے تو انتظام عالم مین کیا کچھ فرق نہوگا خاصکر زبردست اشیا تو زبردست اشیا کو لے ہی مرینگے اگر ہم مان لین کہ زمین مین قوت تجاذب ہی تو لازم ہوگا کہ انسان وغیرہ اشیا اپنے آپ کو ہرگز ہرگز زمین سے نہ چھوڑا سکتے اور ایک قدم نہ چل سکتے رہا ان لوگون کا یہ کہنا کہ ہم اپنی قوت ارادی سے چلتے پھرتے ہین غالباً کسی منصف قوم نے یہ فیصلہ نہین کیا بھلا کوئی جری آدمی ہو کہ ایک آدمی کی قوت کو زمین کی قوت پر غالب مان لے اسپر یہ کہنا کہ زمین کی پوری قوت اُسکے محاذی نہین ہوتی ہم بھی جانتے ہین مگر قرب وجوار کی زمین تو قوت اور بہت صرف کرتی ہوگی مقناطیس کو دیکھو وہ کیا کرتا ہو عجب ہو کہ تجاذب زمین آجتک کسی فرد بشر نے دیکھا تک نہین کبھی کسی کے پاؤن کو تجاذب محسوس نہوا اجسام کی سینگی کا جذب تو پاؤن کو اچھی طرح معلوم ہو مگر واہ ری زمین تیرا تجاذب نرالا ہو کسی کو محسوس نہوا۔ آدمی کیچڑ مین سے اپنے آپکو نہین نکال سکتا اور اُسکی پوری طاقت تھوڑی سی دلدل مین بیکار ثابت ہوتی ہو حالانکہ دلدل کا کیچ تجاذب سے کام

نہین ہوسکتا اور نہ آدمی کو اسکا پتا چاہتا ہے وہ صرف اپنے اجرا کو ملایا چاہتا ہے۔ اگر آدمی ایسے بدیہات کے انکار پہ جرأت کرے تو ہر ایک بدیہی کے متعلق کچھ نہ کچھ شوشہ لگا سکتا ہے۔

جواب دوم

مقدار مادہ آفتاب ضرور بڑی ہوگی مگر اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ مرکز ثقل اسیکے پاس ہو دلیل پیش نہین کی گئی اور دعوی بداہت ایسے مقامات مین قابل اعتبار نہین۔

جواب سوم

جب دلیل مین تسلیم کیا گیا ہے کہ سورج زمین کی طرف ڈھکیلا جاتا ہے پھر اسکا ساکن رہنا یا بجائے قیام اپنے محور پر حرکت کرنا محال ہے۔ بلکہ لازم ہوگا کہ یا تو گرد زمین متحرک ہو یا زمین کی طرف جھکے۔

جواب چہارم

جب اجسام کی مطلقہ طاقتین متساوی ہوتی ہین تو اس بنا پر سورج کی طاقت چودہ لاکھ حصہ زمین سے زائد ہوگی پھر کوئی وجہ نہین کہ وہ زمین کو اپنی طرف نہ ایجائے اسیپر یہ کہنا کہ زمین اپنی قوت نافرہ کی وجہ سے اس ظالم کے پنجہ ظلم سے اپنے آپ کو چھوڑاتی ہے اس مسلہ قاعدہ کو باطل کردیتا ہے کیونکہ زمین کی قوت نافرہ بھی ویسی ہی کم اور ناطاقت ہوگی جیسے قوت جاذبہ جب اپنی قوت جاذبہ کی قوت سے اپنے سکون کی ذمہ دار نہین ہوسکتی تو قوت نافرہ کی امداد سے کب کتر اکتر اکر چلسکتی ہے طرفہ یہ ہے کہ جب سورج مرکز ہو تو زمین مین قوت مائل الی المرکز ہونا ضرور ہے قوت نافرہ اگر ہوگی تو متناقض قوت مائلہ ہوگی پھر ان ہر دو قوتون کا طبعی طور سے زمین مین ایک وقت پایا جانا کیونکر ممکن ہوگا۔

جواب پنجم

یہ سب کچھ دو منٹ کے واسطے صحیح ہی سہی مگر ایسی صورت میں گرد سورج شکل بیضوی بنانے کا
کیا مطلب جب زمین میں قوت جاذبہ اور نافرہ ہے تو ضرور وہ ایک تناسب پر ہوگی جس سے یہ لازم ہوگا کہ
زمین گرد سورج شکل مستدیر حقیقی بناوے نہ بیضوی۔

جواب ششم

شکل بیضوی کی رو سے لازم ہے کہ زمین بعض اوقات سورج سے بہت دور ہو اور بعض اوقات قریب
ادھر یہ ظاہر ہے کہ سورج کی قوت جاذبہ کم زیادہ نہیں ہوتی زمین کی قوت نافرہ کا بھی یہی حال ہونا چاہیے اس
سب کچھ کے بعد لازم ہوگا کہ زمین کو جب سورج اپنی قوت جاذبہ سے قریب لیجائے پھر زمین اس سے دور
نہ ہو سکی بلکہ قریب ہی ہوتی جاوے مگر ایسا تو نہیں ہوتا اس پر نہیں کہا جا سکتا کہ محاذات بدل جاتی ہے اسواسطے
کہ تبدل محاذات کو ایسے امور سے کوئی دخل نہیں جسنے ایسا سوچا ہے میرے خیال میں اسنے اصول ریاضی
پر اچھی طرح نظر نہیں کی۔

سوم۔ کپلر صاحب کے تیسرے قانون کے بموجب سیارے آفتاب کے گرد شکل بیضوی کا مدار بناتے
ہیں اور اتنی وقتوں میں کہ ان وقتوں کے مجذور بتلاتے ہیں جیسے کہ ان فاصلوں کے مکعب جو کہ آفتاب اور
سیارات کے درمیان ہیں اب چونکہ زمین اور سیاروں کے فاصلۂ شمسی کے درمیان ٹھیک ٹھیک وہی نسبت
معلوم ہوئی ہے جو کہ اس قاعدہ کے بموجب اسوقت ہوتی جبکہ زمین ایک سیارہ ہوتی اور اسکا وقت دورہ
ایک برس ہوتا اسلیے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ زمین ایک سیارہ ہے جو آفتاب کے گرد پھرتا ہے جیسے کہ اور سیارے
پھرتے ہیں انتہی لفظہ اس دلیل کا مطلب از خود ظاہر ہے کہ کپلر کے سوم قانون سے پایا جاتا ہے کہ زمین اور سیارہ
کے فاصلۂ شمسی جو معلوم ہوے زمین و ماسی امر کو چاہتے ہیں کہ زمین سال بھر میں سورج کے گرد چکر لگاوے

جواب اول

کپلر کا قانون سوم ہم درج کر دیتے ہیں جس سے خود ناظرین انصاف کر سکتے ہیں کہ خود بھی ہے

اور بناء پر کوئی دلیل قوی یا ضعیف کپلر نے قائم کی ہو پھر معلوم کپلر کے قانون سے ایسے بے انتہا عظیم الشان مطلب پر کیون دلیل قائم کیجاتی ہو اگر ایسے ہی بے اٹکل بے ثبوت قوانین سے مطالب ثابت ہوتے ہین تو اور لوگون کو بھی ایسے قوانین ایجاد کرنے کی اجازت دینا چاہیے۔ کیپلر کا قانون سوم درج ذیل ہی۔ مفتاح الافلاک صفحہ ۳۰۔ تمام دورہ کے مجذور اور اُسکے بعد شمسی مکعب مین تبادل مستقیم ہوتا ہی یعنے دورہ کی مدت مجذورہ بعد شمسی مکعب ہی۔ خود محمد حسین مصنف مفتاح الافلاک کی رائے قوانین کیپلر کے بابت درج ذیل ہی صفحہ ۲۹۔ دفعہ ۲۸۔ کیپلر صاحب کے قوانین بالکل ٹھیک نہین ہین بلا انکو قریب قریب درست کہہ سکتے ہین۔

اگر سیارات کے اجسام اور اثر کو جو وہ آفتاب اور ایک دوسرے پر کشش ثقل کے باعث پیدا کرتے ہین حساب مین لائین گے تو معلوم ہوگا کہ وہ نہایت کم فرق جو کیپلر صاحب کے قوانین مین پایا جاتا ہی کچھ مضائقہ کی بات نہین انتہی لفظہ

جواب دوم

اگر ہم دو منٹ کے واسطے کیپلر کا قانون بے اٹکل مان بھی لین تو اسکی مدد سے یہ دعوی کرنا کہ نسبت معلوم ہی چونکہ ٹھیک معلوم ہی لہذا حرکت سالانہ ثابت ہو گی۔ یہ دعوی قریب قریب امر محال کا دعوی کرنا ہی زمین اور سورج کا فاصلہ قریب دس کرور میل کے ہی اسقدر دور دراز سے نسبت کا پورے طور سے دریافت کرنا گویا گپ مارنا ہی ہرگز ہرگز ایسی دوری سے نسبت حقیقیہ معلوم نہین ہو سکتی یہی وجہ ہی کہ جب کوئی نسبت دریافت کی گئی تو دو آدمی بھی کبھی متفق اللسان نہوے بلا ایک نے کچھ کہا دوسرے نے کچھ اور ہی گیت گائے ماہرین فن ریاضی پر یہ امر بخوبی ظاہر ہی اسکے علاوہ ریاضی دانون کا عام دستور ہی کہ وہ نسبت تقریبی اخذ کیا کرتے ہین کسر کو چھوڑ دیا کرتے ہین اور بہت سی کسرون کو جابجا چھوڑنے سے ایک بڑا فرق پڑ جاتا ہی جسکے حساب لگانے والے کو خبر بھی نہین رہتی اور نہ وہ ضروری جانتا ہی۔

زحل بھی سیارہ ہی اور وہ زمین سے نوسے کرور میل دور ہی ایسی دوری سے نسبت حقیقیہ

معلوم کرنا ہرگز قرین عقل سلیم نہین ہے۔

جواب سوم

جب زمین اور سورج دیارون مین ابتک دوری ہی پورے طور سے معلوم نہین ہوئی تو خود انصاف پسند طبیعت اندازہ کرسکتی ہے کہ نسبت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے دوری کے متعلق خود جدید ریاضی دانوں مین کیا کشمکش ہو رہی ہے وہ ہم فصل دوم دلیل دوم کے ضمن مین نقل کرچکے ہین۔

جواب چہارم

ہم پہلے لکھ چکے کہ دوری وغیرہ کا دریافت کرنا انھین اصول پر ہے جو علم الابعاد مین طے ہوئے مین اور وہ اصول از خود نہایت بودے اور بے زور ہین جب ایسا ہی تو پھر نسبت کا کیا ٹھیک ہے۔

جواب پنجم

جس نسبت سے دعوی ثابت کیا جاتا ہے اسکے بابت یہ نہین ثابت کیا گیا کہ یہ نسبت حرکت سورج سے متصور نہین ہوسکتی صرف دعوی کرنا کہ یہ نسبت جب ہی ہوسکتی جب زمین کو گرد سورج متحرک بنایا جائے محض بے دلیل اہل مناظرہ نے باہمی طے کرلیا ہے کہ مدعی جبتک اپنے دلیل کے پورے اجزا پیش کرکے ہر جز دلیل کا ثبوت نہ پیش کرے ہرگز اسکا قول قابل اعتبار نہین ہوتا۔

ہم پر یہ بدظنی نہ کیجائے کہ ہم نے کسی امر شاہدہ کا انکار کیا ہے ہرگز نہین اس نسبت کے دریافت کرنے والون کو ضرور یہ نسبت شاید معلوم ہوئی ہوگی ہمکو کلام اسمین ہے کہ جسپر اس نسبت کی بنا ہے وہ قابل اعتبار ہے

چہارم۔ یہ فرض کرنے سے کہ زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے اور باستمال اس فرض کے کہ روشنی بھی کثیر المقدار مگر محدود سرعت کے ساتھ حرکت کرتی ہے تو ہم ہر ایک ستارہ کی ظاہرا جگہ بدلنے کی توجیہ بیان کرسکتے ہین اور انکا حساب بھی درست لگا سکتے ہین۔ اس دلیل کا خلاصہ بھی ظاہر ہے کہ ستارون کی جگہ بدلنے کی

توجیہ اور حساب کا درست ہونا حرکت سالانہ کی دلیل ہے۔

جواب اول

پہلے مدعی پر لازم اور ضرور تھا کہ وہ یہ ثابت کر دیتا کہ حرکت سورج سے یہ امور پاسے نہیں جا سکتے مگر ایسا تو نہیں کیا گیا اور نہ کیا جا سکتا ہے ریاضی قدیم والون نے بھی ستارون کی جگہ بدلنے کی توجیہات تفصیل سے ظاہر کیے ہین اور بڑی بسط سے انھون نے اس پر مضامین لکھے ہین کوئی وقت کسی راستہ مین پیش نہین آئی جسکو انھون نے دور کر کے راستہ صاف نکر دیا ہو پھر کوئی وجہ نہین کہ مدعی اسقدر جرأت کر سکے۔

جواب دوم

اس حساب وغیرہ کی بنا بھی ابعاد کے علم پر ہے جسکا حال پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

جواب سوم

حرکت سالانہ زمین سے صرف نظام شمسی سے جو ستارے متعلق ہین انکا حال معلوم ہو سکتا ہے برخلاف حرکت سورج اس سے سب ستارون کے بدلنے کے توجیہات اچھی طرح خیال مین آسکتے ہین اس مضمون کو کچھ محنت کر کے سوچو گے تو ممکن نہین کہ ہماری تائید نکرو مگر سوچنا شرط ہے۔

جواب چہارم

ان لوگون کے خیال کے مطابق نظام شمسی کے بعض ستارے نوے کروڑ میل کے فاصلہ پر تقریباً واقع ہین بنا برعلیہ اسقدر دوری سے حساب کا پورے طور سے درست آجانا اور بدلنے کی جگہ پورے طور سے بتلا دینا قریب محال ہے موجودہ فطرت انسانی کسی طرح یہ دعوی کسی آلات کے ذریعہ سے بھی نہین کر سکتے یہی وجہ ہے کہ آجتک اس حساب پر دو شخص بھی متفق اللفظ نپائے گئے۔

تنبیہ

یہ خیال مت کرو کہ ہم نے کسی مشاہدہ کا انکار کیا ہے نہیں نہیں شاید یہ حساب اس حساب سے زیادہ معلوم ہوا ہوگا مگر ہم یہ کہتا ہے کہ اس حساب کو حرکت سالانہ زمین سے کوئی لزوم نہیں جائز ہے کہ دیگر وجوہ ہوں جسکا انکار نہیں کیا گیا اور نہ ہو سکتا ہے۔

پنجم زمین کی سالانہ حرکت سے سیارات علوی کی حرکات رجعی اور نقاط قیام کی توجیہ بآسانی بیان کر سکتے ہیں انتہی اس دلیل میں مدعی نے کچھ جدید دعویٰ نہیں کیا بلکہ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ شروع ہی سے گیت گائے جاتے ہیں کہ فلاں امر میں آسانی ہوگی یہ ہوگا وہ ہوگا۔

جواب اول

بعض سیارات علوی زمین سے نو دکروڑ میل پر دور ہیں جن پر زمین کی حرکت کا اثر کسی طرح محسوس نہیں ہوتا اور نہ اُن کے حرکات کی توجیہ ہو سکتی ہے اس امر پر یہ لوگ خود قائل ہیں کہ زیادتِ دوری کی وجہ سے حرکت زمین قابل لحاظ نہیں رہتی۔

جواب دوم

نو کروڑ میل پر زمین کی حرکت کے آثار سے نتائج نکالنا میری رائے میں گپ سے کم نہیں یہ ایسی ہی گپ ہے جیسے پندرہ منٹ میں ایک لاکھ ستاروں سے زائد کو دوربین سے دیکھ گن لینا یہی وجہ ہے کہ کوئی مثال اول سے اہنوز نہیں پیش کی گئی جس سے ثابت ہو کہ ہاں ویسا ہوا۔

جواب سوم

حرکت زمین سے بعض ستاروں کی رجعی حرکات کی توجیہ ہو ہی نہیں سکتی آسانی تو در کنار ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین انصاف کر سکتے ہیں پہلے یہ امر خیال کرنا چاہیے

حرکات رجعی اور نقاط قیام ریاضی دانون کے نزدیک ہین کہ بعض سیارات ایک وقت مین غرباً حرکت کرتے نظر آتے ہین اور اسی وقت مین پیچھے کو ہٹتے بھی نظر آتے ہین اسکو وہ حرکات رجعی کہتے ہین اسکے بیان مین طول ہی مختصر کہا گیا ہی۔ اب مثال کو دیکھو بعض سیارات ایک وقت متحرک شرقاً نظر آتے ہین اور اسی وقت غرباً ہٹتے بھی نظر آتے ہین اور اسی وقت مین جنوباً یا شمالاً بھی متحرک نظر آتے ہین۔ ان ہر تین حرکات کا ضعف زمین کی سالانہ حرکت سے دور نہین ہوتا اور نہ حرکت سالانہ سے انکی توجیہ بیان کرنے مین آسانی ہو سکتی ہی اس قسم کے حرکات کی توجیہات مین تسلیم کیا جاتا ہی کہ قدیم ریاضی دانون کو بھی پس و پیش کرنا پڑا مگر آخر انکی کوششون نے انکو مطلوب پر پہونچا کر چھوڑا نوسے کروڑ میل کی دوری پر حرکت زمین کسی طرح قابل لحاظ نہین رہتی اگر قابل لحاظ مان بھی لین جب بھی ان تین حرکات کا ایک سیارہ مین جمع ہونے کی توجیہ اس سے ممکن نہین ہو سکتی اسکو بہت غور سے سوچو میری رائے مین ان تین حرکات کے جمع کی صورت اچھی وہی ہی کہ جو بطلیموس کی رائے سے مستنبط ہوتی ہی وہ یہ کہ سیارے خود بھی حرکت کرتے ہین اور فلک الافلاک کے ضمن مین بھی حرکت کرتے ہین اور نیز اپنے آسمان کے ساتھ بھی متحرک ہوتے ہین اسکی ایسی مثال خیال کرو جیسے ایک شخص کشتی مین ہی کشتی کو ناخدا شرقاً لیجا رہا ہی اور دریا غرباً لیجانے کی کوشش کرتا ہی اور ساتھ ہی یہ فرض کرو کہ وہ شخص خود اپنی ذاتی حرکت سے کشتی کے اندر بجانب شمال متحرک ہی اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرض کرو کہ وہ شخص ایک تختہ پر ہی جو کشتی سے منفصل ہی اور دوسرا شخص اس تختہ کو بجانب جنوب کشتی کے اندر لیجا رہا ہی تو یہ شخص اول ہر چہار جانب ایک ہی وقت مین متحرک نظر آسکتا ہی حرکت سالانہ زمین سے ایسے واقعات کا پایا جانا میرے خیال مین تو متصور بھی نہین ہو سکتا اگر اورون کے خیال مین آسکے تو اس دعوی کی تصدیق جو ان لوگون نے کیا ہی کر سکتے ہین۔

جواب چہارم

اگر ہم دشمن کے واسطے یہ سب کچھ تسلیم بھی کر لین تو جب بھی حرکت زمین لازم نہوگی وجہ یہ کہ تصور ہی اسی آسانی کے واسطے آجتک شاید کسی عقلمند نے بدیہات کا مقابلہ کیا ہوگا اور نہ بدیہات کا

انکار کیا ہوگا پھر کس زور پر دیدہ اربابِ انسان کی دو دو آنکھوں کا مشاہدہ چھوڑ کر ایک معمولی سی آستین سے (؟) پہنچ ہو لیکن ہمکو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیے ورنہ حواس سے امن اُٹھ جائے گا اور کبھی کوئی دعوی ثابت کرنے کا کوئی طریق ہمکو نہ ملے گا۔

تنبیہ

اب ہم زمین کے روزانہ و سالانہ حرکت کے دلائل اور جوابات سے فارغ ہو چکے ہین لہذا ہم چاہتے ہین کہ خدا سے مدد مانگ کر زمین کے سکون و اطمینان روزانہ و سالانہ کے دلائل بیان کرین۔

باب دوم

اس باب مین زمین کے ساکن رہنے کے دلائل بیان کیے جاتے ہین لوگون کو چاہیے کہ وہ تعجیل مین جلد بازی سے کام نہ لین سکون و وقار سے تصدیق و تکذیب کرین۔

سکون زمین کے دلائل درج ذیل ہین۔

دلیل اول

ہم پہلے بھی انصاف پسند طبائع سے کہہ چکے ہین کہ مشاہدات قاطعہ کے خلاف کبھی کوئی امر قابل اعتبار نہین ہوا کرتا جبتک وہ مساوی الدرجہ نہ ہولے۔ دلائل سابقہ جنسے زمین کی حرکت کا دعوی کیا گیا ہے انکی حالت لوگ دیکھ چکے ہین کسی مین بداہت کا دعوی تک نہین کیا گیا ادھر یہ ظاہر ہے کہ سورج کو ابتداء خلق عالم سے تا ہنوز متحرک ہی دیکھا جا رہا ہے اسوقت بھی دنیا کا ڈیرا اربابِ انسان دو دو آنکھون سے سورج کو متحرک دیکھتا ہے رصد سے بھی ہزارہا بار یون ہی ثابت ہوا پھر ایسے امر بدیہی کا انکار بلا وجہ وجیہ قرین عقل حق شناس نہین اسپر نیوٹن ہرتن نامہ نے یون ہاتھ صاف کیا کہ آنکھون سے غلطی ہوتی ہے جیسے چلتی گاڑی کو ساکن اور باہر (؟) خیال کر لیتے ہین مگر وہ نہ خیال کیا کہ کسی حس سے اگر عوارض کی وجہ سے اپنے کام مین غلطی ہو جائے تو ہمیشہ اس سے امن اُٹھ نہین جایا کرتا ہے اگر ایسا ہے تو خود بخود دلائل حرکت مین جو تلسکوپ وغیرہ سے کام لیا گیا ہے سب باطل ہو جائیگا

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل نقلی و عقلی۔

(۲) علوم جدید و قدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیاء تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخی واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فریق کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شائع ہوا کریگا۔

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلماء کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا خود ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر ہونا ایسے ہی ضروری ہے جیسے ارسال مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

مینیجر الندوہ

الندوہ

نمبر [illegible] شوال ۱۳[illegible]ہجری مطابق اکتوبر ۱۹[illegible]ء جلد ۹

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جس کا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

حکیم میر عبدالکریم علوی فقیہ اول دارالعلوم و اڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام قاری عبدالولی خلف علامہ آسی مولوی عبدالعلی صاحب مرحوم

آسی پریس لکھنؤ میں کمال حسن و خوبی طبع کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا

سرکاری اطلاع

نمبر ۲۵۲-۴/۷۹۷ ۱۲

محکمہ پولٹیکل

مؤرخہ ۲۶-اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء

اعلان ذیل اڈیٹر الندوہ کو بھیجا جائے اور درخواست کیجائے کہ اسکو
عام اطلاع کے لیے چھاپ دین -

انڈر سکرٹری گورنمنٹ ممالک متحدہ

اعلان

عازمان حجاز کو اطلاع دیجائے کہ مکہ معظمہ مین ہیضہ شروع ہوگیا ہے -

ضمیمہ اسفند ۵

مسیحائی طلا

اشتہاری دواؤں سے تمام دنیا کا اعتبار کھو دیا ہے۔ اگر کسی شخص کا مرکب یا مفرد نسخہ مجرب اور مستند بھی ہوتا ہے تو وہ اشتہاری ہونے کے باعث لغو خیال کیا جاتا ہے۔ مین اپنے طلا کی بابت جو بارہا تجربہ کیا ہوا نہایت مجرب اور مستند ہے صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ جن حضرات کو ضرورت ہو وہ منگا کر اسکو استعمال کرین زیادہ تعریف کرنا فضول ہے جو لوگ اپنی ضعف کے سبب لطف زندگی سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں جسم مین کجی ہو یا اعصاب مین کمزوری پیدا ہو گئی ہو جس سے اپنی خواہش کو پورا نکر سکتے ہون وہ بیچارے اس مسیحائی طلا کو صرف ایک مرتبہ استعمال کرین فضل خدا سے پھر زندگی بھر شکایت نہوگی سوا اسکے ایک مرتبہ کے استعمال سے جلد پر خشخشی چھالے نمودار ہو جاتے ہین جس سے زیادہ تکلیف نہین ہوتی۔ اور ایک ہی عشرہ مین وہ چھالے خشک ہو کر کامل صحت ہو جاتی ہے۔ اگر پیدائشی شکایت ہے اسکو کوئی فائدہ نہین ہو سکتا۔ جن صاحبونکو یہ خیال ہو کہ طلا بغیر چھالے کا ہو اور فائدہ تام ہو تو یہ خیال غلط ہے کیونکہ بغیر رطوبت فاسدہ نکلنے کے فائدہ نہین ہو سکتا اگر کچھ ہوا بھی تو چند روزہ۔ طلا کی قیمت فی تولہ پچیس روپیہ۔ ایک مرتبہ کے استعمال کے واسطے تین ماشہ کافی ہے جس کی قیمت ۶ روپیہ ۴ آنہ، علاوہ محصول ڈاک۔ فائدہ نہو تو قیمت واپس

سفوف جہانگیر

جریان کا مرض ایسا عالمگیر ہو رہا ہے کہ عام وبا کی طرح ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس موذی مرض مین کم از کم فیصدی ۹۰ آدمی مبتلا ہین۔ یہ وہ مہیب اور [illegible] مہلک مرض ہے جو زندگی کو منقضی کر دیتا ہے۔ اسکی روز افزون ترقی انسان کے جسم اور جان کو تباہ کر کے موت کا مزہ چکھا دیتی ہے جسم لاغر اور نحیف ہو جاتا ہے۔ دوران سر اور ضعف دماغ و جگر بڑھتے بڑھتے آدمی بالکل سنحنی ہو کر رہ جاتا ہے اس موذی مرض کے دفع کرنے کے لیے ہمنے یہ سفوف تیار کیا ہے۔ ایک مرتبہ منگا کر استعمال فرمایئے اور اسکی خوبی دیکھ لیجئے۔ یہ سفوف جریان کو دفع کر کے قوت باہ دو بالا پیدا کرتا ہے طبیعت کو بشاش کرتا ہے۔ تمام خرابیان دور کر کے کامل صحت کی صورت مین دکھاتا ہے۔ اکیس خوراک مین انشاء اللہ کامل صحت ہوگی۔ قیمت ۲۱ خوراک صرف ۲ روپیہ

بیمار شیفکٹ جناب مولانا مولوی حکیم حاجی قاری صوفی شاہ محمد عبد الصمد صاحب قادری نقشبندی رحمانی مشہور بہ سلطان الواعظین ساکن پیلی بھیت نے جو سند عطا فرمائی ہے ملخص اسکا یہ ذیل ہے

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ صاحب ضرورت کو یہ طلا بہت مفید ہے اور بہت جلد با اثر ہے [illegible] مین جناب منشی سید علی حسین صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ مجھے انہون نے یہ طلا دیا اسکی اطلاع دی اور مین نے اسکو بہت اچھا سمجھا استعمال کیا اور بفضلہ تعالیٰ میں نے اس طلا سے نفع اٹھایا۔ محمد عبد الصمد ساکن پیلی بھیت

ملنے کا پتہ

سید علی حسین، پاٹا نالہ۔ لکھنؤ

مطبوعہ آسی پریس

نوٹ۔ ہمارے ذریعہ سے ہر قسم کی سادہ نگار کی انگشتریان نقرئی و طلائی اور زیور ہر قسم کا اور نگینہ ناک کی ۴ روپیہ، مہر نگینہ کی اور انگشتریان زرد عقیق کی۔ اور یمنی کی سبز فرمائش روانہ ہو سکتی ہین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الندوہ

علم صلہ اور اُسکی ضرورت

جب کسی شئے کا وجود متعدد اجزا کے وجود پر موقوف ہوکر پایا جاتا ہو تو وہ شئی حقیقۃً اُسی وقت اپنی ہستی کے قالب مین ڈھلتی ہو جب اولاً اُسکے مجموعی وجودی قالب مین ڈھل جاتے ہین یا دائرۂ کون مین آجاتے ہین اس بنا پر آج کل جدید فارغ التحصیل عربی خوان جماعت مین زیادتی کے ساتھ ایسے طلبہ پائے جاتے ہین جو یا تو عربی انشاپردازی کے وسیع میدان کی طرف اپنا قدم نہین بڑھا سکتے یا بڑھا سکتے اور بڑھاتے ہین تو صدہا غلطیون کے دام مین آکر گرفتار ہو جاتے ہین۔ صحیح انشاء عربی کا حقیقۃً جن اجزا پر دارومدار ہو اُنکا انحصار محض معمولی طور سے صرف ونحو فصاحت وبلاغت کی واقفیت پیدا کرنے پر نہین ہو بلکہ واقعۃً اسکا توقف اس امر پر ہو کہ ہمکو ان فنون مذکورہ کے کماحقہٗ حاصل کرنے کے سوا ایک عرصہ تک لازمی طور سے مشق اور کتب درسیہ کے انشاء اور علم صلہ کی تعلیم دیجائے۔ ہندوستان کے بعض مدارس عربیہ نے اگرچہ آجکل اپنی اپنی مدرسون کے نصاب تعلیمی مین فن انشا کو بھی جگہ دی ہو لیکن دراصل ان مدارس کے تعلیمی نصاب مین اسکا جگہ پانا اُسقدر سودمند ونافع نہین ہو جسقدر ہونا چاہیئے۔ اسکی وجہ اچھی طرح غور وفکر کرنے سے بجز اسکے کوئی اور نہین پائی جاتی کہ انشاء کے تعلیم دینے والے اساتذہ اپنے شاگردون کو انشاء سکھلاتے صلات افعال کی مطلقاً تعلیم نہین دیتے اور اگر بالفرض کچھ دیتے ہین تو فقط معدودہ چند اُن افعال کے متعلق جنکے صلات پر تعلیم اکثر افراد عربی خوان جماعت کو معلوم رہتے ہین مثلاً اتیان ومحبت کے معنی آنکا

جسوقت لانے کے معنی پیدا کرنا چاہتے ہین اُسوقت اس غرض کے حاصل کرنے کے لیے اس شئی پر جس کو لانا
مقصود ہوتا ہی حرف بای جارہ تعدیتہ داخل کرتے ہین جئتُ زیدًا جئتُ الی زید و اتیتُ زیدًا
و اتیتُ الی زید کے معنی یہ تھے کہ مین زید کے پاس آیا جئتُ بزیدٍ بالماء و اتیتہ بہ کے معنی یہ ہوسکے
مین زید کے پاس پانی لایا۔ اسیطرح اشفاق کے معنی ڈرنے کے ہین جسوقت اس سے معنی شفقت و مہربانی
اور کرنا مقصود ہوتا ہی اسوقت اُس شئے پر علی جارہ استعلائیہ داخل کرکے یہ فعل متعدی کیا جاتا ہی جسپر مہربانی کرنی
مقصود ہوتی ہی۔ اشفقتُ من عمرو کے معنی یہ تھے کہ مین عمرو سے ڈرا اشفقتُ علٰی عمرو کے معنی یہ ہوسکے
مین نے عمرو پر شفقت کی۔ اعراض کے معنی کسی شئے سے مُنہ موڑ لینے کے ہین جسوقت اس سے ظاہر ہونا
یا کسی شئے کو عریض کرنا مقصود ہوتا ہی اُسوقت اس فعل کو اُس شئے کی طرف جسپر کوئی شئے ظاہر ہو بذریعہ لام
جارہ اور اُس شئے کی طرف جسکو عریض دار کرنا مقصود ہوتا ہی بغیر کسی حرف جر کے متعدی کرتے ہین۔ اعرضتُ عنہ
کے معنی یہ تھے کہ مین نے اُس سے مُنہ پھیر لیا۔ اعرض لی صید کے معنی یہ ہوسے کہ مجھکو ایک شکار دکھلائی دیا۔
اور اعرضتُ المسئلۃ کے معنی یہ ہوسے کہ مین نے چوڑی درخواست کی۔ اسیطرح شہادۃ۔ ذہاب۔ ارسال
وغیرہ۔ عام طور سے معلمین مشارالیہ افعال مذکورہ بالا کے صلات کے علاوہ اور کسی قسم کے کثیر الاستعمال قلیل الاستعمال
فعل کے صلہ کی اپنے تلامذہ کو تعلیم نہین دیتے اسکی وجہ امعانی نظر ڈالنے سے اسکے سوا کوئی اور نہین قائم ہوسکتی
کہ انمین سے اکثر حضرات خود اس فن مین خام اور ادھورے رہتے ہین اور اپنے اس نقصان عظیم کی تلافی
کی طرف کسی وقت مائل و متوجہ نہین نظر آتے کیونکہ اس فن مین مستقلاً ابتک کوئی ایسی کتاب دائرہ تالیف
مین آئی ہوئی نہین پائی جاتی جسمین سارے صلہ والے افعال کے صلات مستعملہ اہل عرب کے منضبط ہون جس سے
بسہولت تمام کام لیا جاسکے ہان اس فن پر مجموعہ لغت و اشعار جاہلیین اور دوسری قدیم مستند مصنفین کی
کتابون کی خوشہ چینی و جبہ سائی سے پیدا ہوتا ہی لیکن راحت طلب جماعت اسکی تکلیف کب گوارا کرسکتی ہی
یہی وجہ ہی کہ فی زماننا اکثر جدید فارغ التحصیل طالب علم عربی انشا مین مختلف دشواریان اور خامیان پیش پاتی ہین
کیا ہم مین سے اکثر حضرات پر یہ خبر روشن نہین ہی کہ سنہ ۱۳۱۲ھ مین عربی کے فارغ التحصیل ایک مولوی صاحب جو کہ
حقائق صرفیہ و اسرار نحویہ سے بخوبی واقف تھے اور مہارت ادبیہ سے بالکلیہ بے بہرہ و محروم تھے ایک عربی خط مع مقدمہ

کیا خاصت اٹھانی پڑی۔ واقعہ یہ ہے کہ مولویصاحب موصوف نے ایک مدت تک ایک عربی کے مدرسہ مین بوجہ شکایت ناداری غیر مستطیع طلبہ مین شامل ہو کر عربی کی کتب درسیہ تمام کین اور جناب مولویصاحب موصوف نے اپنے ایام تعلم مین درسی کتابون کے پڑھنے کے علاوہ کچھ دنون اپنے کسی استاذ سے قدرے انشا پردازی بھی سیکھی تھی لیکن انکے صاحب نے علم صلہ کی عدم واقفیت و بیخبری سے انکو علم صلہ کی مطلقاً تعلیم نہین دی تھی مولوی صاحب مذکور سند حاصل کرنے کے بعد اپنے کسب معیشت کے درپے ہوے۔ (کیونکہ انکو جس خاندان سے تعلق تھا اسپر افلاس و فقر اچھی طرح سایہ فگن تھا) کچھ دنون تک مولوی صاحب موصوف نے جد عظیم و سعی بلیغ پر بھی کوئی ملازمت نہین پائی بالآخر مجبور ہو کر فقر و فاقہ مین اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔ اتفاقاً ایک دن محمد حنیف نامے ایک شخص انکے مکان پر ملنے کی غرض سے حاضر ہوے یہ انکے قدیم دوستون مین سے تھے مولویصاحب انکو دیکھکر بہت ہشاش و بشاش ہو کر بغلگیر و معانق ہوے محمد حنیف صاحب نے جب اپنے قدیم محب کی صورت بوجہ فقر و فاقہ متغیر پائی تو انھون نے مولویصاحب موصوف سے یہ کہا کہ آپ کیون اہل علم ہو کر اس خراب و خستہ حالت مین دست و پا توڑ کر بیٹھے ہین۔ مین کل آیندہ الہ آباد اپنی ملازمت پر جانے والا ہون کیونکہ میری رخصت ختم ہو چکی ہے آپ بھی میرے ہمراہ چلیے مجھسے وہان کے انسپکٹر صاحب مدارس سے جان پہچان ہے اگر کسی اسکول مین کوئی جگہ خالی ہوگی تو وہ ضرور سارٹیفکٹ دکھلانے پر آپ کو کسی اسکول مین عربی یا فارسی کا ٹیچر مقرر کر دینگے مولویصاحب نے اپنے اس قدیم دوست کی نصیحت مانکر ساتھ سفر کرنے کی رضامندی ظاہر کی جب وہ دن آیا تو مولوی صاحب نے اپنے رفیق مذکور کے ساتھ سفر اختیار کیا۔

الہ آباد پہونچکر دو تین دن کے بعد محمد حنیف صاحب انسپکٹر صاحب مدارس کے بنگلہ پر ملاقاۃً حاضر ہوے انسپکٹر صاحب مدارس نے اثنای کلام مین انسے یہ فرمایا کہ فی الحال فلان مقام کے فلان اسکول مین ایک عربیدان ٹیچر کی ضرورت ہے اگر آپکے ملاقاتیون مین کوئی لائق و عمدہ سند یافتہ شخص موجود ہون تو انکا ذکر کیجیے وہ فی الفور یہ جگہ حاصل کر سکتے ہین محمد حنیف صاحب پر اس بات کے سننے سے غایت درجہ کی مسرت طاری ہوئی اور انھون نے تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر صاحب موصوف سے یہ عرض کیا کہ حضور بہتر ہے کل آیندہ مین ایک قابل عربیدان آپ کی خدمت اقدس مین لاکر پیش کرونگا وہ اس عہدہ کو جسکا آپ ذکر

فرماتے ہین بخوبی انجام دے سکتے ہین۔ محمد حنیف صاحب نے حسب وعدہ یوم موعود پر اپنے قدیم محب کلونسپکٹر صاحب کے روبرو پیش کیا انسپکٹر صاحب نے مولوی صاحب موصوف سے فارغ التحصیل کی سند طلب کی مولوی صاحب موصوف نے بعد طلب جب اپنا سارٹیفکٹ صاحب کور پر معاینہ حاضر کیا تو صاحب مذکور نے (جو علم انگریزی کے علاوہ عربی علم ادب پر بھی اعلے درجہ کی قدرت رکھتا تھا اور مذہبًا عیسائی تھا) شروع سے اخیر تک اُس سارٹیفکٹ کے ملاحظہ کے بعد نہایت افسوسناک لہجہ مین اُنسے یہ فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہی کہ آپ عربی کے علم ادب جیسے علم سے جسکی جہالت فردًا فردًا علمای اسلام پر نازیبا ہی ناواقف ہین کیونکہ آپ کی مقدس وآسمانی کتاب کلام مجید اور مبارک کتب صحاح ستہ (جو فصاحت وبلاغت کی مخزن) کے احکام ومطالب کا صحیح سمجھنا اور اُنپر مطلع ہونا عربی علم ادب پر موقوف ہی آپ جیسے حضرات نہ صرف اپنی بلکہ قاطبۃً علمای اسلام کے علم کی وقعت پبلک کے دلون سے زائل کرتے ہین۔ آپکو کتب درسیہ تمام کرنے اور فارغ التحصیل ہونے پر یہ نہین معلوم ہوا کہ میری فارغ التحصیلی کی سند صحیح ہی یا نہین آپ کو علم ادب سے اگر کچھ مساس ہوتا تو ادنی تامل سے آپ اپنی سند کی صلاتی غلطیون سے باخبر ہوکر اپنے لیے ایک صحیح دعمدہ سارٹیفکٹ حاصل کرتے آپ کی سند۔ بجای آپکی کامیابی کے آپ کی ناکامیابی ظاہر کرتی ہی کیونکہ اسمین آپکے نام کے بعد فاز علی امہ فوزًا باھرًا کا جملہ بجای فاز بمارام الیہا وفاز بما رامہ فوزًا باھرًا موجود ہی جسکے معنی واقفین علم ادب کے نزدیک یہ ہین کہ وہ اپنے مقصد مین اچھی طرح ناکامیاب ہوا۔ اسی طرح آپ کے استاد صاحب نے آپ کی سند کے اُس مقام پر جس جگہ آپکے ایام تعلم کی خوش خلقی ونیک چلنی کا ذکر کیا ہی بجای اتی من احدی فضائل خلقہ الحسن انہ عاج علی ھذہ المدرسۃ عشرۃ سنین ولم یاتنی عوض علی طالب اوبطالب سن من احدی فضائل خلقہ الحسن انہ عاج الی ھذہ المدرسۃ عشرۃ سنین ولم یاتنی عوض طالبا تحریر کیا ہی جسمین صلہ کی دو غلطیان ہین جس سے غرض مقصود جاتی رہتی ہی۔ یعنی یہ کہ عوج کا صلہ جس صورت مین علی یا باء کے ساتھ آتا ہے اسوقت اسکے معنی اقامت کرنے کے آتے ہین اور جس صورت مین الی کے ساتھ آتا ہی اسوقت اسمین مائل ومتوجہ ہونے کے معنی حاصل ہوتے ہین اور اتٰی کا صلہ ہمیشہ علی یا باء کے ساتھ آتا ہی جسکی چنلی کھانا مقصود ہو۔ ہو اسکی طرف سوا علی یا باء داخل کیے ہوے اس فعل کو کبھی متعدی نہین کرتے۔ آپکیا استاد صاحب نے

اپنی عبارت مکتوبہ مین یہ مطلب ملحوظ رکھا ہو کہ آپ نے اُنکے مدرسہ مین دس سال مقیم رہکر کتب درسیہ ختم کین اور اس سند مین آپ نے اپنے اساتذہ اور ہمسبق پڑھنے والے طلبہ کے ساتھ نہایت درجہ کی نیک چلنی اور خوش خلقی برتی لیکن یہ مقصد اُس عبارت سے جو آپکی سند مین ٹھیک موجود ہو عبارت کی غلطیون کی وجہ سے مفقود ہو اسکے سوا آپکی سند مین اور بھی غلطیان ہین جس سے آپکی فارغ التحصیلی کی قطعی شہادت نہین پائی جاتی آپکی درخواست آپکی عدم قابلیت کے سبب سے مسترد کیجاتی ہو۔ میان محمد حنیف صاحب پر انسپکٹر صاحب کے اس کلام منکوسہ سے نہایت درجہ کی پشیمانی کی گھٹا چھا گئی اور دل ہی دل مین نہایت حزن و ملال سے یہ کہنے لگے کہ کاش مین نے علم عربی کے کسی لائق فارغ التحصیل شخص کو صاحب موصوف کے سامنے عہدۂ مذکور کی طلبی کے لیے پیش کیا ہوتا تو مجھے یہ شرمساری نہ حاصل ہوتی لیکن سچ ہو خود کردہ را چہ علاج - اس واقعہ اور اسکے امثال پر نظر ڈالنے سے کیا علم دوست حضرات مین سے ہر انصاف پسند و سلیم الطبع اشخاص پر مدارس عربیہ مین علم صلہ کے تعلیم کی اشد ضرورت نہین محسوس ہوتی کیا غیر قومین ہمارے مختلف علمی خزائن سے مالامال ہوکر ہمکو انہین سے کسی کے فقر و محتاجگی کا ہمیشہ متواتر ننگ و عار دلاتی رہین = نہین نہین - ہم عربی خوان جماعت پر ایام تعلم مین علم صلات الافعال کا سیکھنا صرف و نحو کی طرح ضروری ہو - علم صلہ وہ علم ہو جسمین اُن قواعد سے بحث کیجاتی ہو جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ فلان فعل یا شبہ فعل اپنے مفعول کی طرف متعدی ہو یا نہین بَا رَ عَلٰی مِنْ لَامْ فِیْ اِلٰی عَنْ عِنْدَ مین سے فلان حرف کے ذریعہ سے متعدی ہو یا نہین فلان معنی دیتا ہو اور فلان حرف کے ذریعہ سے متعدی ہونے مین فلان معنی - اور فلان فعل یا شبہ فعل اپنے مفعول اول کی طرف بنفسہ اور مفعول ثانی کی طرف بذریعۂ فلان حرف جر متعدی ہوتا ہو - اور فلان فعل یا شبہ فعل اپنے مفعول کی طرف بنفسہ متعدی ہوتا ہو اور فلان فعل یا شبہ فعل اپنے مفعول اول اور مفعول ثانی دونون کی طرف بذریعۂ حرف جر متعدی ہوتا ہو اور فلان فعل یا شبہ فعل لازم ہوکر مستعمل ہوتا ہو اور کسی وقت متعدی نہین ہوتا اور فلان فعل یا شبہ فعل لازم ہوکر مستعمل ہوتا ہو لیکن کسی متعدی ابواب مین جاکر یا بذریعۂ حرف جارہ متعدی بھی ہوجاتا ہو غرض اس فن کے حاصل کرنے سے یہ ہو کہ اس فن کا ماہر عربی کی تقریری اور تحریری غلطیون سے بچے اور جس معنی کو کسی فعل سے ادا کرنا چاہے اسکو اسکے مستعمل صلہ سے صحیح طریقہ سے ادا کرسکے - اس فن کے موضوع کچھ حرف جارہ اور بعض حروف ظرف ہین لیکن اس حیثیت سے کہ وہ کیونکر کسی فعل کے صلہ واقع ہوتے ہین اور اپنے استعمال کے بعد فعل کے اصلی معنی کو کس معنی پر اسکے مفعول تک پہونچاتے ہین = اجمالاً اس مقام پر ناظرین کے لیے کچھ اس قسم کے افعال

دکھلائے جاتے ہین جنہین صلہ کے انقلاب سے اُنکے معنی منقلب ہو گئے ہین -

بغی - یبغی کے معنی ظلم یا گردنکشی کرنے کے ہین اسکا صلہ اسطرح آتا ہو کہ جس شئے پر ظلم یا جس شئے سے گردنکشی کیجاتی اسکی طرف اس فعل کو بذریعۂ علی جارہ متعدی کرتے ہین - جیسے بغیت علیہ مین نے اسپر ظلم کیا اور جسوقت یہ فعل دو مفعولون کی طرف متعدی ہوتا ہی اور اُنمین سے پہلے کی طرف بغیر کسی حرف جر کے اور دوسرے کی طرف کبھی با حرف جر اور کبھی لام جارہ سے تو اسوقت اسمین معنی کسی شخص کی کسی شئے کی تلاش مین مدد کرنے کے آتے ہین جیسے بغیتہ الشئ و بغیتہ لہ مین نے اُسکی اس شئے کی تلاش مین اعانت کی اور جسوقت یہ فعل لازم ہو کر مستعمل ہوتا ہی اُس وقت اسمین زخم کے گندا سیدہ ہو کر ریم دار ہو جانے کے معنی پیدا ہو جاتے ہین جیسے بغی الجرح - زخم گندا سیدہ ہو کر ریم دار ہو گیا - برم کے معنی ملول اور رنجیدہ خاطر ہونے کے ہین اسکا صلہ اسطرح مستعمل ہی کہ جس شئے سے رنجیدہ خاطر ہوتے ہین اسکی طرف اس فعل کو بنفسہ نہین متعدی کرتے بلکہ اسکی طرف اس فعل کو بذریعۂ با مستعمل کرتے ہین جیسے برمت بہ مین اُس سے رنجیدہ خاطر ہوا لیکن جسوقت اسمین کسی امر کے پختہ اور مضبوط کرنے کے معنی پیدا کرنا چاہتے ہین تو اُسوقت اس فعل کو اس شئ کی طرف جسکا مضبوط و محکم کرنا مقصود ہوتا ہی بنفسہ یعنی بغیر کسی حرف جر کے متعدی کرتے ہین جیسے برمت الامر و ابرمتہ - مین نے فلان کام کو محکم کیا - بَطَن - بطانۃ کے معنی شکم پر مارنے کے ہین اسکا صلہ اسطرح مستعمل ہی کہ جس شئے کے شکم پر ضرب لگائی جاتی ہی اسکی طرف ہمیشہ اس فعل کو کبھی با حرف جر اور کبھی بذریعۂ لام جارہ متعدی کرتے ہین جیسے بطنت زیدًا و بطنت لزید - مین نے زید کے شکم پر مارا جسوقت اسمین معنی بڑے شکم والا ہونا یا کسی شئ کا پوشیدہ و مخفی ہونا پیدا کیا جاتا ہو تو یہ فعل لازم ہو کر مستعمل ہوتا ہے جیسے بَطِنَ زیدٌ زید بڑے شکم والا ہوا - بَطُنَ الشئ فلان شئ پوشیدہ رہی - اور جسوقت اس سے معنی کسی شخص کا ہمراز یا کسی شخص کے خاص شخصون مین سے ہونا حاصل کیا جاتا ہی اسوقت یہ فعل اس شخص کی طرف جسکا ہمراز ہونا مقصود ہوتا ہی اطراد کے ساتھ با جارہ اور ندرت کے ساتھ من جارہ سے متعدی ہو کر مستعمل ہوتا ہی جیسے بطنت بزید و بطنت من زید مین زید کا ہمراز ہوا یا اسکے خواص مین سے ہوا

باقی آیندہ

قمر الدین
مدرس دار العلوم ندوۃ العلما

کارروائی جلسۂ انتظامیہ ندوۃ العلما

منعقدہ ۲۵-۲۶- ستمبر ۱۹۱۲ء

جلسۂ انتظامیہ ۲۵- ستمبر ۱۹۱۲ء یوم چہار شنبہ

حاضرین جلسہ

جناب مولانا حاجی حافظ شاہ محمد عبد الحمید صاحب فرنگی محلی

جناب مولانا قاری عبد السلام صاحب انصاری پانی پتی

جناب مولانا غلام محمد صاحب فاضل ہوشیار پوری

جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس کاکوری معتمد مال ندوۃ العلما

جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری نائب ناظم ندوۃ العلما

جناب مولانا سید ظہور الاسلام صاحب فتح پوری

جناب منشی ظفر اللہ خاں صاحب ڈسٹرکٹ جج سیالکوٹ

جناب نواب صفی الدولہ حسام الملک سید علی حسن خاں صاحب رئیس بھیکم پور

جناب مولانا محمد حفیظ اللہ صاحب پروفیسر مدرسۂ عالیہ

جناب شمس العلما مولانا شبلی صاحب نعمانی معتمد دار العلوم

جناب بابو نظام الدین صاحب تاجر چرم و رئیس امرتسر

جناب مولانا حافظ حاجی عبد الباری صاحب فرنگی محلی

جناب شمس العلما مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی

جناب مولوی عبد الحی صاحب نائب ناظم ندوۃ العلما

وقت ۱۰ بجے دن

(۱) بہ تحریک شمس العلما مولانا شبلی نعمانی و تائید مولانا سید ظہور الاسلام صاحب و اتفاق حاضرین جلسہ مولانا حاجی حافظ شاہ عبد الحمید صاحب نے کرسی صدارت کو زینت دی۔

(۲) مولوی عبد الحی صاحب نے بند رائمین بابت انتخاب تیرہ ارکان انتظامیہ کے پیش کیں اور جناب

صدر انجمن صاحب نے انکو کھولکر گھنتونی کرائی اور بلحاظ کثرت اصوات کے نامون کا انتخاب کیا اور اپنے دستخط کرکے لفافہ بند کرکے لفافہ پر اپنے دستخط فرمائے - یہ طی ہوا کہ اسکو آیندہ جلسہ خاص مین پیش کرکے منظوری حاصل کیجائے

(۳) تکمیل دار العلوم کی تجویز جناب منشی محمد احتشام علی صاحب نے پیش کی اور باتفاق ارکان حاضرین اسکو ملتوی رکھا

(۴) جناب بابو نظام الدین صاحب کی تحریک اور جناب مرزا ظفر اللہ خانصاحب ڈسٹرکٹ جج کی تائید و اتفاق حاضرین سے یہ قرار پایا کہ نائب ناظم صاحبان و معتمدین صاحبان بموجودگی دو ارکان انتظامیہ کے ایک نشست علحدہ کرین کہ جو اختلاف انکے باہم ہین انکا تصفیہ کرکے کل ۲۶ ستمبر ۱۹۱۲ء مین انکا نتیجہ پیش کرین اور یہ طی ہوا کہ جناب مرزا ظفر اللہ خانصاحب ڈسٹرکٹ جج اور مولانا عبد الحمید صاحب اس نشست مین شریک ہون

دستخط

شبلی - نظام الدین - محمد ظفر اللہ - سید احمد امام - محمد خلیل الرحمن سہارنپوری - محمد حفیظ اللہ غلام محمد ہوشیارپوری
فقیر محمد عبد الباری - محمد ظہور الاسلام - محمد احتشام علی - فقیر محمد عبد الحمید - عبد الحی - محمد علی حسن - عبد السلام

جلسہ انتظامیہ منعقدہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۲ء یوم پنجشنبہ

وقت ۹ بجے دن

صدر انجمن

جناب مولوی حافظ حاجی شاہ عبد الحمید صاحب

حاضرین جلسہ

جناب مولوی حافظ حاجی عبد الباری صاحب
جناب بابو نظام الدین صاحب رئیس و تاجر چرم
جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری
جناب سید ظہور احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل
جناب مولوی قاری عبد السلام صاحب انصاری پانی پتی
جناب شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی
جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پروفیسر مدرسہ ڈھاکہ
جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس کاکوری
جناب صفی الدولہ حسام الملک نواب سید علی حسن خانصاحب
جناب مولوی سید ظہور الاسلام صاحب فتحپوری

جناب شمس العلما مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی — جناب مرزا ظفر اللہ خان صاحب ڈسٹرکٹ جج سیالکوٹ

جناب مولوی غلام محمد صاحب فاضل ہوشیارپوری — جناب مولوی عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء

(۱) جناب مرزا ظفر اللہ خان صاحب ڈسٹرکٹ جج نے رپورٹ بابت نتیجۂ کارروائی نشست خلوص ج ۲۵ ستمبر ۱۹۱۲ء
کو نائب ناظم صاحبان و معتمدین وغیرہ نے نشست کر کے باہم طے کی تھی پیش کی اور بالاتفاق منظور ہوئیں۔

حسب تجویز جلسۂ انتظامیہ منعقدہ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۲ء مولانا خلیل الرحمن صاحب نائب ناظم اول
و قائم مقام ناظم و شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی معتمد دار العلوم و مولانا سید عبد الحی صاحب نائب ناظم
و مخدومنا منشی محمد احتشام علی صاحب معتمد مال عہدہ داران ندوۃ العلما اور مولانا عبد الحمید صاحب رکن انتظامی
اور خاکسار کی شمولیت سے ایک کمیٹی اس غرض سے قائم ہوئی کہ متنازع فیہ امور پر غور کیا جائے اور جو اسباب
بے ضابطگیوں کے باعث ہوں انکا انسداد اور آئندہ کے لیے اصلاح کی تجاویز مقرر کی جاویں۔

چنانچہ اس کمیٹی کا اجلاس ۳ بجے سے ۹ بجے شب تک رہا اور بعد گفت و شنید حسب ذیل امور قرار پائے

(الف) مولوی ظہور الاسلام صاحب (جیسی کہ پہلے تجویز ہوئی تھی) دار العلوم کے نگران امور مذہبی
مقرر کیے جائیں اور وہ دار العلوم میں یا متصل دار العلوم رہا کریں۔ اور طلبہ کے امور مذہبی کی کامل طور پر نگرانی رکھیں

(ب) پرنسپل صاحب دار العلوم بالخصوص امور مذہبی کی طرف متوجہ رہیں اور جو ضوابط و قواعد اسکے
متعلق پہلے پاس ہو چکے ہیں سختی کے ساتھ اسکی پابندی کا خیال رکھیں۔

(ج) تمام اہل اسلام مدرسین خود صوم و صلوۃ کے پابند ہوں اور اوقات مدرسہ میں جب اذان ہو تو
ہر ایک معلم اپنے طلبہ کو ہمراہ لیکر مسجد جاویں اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں
جو مدرسین یا طالب العلم اسکی پابندی بلا عذر نکریں پرنسپل صاحب اُسے سمجھا دیں اور پھر فہمایش کریں
اور اگر پھر بھی پابندی نہو تو ایسے شخص کو دار العلوم سے خارج کیا جائے

(د) تمام مدرسین اور عملہ دار العلوم کی تنخواہوں کا روپیہ حسب برآورد مرتبہ پرنسپل پرنسپل کی رسید پر
پرنسپل کے پاس آیا کرے اور پرنسپل سب تنخواہیں تقسیم کر کے قبض الوصول پر پابندگان کے دستخط رسیدی کرالیا کریں
دفتر دار العلوم میں پرنسپل کے پاس دو رجسٹر ہونگے۔ ایک برآوردہ دوسرا قبض الوصول۔ اول

باقاعدہ طیار ہو کر رجسٹر مین درج کر لیجائے اور برآورد دفتر مال مین بھیجی جاوے اور اس برآورد کے مطابق دفتر مال معرفت پرنسپل کی رسید پر وہ کل روپیہ پرنسپل کے پاس بھیجدیگا۔

جب یہ روپیہ آجاوے تو پرنسپل اپنے روبرو تنخواہ تقسیم کرینگے اور قبض بالوصول اور نیز انکی نقل پر پابندہ کے دستخط کرائے جائینگے۔ اور پھر یہ برآورد مع نقل قبض الوصول دفتر مال مین مع رپورٹ کے بھیجدی جاویگی۔

جو مدرس یا کوئی پابندہ تنخواہ حاضر نہو تو انکی تنخواہ مین تین روز تک پرنسپل کے پاس امانتاً رکھی جاسکتی ہین۔ لیکن اگر اس سے زیادہ عرصہ کے لیے غیر حاضر ہو تو وہ روپیہ رپورٹ کے ساتھ جو برآورد پر ہوگی دفتر مال مین واپس کر دیا جائیگا جہان تا آمد پابندہ کے امانت جمع رہیگی۔

(ھ) دار الاقامہ کی آمد و خرچ کا رجسٹر دفتر دار العلوم مین مکمل موجود رکھا جاویگا اور اس حساب کے ذمہ دار پرنسپل صاحب ہونگے' اس کام کی نگرانی پرنسپل صاحب کے ذمہ ہوگی اور ماہوار ایک گوشوارہ رجسٹر کا بنایا جائیگا اور اسکی ایک نقل دفتر معتمد دار العلوم مین بھیجی جائیگی۔ معتمد دار العلوم اور معتمد مال ان حسابات کی وقتاً فوقتاً دیکھ بھال کیا کرینگے۔

(و) معتمد مال اگر کوئی امر متعلق حساب پرنسپل کو لکھے تو اسکی تعمیل کرنا پرنسپل کا فرض ہے۔

(ز) کسی عہدہ کے اتفاقی خالی ہونے پر معتمد متعلقہ بعد مشورت عہدہ داران مقامی چند روز عارضی انتظام کردیگا جو پندرہ یوم سے زیادہ نہو۔

(ح) تقرری۔ موقوفی۔ ترقی و تنزلی کا اختیار کسی عہدہ دار کو نہین ہے۔ جب کبھی ایسی ضرورت ہو تو عہدہ دار متعلقہ اپنی مجلس سے مشورت کر کے اسکی منظوری مجلس انتظامیہ سے لیگا۔

(ط) ایک سر دفتر مقرر کیا جاوے جو انگریزی اور فارسی مین کافی استعداد رکھتا ہو اسکے ماتحت ہر ایک صیغہ کے لیے ایک محرر مقرر ہو اور تمام دفتر ایک جگہہ اس سر دفتر کی تحویل مین رہے۔ ہر ایک محرر اپنے اپنے صیغہ کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ سر دفتر ہر ایک عہدہ دار کے جائز احکام کی تعمیل کریگا۔

(ی) ایک آنریری صدر محاسب مقرر کیا جاوے جو تمام صیغون کے حسابات کی نگرانی اور پڑتال کا

ذمہ دار ہوگا اور حساب اور اخراجات کے متعلق ہر ایک صیغہ کے عہدہ دار سے جس امور مین اُسے شبہہ ہو استفسار اور اعتراض کرنے کا مجاز ہوگا۔

(ک) کوئی عہدہ دار ایک صیغہ کا دوسرے صیغہ کے عہدہ دار پر بحیثیت عہدہ اعتراض کرنے کا مجاز نہوگا۔ البتہ بحیثیت رکن انتظامی ہونے کے مجلس انتظامیہ کو توجہ دلا سکتا ہو۔

(ل) ہر ایک رکن انتظامی تمام صیغون کے کام اور حسابات کو نیک نیتی اور دیانت کے ساتھ دیکھ بھال سکتا ہو اور جس امر مین اُسے شبہہ ہو وہ اُسی عہدہ دار سے دریافت کر سکتا ہو۔

ہر ایک کو لازم ہو کہ ایسے سوال اور استفسار کا جواب دے۔ لیکن کسی رکن کا یہ حق نہین ہو کہ کسی عہدہ دار پر اعتراض کرے یا بیجا استفسارات سے کسی عہدہ دار کو دق کرے۔ البتہ اگر کوئی رکن سمجھے کہ کسی صیغہ مین کوئی بے ضابطگی یا خلاف ورزی قواعد ہوتی ہو تو اسکا فرض ہو کہ وہ دفتر مین فوراً بذریعہ تحریر اسکی باطلاع دے اور معتمد دفتر کا فرض ہو کہ اُسی رپورٹ کو مجلس انتظامیہ مین پیش کرکے اُسکو طے کرا دے۔

اگر دفتر سے ایسی رپورٹ پیش نہو تو وہ رکن جلسۂ انتظامیہ کو رپورٹ کر سکتا ہو۔

(م) تمام روپیہ خواہ وہ کسی مد کے متعلق ہو دفتر مال مین جمع کیا جاوے کوئی شخص مجاز نہین ہے کہ کسی قسم کا روپیہ اپنے پاس رکھے۔

(ن) تمام پچھلے حساب جمع و خرچ گذشتہ ماہ تک شائع کیے جاوین اور آیندہ سہ ماہی پر حسابات باضابطہ طور پر شایع ہوتے رہین۔ اسکے ذمہ دار معتمد مال ہونگے۔

(۲) نگران امور مذہبی کے متعلق یہ طے ہوا کہ اُنکا لقب ناظر امور مذہبی ہوگا۔

(۳) مولوی سید ظہور الاسلام صاحب نے ناظر امور مذہبی کا عہدہ قبول کیا اور یہ طے ہوا کہ وہ کم از کم مہینہ مین ایک ہفتہ بلا تعین ہفتہ یہان آکر دار العلوم مین یا اسکے متصل مکان مین قیام کرینگے اور آمد و رفت اور قیام لکھنؤ کے مصارف اُنکو دیے جائینگے۔

(۴) یہ طے ہوا کہ ناظر امور مذہبی کا فرض یہ ہو کہ وہ اپنے تقدس اور فضیلت سے طلبہ اور مدرسین پر اثر ڈالے اور بلا ایت و نرمی تبلیغ کرتا ہے اور اس امر کی نگرانی کرے کہ طلبہ اور مدرسین کہان تک پابند

کرتے ہین۔ جس امر مین کوئی قصور یا نقص دیکھے اسکی اطلاع پرنسپل و معتمد دار العلوم کو کردے اور اسکے متعلق اُنسے مناسب احکام جاری کرائے۔

(۵) یہ طے ہوا کہ حسب تجویز دفعہ ۹۔ رپورٹ مذکورہ کے سپرنٹنڈنٹ دفتر مقرر کیا جائے جسکی تنخواہ زیادہ سے زیادہ پچاس روپیہ تک ہو اور معتمدین بمشورۂ باہمی اُسے مقرر کرینگے۔ اور ایک محرر پندرہ روپیہ کا معتمد صاحب دار العلوم کی ماتحتی مین دیا جائے۔ اور سپرنٹنڈنٹ دفتر کا دفتر مکان دار العلوم کے کسی مناسب مقام پر رکھا جائیگا۔

(۶) بابت تجویز نمبر ۱ رپورٹ طے شدہ کے یہ قرار پایا کہ منشی محمد محفوظ علی صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر محصل کا مقرر کیے جائین۔

(۷) یہ طے ہوا کہ کسی معتمد صاحب کے پاس جو روپیہ موجود ہی اور دفتر مال مین ابتک جمع نہین ہوا وہ پندرہ دن کے اندر دفتر مال مین داخل کر دیا جائے۔

(۸) یہ طے ہوا کہ تین مہینہ کے اندر تمام حسابات جو ابتک نہین شائع ہوے شائع کر دیے جائین۔

(۹) یہ طے ہوا کہ بابو نظام الدین صاحب ندوۃ العلماء کے آنریری آڈیٹر مقرر کیے جائین۔ وہ آخر دسمبر تک پچھلے حساب کی پڑتال کر لینگے۔

(۱۰) یہ قرار پایا کہ تین آدمیون کی ایک سب کمیٹی قائم کیجائے جو دار العلوم کے تمام نقائص کو جانچے اور اُنکی آیندہ اصلاح جن چیزون پر موقوف ہو اسکی رپورٹ جلسۂ انتظامیہ کو کرے

(۱۱) باتفاق آرا ارکان مندرجۂ ذیل تجویز ہوے۔

مولوی ظہور الاسلام صاحب۔ مولوی غلام محمد صاحب فاضل۔ مولوی قاری عبد السلام صاحب۔

(۱۲) بعد تکمیل رپورٹ طے شدہ کے تکمیل عمارت دار العلوم و فراہمی سرمایہ کا مسئلہ پیش کیا گیا اور اسکے لیے مندرجۂ ذیل تجویزین منظور ہوئین۔

(الف) یہ کہ مکان دار العلوم واقع گولہ گنج لکھنؤ کم از کم پندرہ ہزار روپیہ قیمت پر فروخت کر دیا جائے۔

(ب) وفود روانہ کیے جائین اور مندرجۂ ذیل حضرات اس خدمت کو انجام دین۔

مولوی شبلی صاحب نعمانی۔ منشی محمد احتشام علی صاحب۔ مولوی خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری

شیخ مشیر حسین صاحب - اور یہ لوگ جسکو چاہین شریک کرلین -
منشی محمد احتشام علی صاحب نے اس شرط پر منظور کیا کہ شہر سے وہ باہر نجائینگے اور بعض حضرات کے یہان جہان جانا وہ مناسب نہین سمجھتے نجائینگے - یہ وفد تعلقداران اودھ کی خدمت مین جائیگا -

(۱۳) یہ طے ہوا کہ مولوی غلام محمد صاحب شملوی کو فوراً فراہمی سرمایہ کے واسطے مدراس روانہ کیا جائے اور مولوی غلام محمد صاحب ہوشیارپوری کو دورۂ پنجاب کے لیے روانہ کیا جائے -

(۱۴) بالاتفاق طے ہوا کہ نواب سالار جنگ مدار المہام حیدرآباد دکن کی خدمت مین ارکان ندوۃ العلما کی جانب سے مبارکباد کا تار روانہ کیا جائے - اور دعانامہ مرتب کرکے خریطہ مین روانہ کیا جائے -

دستخط

محمد ظفر اللہ - سید ظہور احمد - فقیر محمد عبد الحمید - عبد السلام ظہور الاسلام - نظام الدین - محمد احتشام علی سید احمد امام - محمد خلیل الرحمن سہارنپوری - فقیر محمد عبد الباری - محمد حفیظ اللہ - غلام محمد ہوشیارپوری شبلی - عبد الحی - محمد علی حسن خان

جلسۂ خاص ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء یوم پنجشنبہ

صدر انجمن

جناب مولانا حافظ حاجی شاہ عبد الحمید صاحب

حاضرین جلسہ

جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پروفیسر مدرسہ ڈھاکہ	جناب مولانا قاری عبد السلام صاحب انصاری
جناب مولانا سید ظہور الاسلام صاحب فتحپوری -	جناب صفی الدولہ حسام الملک نواب سید علی حسن خان صاحب رئیس
جناب مرزا ظفر اللہ خانصاحب ریٹائرڈ جج سیالکوٹ	
جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس کاکوری	جناب مولانا حافظ حاجی عبد الباری صاحب فرنگی محلی
جناب شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی	جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری

جناب سید ظہور احمد صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل — جناب بابو نظام الدین صاحب تاجر چرم رئیس امرتسر

جناب شمس العلما مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی — جناب خان بہادر شمس العلما مولانا شاہ ابو الخیر صاحب

جناب مولوی غلام محمد صاحب فاضل ہوشیار پوری — جناب مولوی سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلما

(۱) فہرست ارکان منتخب شدہ جلسہ دیروزہ پیش ہوئی جن چند اصحاب کے واسطے رائیں برابر تھیں انکے انتخاب کے لیے قرعہ اندازی کی گئی اور مندرجہ ذیل فہرست کے اصحاب رکن انتظامی منتخب ہوے۔

۱۔جناب نواب حاجی محمد اسحاق خانصاحب ڈسٹرکٹ جج میرٹھ ۲۔جناب آنریبل نواب بہادر سر خواجہ محمد سلیم اللہ خانصاحب ڈھاکہ ۳۔جناب حاذق الملک مولوی حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب ۴۔جناب خان بہادر میر جعفر حسین صاحب انجنیر ریاست بھوپال ۵۔جناب مولوی احمد زمان خانصاحب رئیس شاہجہانپور ۶۔جناب منشی محفوظ علی صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر و رئیس کاکوری ۷۔جناب مولوی وصی الزمان خانصاحب تعلقدار میاں گنج ضلع اناؤ ۸۔جناب مولوی عبدالحی صاحب رئیس چندوسی ۹۔جناب محمد اسمٰعیل صاحب فیض آباد ۱۰۔جناب حکیم عبدالرشید صاحب لکھنؤ ۱۱۔جناب خان بہادر مولوی انوار اللہ خان صاحب اُستاد حضور نظام حیدر آباد دکن ۱۲۔جناب مولوی عبید اللہ صاحب سندھی سکریٹری موتمر الانصار ۱۳۔جناب سیٹھ عبدالکریم صاحب (ایس) جمال رنگون۔

(۲) یہ طے ہوا کہ تمام قواعد و ضوابط ندوۃ العلما و دار العلوم پر نظر ثانی کرکے ایک مکمل دستور العمل مولوی خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری ایک مہینہ کے اندر تیار کرکے چھپواکر تمام ارکان انتظامیہ کے پاس بھیجدیں۔

نقل دستخط

غلام محمد ہوشیار پوری۔محمد احتشام علی۔شبلی۔محمد حفیظ اللہ۔نظام الدین۔عبدالسلام۔ظہور الاسلام سید احمد امام۔محمد ظفر اللہ۔فقیر محمد عبدالباری۔عبدالحی۔خلیل الرحمن۔محمد علی۔حسن خان فقیر محمد عبدالحمید۔سید ظہور احمد۔

جلسۂ انتظامیہ

منعقدہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۲ء یوم پنجشنبہ

حاضرین جلسہ

جناب مولوی سید ظہور الاسلام صاحب	جناب مولوی غلام محمد صاحب
جناب بابو نظام الدین صاحب	شمس العلما جناب مولوی شبلی صاحب نعمانی
جناب مولوی قاری عبد السلام صاحب	جناب سید ظہور احمد صاحب وکیل ہائیکورٹ
جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب	جناب شمس العلما مولوی سید احمد صاحب
جناب مولوی عبد الباری صاحب	جناب مولوی عبد الحی صاحب نائب ناظم ندوۃ العلما
جناب منشی احتشام علی صاحب	جناب شمس العلما خان بہادر
جناب مولوی حفیظ اللہ صاحب	مولوی ابو الخیر صاحب

(۱) جناب مولوی سید ظہور الاسلام صاحب اس جلسہ کے صدر نشین منتخب ہوئے۔

(۲) یہ طے ہوا کہ کتب خانہ کو اس مکان سے جسمین اب موجود ہی منتقل کرکے دوسرے مکان مین جو متصل دار العلوم کے ہو منتقل کیا جائے۔ کرایہ مکان کا زیادہ سے زیادہ بیس روپیہ تک دیا جاسکتا ہی۔ جن مدات مین بجٹ کی گنجایش ہو اس سے کرایہ ادا کیا جاوے۔

(۳۔ الف) الندوہ کی اڈیٹری سے شمس العلما مولانا شبلی نعمانی نے اور منیجری سے مولوی عبد الحی نے استعفا پیش کیا اور بعد منظوری استعفا کے اڈیٹری کے لیے مولوی عبد الکریم صاحب مدرس تجویز ہوے اور جو شخص سر دفتر ندوۃ العلما کا مقرر ہوگا وہی منیجری کی خدمت کو انجام دیگا۔

(ب) ارکان نے حساب کو سنا جس سے یہ ثابت ہوا کہ قریب قریب اس وقت تک خرچ اور آمدنی برابر ہی اور قرار پایا کہ اگر کچھ نقصان بھی پڑے تو جاری رکھا جائے۔

(ج) اس پرچہ مین حسابات ندوۃ العلما و کارروائیان شائع ہوتی رہین۔

(۴) مولوی عبداللہ صاحب شمس العلما کو کونسل نظامت نے بشاہرہ ڈیرہ سو روپیہ ماہوار کے اس شرط پر کہ پچیس روپیہ کی ترقی انکو دو برس تک دیکر انکی تنخواہ دو سو روپیہ کردی جائیگی اسکو جلسے بالاتفاق منظور کیا

(۵) طے ہوا کہ صیغۂ انگریزی کے مدرسین ماتحت ہیڈ ماسٹر کے ہونگے اور ہیڈ ماسٹر و دیگر مدرسین عربی کے ماتحت پرنسپل کے ہونگے ہیڈ ماسٹر کو مدرسین صیغۂ انگریزی پر اور پرنسپل کو ہیڈ ماسٹر و دیگر مدرسین کے اوپر یہ اختیار ہوگا کہ ان سے کسی امر مین باز پرس یا جواب تحریری طلب کرے اور ہیڈ ماسٹر معرفت پرنسپل کے اور پرنسپل براہ راست معتمد دار العلوم کی خدمت مین رپورٹ مع تحریری جوابات کے ارسال کرے اور معتمد دار العلوم کو یہ اختیار ہوگا کہ جس مدرس کی نسبت شکایت ہو اُسکی چوتھائی تنخواہ تک جسقدر مناسب سمجھے جرمانہ کرین - اور اگر زیادہ سنگین جرم سمجھین تو مجلس دار العلوم کو طلب کر کے اسکو معطل کرادین - ہر ایسی سزا کا جو معتمد دار العلوم نے کی ہو مجلس دار العلوم مین اپیل ہو سکتی ہے اور ہر ایسی سزا کا جو مجلس دار العلوم نے دی ہو اس کی اپیل مجلس انتظامی مین ہو سکتی ہے -

(۶) یہ طے ہوا کہ اگر کسی مدرس ماتحت ہیڈ ماسٹر کو کوئی درخواست کسی قسم کی دینی ہو تو معرفت ہیڈ ماسٹر پرنسپل کے پاس بھیجنا چاہیے اور ہیڈ ماسٹر مع اپنی رپورٹ کے پرنسپل کے پاس بھیجدین اور ہیڈ ماسٹر و دیگر مدرسین کو لازم ہوگا کہ ہر قسم کی درخوستین بتوسط پرنسپل کے بھیجین، پرنسپل کو لازم ہوگا کہ دونون قسم کی درخواستون کو کہ جسپر وہ خود حکم دینے کے مجاز نہون معتمد دار العلوم کی خدمت مین ارسال کرین اور معتمد صاحب کو اختیار ہوگا کہ جس امر مین وہ خود حکم دینے کے مجاز نہون اسکی بابت مجلس دار العلوم یا جلسۂ انتظامیہ مین بھیجدین

(۷) اگر ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل ایسی درخواست کو آگے نہ بڑھا دین یا خود انھین کی نسبت شکایت ہو تو درخواست دہندہ کو اختیار ہوگا کہ وہ براہ راست پرنسپل کو یا معتمد دار العلوم کو جیسی کہ صورت ہو بھیج سکتے ہین اور اگر خود معتمد صاحب کی نسبت شکایت ہو تو نائب ناظم صاحب کے ذریعہ سے مجلس دار العلوم کو پیش کرین -

(۸) یہ طے ہوا کہ پیارے صاحب جنکا تقرر عارضی طور پر ارکان کونسل نظامت نے کر کے تنخواہ دلائی تھی ابتک کی تنخواہ جائز تصور کیجاسے مگر چونکہ اُنکا تقرر ضابطہ سے ہمارے سامنے نہین آیا اسواسطے

اُسوقت تک کہ یہ مسئلہ باضابطہ بذریعہ مجلس دارالعلوم ہمارے سامنے نہ آئے انکا تقرر عارضی ہوگا اور انکو تنخواہ دیجائیگی۔

(۹) معتمد صاحب مال نے پیش کیا کہ جائداد وصیتی واقع قندھاری بازار معرض بیع مین ہو بیچی جائے یا نہین یہ طے ہوا کہ اسوقت اسکے بیچنے کی ضرورت نہین۔

منشی محمد احتشام علی صاحب سکرٹری تعمیرات نے پیش کیا کہ آیا تعمیرات کا کام بند کردیا جائے یا جاری رکھا جائے۔ مولوی خلیل الرحمن نے یہ تقریر فرمائی کہ چونکہ راجہ صاحب جہانگیر آباد نے اپنا موعودہ چندہ کنوار مین دینے کو فرمایا ہو اور یہ پانچ ہزار کی رقم عنقریب آنیوالی ہو اسلیے اس درمیان مین اور حسب تقشجات وغیرہ دارالاقامہ، مسجد، کتب خانہ تیار کرلین۔

(۱۰) باتفاق آرا یہ قرار پایا کہ کام تھوڑا جاری رکھا جائے۔ ملازمین موقوف نہ کیے جائین۔ اور کام بند نہ کیا جائے۔

(۱۱) منشی احتشام علی صاحب سکرٹری تعمیرات نے بیان کیا کہ تعمیر کی کمیٹی مین چار اشخاص منتخب ہوے تھے ۱۔ منشی احتشام علی صاحب ۲۔ مولوی خلیل الرحمن صاحب ۳۔ نواب علی حسن خانصاحب ۴۔ خان بہادر میر جعفر حسین صاحب۔ ازانجملہ نواب صاحب نے استعفا دیدیا ہو اور سید جعفر حسین صاحب بھوپال مین انجینیر مقرر ہوگئے ہین۔ لہذا اس کمیٹی مین کسی اور ممبر کا اضافہ کیا جائے۔ اور یہ طے ہوا کہ سید ظہور احمد صاحب اسکے ممبر بنائے جائین۔

(۱۲) (الف) منشی احتشام علی صاحب نے تحریک کی کہ چونکہ ملک کے بہت سے حضرات نے اصحاب ذیل کو نظامت کے لیے نامزد کیا ہو اسلیے مین تحریک کرتا ہون کہ وہ اس عہدہ کے لیے نامزد کیے جائین اور شمس العلمار خان بہادر مولانا شاہ ابوالخیر صاحب نے تائید کی اور باتفاق آرا منظور ہوا کہ حضرات مندرجۂ ذیل کو نظامت کے واسطے نامزد کیا جائے اور اُنسے درخواست کیجائے کہ اسکو قبول فرمائین۔

۱۔ مولانا سید محمد علی صاحب ناظم سابق ۲۔ مولانا سید محمد شاہ صاحب رامپوری ۳۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ۴۔ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی ۵۔ شمس العلما مولانا عبدالحق صاحب حقانی دہلوی

اسکے علاوہ ارکان انتظامیہ جسکو چاہین نامزد کرین تاکہ آیندہ جلسۂ انتظامیہ مین پیش ہو۔

(ب) مولوی حفیظ اللہ صاحب نے مولوی خلیل الرحمن کو نظامت کے لیے نامزد کیا اور مولانا عبدالباری صاحب نے نامزدگی کی تائید کی اور درج کیا گیا۔

(۱۳) مولوی خلیل الرحمن صاحب نے تحریک فرمائی اور مولوی غلام محمد صاحب نے تائید فرمائی کہ چونکہ ناظم وہی ہوسکتا ہے جو رکن انتظامی ہو۔ لہذا مولانا سید محمد شاہ صاحب و مولانا اشرف علی صاحب کا نام اس فہرست سے خارج کیا جائے۔ یہ تحریک منظور ہوئی۔

دستخط

محمد ظہور الاسلام۔ نظام الدین۔ غلام محمد ہوشیارپوری۔ ابوالخیر۔ عبدالسلام۔ فقیر عبدالباری۔ شبلی۔ محمد احتشام علی۔ سید احمد لام۔ سید ظہور احمد۔ محمد حفیظ اللہ۔ عبدالحی۔ خلیل الرحمن۔ محمد علی حسن خان

اشتات

جلسۂ انتظامیہ ندوۃ العلما منعقدہ ۲۶ ستمبر ۱۲ء یوم پنجشنبہ مین یہ رزولیوشن بالاتفاق طے ہوا تھا کہ نواب سرسالار جنگ بہادر مدارالمہام حیدرآباد دکن کی خدمت مین ارکان ندوۃ العلما کی جانب سے مبارکباد کا تار روانہ کیا جائے اور دعانامہ مرتب کر کے خریطہ مین روانہ کیا جائے۔

چنانچہ حسب تجویز اس جلسے کے جو مضمون دعانامہ کا بذریعۂ تار کے بھیجا گیا تھا اسکی نقل حسب ذیل ہے۔

بحضور ہزایکسلنسی نواب سالار جنگ میر یوسف علی صاحب بہادر بالقابہ حیدرآباد دکن۔

جلسۂ انتظامیہ ندوۃ العلما جو یورایکسلنسی کے وزیر ہونے کے بعد سے سب سے پہلی بار لکھنؤ مین ہوا ہے نہایت خلوص اور جوش مسرت کے ساتھ یورایکسلنسی کو اپنے موروثی عہدہ پر فائز ہونے کی مبارکباد دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ آپ کا زمانہ ویسا ہی کامیاب اور شاندار ہو جیسا کہ آپکے دادا کا عہد تھا۔

عبدالحی نائب ناظم ندوۃ العلما۔ لکھنؤ

اسکے جواب مین جو مراسلہ آیا ہے اسکی نقل حسب ذیل ہے۔

نمبر ۲۰۶۵ دفتر پولیٹکل و پرائیوٹ سکریٹری

مورخہ ۷ - اکتوبر ۱۹۱۲ء

منجانب نواب فریدون جنگ بہادر سی ایس آئی۔ سی آئی ای پولیٹکل سکریٹری سرکار نظام و پرائیوٹ سکریٹری مسٹر (وزیر) حیدرآباد دکن۔

بجانب مولوی عبدالحی صاحب نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

جناب من

اراکین ندوۃ العلما کی طرف سے جو مبارکباد کا تار عہدۂ وزارت کے عطا ہونے پر آپ نے ۳۰ - ستمبر ۱۲ء کو روانہ کیا تھا اسکو مین نے حضور ہز اکسلنسی کی خدمت مین پیش کردیا - مجکو ہدایت ہوئی ہے کہ مین آپ کی اور اراکین کی خدمت مین مدار المہام صاحب کی جانب سے خیر اندیشی اور مبارکباد کا شکریہ ادا کرون -

آپ کا ....

پولیٹکل سکریٹری سرکار نظام و پرائیوٹ سکریٹری مدار المہام -

اردو زبان مین قرآن پاک کی عجیب و غریب تفسیر

مختلف زبانون مین قرآن پاک کی صدہا بلکہ ہزارون تفسیرین تالیف ہوئی ہین جنکا ایک معتدبہ حصہ اُردو مین بھی موجود ہی - قرآن شریف مین جا بجا اکثر حوالے توریت و انجیل وغیرہ کے دیے گئے ہین اور یہ دعوی تو مختلف آیتون مین پایا جاتا ہی کہ رسول مقبول صلعم کی تعریف بلکہ اسم مبارک تک پیغمبرون کے صحیفون مین موجود ہی - انبیای بنی اسرائیل نے واضح الفاظ مین آنحضرت صلعم کے ظہور کی خوشخبری دی اور مگر اکثر حضرات مفسرین نے باوجود ارشاد اقدس حضور صلعم بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل کے صریح توریت و انجیل کی طرف توجہ نہین فرمائی - اسکا بڑا سبب یہ تھا کہ قرآن مجید نے انکو محرف بتلایا ہی

اسی وجہ سے مفسرین نے یہ صراحت نہین کی کہ توریت و انجیل کے جس واقعہ کا فرقان حمید نے حوالہ دیا ہی وہ بائبل کے فلان مقام پر موجود ہی - بلکہ اُن حضرات نے صرف اسی پر اکتفا فرمایا کہ توریت و انجیل مین تحریف ہو چکی ہی - اور ان کتب سابقہ کے اصلی نسخے دنیا مین باقی نہین رہے اسلیے موجودہ بائبل سے قرآن پاک کی تصدیق کی امید رکھنا عبث ہی - کیونکہ یہود و نصاریٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وغیرہ ان کتابون سے عمداً نکال ڈالے -

لیکن تفسیر غایۃ البرھان فی تاویل القرآن (اردو) کے ملاحظہ سے یہ ضرور یقین آئیگا کہ بائبل اور کتب ہنود "وید" وغیرہ مین حضور سرور عالم صلعم کی نسبت نہایت صاف - واضح اور ناقابل تاویل الفاظ مین صریح پیشین گوئیان موجود ہین - فرقان حمید کے ہر ایک قصے - ہر ایک حکم - ہر ایک مثل اور ہر ایک واقعہ کا حوالہ بمصداق "ع تفسیر را مصنف نیکو کند بیان" خدای پاک ہی کے کلام سابق توریت و انجیل سے دیا ہی - اور علاوہ اسکے قرآن پاک ' بائبل ' حدیث ' اور وید وغیرہ سے ظہور حضرت امام آخر الزمان علیہ السلام و نزول حضرت عیسٰے علیہ السلام اور قرب قیامۃ الکبریٰ کے عجیب و غریب حالات و پیشین گوئیان درج ہین - جنکا ظہور متواتر ہو رہا ہی - حق یہ ہی کہ اس تحقیق و جامعیت کی کوئی تفسیر آج تک اُردو زبان مین تالیف نہین ہوئی - یہ تفسیر دو ضخیم جلدون مین ہی - کوئی حصہ علٰحدہ فروخت نہین ہو سکتا - مجموعی رعایتی قیمت دو روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک ہی - آٹھ آنہ ۸ر برای محصولڈاک پیشگی آنے چاہییے -

فضل احمد امروہہ

بقیۂ رجب

یہ عجیب بات ہی کہ سماج خدای تعالی کو ایسی صورت سے مانتا ہی جس سے مادہ پرستی کی تصریح نہین تو تشریح ضرور ہوتی ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ سماج تمام موجودات کے اندر باہر خدا کو مانتا ہی اب ایسی صورت مین جو شخص یہ خیال کرے کہ پتھر اینٹ بندر گای وغیرہ سب عین خدا ہی ہی تو ان اشیای موجودہ کی پرستش کا راستہ واگذار ہو گیا اور سماج بھی ایک حد تک مجبور ہی ویدون کی تعلیم ہی یون ہی یہی وجہ ہی کہ آجتک زمانہ غیر معلوم سے تمام ویدون کے ماننے والے پتھر اینٹ بندر خنزیر پیپل وغیرہ غرض ہر چیز کی طرح طرح کے خیالات سے پرستش کرتے رہے خلق اور خالق کا مسئلہ اندماج بھی یہان ہی سے پیدا ہوا جس سے آگے چلکر صاف لفظون مین واجب تعالی کے وجود شخصی کا انکار پیدا ہوا دیکھو بدھ مت جو بنارس کا راجا اور ویدون کا اعلے ماہر تھا اسنے ویدون سے یہی سمجھا اور یہی مذہب اسنے لوگون کے سامنے پیش کیا کہ ویدون کے روسے خدا کا شخصی وجود کوئی چیز نہین ادھر ظاہر ہی کہ خدا کے شخصی وجود سے انکار کر دینا وجوب واجب تعالی عز اسمہ کے انکار کے بالکل مرادف ہی یہی وجہ ہی کہ آج ویدون کی بدولت ہند کا اٹھارہ کرور انسان پتھرونکو پوج رہا ہے اور چین کے پچاس کرور سے زائد انسان واجب تعالی کے وجود کے صاف منکر ہو کر صرف یہ کہہ رہے ہین کہ جو مجموعہ طاقت مشترک سب مین پائی جاتی ہی یہی خدا ہی اور بس اب خود سماج ہی خیال کرے کہ اصول اندماج بجز سماج قدیم کسی اور نے تجویز کیے ہین یا خود سماج کی کتاب مسلمہ وید کے ہین یہی وجہ ہی کہ اس وجد کے باوجود سماج بھی مادہ پرستی کا مادہ پرست ہی رہا کیا ہون کنڈ کی آگ کی پرستش مادہ پرستی سے کوئی شی علحدہ ہی یہ سب خرابی مسئلہ قدم سے پیش آئی جو ظاہر ہی -

اب حکما کی طرف متوجہ ہونے سے معلوم ہوتا ہی کہ جن حکمانے قدم عالم کا قول اختیار کیا ہی انکے پاس بجز اسکے کوئی دلیل ہی نہین کہ واجب تعالی قدیم ہی اسکا معلول بھی قدیم ہونا چاہیے ورنہ تخلف معلول از علت خود لازم ہوگا اور یہ محال ہی کیونکہ جب کسی چیز کے وجود کی علت تامہ موجود ہو اور وہ شی موجود نہو یہ اس امر کو مستلزم ہی کہ اسکی علت موجود نہین یا ورنا یہ کہ یہ چیز علت سے پیدا نہوگی اسکے سوا کوئی امر

قابل التفات ہی نہین ادھر بلاعلت کسی ممکن کا موجود ہونا خود محال ہی اور علت تامہ موجود ہی پھر وجود شے مین تاخیر کیونکر ہو سکتی ہی ساتھ ہی انھون نے یہ بھی کہا کہ واجب تعالیٰ چونکہ واحد بسیط ہی اسمین کسی قسم کی دوئی متصور ہی نہین لہذا اسکا معلول بھی واحد ہی ہونا چاہیے انھین مجبوریون نے انھین مجبور کیا کہ انھون نے ترتیب خلق عالم یون ماننے کہ واجب تعالیٰ سے صرف عقل اول بسیط صادر ہوا اور پھر واجب اور عقل اول سے عقل دوم اور فلک اول ہوے یون ہی نو عقل اور نو فلک ہوے پھر یون ہی عقل عاشر سے مادہ اور صورت جسمیہ ہوے جنکے استعدادات ذاتیہ غیر متناہیہ ہین جب کسی شے کے خلق کی استعداد مادہ پوری ہوتی ہی تو واجب تعالیٰ کی طرف سے بطریق مجبوری محض صورت نوعیہ یا شخصیہ عطا ہوتی ہی مگر یہ صدور عقل اول وغیرہ جو حکما نے تسلیم کیا ہی وہ بطریق قدم زمانی ہی جیسے حرکت ہاتھ و مفتاح تقدم و تاخر زمانی ہرگز نہین مانتے -

جسقدر دلائل حکما سے نقل ہین سب کا خلاصہ سوا اسکے اور کچھ ہی نہین واقعی ان حکما کی یہ مجبوری قابل رحم ہی اس قسم کے دلائل دیکھنے سے حیرت ہوا کرتی ہی کہ کیا ارسطو و بقراطیس وغیرہ کی یہی عقل تھی یا یہ قول بعض مؤرخین کا ہی جسمین انھین مالیخولیا ہو گیا تھا جیسے اہل تاریخ نقل کرتے ہین -

چونکہ اہل اسلام (کثرہم اللہ) نے صرف واجب تعالیٰ کی ذات کو علت تامہ نہین مانا بلکہ واجب تعالیٰ مع اپنے ارادہ کے علت تامہ خلق ہی ارادہ واجب بھی قدیم ہی مگر تعلق بارادہ حادث زمانی ہی ایسے حوادث مین علت تامہ کا وجود ہی نہین اور یہی وہ امر تھا جو قدم پر انکو مجبور کر رہا تھا - رہا یہ کہ ایک سے ایک ہی صادر ہونا چاہیے اولاً تو اسے قدم اور حدوث سے چندان تعلق ہی نہین ثانیاً یہ کہ حکما اسے خود بھی قائم نہین رکھ سکے اور مجبور محض ہو کر انھین ماننا پڑا کہ تغائر جہات و حیثیات تعدد معلول کے واسطے کافی ہی عقل عاشر اور مادہ ہی سے یہ مجبوری نہین شروع ہوئی بلکہ عقل اول ہی سے یہ بنیاد وہ خود اپنے ہاتھ سے کھو چکے ہین اسکی زائد تفصیل کے واسطے کتب فلسفہ ہی کا مطالعہ کرنا چاہیے -

عجب پر مذاق بات تو یہ ہی کہ بھلا حکما کو کہان سے معلوم ہوا کہ سلسلۂ خلق دس تک پہونچا کر عقل اول سے ہی مادہ پیدا ہو تو اسکے انکار کے واسطے کیا دلیل ہی - ارسطو سے جب یہ پوچھا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مادہ وغیرہ ممکنات مین عیوب اور استعدادات ہین واجب تعالیٰ کے معلول مین ناممکن ہی ورنہ عیب

معلول علت کو معیب بنادیگا کیا خوب اگر یہی ہے تو لازم ہوگا کہ عقل اول کے بعد بھی کسی مین عیب نہو اسواسطے کہ حسب رای ارسطو واجب کا معلول بالکل پاک صاف ہوگیا پھر اسکا معلول بھی یون ہی ہونا لازم ہی وہلم جرا اسکا ارسطو نے یہ جواب دیا کہ معلول اول کا وصف چونکہ امکان ذاتی ہی اس وصف سے نیچے نقصان رہا۔

یہ جواب ارسطو کی غایت مجبوری پر دلالت کرتا ہی وجہ یہ کہ معلول مین اگر عیب از جانب علت ہی تو علت کا معیب اور غیر قوی ہونا خود ظاہر ہی اگر معلول کا ذاتی ہی تو سب معلولات مین یہی امکان تو ہی اس صورت مین عقل عاشر و اول سب برابر ہین ترجیح محال ہی۔

ارسطو نے پر مذاق بات تو یہ کی ہی کہ دس تک سلسلہ اسطرح پہونچا دیا ہی کہ گویا وہ پاس بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا بھلا اسکی کوئی دلیل بھی ہی ضعیف یا قوی ہرگز نہین پھر اس قسم کی گپ کیونکر تسلیم ہوسکتی ہی دیکھو ارسطو افلاک کو واجب بالغیر قدیم مانتا تھا اور اُنکے کٹنے جُڑنے کو محال جانتا تھا اب جدید ریاضی والے سرے سے فلک ہی کا انکار کر رہے ہین۔

طرفہ تر یہ کہ ارسطو نے واجب کے معلول کو بسیط ماننے کی کوشش اسیواسطے کی کہ واجب بسیط ہی مگر ساتھ ہی مطابق خیال ارسطو واجب اور عقل اول نے ہمت کرکے فلک اول پیدا کیا جس سے زمانہ عظیم الشان مادی شئے موجودات عالم مین ہی ہی نہین۔

غرض ان حکما کے علمی کارنامون کو سنکر جب دیکھا جاتا ہی کہ الٰہیات مین انکی یہ حالت ہی جو بلہ و صبیان کی ہوا کرتی ہے تو حیرت ہوتی ہی اور بار بار یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ آیا یہ نقول صحیح بھی ہین جو انکے سر تھوپے گئے ہین یا نہ۔

سب سے زائد اشد مشکل معاملہ جو ارسطو کے پیش آیا وہ یہ ہی کہ جب عالم قدیم ٹھہرا تو حوادث یومیہ کو علت قدیم سے کیا ربط پیدا ہوسکتا ہی یہ تو محال ہی کہ حادث کو قدیم سے ربط ہو اس سے بچنے کے واسطے ارسطو نے ہزار سہارا مگر کسی طرح وہ اس سے نجات نہ پاسکا مشا سے بہتر بات جو ارسطو نے اس اشکال لاینحل کی بابت کہی وہ یہ ہی کہ حوادث یومیہ کی استعداد مادہ جب پوری ہوتی ہی تو واجب سے صورت عطا ہوتی ہی ہر سابق و لاحق کے واسطے مُعِد اور سبب ہی اور یہ معدات چونکہ موجود نہین رہتے تسلسل مستحیل لازم نہوگا گر تفصیل کیجائے

تو ناظرین کرام کے واسطے باعث طول عطول نہوگا۔

اب دیکھنا یہ ہی کہ اصل اعتراض تو یہ تھا کہ زید مثلاً جو آج پیدا ہوا اُسے واجب سے کیا ربط ہی اور واجب تعالی کو اسکا خالق کیونکر کہا جاتا ہی واجب تک پہونچنے مین اسے سلسلۂ غیر متناہیہ کو ختم کرنا ضروری ہی اور یہ ظاہر ہی کہ نہ غیر متناہی ختم ہوگا اور نہ زید کے واسطے خالق واجب تعالی قرار دیا جاسکیگا ترتیب والا سلسلہ غیر متناہی زید اور واجب تعالی مین موجود ہی یہ ایسا عویص اشکال ہی کہ اسکے متعلق ارسطو مع چیلون کے کچھ بھی معقول بات نہین کہہ سکا ابن رشد اندلسی نے اپنی کتابون مین ناخنون تک زور دیا مگر ارسطو کے الفاظ دہرانے کے سوا زائد کچھ بھی نہین کہہ سکا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ ان لوگون کو جنھون نے قدم عالم کو مانا ہی جب یہ احساس ارسطو سے ہوا کہ اسے کوئی سبیل نہین تو انکے کئی فریق ہوگئے ایک فریق تو زبان سے یہی کہتا رہا کہ وجود کائنات کی علت واجب تعالی ہی مگر درحقیقت اسے کوئی اعتقاد خدا کے خالق ہونیکا نہین ہی آرسطو اور ارسطو وغیرا مین داخل ہین فریق دوم نے جب معلوم کرلیا کہ ممکنات کا سلسلہ علی تقدیر قدم عالم کسی طرح واجب تک رسائی ہی نہین رکھتا اسنے یہ تو صاف کہدیا کہ ایسی صورت مین واجب کے ماننے کی مطلق ضرورت نہین مگر آپس مین متفرق ہوئے ایک نے تو بیانتک کہدیا کہ ہر ہر چیز قدیم بالذات ہی دوسرے نے صرف مادہ کو قدیم مانکر بقیہ کو حادث قرار دیا اور علت جبل استعداد مادہ کو مانا (العیاذ باللہ من تلک الخرافات) اب ناظرین کرام کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ تمام دہریت کا سلسلہ اسی مسئلہ قدم سے شروع ہوتا ہی اور یہی اسکی علت اولی ہی۔

ایک نہایت عویص بات جو تمام قائلین قدم پر لازم ہوتی ہی وہ مسئلہ اختیار اور جبر واجب تعالی عز اسمہ ہی قدم کی صورت مین واجب تعالی کا فاعل با اختیار ہونا صاف صاف محال غیر متصور ہی حکما کو جب اسکا احساس ہوا تو انھون نے اپنی کمیٹی مین یہ طی کرلیا کہ قدم کی صورت مین واجب کا با اختیار اور با ارادہ ہونا غیر متصور ہی ہان جو چیز واجب سے صادر ہوتی ہی وہ اسے معلوم ہوتی ہی کہ یون ہوا اور بس ہان یہ کہ یہ سب کچھ اسکے اختیار اور ارادہ سے ہوا ہرگز نہین مگر ایک فریق نے کہدیا کہ پھر ایسی صورت مین واجب کو علام ماننے کی ضرورت نہین ایک مجبور محض شی کو عالم ماننا ایک نہایت لایعقل حرکت ہی بس واجب مثل سورج ہی جو بلا ارادہ بلا علم روشنی بخشتا ہی۔

اس سے ناظرین کرام خود معلوم کر سکتے ہین کہ مسئلہ جہل واجب تعالیٰ عز اسمہ کا مرکز بھی یہی مسئلہ قدیم ہو اور اسکی
کی شاخون مین اسقاط حقوق واجب تعالیٰ ہی اور یہی مرکز انکار نبوت انبیا علیہم السلام ہو اسکے بعد بہت جلد سے عالم
بیا خلاق حسنہ و تہذیب و معاشرت پر ایسا تباہی خیز حملہ کرتا ہو کہ جسکے فرض کرنے سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین
بعض آریہ سماج کا یہ کہنا کہ ہم خدا کو با اختیار مانتے ہین انکی غایت درجہ کی سادہ لوحی پر دلالت کرتا ہو بھلا
جس چیز کی ابتدا ہی نہین اسمین اختیار متصور ہی کیونکر ہو سکتا ہو اختیار تو یہ ہو کہ چاہے تو کام کرے نہ چاہے
تو چھوڑ دے اور یہ خود ظاہر ہو چاہے نہ چاہے کو جہان دخل ہوگا وہ چیز پہلے معدوم ہوگی اگر قدیم سے موجود
ہو تو چاہے نہ چاہے وہان ٹانگ نہین اڑا سکتا۔

تنبیہ

یہ یاد رہے کہ جو قول قدم ارسطو وغیرہ کے ذمہ لگایا گیا ہو اسی کے مطابق ہمنے اعتراف کر کے اسے
باطل کیا ہو رہا یہ امر کہ یہ نقل واقع مین بھی صحیح ہو یا نہ میرا ہمیشہ یہی خیال ہو کہ حکما مین سے ایک بھی قدم کا قائل
نہین ہوا اسکے چند وجوہ ہین۔

اول یہ کہ اسکے اقوال صحیح ذرائع سے ہرگز ہرگز نہین پہونچے اور نہ کسی نے انکے صحیح رکھنے کی کوشش کی ہو
صرف ان اقوال کی حقیقت واقعی یہ ہو کہ جیسے ناولون کی حالت ہوا کرتی ہو ساتھ ہی یہ امر کہ یونانی قوم نے جب
مذہب عیسوی قبول کیا تو پہلے لوگون کے اثر مٹانے کے لیے ہزار ہزار کوشش کی اور طرح طرح کے افترا انکے
سر تھوپے گئے دیکھو تاریخ مین ارسطو کا سورج پرست ہونا تحریر ہو اور یہ کہ اسنے مرتے وقت ایک بت کے
واسطے ایک مرغا قربانی چڑھایا تاکہ اسے تکلیف جان کنی نہو اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھو کہ اسنے توحید واجب تعالیٰ
پر کیسے کیسے دلائل قائم کیے غیر خدا کی پرستش کو کس تاکید سے روکا ہو اس تناقض تاریخ کو ایک شخص بھی آج تک
جمع نکر سکا ہان اگر بعض اہل تاریخ کا یہ کہنا صحیح ہو کہ اس نام کے چند اشخاص گذرے ہین تو ضرور ہو کہ یہ قول قدم عالم
اسی ارسطو سے صادر ہوا ہو جو نجوم پرست اور بت پرست ہوا ہو

اسکے سوا یہ بات عیسائی اقوام کے ضمیر مین داخل ہو کہ نقل مین تحریف در تحریف کرتے رہتے ہین خاصکر
قسطنطین کے زمانہ مین انھون نے اس مشق کو اس اعلیٰ پایہ پر پہونچایا کہ صفحات تاریخ کو دیکھنے ہی والے

جانتے ہین۔ دور کیون جاؤ قسطنطین کے زمانہ مین انجیل ہی کی تحریف عظیمہ وغیرہ اہم واقعات کو دیکھو ایسی
قوم جسنے اپنے دین مین تحریف کو نہ چھوڑا جسپر وہ جان قربان کرنیکے لیے تیار ہو تو دشمنون کی بابت جو کیے سب تھوڑا ہو
افلاطون وسقراطیس وغیرہ حکما کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہی کہ انمین اکثر غریب بت پرست دشمنون سے
اسقدر گرے رہے کہ آخر مقتول ومسموم ہوے ایسے دشمنون نے پہلے ہی سے کیا کچھ نکیا ہوگا۔
اسکے سوا یہ کہ جب یونانی سے عربی مین ترجمہ ہوا تو ایک فریق ان علوم کا سیکھنے والا پہلے ہی سے لڑائی کا
تھا اسنے کیا کچھ جوڑ توڑ نہ لگایا۔ اسکے سوا بہت بڑی بات قابل لحاظ یہ ہی کہ ان علوم کا مترجم اول فارابی
جو معلم ثانی کے نام سے موسوم ہوا اسے مالیخولیا اور جنون ہوگیا تھا کتب تاریخ باجماع لفظ اسکے جنون یا
مالیخولیا کو نقل کر رہے ہین اسنے نہ معلوم اپنے مالیخولیا کے زمانہ مین کیا کچھ فحش غلطیان نہ کی ہونگی۔
اسکے سوا یہ کہ حکما مین اکثر کو مرض مالیخولیا عارض ہوا ہی خود افلاطون وغیرہ ہی کا حال ملاحظہ فرماؤ ایسے
حالت مین نہ معلوم ان غریبون سے کیا کیا مونھہ سے نکل گیا۔ خود جو انکا قافلہ سالار ہی افلاطون اُسنے علم
واجب صور کا نام رکھا اور صور کو عرض مانکر قائم بالذات تسلیم کیا جسے صور افلاطونیہ کے نام سے بطریق حیرت
علوم فلسفہ مین نقل کیا گیا ہی ایسی حالت مین اگر کوئی قول قدم بھی صادر ہوا ہو تو کچھ تعجب نہوگا وہ معذور تھے
سب سے بڑا قافلہ سالار قائلین قدم عالم ارسطو ہی اسی کے متعلق قدم اور ترتیب خلق جو مشہور
اور ہم اوپر نقل بھی کر چکے ہین اسی مین تناقض دیکھو۔ علم آلہی کے نقال تو اس سے صاف نو آسمان اور
دس عقول وغیرہ کے قدم کو بترتیب مذکور نقل کر رہے ہین مگر ریاضی مین صاف نقل موجود ہی کہ اس سے
نو آسمان نہین صرف آٹھ ہی نقل ہوے یہ نوان آسمان جانتا ہی نہ تھا دیکھو ایسی صورت مین تمام قصہ
قدم مع ترتیب گاؤخورد ہو جاتا ہی۔
اسکے ساتھ یہ بھی خیال فرماؤ کہ علم آلہی کے نقال تو صاف طور سے اس سے یہ نقل کر رہے ہین کہ خدا تعالے
خلق کی بابت مجبور ہی ارادہ سے کوئی تعلق نہین مگر اسکے وہ خطوط جو اُسنے اسکندر یہ کو لکھے ہین اُنمین تو صاف موجود ہی کہ خدا کی پکڑ سے
ڈرو وہ شدید البطش ہی قاتل کو عالم آخرت مین سخت سزا دینے والا ہی اور اسکے ثبوت مین اُسنے حضرت ادریس کے صحیفہ آسمانی کا حوالہ دیا ہی
علامہ جلال الدین دوانی اخلاق جلالی مین لکھتے ہین کہ جب رسول اللہ صلعم سے ارسطو کے متعلق سوال ہوا تو آپنے فرمایا

ان خیالات فاسدہ قومہ یعنی یہ نبی تھا تو ہم نے اسے تباہ کیا۔ اسکی نقل کی تصحیح خود علامۂ موصوف کے ذمہ ہی۔
انھین وجوہ چند در چند وغیرہ سے یہ بات واضح ہوتی ہی کہ یار لوگون نے کہان غریبونکو بدنام کرنیکے واسطے جو چاہا انکے سر تھوپا
اب ہم کچھ دلائل حدوث عالم بہت اختصار کے ساتھ بیان کرکے ناظرین سے انکے اچھی طرح سوچنے کی سفارش کرتے ہین

دلائل حدوث زمانی

اول جب ہم قدم کو بوجوہ قاطعہ باطل کر چکے ہین تو حدوث خود بخود ثابت ہوگا کیونکہ قدم اور حدوث زمانی کا جمع ہونا محال ہی ایک نقیض یا لازم نقیض کا بطلان ثبوت نقیض آخر کا قاطع ثبوت قرار پایا ہی وذلک ظاہر لیس دونہ شی۔

دوم۔ یہ ایک ظاہر امر ہی کہ قدیم کی علت بھی قدیم ہوگی اور یہ بھی صاف ہی کہ قدیم کے صفات اور ذات مین تغیر تبدل محال ہی پھر ایسی صورت مین جو تغیرات کثیرہ ہر بہر موجودات عالم مین بمرات کرات مشاہدہ ہو رہے ہین انھین کہان چھپایا جائے جسکے ذات صفات مین تغیر ہوگا ضرور حادث زمانی ہوگا۔

سوم۔ خداوند تعالی کے ماننے والے عقلانے باجماع یہ نوٹ پاس کیا ہی کہ موجودہ موجودات عالم مین اسقدر حکمت آمیز امور پائے جاتے ہین جس سے قطعی طور سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کسی بڑے عالم قادر باتدبیر کا کام ہے مادہ بے علم بے قدرت وغیرہ کی طرف منسوب کرنا بے عقلی ہی حتے کہ سماج جیسے سادہ لوحون سے لیکر افلاطون جیسے منبع بھی مان گئے کہ اثبات واجب تعالی کے واسطے یہ اول دلیل ہی اور واقعی بھی یون ہی ہی کہ جسے ذرہ برابر بھی فطرت نے سمجھ کا حصہ عطا کیا ہی وہ اسے اول مانتا ہی۔ اسکے بعد مسئلہ قدم عالم پر اور اسکے اصول پر تھوڑی سی نظر ڈالکر معلوم کر سکتے ہو کہ قدم عالم کی صورت مین صدور موجودات واجب تعالی سے بطریق جبر ہی بطریق اختیار نہین اسکے پہلے تفصیل لامزید علیہ ہو چکی اب دیکھنا باقی ہی کہ جب موجودات کا صدور بالجبر ہوا ہی تو یہان تدبیر علم قدرت کو کیا دخل ہی علم تدبیر وغیرہ صفات تو وہان ہی کام دیا کرتے ہین جہان فاعل کو سوچنے کا موقع ملے جب یہ نہین تو علم و جہل برابر ہی بلکہ جہل بدرجہا انسب ہی کہ جہل کی صورت مین جبر تکلیف دہ نہین ثابت ہوتا مگر علم کی صورت مین جبر قابل برداشت چیز نہین جب قائلین قدم نے صدور موجودات مین واجب تعالی کو ہر طرح مشتشدر مان رکھا ہی تو انھین کیا حق ہی کہ اثبات واجب تعالی عز اسمہ مین دلیل قاطعہ مذکورہ بالا سے کام لین۔ قطعی طور سے معلوم ہوا کہ جو دلیل مثبت واجب تعالی ہی وہی بعینہ مبطل قدم عالم ہی منصف مزاج لوگون سے سفارش کیجاتی ہی کہ وہ اسے اچھی طرح سوچنے کی تکلیف گوارا فرمائینگے

تو ممکن نہین کہ حق بات اُنپر پوشیدہ رہے۔

چہارم۔ مسئلہ قدم اخلاق حمیدہ کا ناس کردیتا ہی تمدن و معاشرت کا سخت دشمن ہو علاوہ جبر تعطل کی بیہودہ تعلیم دیتا ہی اور جو اپنے خدا کو مجبور محض مانتا ہی وہ خود کو کبھی اپنے خدا پر ترجیح دینے کی جرأت نہین کرتا ایسی حالت مین وہ خود کو خدا سے بڑھکر مجبور مانتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ اگر کوئی اپنے آپ کو مجبور محض مثل پتھر کے خیال کرے تو وہ کسی کام کی کوشش نکریگا ادنی فطرت کے لوگ خوب بذل سے پیٹ بھر کر اپنا الو سیدھا کرینگے اعلے فطرت کے لوگ یہ کہکر انجام کچھ نہین ہاتھ پاؤن توڑکر بیٹھ جائینگے نقشۂ عالم اگر ایسا ہی دو منٹ کے واسطے سوچا جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جائین۔

پنجم۔ کسی شخص پر یہ امر مخفی نہین کہ ذوارادہ ہونا وصف کمال ہی اور واجب تعالی کیلیے تو یہ بے حد بے انتہا ضروری ہی پھر خلق عالم مین ایسی صورت اختیار کرنا چاہیے جو اس عجیب وصف کو واجب تعالے کے واسطے قائم رکھے اور وہ حدوث زمانی ہی لا غیر وذلک ما اردناہ۔

ششم۔ کسی چیز کے بناتے رہنے اور جوڑ توڑ لگانے مین زمانہ غیر متناہیہ ہرگز ہرگز صرف نہین ہوسکتا مگر قدم عالم کی صورت مین تو ہر موجود کو بنانے مین زمانہ غیر متناہی درکار ہی اسیسے حکمانے یہی مانا ہی کہ کسی شیء کی استعداد بغیر وجود مین آئے نہین رہ سکتی ورنہ زمانہ غیر متناہیہ تک انتظار ہوگا اور یہ بخل واجب کو مستلزم ہونیکے علاوہ اس امر کو مستلزم ہی کہ وہ وجود ہی مین نہ آئے جب آیندہ کے واسطے اسے محال جانتے ہین تو ماضی کی طرف بھی یہی اجمالی خیال اجمالی طور سے دوڑایا جاسکتا اہل فلسفہ سے اسکے سوچنے کی امید کرنا بعید نہین۔

ہفتم۔ اگر قدم عالم تسلیم کیا جائے تو انبیا علیہم السلام کی تمام مقدس جماعت کی بالکل صاف طورسے تکذیب ہوتی ہی اس مقدس جماعت کے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ممبر گذرے ہین ان سب نے باتفاق لفظاً ایک لفظ کے ساتھ تمام موجودات عالم کو بقضہ و بقضیضہ حادث زمانی مانا ہی اور یہ امر انسے ایسے تواتر سے نقل ہوا ہی کہ جسمین کسی قسم کے شک و شبہہ و تاویل کی گنجایش ہی نہین اسی مجبوری سے علمای کلام نے بار بار تصریح کردی کہ مسئلہ حدوث عالم بحدوث زمانی مسلمات انبیا سے ہی اور امت محمدیہ کے تمام علمای فقہ و حدیث و کلام و تفسیر حق کا اسپر اجماع ہی دیکھو مقاصد و شرح مقاصد و شرح مواقف

انبیا کے ہدایات وکلمات طیبات سے صدوث پر دو قسم کے دلائل قاطعہ قائم ہوتے ہین۔ اول اصول ادیان انبیا علیہم السلام دوم تصریحات کاملہ قاطعہ غیر قابل تاویل ہر دو امر مین پوری تامل چاہیے۔

امر اول۔ جسنے کچھ بھی تکلیف کرکے اصول ادیان انبیا علیہم السلام کو معلوم کیا ہی وہ بخوبی جانتا ہی کہ سب پہلے جو بیڑا اس مقدس جماعت نے اُٹھایا ہی وہ یہ ہی کہ خدا کے حقوق جو بندون پر لازم ہین تصریح کے ساتھ بتاکید مزید شرح وبسط سے بیان فرمائے خوف خدا کا تاکیدی حکم اور دیگر عبادات آلہی کی جو کچھ تاکید فرمائی اُسے قرآن کھولکر پڑھ سکوگے پھر اسکے بعد وہ حقوق بیان کیے جو خدا تعالی نے بندون کے واسطے اپنے ذمہ لیے ازان بعد اہل طاعت کے لیے وعدۂ رضامندی ابدی کا پیغام لائے اور کامل سرکش کے واسطے جھلتی بھلتی آگ کی خبر دی اس عالم کی فنا کے بعد عالم قیامت کو جا قرار دیا اور یہ سب ایسے امور ہین جو انبیا کی مقدس جماعت سے بتواتر نقل ہوے ہین۔ اب خود انصاف سے لحاظ کرو کہ بر تقدیر قدم عالم خدا کے حقوق باقی رہتے ہین ہرگز نہین کسی مجبور شخص کے کوئی حقوق نہین کیا سورج جو بلا اختیار روشنی دے رہا ہے اسکے حقوق ہمارے ذمہ ہین ہرگز نہین اسکی پرستش کچھ نفع دیگی ہرگز نہین اسکی مخالفت مین عذاب متصور ہی ہرگز ممکن نہین پھر قدم عالم کی صورت مین جب خود قائلین قدم بھی کہہ رہے ہین کہ واجب مثل سورج ہی جو بلا اختیار بلا ارادہ سب کچھ ہو رہا ہی کیا قائلین قدم نے قیامت کا صاف انکار نہین کر دیا قدم کے تمام اقوال پہلے بسط کے ساتھ نقل کیے جاچکے کیا کوئی فریق بھی قائل قیامت ہی یا اپنے اصول تسلیم کرنے کے بعد قائل رہسکتا ہی

ہمارے اس بیان سے یہ بات بھی صاف ظاہر ہوگئی کہ مسئلہ قدم عالم مان لینے مین یہی نہین کہ ایک مسئلہ مین تکذیب انبیا علیہم السلام لازم آرہی ہی بلکہ تمام دین انبیا بالکل باطل قرار پاتا ہی اور اسکی کوئی اصلیت باقی نہین رہتی اصول انبیا اسقدر صاف ہین کہ انہین کسی قسم کی گنجایش تاویل باقی ہی نہین چھوڑی گئی

امر دوم تصریحات انبیا علیہم السلام ہین جو بہت اختصار کے ساتھ بترتیب درج کیجاتی ہین (خالق کل شی) یعنی اللہ تعالی ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہی۔ یہ جملہ تمام انبیا کی تعلیم کا پہلا سبق ہی خلق کے معنی کہ [illegible] کسی معدوم چیز کو پیدا کرنا۔ اسکے سوا خلق کے معنی نہ لغت مین ہین اور نہ شرع واصطلاح مین معیت کو

کبھی خلق نہین کہاجاتا اور نہ آجتک کسی سے نقل ہوے اسکے ساتھ اگر شارع علیہ السلام کی تفسیر بھی ملا دی جائے تو سب اور بھی صاف ہو جاتا ہے (کان اللہ ولم یکن معہ شیئ) یعنی اللہ تعالی موجود تھا اسکے ساتھ کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی۔ ازان بعد ترتیب خلق عالم بیان فرمادی (ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناھما وجعلنا من الماء کل شیئ حی) یعنی شروع پیدائش مین آسمان وزمین آپس مین جڑے ہوے تھے انھین جدا کیا گیا اور پانی سے ہر جاندار کی پیدائش کو شروع کیا۔ دوسری جگہ اسی مضمون کے متعلق فرمایا وھی دخان یعنی یہ دھوین کی طرح باہم مبہم تھی ممیز نہ تھی (بدیع السموات والارض) یعنی آسمان وزمین ایسی صورت مین پیدا کرنیوالا جسکے مثل پہلے نہ گذری ہو (فاطر السموات والارض) یعنی آسمان وزمین کو عدم سے وجود مین لانیوالا۔ (فسوّاھن سبع سموات) آسمان سات بنائے۔ (ومن الارض مثلھن) زمینون کو بھی آسمانون کی طرح سات بنایا۔ (فی ستۃ ایام) یہ سب کچھ چھ یوم کے مقدار مین بنایا گیا قال النبی علیہ السلام ان اللہ خلق الارواح قبل ان یخلق السموات والارض) یعنی اللہ تعالی نے ارواح کو زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے پیدا کیا (من طین لازب) یعنی آدم کا قالب لیسدار کیچ سے بنایا گیا (ثم جعلنا نسلہ من ماء مھین) یعنی اولاد آدم کا سلسلہ توالد وتناسل پر رکھا گیا (اذ اخذ اللہ من بنی آدم من ظھورھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی الخ) یعنی اس سب کے بعد یہ بھی یاد رکھو کہ خدا نے اولاد آدم سے عہد الست لیکر انھین اپنے خالق ہونیکا معترف بنایا اور انسے پوچھا کیا مین تمہارا خالق نہین سب نے اعتراف کیا کہ ضرور تو ہمارا خالق اور مالک ہے یہ سب کچھ اسواسطے کیا گیا کہ انھین آگے چلکر خالق کے انکار کا موقع نہ مل سکے۔

رہا یہ امر کہ ایک معدوم محض وجود مین کسطرح آسکتا ہے یہ اعتراض ہر ایک فریق پر پڑتا ہے اس سے کسی کو نجات نہین اسکی تفصیل پہلے ہو چکی ہان ہر ایک فریق نے اس سے بچنے کی کوشش کی ہے کسی کی کوشش نے اسے اس امر عویص سے نجات نہین دلائی صرف مسلمانون کی کوشش اسمین کارگر ثابت ہوئی ہے باقی سب کا خود ودریا برد کا معاملہ ہوا ہے چونکہ علم الٰہی کے عویصات بجز خاص تائید ایزدی وہدایات انبیا علیہم السلام کے کسی صورت مین پورے منکشف نہین ہوتے ادھر یہ ظاہر ہے کہ بجز اہل اسلام کسی کے ساتھ تائید الٰہی نہین تھی اور نہ ہدایات انبیاؑ

انکو پاس تھی بوینوجہ وہ سب کے سب وادی ضلال و ہلاکت مین پڑکر ہمیشہ کے واسطے تباہ ہو گئے۔

اس عویص ترین اعتراض سے بچنے کی جو جو کوششین لوگونے کین وہ ناظرین کرام کے سامنے مع علاوہ علیہ پیش کی گئین خاصکر آریہ سماج نے جو اس سے نجات کی صورت سوچی ہی اسپر ہم تفصیل سے پہلے بحث کر چکے، ہان سماج کا بابت اس مین یہ راگ گانا کہ اس اعتراض کو بجز سماج کسی نے آجتک معلوم نکیا یہ سماج کی سادہ لوحی کی دلیل ہی علم کلام و فلسفۂ الٰہی کی جس کتاب کو اٹھا کر دیکھو گے اسمین موجود پاؤگے ۔ اب ہم مسلمانون کی صورت نجات پر بحث کرنا چاہتے ہین یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ اسلام نے ببانگ دہل کہدیا ہی کہ سب کا خالق خدا ہی کچھ بھی نہ تھا سب کچھ اُسنے پیدا کیا پھر یہ کیونکر ہوا اسکے متعلق ہم پہلے چند ایسے مقدمات قائم کرتے ہین جو بنات خود بدیہی اولی ہین اور سب نے تسلیم بھی کر رکھے ہین ازان بعد یہ مضمون خود صاف شفاف ہو جائیگا۔

اول۔ کسی چیز کے موجود ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہی کہ اُسپر آثار خارجیہ مترتب ہون۔

دوم۔ قدرت کی دو قسم ہین قدرت واجب اور قدرت ممکن۔

سوم۔ قدرت واجب تعالی عز اسمہ زبردست اور زائد ہی قدرت ممکن سے۔

چہارم۔ ممکن کی قدرت دو قسم ہی روحانی اور جسمانی مگر روحانی بدرجہا زائد اور زبردست ہی قدرت جسمانی سے سب کچھ چھوڑ کر صرف انسان کی قدرت خیالیہ ہی کو دیکھو جو ایک جسمانی قوت ہی یہ قدرت جب انسان کے تمام ضروری کامون سے فارغ ہو کر تنہا ہو جاتی ہی تو بلا مادہ وغیرہ خلق اشیا عجیبہ کرتی رہتی ہی صرف ایک آسان فہم نظیر پر خیال کرنا چاہیے جب نیند مین یہ قدرت انسان کے کسی کام مین مشغول نہین ہوتی تو بلا مادہ ایک صورت انسانی کو بنا کر انسان کے سامنے پیش کر دیتی ہی اس صورت پر تمام آثار خارجیہ بخوبی پائے جاتے ہین بعض مہیب صور کی وجہ سے خوف عظیم طاری ہوتا ہی اور سخت ترین صورت مین آدمی رونے لگتا ہی حتے کہ بعض وقت اسکے رونے کو دوسرے بھی سنتے ہین اسکا علم نیند کے بعد بھی رہتا ہی اور یہ تو روزانہ بات ہی کہ لوگون کو نیند مین صور حسنہ نظر پڑتے ہین اور وہ انسے جماع کر بیٹھتے ہین جماع کے تمام آثار خارجیہ اسپر مترتب ہوتے ہین حتی کہ اچھے اچھے بزرگون کو صبح پاجامہ ہاتھ مین لیے ہوے حوض پر دیکھا گیا ہی غرض کہ ہر قسم آثار خارجیہ موجود ہین جنکا کوئی انکار نہین کر سکتا کیا اس صورت مین قوت خیالیہ نے کسی جگہ سے مادہ حاصل کیا ہی ہرگز نہین کیا اس صورت کیواسطے وہ کہین سے لوح پکڑ لائی تھی ہرگز نہین پھر یہ کیونکر ایک چیز کے خلق پر قادر ہوئی جسپر تمام آثار خارجیہ مترتب ہو رہے ہین سوا اسکے اسکا مادہ کچھ بھی متعلق نہین بلکہ اسکی ذات مین

یہ صفت ہے کہ پہلے صورت تجویز کر لیتی ہے جیسے کوئی نقاش پہلے نقشہ مکان ذہن میں تیار کرتا ہے پھر کاغذ پر اسکا بعد ازان
پھر اپنی زور دار طاقت سے اسی کو خارج میں لاکر پیش کر دیتی ہے اور اسوقت تک اُسے موجود رکھ سکتی ہے جب تک کہ اس
کی طرف التفات رہتی ہے بیداری میں التفات نہیں رہتی یا کم ہو جاتی ہے لہذا اسکی بے التفاتی سے وہ صورت معدوم ہو جاتی ہے
جب انسان کی قدرت جسمانی جو قدرت واجب تعالیٰ عزاسمہ سے بدرجہا غیر متناہیہ ناقص بلکہ انقص ہے باوجود
اشیاء واقعیہ خارجیہ پر قدرت رکھتی ہے تو واجب تعالیٰ کو خلق اشیا کے واسطے مادہ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے اُسنے مادہ اور صورت وغیرہ
سب کو پہلے ذہن میں موجود کیا ان بعد حسب اپنی منشا کے اپنی نہایت کاملیت اور اعلیٰ سے اعلیٰ طاقت واجبیہ خارج میں موجود کر دیا
اور جس موجود کیطرف التفات رہتی ہے وہ موجود رہتا ہے جب التفات ہٹا لیتا ہے وہی بے التفاتی اسکے معدوم محض ہو جانیکے واسطے کافی ہو جاتی
جبکہ فرق مراتب قدرت واجب اور قدرت جانیہ ممکنہ میں ہے وہ ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے اور یہی فرق عظیم آثار کے فرق عظیم کا بھی باعث ہے
ہمارے اس بیان سے کتاب عزیز کے اس جملہ کا مطلب صاف ہو گیا انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون خدا
کے ہاں معاملہ خلق بس یوں ہی ہے کہ جب کہدیا کہ فلان چیز موجود ہو ہو جاتی ہے - اسی بیان سے کتاب عزیز کے اس جملہ کا مطلب بھی معلوم
ہو گیا کل شیء ھالک الا وجہہ" سب چیزیں درجہ ذات میں مٹنے والی ہیں بجز واجب تعالیٰ کے اور ساتھ ہی علمای کلام و صوفیای
با احترام کا یہ اتفاقی جملہ ہے جسکے دونوں فریق ہمیشہ سے بالاتفاق قائل) بھی صاف ہو گیا کہ ہر چیز ہر وقت بقا وجود میں
محتاج واجب ہے کسی وقت التفات واجب تعالیٰ عزاسمہ سے غنی نہیں ہو سکتی اسی سے واجب تعالیٰ کے علم کلی کا مسئلہ بھی صاف
ہو جاتا ہے اور یہ کہ ہر وقت ہر چیز پر اسکے علم کا کامل احاطہ ضروری ہے ورنہ کوئی چیز موجود نہیں رہ سکتی جیسا کتاب عزیز نے فرمایا
ما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا) کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اسکے گرنے کا علم خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے کثرت علم کے متعلق کتاب عزیز نے حکم دیا
ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم
اگر تمام پیڑ قلم بنائے جائیں اور تمام بحر محیط روشنائی بنایا جائے اور ساتھ ہی سات بحر محیط اور بھی ملا کر ملا دیے جائیں تب بھی
معلومات باری ختم نہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم و لطافت و خبیر تام ہونا وغیرہ صفات جو واجب تعالیٰ کیواسطے
مانے جاتے ہیں اور کتاب عزیز نے جابجا تصریح کی ہے انکی یہی وجہ نہیں کہ یہ صفات کمال ہیں واجب کے واسطے ضرور [illegible]
بلکہ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ سوا انکے مسئلہ خلق متصور ہی نہیں اور نہ بقاء موجودات ہی کسی طرح متصور ہو سکتی ہے - ھذا غایۃ
ما تیسر لنا فی ھذا المقام والعلم الحقیقی عند اللہ القدیر الخبیر العلام -

میر عبد الکریم

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل نقلی و عقلی۔

(۲) علوم جدید و قدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیا تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخ واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فریق کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شائع ہوا کریگا

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلما کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا خود ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر ہونا ایسے ہی ضروری ہے جیسے ارسال مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

مینیجر الندوہ

الندوہ

نمبر ۱۱ | ذیقعدہ ۱۳۳۰ ہجری مطابق نومبر ۱۹۱۲ عیسوی | جلد

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جسکا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیا، تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

نعیم میر عبدالکریم علوی فقیہ اول دار العلوم و اڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام حسن انتظام بندہ ناچیز حامد علیخان مالک و مہتم مطبع ہٰذا

شاہی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی طبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے شایع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

اور کسی حس پر امن نہ رہیگا جسکا قائل شاید کوئی عقلمند دنیا مین نہ ہوگا یہان تو صرف چند
عوارض کی وجہ سے آنکھون سے غلطی ہوتی ہو اور تھوڑی دیر بعد ہی آنکھین خود بخود اپنی غلطی پر اچھی طرح
[illegible] دیتی ہین اور عوارض بھی ظاہر ہین مگر سورج اور زمین مین تو ایسی نہین ہوتا اگر یون کہا جاتے
کہ دوری کی وجہ سے ایسا ہوتا تو پھر لازم تھا کہ یہ غلطی رصد یا دوربین سے دور ہوجاتی مگر ایسا تو نہین ہوتا اسکی
سوا مین خود اپنی تجربہ سے کہتا ہون اگر لوگ بھی تجربہ کر چکے ہین تو بہتر ورنہ بلا تجربہ میری تصدیق اور تکذیب
نہ کرین وہ یہ کہ دوری کی وجہ سے تو متحرک چیز ساکن نظر آیا کرتی ہو نہ یہ کہ ساکن متحرک نظر آنے لگے بسا اوقات
یہ دیکھا گیا کہ ایک شخص دور سے نظر پڑتا ہو تو ساکن معلوم ہوتا ہو مگر در حقیقت متحرک ہوتا ہو یہی وجہ کہ دوری
کی وجہ سے ریل مین چلتی ہوئی دور کے پہاڑ اور زمین ہرگز متحرک نہین معلوم ہوتی ہان بعض اوقات قریب کی
زمین اور پہاڑ بعض عوارض کی وجہ سے باوجود ساکن ہونے کے متحرک نظر آتے رہا کرتی ہین اگر میرا یہ کہنا صحیح
ہو تو پھر سورج کے متحرک نظر آنے کی کوئی وجہ نہین۔

(دلیل دوم) اگر زمین کی محوری اور سالانہ حرکت تسلیم کرین تو اسکو کچھ محوری کچھ غیر محوری مہینہ مین
تقریباً پانچ کروڑ میل حرکت کرنا ہوگی اسواسطے کہ زمین کو سال بھر مین تقریباً ساٹھ کروڑ میل گرد سورج چلنا ہو
[illegible] حساب لگا کر دیکھو گے تو تقریباً اٹھارہ ہزار میل حرکت کریگی اور ہوا کو بھاگتی ہوئی سورج کے

گرد حرکت کرتی ہو اب انصاف شرط ہو کہ یہ کچھ بھی کہ ہوا اسقدر لطیف جسم ہو کہ ایک معمولی سبب سے آمین اہل جنبش ہی جاتا ہو ریل گاڑی کو دیکھو جب ہوا کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہو تو ہوا اسقدر زور دیکر تیزی سے چلتی ہوئی محسوس ہوتی ہو اگر زمین جیسا عظیم الشان جسم جسکا محیط چوبیس ہزار میل کا ہو اس تیزی سے چلتا کہ فی گھنٹہ ہزار میل حرکت کرتا تو ہوا مین کیا کچھ طوفان ہر وقت برپا نرہتا بلکہ میرا خیال ہو کہ زندگی محال ہو جاتی مگر زمین کی حرکت سے آجتک کسی نے ہوا کو متحرک نہ پایا میرا خیال ہو کہ اگر آدمی تھوڑی سی عقل اور تھوڑے سے انصاف سے بھی کام لیگا تو ایسی جرات نکر سکیگا۔

اس دلیل پر یہ مت کہو کہ زمین کی وجہ سے ہوا کو حرکت بالعرض ہو اور حرکت بالعرض کا محسوس ہونا ضروری نہین جیسے کشتی کے اندر کی ہوا اسواسطے کہ یہان یہ صورت نہین زمین تو ہوا کو پھاڑ کر سورج کی طرف جا رہی ہو اور ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہین کہ جب کوئی بڑا جسم تیزی کے ساتھ ہوا کو پھاڑ کر چلتا ہو تو ہوا کو حرکت و اضطراب لازم ہوتا ہو۔

(دلیل سوم)

اگر کوئی بڑا جسم متحرک ہوتا ہو تو اسکی تیز حرکت کی وجہ سے ہوا بھی تیزی سے چلتی ہو اور ہوا مین ایک زور دار آواز سننے مین آتی ہو اگر زمین فی گھنٹہ اٹھاسی ہزار میل چلتی تو یہ آواز اچھی طرح ہم لوگ سنتے مگر حرکت زمین سے آجتک ہوا مین آواز کسی نے نہ سنی ہوگی۔

(دلیل چہارم)

زمین کی حرکت سے ہوا کا متحرک ہونا معلوم ہو چکا ہو اور ہوا جب تیز چلتی ہو تو پیڑ وغیرہ اسطرف کو جھک جاتے ہین جس طرف کو ہوا چلتی ہو مگر آجتک کسی نے حرکت زمین سے پیڑون کو جھکا ہوا نہ دیکھا ہوگا۔

(دلیل پنجم)

اگر زمین متحرک ہوتی تو ہر وقت تبدل آثار ہوا محسوس ہونا فرض کرو کہ دس بجے دن کے زمین چلے تو ہوا مین سمیت تھی دو بجے تک یہ سمیت نہ محسوس ہوتی کیونکہ زمین اس ہوا کو چیر پھاڑ کر دو لاکھ میل سے زاید آگے بڑھ گئی ہو مگر اہل تجارب ہوا نے تو اسکی تکذیب کی کہ ایسا نہین ہوتا۔

(دلیل ششم)

اگر زمین کو متحرک مانیں تو لازم تھا کہ حرکت محسوس ہوتی۔ اور آنکھوں سے متحرک نظر آتے جیسی اور اشیا متحرک کا یہی حال ہے اس دلیل کا جواب جو پنڈت رتن ناتھ نے دیا ہے درج ذیل ہے۔

(جواب)

یا حضرت غور فرمائیے کہ زمین کسقدر وسیع کرہ ہے اسکی گردش ہمکو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے آفتاب جو گردش کرتے دکھائی دیتا ہے یہ مغالطہ نگاہ ہے بارہا تجربہ کیا گیا ہے کہ سمندر میں ایک جہاز مغرب سے اور دوسرا مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے تو دونوں جہازوں کے بیٹھنے والوں کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جہاز ساکن اور دوسرا متحرک ہے اسی طرح بعض اوقات ریل کے اسٹیشن پر دو ٹرین ایک ہی وقت پر ٹھہرتی ہیں اور جب ایک روانہ ہوتی ہے تو اس کی بیٹھنے والے دوسری کو متحرک سمجھتے ہیں یہ صرف نگاہ کا مغالطہ ہے۔ انتہی ۱۲

اس کے متعلق ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مشاہدات کا انکار جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کے مثل دوسرا مشاہدہ بلکہ اقوی یا چیز کی مگر موجود ہو ورنہ فضول ہے جو نظیر پیش کیجاتی ہے یہ قیاس مع الفارق ہے علاوہ بریں اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو اکثر تجربہ یوں بھی ہوا ہے کہ جس ٹرین میں ہم ہوتے ہیں اور وہی روانہ ہوتی ہے تو وہ اچھی طرح متحرک محسوس ہوتی ہے اور دوسری ساکن بارہا یہ تجربہ بھی ہوا ہے کہ دوسری ٹرین جو روانہ ہوتی ہے وہ ساکن معلوم ہوتی ہے اور جس ٹرین پر ہم ہوتے ہیں وہ ساکن ہوتی ہے مگر معلوم تو متحرک ہوتی ہے لہذا ضرور تھا کہ گاہے سورج اور گاہے زمین بھی متحرک نظر آتی اس کے سوا زمین کی حرکت نہ نظر آنے کی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ زمین وسیع ہے لکن جہاز و ریل میں یہ علت نہیں ورنہ وہ مثل زمین کبھی متحرک نظر نہ آتی مگر واقعہ یوں نہیں ہوتا۔

علاوہ یہ امر ہے کہ یہ مغالطہ صرف گاڑی کے بیٹھنے والوں کو گاہے ہوتا ہے جو زمین پر ہوتے ہیں دونوں گاڑیوں سے جو متحرک ہوتی ہے انکو وہی متحرک معلوم ہوتی ہے اس بنا پر ضرور تھا کہ غبارہ میں سوار ہوکر زمین سے باہر ہو کر حرکت زمین کو معلوم کرتے تو محسوس ہوا کرتی مگر اہل تجارب نے سر ٹیکا غباروں میں بیٹھ کر دوربین لگا لگا کر تھک گئے ہار گئے مگر حرکت زمین ایسا کوئی سنگ پارس ہے کہ کسی طرح

کسی کو نظر نہ پڑا۔

(دلیل ہفتم)

اگر حرکت زمین آنکھون سے ہر طرح نار اض ہو اُنکے سامنے نہین آتی تو قوت لامسہ نے اُسکا کیا کیا ہر قوت لامسہ کے واسطے تو دست کسی طرح مانع نہین آیا کرتی پھر کیا وجہ کہ حرکت زمین پاؤن کو محسوس نہین ہوتی۔

اسپر یہ کہنا کہ چونکہ ہم خود بھی زمین سے ملے ہوئے متحرک ہین جیسی گاڑی وغیرہ مین لہٰذا قوت لامسہ بھی ادراک سے عاری ہو اگر یہ سب کچھ دلداری کے واسطے تسلیم بھی کرلین تو جب بھی لازم تھا کہ اگر کسی کو غبارہ مین بٹھلا کر اُسکے پاؤن کو زمین سے ملائین تو اس صورت مین اُسکے پاؤن کو زمین کے گھسٹ ضرور محسوس ہوتی کیونکہ وہ خود تو زمین مین نہین ہوا مین ہر اور ہوا کو اگر حرکت زمین سے متحرک بھی مان لین تب بھی آدمی کو برابر زمین متحرک نہین کرسکتی تاکہ اُسکو گھسٹ محسوس نہو مگر صد آفرین اہل تجارب کو انھون نے دروغگو را تا بخانہ میرسانم کا مصداق پورا کردیا کہ ایسا بھی کرکے دیکھا گیا مگر حرکت محسوس نہ ہوئی واہ ری حرکت تو بھی ایک عجیب چیز ہر اور واہ ری جرات تو بھی ایک عجیب چیز ہر تیری ہمت سے آدمی جو کر بیٹھے تھوڑا ہر۔ ذرا اہل یورپ و مقلدان یورپ کو انصاف کی طرف بھی رجوع کرنا اچھا ہو انصاف بڑی عمدہ چیز ہر۔

(دلیل ہشتم)

جو جسم ہوا اگر تیزی سے حرکت کرتا ہر تو ضرور اسمین گرمی پیدا ہو جاتی ہر خود دوڑکر دیکھو گھوڑے کو دیکھو ریل کو دیکھو ہوا کو دیکھو کہ جب سخت تیز چلتی ہر تو جاڑون مین بھی گرم ہو جاتی ہر یہانتک کہ بعض حکمانے کرہ نار کی صرف یہ حقیقت بیان کی کہ آسمانون کی حرکت کی وجہ سے قریب کی ہوا زائد تیز حرکت کرکے آگ ہو جاتی ہر اور بس جب واقعہ یون ہر تو پھر عجب ہر کہ زمین جو ہوا سے ہزار درجہ کثیف ہر وہ اگر فی گھنٹہ اٹھ ہزار میل حرکت کرتی تو پھر کیون آگ بہ برلانہ ہو جاتی اور اُس کے پاس کی ہوا کیون آگ کا کام نہ دیتی حرکت زمین کو نسلیم غلب کا بہر کہ تمام دنیا کے مشاہدات کے خلاف ہو۔

(دلیل نہم)

یہ تو شاید سب لوگ جانتے ہین کہ سورج ہر طرف سے زمین کے اوپر محسوس ہوتا ہے تو اس بنا پر اگر زمین کو سورج کے گرد متحرک مانینگے تو اولاً نقل زمین کے خلاف ہوگا ثانیاً یہ ماننا پڑیگا کہ جب زمین مین اوپر کو جانے کی قوت ہے تو اُس کے اجزا مین بھی ہوگی ورنہ جزو کل کا طبعی تقاضا مخالف ہوگا جو مسلمہ اقوام کے خلاف ہے جب اجزا زمین مین بھی اوپر جانے کو تقاضا ہے تو پھر لازم ہے کہ جب کسی پتھر کو اوپر پھینکدیا کرین تو واپس زمین پر نہ آیا کرے۔

اسپر یون مت کہو کہ زمین مین قوت جاذبہ ہے جس کی وجہ سے وہ اسکو اپنی طرف کھینچتی ہے ورنہ چھوٹا پتھر جلدی آیا کرتا اور بڑا دیر کو واقعہ اسکے خلاف ہے اسپر یہ بھی مت کہو کہ پتھر واپس نہین آتا بلکہ زمین اوپر جلدی جاتی ہے وہ پتھر دیر سے جاتا ہے زمین اسکو پالیتی ہے اسواسطے کہ ایسا کہنا بداہت کے خلاف ہے علاوہ برآن اسپر یہ لازم ہوگا کہ بڑا پتھر دیر کو ملے اور چھوٹا جلدی سے کیونکہ بڑے مین قوت اوپر جانے کی زاید ہے چھوٹے مین تھوڑی ہے مگر واقعہ تو اس کے خلاف ہے چھوٹا دیر کو پہنچتا ہے بڑا جلد آتا ہے۔ اس کے علاوہ جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ سورج کی قوت جاذبہ سے زمین متحرک ہے تو پھر اچھی طرح لازم ہوگا کہ سورج پتھر کے جاذبہ پر زائد قادر ہے زمین سے پھر زمین پتھر کو اتنا حرکت مین کیونکر پاوے گی۔

(دلیل دہم)

اگر زمین گرد سورج حرکت کرتی تو وہی قوت جو زمین کو اوپر لیجا رہی ہے وہی زمین کے اجزا مین بھی موجود ہوگی پھر اس بنا پر لازم تھا کہ پتھر اگر اوپر سے نیچے کو ڈالا جاوے تو بہ نسبت نیچے سے اوپر ڈالنے کو دیر مین آیا کرتا اسواسطے کہ اوپر جانے کو انکی واسطے دو امر معاون ہین ایک طبعی تقاضا دوسرے پھینکنے والی قوت اور نیچے آنے کو صرف قوت قاسرہ معاون ہے اور طبعی تقاضا اسکی مخالفت بھی کر رہا ہے مگر واقعہ تو ایسا نہین ہوتا۔

(دلیل یازدہم)

اگر زمین حرکت محوری کرتی تو لازم تھا کہ جو پتھر اوپر کو پھینکا جاتا ہو وہ گرتے وقت بجانب مغرب گرتا اسواسطے کہ اُسکے جانے اور آنے کے زمانہ تک زمین مشرق کی طرف چل نکلتی مگر اہل تجارب نے بارہا اسکی تصدیق کی کہ جہانسے پھینکا جاتا ہی بعینہ وہان ہی گرتا ہی اور یہ لوگ اقرار کر چکے ہین کہ یہان بجز خفیف فرق پایا گیا یہ فرق انکی راے مین مثبت حرکت زمین ہی مگر تم ہمارے سابق کلام کو دیکھکر یقین کر سکتے ہو کہ یہ اچھی طرح مبطل حرکت ہی۔

یہانپر اس بات کا نام مت لو کہ جیسی زمین متحرک ہی ویسے ہی وہ پتھر بھی ہوا مین زمین کے برابر متحرک ہی اسواسطے کہ لوگ تم کو برا کہین گے ہوا بڑے پتھرون کو ہرگز ہرگز زمین کی حرکت کے ہمراہ حرکت نہین دیسکتی دوسری بات یہ ہی کہ ہوا کی حرکت خود بخود مشکوک بلکہ یقیناً معلوم ہی کہ غیر متحرک ہی ورنہ محسوس ہوتی۔

یہان ایسا مت کہو کہ حرکت ذاتیہ محسوس ہوا کرتی ہی نہ حرکت عرضی اور یہان حرکت ہوا کی جو ہو رہی ہی وہ عرضی ہی بواسطہ زمین۔ اسواسطے کہ حرکت عرضی یہان نہین بلکہ قسری ہی یعنی زمین ہوا کو دھکیل دیتی ہی پھر وہ از خود متحرک ہوتی ہی جیسے ریل کو دیکھو۔ اگر دو منٹ کے واسطے عرضی بھی تسلیم کر لین تو جب بھی متحرک بالعرض کے سمت۔ مقابل مین جو چیز آتی ہی تو متحرک اُس کی مزاحمت کرتا ہوا محسوس ہوتا ہی کشتی یا ریل سے جو ہوا متحرک ہوتی ہی اُسکے مقابل سمت چلکر دیکھو گے تو وہ تم کو روکے گی اور رُکاوٹ تم کو محسوس ہوگی۔

١٢
(دلیل دوازدہم)

ہمیشہ سے لوگ مشاہدہ کر رہے ہین کہ ابر جیسا لطیف جسم جب کسی قدر بباعث ثقل زمین کے طرف جھکتا ہی تو ہوا اُسکے دباو سے اس تیزی سے چلتی ہی کہ بڑے بڑے عظیم الشان پیڑون کو اکھاڑ دیتی ہی اگر زمین جیسا ثقیل اور کثیف اور عظیم الشان جسم بھی ہوا کو کسی طرف فی گھنٹہ اٹھتہ ہزار میل دباتا تو ہوا مین کیا کچھ طوفان نوح قائم نہ ہوتا۔

١٣
(دلیل سیزدہم)

یہ امر لوگ مشاہدہ سے جانتے ہین کہ کسی جانب جب ہوا متحرک ہوتی ہی تو اس جانب پتھر وغیرہ

پھینکا جائے تو زائد تیز ہوتا جو بہ نسبت اس پتھر کے جو رفتار کی جانب مخالف پر پھینکا جاتا ہی اسواسطے کہ اول کے واسطے حرکت ہوا معاون ہوتی ہی اور دوسرے کیواسطے معاوق اس بنا پر اگر حرکت زمین کو تسلیم کرکے اُسکی تبع سے ہوا کو بھی متحرک مانین تو لازم ہوگا کہ جو پتھر مغرب کی جانب سے پھینکا جاوے وہ بہت سریع ہو بہ نسبت اس پتھر کے جو جانب مشرق سے پھینکا جا رہا ہی اسواسطے کہ ہوا مغرب سے مشرق جاری ہی۔ لہذا وہ مشرق جانیوالے پتھر کے معاون اور مغرب والے کے معاوق ہوگی مگر ایسا تو نہین دیکھا جاتا۔

(دلیل چہاردہم)

بسا اوقات لوگون نے دیکھا ہوگا کہ ایک پرند شرقا اور دوسرا غربا حرکت کرتا ہی دونون مساوی الحرکت ہوتے ہین اور مساوی مسافت کو طی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین اگر زمین مشرق کی طرف تیزی سے متحرک ہو تو لازم ہوگا کہ شرقی پرند بہت تیز معلوم ہو کیونکہ ہم دیکھ رہے ہین کہ جب ہوا چلتی ہی تو ان ہر دو پرندے سے جو بجانب حرکت ہوا چلتا ہی بہت تیز معلوم ہوتا ہی اور دوسرا تو گویا ساکن ہی معلوم ہوتا ہی پھر کیا وجہ ہی کہ حرکت ہوا جو بوساطت زمین ہو رہی اُسکا کچھ اثر بھی انکی رفتار پر نہین پڑتا یہان تو حرکت قسری ہی اگر عرضی بھی ہو جب بھی محال ہی کہ اُس کی آثار معلوم نہون۔ بعض اوقات بعض لوگ اس قطعی دلیل کے ٹالنے کی یہ فکر سوچتے ہین کہ زمین کے ساتھ ہوا حرکت عرضی کرتی ہی اور برابر برابر زمین کے چلتی ہی جیسے جالس کشتی اور جو چیز ہوا مین ہوتی ہی اُسکو بھی ہوا اپنے برابر لیجاتی ہی یہی وجہ ہی کہ ہر دو پرند وغیرہ کی حرکت اتنی ہی محسوس ہو سکتی جو اپنی ذات سے کرتے ہین جیسے کشتی کے دو جالس اگر کشتی کے اندر چلین تو انکی طرف وہی حرکت محسوس ہوگی جو وہ اپنی ذات سے کر رہے ہین کشتی کی حرکت کا اثر اُنکی رفتار پر نہ پڑیگا اس قول کا جواب استاد الاستاذ فضل حق خیرآبادی نے ہدیہ سعیدیہ مین تو یون دیا کہ ہوا بڑے بڑے پتھرون وغیرہ کو اپنے برابر حرکت نہین دے سکتی یہ بدیہیات عقلیہ کے خلاف ہی بعض نے اسکا یہ بھی جواب دیا ہی کہ زمین کیوجہ سے جو حرکت ہوا کو ہو رہی ہی وہ قسری ہی یعنی زمین ہوا کو ڈھکیل

دیتی ہی جیسے کوئی پہاڑیا ابراوپر سے نیچے کو آتا ہی تو یہی حالت ہوتی ہی اُستاذ الاستاذ فضل حق خیرابادی سنے یہ جواب سواسطے نہین دیا کہ انھون نے ان لوگون کے مذہب پر صرف اتنی ہی اطلاع پائی کہ یہ زمین کی حرکت محوری کے قائل ہین اس بات پر اطلاع نہین پائی کہ یہ لوگ زمین کے واسطے حرکت سالانہ سورج کے گرد بھی مانتے ہین اور محوری سے محوری حقیقی ہرگز مراد نہین لیتی بلکہ محوری عرفی جیسے گیند فرش پر رپٹاکر دیکھو سواس بنا پر لازم ہوگا کہ زمین کے واسطہ مین جو ہوا ہو گی اسکو زمین دھکیلے گی اور یہ حرکت قسری ہو گی ہان اگر محوری سے محوری حقیقی مراد ہوتی تو حرکت ہوا کا عرضی ہونا ہی زیادہ مناسب تھا۔

تنبیہ

جہان کسی دلیل کے مفہوم کو جو ہمنے لکھا ہو اگر اُستاذ الاستاذ کے کچھ خلاف یا کم زائد پاؤ تو عموماً یہی خیال کرو کہ اُستاذ الاستاذ یا دیگر لوگون کو اس جدید مذہب کی پوری اطلاع دتھی۔

(دلیل پانزدہم)

یہ مشاہدہ کیا جاتا ہی کہ دو جسم ایک خفیف دوسرا ثقیل اگر اوپر سے گرا دیے جاوین بشرطیکہ ہوا متحرک نہ ہو تو دونون سیدھے خط مستقیم پر گرتے ہین اور اگر ہوا کسی جانب کو متحرک ہوتی ہی تو ثقیل جسم سیدھا گرتا ہی اور خفیف ہوا کے ساتھ کسی قدر چلا جاتا ہی اگر ہوا غربی ہوتی ہی تو بجانب غرب گرتا ہی جب ہوا کی حرکت اور عدم حرکت کی آثار سقدر محسوس ہین تو پھر زمین کی حرکت کی صورت مین جب ہوا بجانب شرق متحرک ہی تو لازم ہی کہ یہ فرق بہت کچھ محسوس ہوا کرے مگر ایسا تو نہین ہی۔

(دلیل شانزدہم)

اگر زمین متحرک ہوتی تو اس کے ساتھ کرہ پانی کو بھی متحرک ہونا ضرور ہوگا پس اس بنا پر لازم ہی کہ جو کشتی مشرق کو جاتی ہی وہ بہت تیز معلوم ہو بہ نسبت اس کشتی کے جو مغرب کو جاتی ہی سواسطے کہ شرقی کشتی کے پانی معاونت کر رہا ہی اور تیز ہوا بھی مشرق ہی کو جا رہی ہی وہ اور بھی موید

ہوگی غربی کشتی چاہے کہ ساکن معلوم ہو اور کم از کم بطی الحرکت تو معلوم ہو بایں وجہ کہ اسکو دو امر
روک رہے ایک دریا کے رفتار جو بواسطہ حرکت زمین ہو رہی ہے۔ دوسرے ہوا کی رفتار جو ایضاً
بوجہ حرکت زمین ہو رہی ہے۔ یہ امر تو از خود ظاہر ہے کہ پانی اور ہوا جو بواسطہ زمین متحرک
ہونگے بہت زیادہ تیز ہون گے بہ نسبت تند ہوا اور دریا روان کے ادھر ہم دیکھ رہے ہین
کہ ایک کشتی ایسی دریا مین چھوڑی جاوے جو مثلاً مشرق کو جارہا ہے اور ساتھ ہی یہ فرض
کرو کہ تند ہوا بھی مشرق ہی کو جارہی ہے اور دوسری کشتی بجانب غرب متحرک ہو تو ایسی
صورت مین اہل تجارب نے بیان کیا ہے کہ غربی کشتی بعض وقت ساکن اور بعض وقت نہایت
سست حرکت کرتی ہوئی معلوم دیتی ہے پھر تعجب بر تعجب ہے کہ حرکت زمین سے جو ہوا اور پانی متحرک
ہین اُس کا کچھ اثر ان دو کشتیون پر محسوس نہین ہوتا ہے بلکہ شرقی غربی کشتی ہر دو کو کسی ایسی
دریا مین چھوڑا جائے جو ساکن ہے اور ہوا بھی راکد ہو تو یہ دونون کشتیان متساوی
الحرکت معلوم ہوتی ہین۔

(دلیل ہفت دہم) ۱۷

اگر دو کشتیون کو ایسے دریا مین شرقاً غرباً روانہ کرو جو ٹھہرا ہوا ہو اور ہوا غرباً متحرک
ہو تو غربی کشتی بہت سریع اور شرقی بہت بطی معلوم ہوتی ہے وجہ سوا اس کے کیا ہے کہ غربی
کشتی کے واسطے غربی ہوا معاون اور شرقی کے واسطے معاوق ہے پھر اگر زمین متحرک
ہوتی تو ایسا کیون ہوتا۔

(دلیل ہشتدہم) ۱۸

اگر دو کشتیون کو ایسے دریا مین چھوڑو جو متحرک ہو مگر ہوا اُسکے مقابل سمت کو متحرک
ہو تو ہوا اور دریا کی رفتار اگر برابر ہے تو ہر دو کشتیون کی رفتار بھی برابر محسوس ہوتی ہے
ورنہ کم و زیادہ بقدر زیادت رفتار جیسی اہل تجارب نے تصریح کی ہے اگر زمین حرکت
کرتی تو غربی کشتی کو دو معاون ملتے اور وہ بہت بیحد تیز معلوم ہوتی مگر آجتک تو فرق

دونون مین نہین محسوس ہوا بلکہ پانی وہوا کو اگر مانو تو دونون برابر معلوم ہوتے ہین۔

۱۹

(دلیل نوزدہم)

حرکت عرضی اور ذاتی کے جھگڑے نہ چھیڑو وہ تم کو فائدہ نہین دے سکتے۔ اسکے متعلق ہم پہلے کچھ نقل بھی کر چلے۔ اور کر چکے بیان پر اتنا اور کہدیتے ہین کہ عرضی اور ذاتی کا فرق اگر دو منٹ کے واسطے تسلیم بھی کر لین تو فرق جب ہی ہوگا کہ متحرک بالعرض جس چیز کو اٹھائی ہوئی ہو اُس کو اپنے برابر لیجاتا ہوگا لیکن جس چیز کو اٹھا ہی نہین سکتا اُسکو اپنے ساتھ کہانتک لیجا سکتا ہی اس بنا پر لازم ہی کہ کشتی یا زمین پر سے پتھر کو جب پھینکا کرین تو کشتی پر یا اس جگہ زمین پر نہ گریگا۔ بلکہ پتھر کو اوپر جانے اترنے مین اگر ایک منٹ صرف ہوگیا ہی تو پھر ہزار میل دور بجانب غرب گرنا چاہیے۔

(تنبیہ)

ممکن ہی کہ بعض مثالات تم کو معمولی سی باتین معلوم ہون اور تم پورا سوچنے سے کام نہ لو اگر معمولی معلوم ہون تو ہونے دو ایسا دفعات ایسا ہوا کرتا ہی کہ جو چیز آدمی کو آسانی سے حاصل ہوجایا کرتی ہی وہ معمولی معلوم ہوا کرتی ہی گھر کی مرغی دال برابر ایک مشہور بات ہی عموماً بڑے بڑے فائدہ کی چیزون کو دیکھو گے تو وہ ابتداے نظر مین معمولی معلوم ہوا کرتے ہین دیکھو آنکھون کا فائدہ بینا آدمی کی نظر مین ایک معمولی چیز ہی مگر تامل سے سوچنے کے بعد پوری قدر معلوم ہوتی ہی تم بھی اپنے اوپر لازم کر لو کہ جو کچھ اس کتاب مین لکھا ہی اُسکو بہت اچھی طرح سوچو گے۔

تنبیہ

ابتک ہمنے زمین کے ساتھ پانی اور ہوا دونون کو متحرک ماننا لازمی طور سے قرار دیا ہی اور اہل جدید مذہب والون کے اقوال بصراحت موجود ہین کہ وہ حرکت زمین کے ساتھ دریا اور ہوا سب کو متحرک بالعرض مانتے ہین۔ اس بنا پر کہ شاید کوئی ان کی متحرک ہونے سے انکار کرے تو اُسکو دلائل مندرجہ ذیل سے جو امور قاطعہ ہین باطل کر دین گے۔

۱

(دلیل اول)

اگر حرکت زمین کے ساتھ ہوا کو متحرک نہ مانوگے تو لازم ہوگا اور اچھی طرح لازم ہوگا کہ ایک پرند جو ہوا مین غربی یا شرقی جانب جا رہا ہو یا کھڑا ہو ہمارے محاذات سے ایک منٹ مین ایک ہزار میل دور ہو جاوے کیونکہ زمین کو ایک گھنٹہ مین تقریباً اڑسٹھ ہزار میل چلنا ضرور ہے اور پرند کیسا ہی تیز رفتار بجانب شرقی بھی کیون نہ ہو دس بارہ میل سے زائد فی گھنٹہ نہین جا سکتا۔ و ایسے ہی غبارہ مین اڑنے والون سے معاملہ پیش آنا ضرور ہے۔ و ایسے ہی وہ پتھر جو اوپر جائے اُس کی واپسی مین اگر ایک منٹ لگے تو ہزار میل اس محاذات سے دور ہو۔

(دلیل دوم)

اگر پانی کو حرکت زمین سے متحرک نہ مانوگے تو ان لوگون کے مذہب کی رو سے لازم ہوگا کہ پانی زمین سے دور ہو جاوے اسواسطے کہ زمین اپنی جگہ چھوڑ سورج کی طرف اڑسٹھ ہزار میل حرکت کرتی ہے اب اگر پانی اُس کا ساتھ نہ دیگا تو بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ زمین آگے بڑھ جائے اور پانی پیچھے رہے زمین کی حرکت محوری حقیقی تو ہے نہین کہ پانی کے نیچے سے سرک جایا کرتی ہو بلکہ زمین کو تو سال مین ساٹھ کروڑ میل راستہ طے کر کے گرد سورج شکل بیضوی بنانا ہے۔

(دلیل سوم)

اگر زمین کے ساتھ پانی متحرک بالعرض نہ ہوگا تو لازم اور ضروری ہوگا کہ تمام لوگ ایک گھنٹہ مین بحر محیط مین ڈوب مرین اسواسطے کہ زمین کا کوئی قطعہ آباد نہین کہ جسکی کنارون پر محیط نہ ہو پھر جب متحرک نہ ہوگا تو زمین نیچے سے سرک کر کے جاویگی اور یہ ظاہر ہے کہ تمام لوگ زمین کی حرکت سے متحرک بالعرض ہین وہ بھی زمین کا ساتھ دیکر ڈوبین گے

(دلیل چہارم)

اگر پانی کو زمین کے ساتھ متحرک نہ مانوگے تو ضروری طور پر لازم ہوگا کہ جو کشتی دریا مین ساکن ہو اپنی ذاتی حرکت سے بھی متحرک کیون نہ ہو۔ اس کشتی سے کنارہ کی زمین و پیڑون کی محاذات بدل جائے اسواسطے کہ دریا تو اپنی محاذات پر ہے اور وہ زمین جو اس کے کنارہ پر ہے اور نیز وہ زمین جو دریا کے

نیچے ہزار میل متحرک ہی اور اسکو لازم ہی کہ فی گھنٹہ ازشمہ ہزار میل حرکت کرے حالانکہ ہزار ہا برس کا مشاہدہ بتا رہا ہی کہ ذات اپنی رہتی ہی۔

دلیل بستم

حکما نے طبعیات مین اسبات کا ثبوت دیا ہی کہ زمین کا طبعی تقاضا حرکت مستقیمہ کا ہی اب اگر وہ حرکت مستدیرہ یعنی محوری کریگی تو دو امر متناقض کا طبعی طور سے ایک چیز مین جمع ہونا لازم ہوگا اور یہ محال ہی اگرچہ یہ محوری غیر حقیقی بھی کیون نہ ہو۔ اس دلیل کے ذمہ دار خود حکما ہین مین نہین ہون۔

(دلیل بست و یکم)

اگر زمین سورج کے گرد متحرک ہوتی تو قطب بھی متحرک معلوم ہوتا مگر ایسا تو نہین دیکھا جاتا اس اعتراض کو پنڈت رتن ناتھ نے صفحہ ۱۲ مین نقل کرکے جواب دیا ہی مگر جواب ناکافی ہی۔

(اعتراض)

اگر زمین گردش کرتی تو قطب ہمیشہ ایک ہی جگہ کیون نظر آتا۔

(جواب)

اجی حضرت اس اعتراض کی تو کچھ بھی وقعت نہین ہی قطب کو آپ گاڑی کے دھورے تصور کرین اور زمین کو پہیا سمجھین پہیا متحرک ہی اور دھورے ساکن۔ انتہی لفظہ۔

اس قطب سے مراد اگر زمین کے قطب ہین تو اُن کو ساکن ماننا بداہت کے خلاف ہی اسواسطے کہ جب زمین کو سورج کے گرد تقریبا ساٹھ کرور میل حرکت سالانہ پوری کرتا ہی تو وہ اگر غیر متحرک ہوگا تو یہ حرکت کسطرح پوری ہوگی ہان اگر زمین کی حرکت محوری حقیقی ہوتی تو یہ کہنا صحیح تھا مگر ایسا کہان ہی اور اگر اس قطب سے قطب افلاک ہی تو آسمانون کا ماننا لازم ہوگا حالانکہ ان جدید لوگون نے بڑے دھوم سے آسمانون کا انکار کیا ہی اور اُن کو کرات وہمیہ قرار دے چکے ہین پھر قطب کسکے واسطے مانتے ہین اسکے علاوہ اگر افلاک تسلیم کرتے ہین تو قطب فلک کا تحرک ہونا حرکت زمین سے لازم اور ضروری ہی اسواسطے کہ جب سورج اور دیگر اجسام ساکنہ حرکت زمین سے متحرک معلوم ہوتے ہین تو قطب فلک کیون

تو قطب فلک مین کونسی نرالی بات ہو۔

اگر اس قطب سے قطب ستارہ مراد ہو جسکو عوام و خواص سب جانتے ہین تو پھر اسکو ساکن ماننے سے زمین کی حرکت اچھی طرح باطل ہوگی۔ اگر دوری کو علت بنایا جاوے تو دیگر ستارے اور بھی دور ہین اور اگر محاذات قطب زمین علت ہو تو قطب زمین جب متحرک ہو تو اُس کی حرکت سے قطب کا متحرک ہونا لازم اور ضروری ہوگا اس لیے سوا جب زمین۔ سورج کی اس سمت پر حرکت کرتی ہوگی جو قطب کے جانب ہو تو تقریبا بائیس کروڑ میل قطب ستارہ سے قریب ہو جاتی ہوگی پھر اس صورت مین دوری کا عذر بھی بہت کچھ کم ہو جاوے گا۔ بہر صورت اگر سکون قطب مسلم ہو تو پھر حرکت زمین اچھی طرح باطل ہوگی اس امر کا ثبوت کہ ان لوگون نے آسمانون کا انکار کیا ہو اور اُن کو کرات وہمیہ قرار دیا ہو محمد حسین مصنف مفتاح الافلاک کی عبارت ذیل سے بخوبی ثابت ہو صفحہ اگرچہ کہ یہ کرہ وہمی ہو لیکن ہم علم ہیئت کے قواعد و قوانین بیان کرنے مین اسکے وجود کو آسانی کے لیے قائم رکھین گے انتہی۔

میری راے ہو کہ ان لوگون نے ناحق بلا وجہ آسمانون کا انکار کیا دلائل قاطعہ عقلیہ کا جو اسپنے موقع پر اہل عقل نے قائم کیے ہین یہی خلاف کر ابطال سب سے بڑی بات یہ کہ بلا وجہ وجیہ کتب آسمانی کے اخبار صادقہ کو مکذب قرار دینا قابل سخت تعجب ہو شاید ہی کوئی آسمانی کتاب دنیا مین ہو جس مین آسمانون کا ذکر صاف صاف نہ ہو لہذا ان لوگونکو ضرور سوچنا چاہیے کہ اس انکار کی انکو کیا ضرورت پڑی ہو ابھی سوچنے کا بہت کچھ موقع ہو جب دم مین دم رہے گا تو پھر وقع ہاتھ سے جاتا رہے گا چونکہ مبحث سے باہر امر ہو اسواسطے نقل دلائل وغیرہ نامناسب ہو۔

(دلیل بست و دوم)

یہ مشاہدہ کیا جاتا ہو کہ جسطرف ہوا متحرک ہوا کرتی ہو اس طرف آواز دور تک چلتی ہو اور جانب مخالف مین بہت تھوڑی پہونچتی ہو اب اگر زمین شرقا متحرک ہوتی تو ہوا بھی شرقا متحرک ہوتی اس بنا پر لازم تھا کہ شرق کی جانب آواز دور تک جاوے بہ نسبت مغرب کے مگر ایسا تو نہین ہوتا۔

(دلیل بست و سوم)

یہ بھی طرح ظاہر امر ہو کہ جو جسم کسی جسم سے لازم اور لاحق ہوتا ہی وہ جسم اول کی حرکت سے اسی طرح متحرک ہوتا ہی جسقدر جسم ذاتی متحرک ہوتا ہی اتنا ہی جسم لاحق کو متحرک ہونا لازم ہوتا ہی مگر جو جسم لاحق نہین ہوتا اُس کو جسم اول کے برابر متحرک ہونا ضروری نہین ہوتا اس بنا پر لازم ہی کہ دریا وغیرہ زمین کی حرکت سے متحرک ہون تب بھی انکی حرکت زمین کی حرکت سالانہ کے برابر نہوگی اس سے لازم ہوگا کہ زمین پیچھے چلی جاوے اور پانی زمین سے باہر ہو جاوے اور لوگ روزمرہ ڈوبا کرین مگر ایسا کہان ہی یہان تجاذب کا ذکر مت چھیڑو کہ زمین اپنی قوت جاذبہ سے پانی کو الگ نہین ہونے دیتی اسواسطے کہ اول تو اصول تجاذب محض غلط اصول ہین - دوم - یہ کہ پانی ادنی سبب سے الگ ہو جاتا ہی پھر ایسے زوردار سبب سے کیسے نہ ہوگا -

سوم - یہ کہ اگر ہم دو منٹ کے واسطے تسلیم بھی کرلین تب بھی صرف اتنا ہی لازم ہوگا کہ پانی زمین سے الگ نہ ہو پڑے گا مگر یہ پھر بھی جائز ہوگا کہ اُس کا مکان بدلتا رہے جیسے بھاری لکڑی کو کسی دریا روان مین ڈال کر دیکھو وہ ضرور پانی مین چلتی ہی مگر ایک ہی پانی اُس کو اپنے ساتھ نہین لیجا سکتا بلکہ ایک حصہ پانی کا اُس کے نیچے سے سرک جاتا ہی اور دوسرا حصہ اُسکو آگے لیجاتا ہی جب وہ بھی سرک جاتا ہی تو تیسرا حصہ یون ہی غرض وہ انجام حرکت تک متحرک رہتی ہی

حرکت زمین سے دریاؤن اور ہواؤن کی بھی یہی حالت لازمی ہوگی پھر اس بنا پر لازم ہوگا کہ لوگ روزمرہ نہین تو ایک ہفتہ مین تو ضرور ڈوبا کرین اور یہ تبدل ہوا محسوس ہوا کرے -

۲۴ (دلیل بست و چہارم)

ان جدید ریاضی دانون نے یون مانا ہی کہ زمین کے واسطے سورج مرکز ہی اور سورج مین قوت جاذبہ ہی جس سے زمین کو اپنی طرف کھینچا چاہتا ہی ان ہر دو امور سے لازم تھا کہ زمین سورج پر جا پڑتی مگر ساتھ ہی یون مان لیا گیا کہ زمین مین قوت نافرہ یہی ہی جس کی وجہ سے وہ اس ظالم کے پنجہ ظلم سے جان بچا لیتی ہی اور اسی اینچاتان مین سورج کے گرد اس کو گھومنا پڑتا ہی خیر ہر چہ باداباد - ہم کو صرف یہ کہنا ہی کہ سورج زمین کو اینچتا ہوگا تو - اسی طرف کو کھینچ سکتا ہی جو اس کی محاذی

ہونہ دوسری جانب ادھر یہ امر پوری طرح ظاہر ہو کہ زمین ایک خشک جسم ہو اور اُس کے اجزا کا اتصال لازمی نہین جیسی لوہے وغیرہ مین۔ بلکہ اس کی حالت ایسی ہو کہ ادنی سے عوارض کی وجہ سے اس کے اجزا کا اتصال جاتا رہتا ہو۔

اب اس بنا پر لازم ہو کہ جب سورج زمین کی جانب محاذی کو اپنی طرف انچا کرے تو دوسری طرف الگ ہوجاوے اور اتصال اجزا زمین جو بہت کچا اور معمولی ہو ایسے زوردار جذب کیوجہ سے بالکل جاتا رہے مگر کہان ایسا ہو۔

(دلیل بست و پنجم)[۲۵]

اگر زمین سالانہ ساٹھ کرور کا محیط تقریبا طے کرتے تو کم از کم اُس کا مزاج ایسے سریع اور دائمی حرکت سے حار یابس ہوتا نہ بارد یابس مگر اپنی جگہ یہ طے ہو گیا ہو کہ زمین کا مزاج بارد یابس ہو۔

دلیل بست و ششم[۲۶]

مشاہدہ آنکہ اور رصد سے ثابت ہو کہ ابر دو تین میل سے زائد دور نہین ہوتا اور بارہا دیکھا گیا ہو کہ گھنٹون ابر ایک ہی نسبت دورے پہ برابر بارش برساتا رہتا ہو اگر زمین فی گھنٹہ اٹھارہ ہزار میل حرکت اوپر کو کرتے مع ۴۴ ہزار میل حرکت روزانہ تو لازم اور ضروری تھا کہ اسی ابر سے چند سکنڈون مین اوپر ہوجاتے اسواسطے کہ حرکت ہو اگر بوجہ حرکت زمین تسلیم بھی کرین تب بھی گھنٹون دیر کی بکور سے برابر رہنا محالات مسلمہ اقوام سے ہو

(دلیل بست و ہفتم)[۲۷]

یہ بات حکمائے قدیما و حدیثا مانے ہوئے ہو اور خود یہ جدید خیالات کے حضرات نے مان رکھا ہو کہ سورج کے اجزا کا ثقل کم ہو قدما نے مانا ہے کہ افلاک مافیہا خفیف مطلق ہین بہر بہر باوا ہادا اس پر یہ ماننا پڑتا ہو کہ خفیف الاجزا چیز کا متحرک ہونا ثقیل الاجزا سے انسب ہو کیونکہ حرکت خفت کو چاہتی ہو اور حرکت سے خفت پیدا بھی ہوجاتی ہو یہانتک کہ قدما نے بیان کیا ہو کہ زمین اسواسطے

ثقیل رہے کہ فلک متحرک سے دور پڑی ہوا اُس کی حرکت اسکے اجزا میں خفت پیدا کر سکے گی ۔

(دلیل بست و ہشتم)

ایک جامع دلیل سکون زمین پر

معلوم باد کہ ارض در وسط عالم بہیچ واقع ست کہ مرکز حجمش و ثقلش بر مرکز عالم منطبق ست زیرا کہ تساوی زمانہ بلوغ کواکب از افق تا نصف النہار و زمانہ بلوغش از نصف النہار با فق غربی و ہم تساوی مقدار کواکب در رویت عند الطلوع و الغروب دلالت می کند کہ ارض از مرکز عالم بسمت مشرق و مغرب مائل نیست و بودن ظل مقیاسی روز حلول شمس در اعتدالین عند الطلوع والغروب بر خط واحد مستقیم دال ست کہ میلانش جہت قطب نیست چہ اگر جہت قطب مائل می شود این ہر دو ظل لامحالہ جانب قطب دیگر میلان پیدا می شدند تساوی لیل و نہار یوم استوا در جہت بقاع کہ مسامت قطب باشند دال ست کہ خروج ارض از مرکز بفوق و تحت نیست چہ اگر خروج بفوق می بود مقدار نہار اقل از مقدار لیل می شد و اگر بہ جہت تحت می بود امر بالعکس می گردید ۔

ابسط دلائل بودن ارض در وسط عالم وقوع خسوف کلی ست در ہر مقاطرہ حقیقیہ نیرین چہ خسوف عبارت است از حلول قمر در سایہ زمین و ہمیشہ بر سمت خطے مستقیم ممتد می شود و حائل بود میان جسم مضئ و مستضئ پس در جانب خسوف خطے کہ میان نیرین حائل بود بر ارض نیز گذر دادہ ز روی حساب ثابت ست کہ وقت وسط تقویم نیرین ہر طرف یک قسطالی مع باشد چنانچہ در عمل خود این معنی الخ خواہد شد و ظاہر ست کہ مرا انقطار مرکزی می باشد پس مرکز زمین منطبق بر مرکز عالم می باشد و ہرگاہ امتناع خروج زمین بجہتے از جہات ستہ ثابت گشت پس سکونش در انجا نیز ثابت بود ۔ جامع بہادر خانی دیکھو مصنف نے کس عمدگی سے زمین کو ششدر کر دیا ہو کہ ساکن ہی رہے ۔

(تنبیہ)

جہاں تک میں انصاف سے کہسکتا ہوں حرکت زمین کا قول بالکل بے اصل اور بے دلیل ہے

اپنا ایک [illegible] دوری - [illegible] کرتے ہین [illegible] سے دلیل سے دیکھا کرتے ہین حرکت زمین کے قائلین کو بہت لوگون نے بہت کچھ بے نقط بھی سنا ئے ہین اگر تم کو دیکھنا ہو تو ہدیۂ سعیدیہ صفحہ ... کو ملاحظہ کرو مین برا بھلا تو نہین کہا چاہتا صرف اتنا کہتا ہون کہ اس مسئلہ کو اچھی طرح سوچین اگر ایسا کرینگے تو ممکن نہین کہ اُن کو سچی بات معلوم نہو جاوے۔

(تنبیہ)

اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ ہم کو نقل کرنا یا لکھنا اور کہنا تھا اس سے ہم فارغ ہو چکے۔
تم کو اگر اس رسالہ مین کوئی مضمون یا دلیل غلط معلوم ہو تو صاف طور سے اپنے متعلقین سے تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کہدو تا کہ خلق خدا غلطی سے بچے بالسب ہو کہ تم جو سب کچھ نیک نیتی سے عمل مین لاو تا کہ خلق اور خالق سے جزا خیر پاؤ۔ ۱۲

والصلوٰۃ علی رسولہ سید المرسلین محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و سلام علی المرسلین

والحمد للہ رب العالمین۔

انتخاب الاخبار

از اوسط شوال تا ختم ذی الحجہ باب عالی محافظ مرکز اسلام کو چار ریاستون نے ملکر اعلان جنگ دیا ہے سب سے پہلے یہ اعلان مانٹینگرو والون نے دیا ہے اور یہی سب سے چھوٹے ہین شاید اسی غرض کے لیے جلدی سے کام لیا گیا ہے تاکہ جتنا چھوٹا منہ اتنی ہی بڑی بات جو مشہور مثل ہے آپ کے صداقت مین ہٹی نہ پڑ جائے زبان کا سرد یا اور بلغاریہ نے عہد بین الاقوام کو بالائے طاق نسیان رکھکر بڑی بیباکی اور طمطراقی کیساتھ اعلان جنگ کے چھٹے باب عالی کے وزیر خارجہ نوراد نگیان کو جو ایک عیسائی ہے بھیجدی پھر تو یونانی فلسفہ بھی اشکال ابعد کی ہمت پر کمر بستہ ہوگیا اور یونانی بچے کو بھی میدان جنگ دیکھنے کا شوق دامنگیر ہوا اسیقدر تاخیر کی وجہ شاید یہ پیش آئے کہ یونان کو جو ابھی پندرہی سال ہوتے ہین ترکون سے کامل شکست دیکر ما بدولت کے تمام خاندان شاہی کی مشکین کس کر استنبول پہونچا کر پھر آپنے اعلی شرافت اور جلالت کو کام مین لاکر تخت شاہی پر بٹھلا دیا تھا اسکا حق نمک اس تاخیر سے ادا ہو جاوے بلغاریہ نے تین لاکھ فوج اسواسطے میدان مین اُتار لایا ہے کہ وہ عہد جو ترکون نے اسے آزاد کرتے وقت لیا تھا وہ بیجا قرار پائے اور معلوم ہو جاوے کہ اُسپر خوب عمل کیا گیا جو نگران بنے تھے اُن کی نگرانی کامل پایہ ثبوت کو پہونچے وہ یہ تھا کہ بلغاریہ صرف انتظامی پولیس بقدر ضرورت اندرونی رکھا کریگا فوج رکھنے کا نام بھی نہ لیا کریگا۔ حضرت سعدی نے خوب کہا ہے۔

یا وفائے نبود در عالم + یا مگر کس درین زمانہ نکرد ÷ کس تا موخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ÷

مانٹینگرو دیون کی یہ حالت دیکھکر کہ اُن کی کل مردم شماری زن و بچہ ملاکر تین لاکھ بیس ہزار ہی ہے سخت حیران رہنا پڑتا ہے کہ بجز یاران یورپ اسکا خیال بھی آنہین آسکتا کہ وہ باب عالی کو اعلان جنگ دے یہ پہاڑی وحشی ذرہ بھی آپنے حالت پر رحم نکر کے دول یورپ کا آلہ بن گئے اب ان سب کے واسطے یہی بہتر ہے کہ باب عالی انھین تھوڑا ایکبار رحم فرما کر انھین اپنا رعایا بنالے جیسے یہ پہلے تھی ورنہ یورپ کے مدبر انھین ہمیشہ آپنے اغراض کا آلہ بنا کر پٹواتے رہین گے جس سے ان کی ہستی معرض خطر مین پڑجاویگی اُن کی چڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھکر مدبرین یورپ کو یہ خوب سوجھا کہ انھین پسوا دیا جاوے

تاکہ آیندہ انکی طرف سے کوئی خوف ہی باقی نہ رہے یہی وجہ ہے کہ روس نے خوب بلغاریہ کو ہر طرح مدد دی کہ
وہ شہ مین آکر اپنی پوری طاقت کو کھو دے پھر اسکا دست نگر ہو کر رہے اس نکتہ یورپ کو رومانیہ اور آسٹریا
تو تاڑ گئے مگر ان ریاستون کے وحشی ایران نے نہ سمجھا یونان کو ہم پورا وحشی نہین کہتے مگر انیون کی
ڈبیلنے انھین پھر قسطنطنیہ کے سبز باغ دکھائے عجب نکھرا ہی ہے ابھی دور کی بات نہین صرف ۱۸۹۷ء
کی بات ہے کہ بلغاری عبدالحمید کے پاؤن پڑے اور صد ہا منت اور سماجت کے بعد انکی جان بخشی ہوئی یونان
کو بھی پا بجولان قسطنطنیہ سوجھے ہوئے ابھی پندرہ سال ہوتے ہین پھر نہ معلوم کیا سوجھا اور کیا سوجھا ہمین
تو بار بار خدا کی عجیب قدرت پر تعجب کرتے ہوئے یہی شعر یاد آتا ہے خدایا یہ ہے تیری قدرت کا کھیل +
چھچھوندر لگائے چنبیلی کا تیل + کرک کلیسا کے متعلق پہلے بلقانی خبرون سے معلوم ہوا تھا کہ پچاس ہزار
ترک اسیر ہوئے پھر معلوم ہوا کہ نہین بلکہ بھاگ نکلے اور شکست فاش اٹھا کر بھاگے ازان بعد شاید اس خیال سے
کہ ایسا سفید جھوٹ نہ کھپے یون کہا گیا کہ ہٹ گئے یہ بھی کپتا ہوا دیکھ کر عدد مین کچھ ترمیم ہوتی رہی جب
عربی اخبار وغیرہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہان فوج تھوڑی تھی زائد حصہ عیسائی فوج کا تھا جنہون نے اپنے
ہم مذہب لوگون کے سامنے بلا مزاحمت ہتھیار ڈالی باقی فوج ترکی سر توڑ کر لڑی ازان بعد موقع
مناسب پا کر ہٹ گئی اسکے بعد جو عربی اخبار پہونچے تو معلوم ہوا کہ کرک کلیسا واپس لے لیا گیا مگر ۵ ذی الحجہ کے بعد
جو عربی اخبار ملے انسے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ کرک کلیسا پر بلغاری سرے سے قبضہ ہی نہین کر سکے مولوی
انشاء اللہ صاحب مالک اخبار وطن لاہور کا قیاس صحیح نکلا کہ اطراف پر کسی قدر قبضہ کر کے کرک کلیسا کا قبضہ
مشہور کیا گیا ہے ۔ سقوطری اور مناستر کے متعلق بھی پہلے یون ہی بیان کیا گیا تھا کہ پچاس ہزار ترک پکڑے
گئے پھر بیان کیا گیا نہین بلکہ بھاگ گئے پھر بتایا کہ ۴۵ ہزار تھے پھر لکھا ۴۰ ہزار تھے اب عربی اخبار
سے ہی نہین بلکہ ولایتی ڈاک بھی تسلیم کرتی ہے کہ وہ بدستور لڑ رہے ہین سات بار سے زائد بلغاری اور
سرویا وسیاہ کوہی اطلاع دے چکے تھے کہ مناستر اور چاتلجہ کے درمیان سما ہنڈیا نوبل کی فوج حرف
غلط کی طرح بالکل مٹائی گئی ہے مگر ۵ ذی الحجہ کے بعد وہ خود تصدیق کرتے ہین کہ ترک وہان دلیری سے
لڑ رہے ہین ۔ ترکون نے سیاہ کوہیون کو اتنا پیٹا ہے کہ وہ حرف غلط کی طرح مٹائے گئے ۵ ذیقعدہ کو

اڈریانوپل مین ترکون کو ایسے مبین اور روشن فتح ہوئے جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہین
انھون نے بوک سنگین حملہ کر کے بلغاریون کو شکست فاش دی اسکے متعلق اب عربی اخبار سے معلوم
ہوا کہ بلغاریون اسقدر اپنے مقتول میدان جنگ مین چھوڑ کر بھاگے کہ تین دن تک ترکون کا محکمہ
صفائی بھی انکے لیون لاشون کو کھچوا کر میدان کو صاف نہ کر سکا مختلف مواقع مین جو شکستین دی ہین
انکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ ساٹھ سے زائد تو صرف توپین مال غنیمت مین ملین خدا کی عجیب و غریب
پر اسرار قدرت ہی لندن مین بلغاریون کی شکست فاش کی خبر اس رات کو پہونچی جسمین مسٹر ایسکوائتھ وزیر
اعظم انگلستان نے گولڈ ہال مین خوشی کے عالم مین جھوم جھوم کر بیان کیا تھا کہ سالونیکا پر تو یونان قابض
ہوگیا ہی جو یورپ کا مرکز مسیحیت ہی اور ہم قسطنطنیہ کی تسخیر کی خبر بھی بہت جلد سنا چاہتے ہین گویا بلقانیون
کی کیون سے ایسے ایسے ذمہ دار اشخاص بھی بری طرح بے ڈھب طور سے متاثر ہوے اور بلا سوچے قسطنطنیہ
کی فتح کی امید دلا رہی تھی مسٹر موصوف کو یہ نہ معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ کے سامنے چاتلجہ کے عظیم الشان
مورچے اور قدرتی استحکامات اور بیسون قلعے مع افواج قاہرہ موجود ہین جو بلغاریون کو چھٹی کا دودھ
یاد دلا دینگے استنبول کی فتح اگر بلغاریہ کی خالہ کا گھر ہوتا ہی تو ابتک مسٹر موصوف کے امید وہ پوری
کر دیتے مگر مشکل تو یہ ہی کہ وہان بڑے اجنٹ ترک ایک لاکھ ساٹھ ہزار موجود ہین جو علاوہ توپون کے
صاف میدان مین بھی ہون تب بھی دس لاکھ بلغاریہ کو لوہے کے چنے چبوا دینے پر پوری قدرت رکھتے
ہین ہمین سخت حیرت ہی کہ مسٹر موصوف کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ وہ اسوقت دس کروڑ مسلمانون پر حاکم
ہین جنکے جذبات کا احترام انکے فرضی منصب کا جزو اہم اور اعلی ہی ہمارے خیال مین مسٹر موصوف کے خیالات
پر یہ تقریر پوری روشنی ڈالتی ہی کہ وہ موجودہ طاقتون کا کہانتک علم رکھتے ہین نیز اُن کے موازنہ پر

کہا نتک صائب الرائے قرار دیے جا سکتے ہین اور یہ کہ مسٹر موصوف بے سر و پا باتون سے بھی متاثر
ہو کر مجامع عامہ مین جذبات کامنہ کو ظاہر کرنے تک تیار رہتے ہین سچ ہے جبکہ ایسے ایسے وہیم
نان مسٹر موصوف کی تقریر سے ایک عظیم الشان فائدہ یہ تو ضرور حاصل ہوا کہ وہ پر درد عیسائی ہین
جیسے اُن لوگون کے اقوال صاف باطل قرار پاتے ہین جو دول یورپ کے اہل حل و عقد کو دہریہ کہنے
کی جرات کرتے رہتے ہین نیز انگریزون کے اعلیٰ افراد کی پالیسی اسلام اور مسلمانون کے متعلق
صاف اور روشن ہوگیے ابھی دور کا زمانہ نہین گذرتا کہ یون بیان کیا گیا تھا کہ تمام آزادی ایران
ایک گورے کے ایک قطرہ خون کے برابر نہین یہ قول غیر ذمہ دار اشخاص کا تھا پھر نائب وزیر نے
مسلمانون کی قومیت پر حملہ کرکے واپس لیا صدق اللہ حیث قال ولن ترضی عنک الیھود ولا النصاریٰ
وقال عضوا علیکم الانامل من الغیظ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر یعنی
یہود اور نصاریٰ تم سے کبھی خوش ہو ہی نہین سکتے اور یہ کہ وہ تمھاری بہتری پر انگلیان کاٹتے
ہین اُنکی زبانون سے تمھارے دشمنی ٹپکتی ہے اور جو اُنکے دلون مین ہے وہ تو بہت ہی کچھ ہے۔

سالونیکا کے متعلق پہلے یونانیون نے خبر دی کہ پچاس ہزار ترک مطیع ہو گئے بلا مزاحمت ہتھیار
ڈالدیے پھر ترمیم کرکے ۲۵ ہزار تک بیان کیے گیے پھر معلوم ہوا کہ اعلیحضرت شاہ یونان مع ولیعہد
بلکہ شاہزادے بھی وارد سالونیکا ہوئے پھر معلوم ہوا کہ ولیعہد بلغاریہ نے بادا جان کو تار دیا کہ آپ جلد
سالونیکا حضور رکاب ہون ازان بعد معلوم ہوا کہ آپسمین جوتی بیزار ہوئی مگر عربی وغیرہ اخبار آنے پر معلوم ہوا
کہ وہ ابتک ترکون ہی کے قبضہ مین ہے شاید گرد و نواح کے بے پناہ گاؤن پر قبضہ کرنے کو فتح سالونیکا
قرار دیا گیا تھا۔ ترکون کی تھوڑی سی فوج نے متعدد مواقع پر یونان کو شکست فاش دی۔ ترکون کی
بے انتہا شجاعت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ صرف ۱۵ ہزار تک پورے سوا لاکھ یونانیون کے مقابلہ
مین ہفتون تک بہت بڑی کامیابی کے ساتھ لڑتے رہے چالیس سے زائد توپین ہی انسے چھین چکے
ہین شتلجہ مین بلغاریون کی فاتحہ کے دن پہونچ گئے ہین اگر یاران یورپ چپ رہے تو ان کا
بہت جلد حشر خطرناک ہوگا انکا پانچہزار مردہ نواحی شتلجہ مین پایا گیا۔ پہلے پہل ہی یہ خبر ملی کہ بلغاریون

لی پڑی گت ہوئی انکے چالیس سے پچاس ہزار تک مقتول وزخمی ہوئے - ۲ ذی الحجہ کے متعلق
رائٹر وغیرہ نے تو صرف یہ لکھا تھا کہ ناظم پاشا کے بہادر ہاتھوں نے تین باٹریان بلغروں کی شکستہ
مین فنا کین لیکن اب ستانہ اور عربی اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ ۲ ذی الحجہ کو آٹھ ہزار بلغاری اسیر ہوئے اور اس
سے چوگنا مقتول اور مجروح ہوئے اور ۲۰ توپین مع کثیر سامان ہاتھ آئین والحمد للہ علی ذلک اللهم
[illegible] بادهم وخالف بین کلمتهم واجعلهم واموالهم غنیمة للمسلمین - اب تو غالباً مسٹر ایکورتھ
صاحب کی تمام امیدین فتح قسطنطنیہ کے متعلق مبدل بیاس ہوگئین ہون اور تمام نقشے
برن ہو گئے ہون تو کوئی عجب نہین اب مسٹر موصوف کو تسخیر استنبول کی امیدین قطعی طور پر
دل سے نکال دینا چاہیے ورنہ ناحق اس امید مین انتظار کرنے سے کار سلطنت مین حرج
عظیم ہوگا مسٹر صاحب موصوف کو شاعر کا قول یاد رکھنا چاہیے - کیف الوصول الی سعاد ودونہا
قلل الجبال ودونہن حیوف - ہم جانتے ہین کہ مسٹر موصوف نصرانی ہین اور انکے دل مین نصرانیت
کے جذبات کثیرہ ہین اور ہونا چاہیے ہم ان جذبات پر رائے برابر اظہار رنج نہین کرتے
بلکہ قدر کرتے ہین مگر رونا تو یہ ہے کہ ہم برطانیہ عظمی کی رعایا ہین اور سلطنت موصوف نے
بار بار مکرر سہ کرر اس بات کا تحریری عہد کیا ہے کہ وہ ہمارے جذبات مذہبی و قومی کا احترام
ملحوظ رکھیگی ادھر یہ ظاہر ہے کہ سب سے بڑی ذمہ داران سلطنت کے ایسے بے تک اظہار
جذبات ہمارے مذہبی اور قومی جذبات کو صدمہ عظیم پہونچانے کے ذمہ دار ہین اور سلطنت
کا حرج عظیم ہے کہ اہم حصہ رعایا کو بلا وجہ وجیہ صدمہ عظیم پہونچا کر درہم برہم کیا جاوے
اگر مسٹر موصوف گرجا کے پادری ہوتے یا کسی پرچہ کے اڈیٹر ہوتے تو ہمین ذرہ بھی رنج نہوتا
مسٹر موصوف کے خیالات پر ابوالکلام کے خیالات - یہ تار ترکون کی فتح عظیم اڈیٹر ریانول مین
بلغاریہ کے بری ہٹور) ۹ نومبر کی شام کو قسطنطنیہ سے روانہ کیا گیا ہے اور ٹھیک یہی وقت
تھا اور وہی دن تھا جب کہ لندن کے گلڈ ہال مین مسٹر ایسکوتھ مسیحی فتح مندی کے بادہ
کا تند و تیز جام پیئے ہوئے مستانہ وار جھوم جھوم کر کہہ رہے تھے - افواج بلقان مقدونیہ اور

تھریس پر قابض ہو چکے ہین سلانیک پر جو یوروپ مین مسیحیت کے داخلے کا دروازہ ہی یونانی مسلط ہو گئے ہین اور ہم فتح قسطنطنیہ کی خبر سنا ہی چاہتے ہین -

وہ منظر بھی کس درجہ قابل رحم ہو گا جب عین خوشی کے جوش بدمستی مین اس تار نے انکا خمار اور جرعہ ترش دانتون کو جبڑا کھول کر نیچے اتارا ہو گا اگر انگلستان کے اس (بادشاہ کے بعد) سب سے بڑے آدمی کی زندگی ہمین عزیز ہوتی تو یقیناً ہمارے لیے یہ کام نہایت خوشگوار تھا کہ فتح قسطنطنیہ کے اس فرشتہ بشارت کی دماغی وجسمانی صحت معلوم کرنے کے لیے لندن کی طرف ایک تار روانہ کرتے اور دریافت کرتے کہ ۹ نومبر کا تار پڑھنے کے بعد ڈاکٹرون نے انکی صحت کی نسبت کس قسم کی رائے قائم کی ہی نمبر ۲ - افسوس ہی کہ مسٹر اسکوتھ کی امیدون کا آفتاب بظاہر ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا حالانکہ وہ ایک ایسی حکومت کے وزیر اعظم ہین جس کے اندر آفتاب کبھی نہین ڈوبتا - اب آپ تمسخر اور انکی آرزون پر ہنسئے جو جی مین آئے کیجیے - جب زمانے ہی نے انکی طرف سے منھ موڑ لیا تو اب اورون کا شکوہ فضول ہی مصیبت جب آتی تو تنہا نہین آتی - فتح قسطنطنیہ کا انتظار ہی کیا کم تھا کہ فلک بے مہر نے اور چرکے لگانے شروع کر دے - جبتک انھون نے باب مسیحیت مین قدم نہین رکھا اسوقت تک دیگیز کے سوا ورسب کی زبانین گویا سے دی گئین تھین لیکن انکا نکلنا تھا کہ اب چارون طرف سے تیرون کی بوچھار شروع ہو گئی جو اٹھتا ہی بغیر خنجر وسنان کے ہات ہی نہین کرتا ایک صاحب خبر سناتے ہین کہ تین میل تک علم برداران صلیب کی لاشین ہی لاشین پڑی ہین - ایک اور ظالم آتا ہی اور شتلجہ کی حیرت انگیز مسیحی ماتم کا افسانہ سناتا ہی ٹائمز کے نامہ نگار نے بھی آنکھین بدل لی ہین اسکے پاس بھی مسٹر اسکوتھ کو سنانے کے لیے اب ناظم پاشا کے ناقابل تسخیر توپ خانون کے نقشے ہی رہ گئے تھے - اور پھر سب سے زیادہ جگر شگاف حادثہ تو یہ ہی کہ غیرون کی شکایت کیا کیجیے کہ جن اپنون پر ناز تھا انھون ہی نے کمر توڑ دی کہان تو جرمنی کے فتح مندیون کے ساتھ قسطنطنیہ کو فرانس بناکر مسخر کرنے کی بشارت عظمی اور کہان صوفیا مین اسکا علانیہ اقرار کہ اب جنگ جاری نہین رکھی جا سکتی اور قسطنطنیہ ایک طرف فتح ایڈریانوپل کا ارادہ بھی ملتوی - ۶

کیا عجیب منظر ہی دو طرف دو جماعتین اپنے دل ہی دل کے اندر کسی چیز کا انتظار کر رہی ہین اگر یورپ فتح قسطنطنیہ یا بالفاظ دیگر اسلام کے یورپ سے جلاوطنی کا منتظر ہی تو ہم بھی اپنے دلون مین کسی انتظار کی جھلک رکھتے ہین پھر دیکھنا ہی کہ نیرنگ سازِ قدرت کس کے انتظار کو پورا کرتا ہی اور کس کی امیدون کو ناکام کرتا ہی قد کان لکم اٰیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ یرونہم مثلیہم رای العین واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار انتہٰی۔

ہم نے تو شروع ہی سے ایک مجمع مین تقریر کرتے ہوئے کہ دیا تھا کہ یہ اخبار فتوحات بلقان سب گپ ہین الحمد للہ کہ اب خود ولایتی اخبار بھی اعتراف کر رہے ہین کہ بلقان بدترین گپون کا مرکز ہی۔ دول یورپ پر کوئی اصلی بات مخفی نہین جب انھین معلوم ہوا کہ بلقانی ٹولیان بڑھ رہی ہین تو سیاسی چرخہ بہت جلد جلد تیزی سے چلنے لگا اور اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے فرانس سے یہ خبر اُڑائی گئی کہ سلطان المعظم نے بجاجت کے ساتھ بیچ بچاؤ کی درخواست دول یورپ سے کی ہی اور ساتھ ہی جواب بھی ملا گیا کہ یہ عہد کے خلاف ہی جب اس سفید جھوٹ کا ساز ملمّع اظہار ہوا تو چپکے چپکے یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ ادرنہ سالو اور قسطنطنیہ ترکون ہی کے پاس چھوڑ دیا جاوے جب یہ چرخہ بھی ٹھہرا ہو لیا تو سیاسی شطرنج بازی کی چالیان صاف کھیلتے ہوئے نظر آنے لگین بلقانی شریرون کے بچانے کے واسطے کھلے میدانون مین ہر طاقت نے جہاز قسطنطنیہ بھیج دیے اور سفرا کے دلون پر ترکون کی جلالت اور شہامت یہانتک جاگزین ہوئے کہ اُنھون نے جہازون پر فوجون کا رہنا کافی نہ سمجھ کر خاص قسطنطنیہ مین فوجین اُتارنے کی درخواست کی باب عالی نے بڑی خوشی سے اجازت دی کیونکہ وہ چور نہین اور نہ چورون کا ساتھی اور تنکا چور ہی کی ڈاڑھی مین ہوا کرتا ہی۔ اللہ اکبر اسے اسلامی شہامت اور جلالت اور شجاعت مردانہ کہا جاتا ہی تمام مقدونیہ باغی دست بشمشیر ہی دیگر ہر نصرانی ہر ہر قریہ مین انھین کے انداز پر ہی ایک نہین چار سلطنتین لڑ رہی ہین مصائب کے پہاڑ سر پر ہین مگر غیرون کی باقاعدہ فوجین دارالخلافہ مین اترنے دی جاتی ہین اور کچھ پرواہ نہین کیجاتی سچ ہی شجاعت کا اعلیٰ پیمانہ اور اعلیٰ اخلاق شریفانہ ہمارا فیاض نے مسلمانون ہی کے حصہ مین رکھے ہین۔

جب دول کو باقاعدہ خبرین موصول ہوئین کہ بلغاریہ اب ۱۵ سالہ لونڈون کو میدان مین اتار رہا ہو تو سیلے پوخر بھی حیران ہوگیا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اب تمام افترا پردازیان ہرن ہوگئین اور صاف لفظون مین باب عالی سے بمنت سماجت بلقان والے درخواست صلح کر رہے ہین طرفہ یہ کہ اُنہون نے پیش کردہ شرائط سے بھی دست بردار ہوگئے اور صاف کہدیا کہ ہمارے شرائط کچھ قطعی نہین باب عالی حسب منشا ترمیم کرسکتا ہو کیا خوب ارے بدبخت قسطنطنیہ کے انگور تو ویسے ہی شیرین ہین جیسے پہلے تھے پھر تمھارے دانت کیون کھٹے ہوگئے سرویا کے سفیر نے جب ناصوبلے افواج قاہرہ ترک کو دارالخلافہ سے ہوتے ہوئے میدان جنگ بڑی طمطراقی کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو انگلیان کاٹ کاٹ کر کہنے لگا کہ یہ افواج باب عالی کہان سے لا رہا ہو ہم کو تو وہم بھی نہ تھا کہ وہ ایسا کرسکتا ہو دیکھا ابھی کیا دیکھا تم کو تو بہت کچھ دیکھنا باقی ہو)

ایک پر مذاق تار - بلغاریہ اپنے پہلے حد سے زیادہ جوش کے بدلے اب اعتدال پسندی اور سنجیدگی اختیار کرنے کی کوشش کر رہے ہین - ہم پہلے ہی سے کہ رہے ہین کہ جب تک بلغاریہ پر پورے جوتے نہ پڑینگے اور اس کی پوری پٹور نہ ہووے گی تب تک یہ وحشی کبھی ہوش مین آہی نہین سکتے کیونکہ لاتون کے بھوت تو لاتون کے سوا سیدھے ہو ہی نہین سکتے اب جب لاتین پڑین تو یاران یورپ بھی تسلیم کرنے لگے کہ بلغاریہ اب سنجیدہ ہوگیا ہو کیون نہ سنجیدہ ہو ۱۵ سالہ لونڈے تو میدان جنگ مین اُتار چکا ہو کیا اب بیگمات بھی آئین گی تو تب سنجیدہ ہوگا۔

۲ - ذی الحجہ کے اخبارون سے معلوم ہوتا ہو کہ دول یورپ نے عارضی صلح بہ طرفین سے باستثنار یونان دستخط کرائی ہین - کیونکہ دول یورپ کو تو بلغاریہ وغیرہ کا پٹوانا اور باب عالی کو کمھانا مطلوب تھا ہر دو امر باحسن اسلوب انجام کو پہونچ گئی اب دول یورپ دیر کرتے تو بلغاریہ کو بجز محصور ہونے کیا چارہ ہو پھر یہ پٹھو ہمیشہ آیندہ کے لیے بالکل لسکر بیکار رہ جاتا اور دول یورپ پھر کسی اپنا آلہ بنا کر کام کیا کرتے۔

صلح طرابلس کی خبرین عربی جرائد مین آگئی ہین تمام شرائط وغیرہ دیکھنے سے ہم اُس صلح کو ہر دو طاقتون کے لیے خنثی مشکل سے تشبیہ دیسکتے ہین۔

اس خنثی مشکل سے عرب ابتک متاثر نہین ہوئے باب عالی نے اپنے حقوق سیادت قائم رکھکر ملک طرابلس کو آزاد کر دیا ہے (گویا عربون کو کامل ترقی کا موقع دیا ہے) ورنہ اور بنغازی اور خاص شہر طرابلس (جن پر اطالیہ قابض ہے) کے متعلق صلح ہوئی ہے جس کا نام ہم نے خنثی مشکل رکھا ہے ۲۹ نومبر مطابق ۱۲ ذی الحجہ جو تار لندن سے ہندوستان روانہ ہوا ہے اسمین صاف اعتراف ہوا ہے ابتک ایک لاکھ بلغاری مقتول ہوئے۔ الحمد للہ صحرا الاصونیہ کے قریب ترکون نے پانچ ہزار یونانی قتل کیے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ ایک شاعر کا قول ہے۔ مهما یکن عند امرء من خلیقة وان خالها تخفی علی الناس تعلم۔ یعنی جو خلقت کسی انسان کی ہوتی ہے اُس کے چھپانے پر بھی روشن ہو جاتی ہے۔ ترکی اخبار اقدام کو رومانیا سے اطلاع ملی کہ پندرہ ہزار روسی فوج باقاعدہ مع تمام اسلحہ و میگزین و توپخانہ صرف وردیان بدل کر بلغاریا پہونچے۔ واہ رے یورپ کے بگلو تم خوب عہد مین الاقوام کے پابند ہو صد آفرین مردان چنین کنند مگر یاد رکھنا عاقبت کار بد بد باشد۔ بیروت مین دس سالہ مسلمان بچے نے اپنا نام مجاہدین مین لکھوانے کی کوشش کی افسر فوج اُس سے زار وزار رو دیا۔ ایک بوڑھا جس کی عمر عثمانی دفاتر سے ایک سو چالیس برس کی ثابت ہوئی فرط جوش سے میدان جنگ مین جانے کے واسطے آستانہ آیا ہے یہ کردہے سبحان اللہ جو رگ اسلام و مسلمانون کے مٹانے کے درپے رہتے ہین وہ سخت دھوکے مین ہین۔

جس مسلمان کے پہلو مین دل اور دل مین درد اور درد کا احساس ہے اسی روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ یورپ کے نصرانی کس کس طریق سے اسلام کو مٹانے اور مسلمانون کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہین آخر بعض نصاری نے پھر ملکر جنگ صلیبی شروع کر دی چونکہ ایسے جنگ کا تعلق کسی ایسے ہی سلطنت سے ہو سکتا ہے جو حامی اسلام و خادم حرمین ہو اسواسطے

یہ سلسلہ باب عالی ترک سے شروع کیا گیا جو جائے اسلام و مرکز اسلام ہی نصاریٰ یورپ نے ترکون پر مصائب کے ایسے پہاڑ گرا دیے ہین جن کے چوٹیون کے سامنے کوہ الوند کی سر بفلک چوٹیان شرماتی ہین یہ ایک کھلا ہوا راز ہی کہ اگر ترک نصاریٰ یورپ کا منہ نہ توڑینگے تو مسلمانون کے پاس دنیا کے تمام گوشون مین کوئی ایسی طاقت موجود نہین کہ نصرانیون کا منہ توڑکر حفاظت حرمین کر سکے جو قبلہ اسلام ' مرکز دین ہونے کے علاوہ رسالت عظمیٰ کا مدفن ہی جس پر تمام دنیا اسلام اپنے تمام جان و اموال قربان کرنے کو بالکل تیار رہتے ہین اگر مگر جانے دو اب ہم تم سے صاف کہتے ہین کہ اپنے مظلوم بھائیون کے مدد کرو یہ تمھارا اسلامی فرض ہی اگر تم ایسا نکروگے تو اسلام کو خطرہ مین سمجھو اور خدا جب تم سے توہین اسلام کا سوال کریگا اور تمھین اس کا ذمہ دار قرار دیگا (کیونکہ تمھین نے خدا سے اعزاز اسلام کا وعدہ کیا ہی) اس بات کا صاف جواب تیار کر لو اسوقت تمام مسلمانون پر ترکون کی امداد فرض ہی جو توفیق رکھکر ایسا نکرینگے انکو اصول اسلام کی رو سے اپنے فاسق ہونے پر خود صاد کرنا پڑے گا ۱۵ ذی الحجہ سے پہلے تیس ہزار زخمی قسطنطنیہ پہونچے اس قسم کے حسرتناک امور ہمپر فرض کرتے ہین کہ ہم اسی وقت ترکون کے پوری مالی مدد کرین علما اسلام سے پوچھو گے تو وہ بتائین گے کہ خاص ایسے ہی صورت مین ایک تمرہ کوہ احد کے برابر ہو سکتا ہی (ترمذی) اگر تم سیاست کے نکات سے واقف ہو تو تم کو واقفان سیاست کا قول کافی ہوگا عالیجناب راجہ محمود آباد بالقابہ کی وہ تقریر یاد کرو جس مین انھون نے ہزارون آدمیون کے سامنے صاف کہدیا تھا کہ اب ہمارے مذہب اور سیاست دونون کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہی یہ سب کچھ کہتے ہوئے وہ زار زار رو رہے تھے اور ہزارون کو رُلا رہے تھے اگر تم واقفان راز مذہب ہو یا دانایان نکات مذہب تو علما اور صوفیا کا طرز عمل کافی سے زائد تمھارے واسطے دلیل ہوگا اگر تم عوام سے ہو تو ان تینون کا رویہ تمھارا نصب العین ہونا چاہیے اسوقت زائد ضرورت مال کی ہی

بلقان کے شہرون کی امداد تو کروڑون روپیہ ہی سے نہین بلکہ باقاعدہ فوجون تک سے ہو رہی ہی مگر ترک مجروحین دنیا مے نہ بیوگان مجاہدین کا کوئی پرسان حال نہین مسلمان خواب خرگوش مین ہین - علما اور متوسطین نے اپنے بوتے بھر مدد کی ہی علما ندوہ و طلبۂ ندوہ نے جو ثبوت ایثار پیش کیا ہی قابل تعریف ہی اپنی جیبون سے چندہ کی معقول رقم دینا باہر سے تنگ لانے طلبہ نے خود دیا کثرت سے آنگ لگے اور زائد تر قابل قدر یہ بات کہ اپنے گوشت اور گھی قطعاً حرام کر دیا محض دال اور روٹی پر گذر رہوا ہی علما فرنگی محل اور طلبہ نے جو ایثار کی نظیر پیش کی ہی وہ قابل تعریف ہی علما دیوبند نے جو کچھ کیا قابل شکر ہی اب والیان ملک با احترام اگر اپنی سخا کا گوشۂ چشم متوجہ فرماوین تو بہت کچھ ہو سکتا ہی ہمارے ہندوستان مین ایسے ایسے والیان ملک بفضلہ تعالی موجود ہین کہ اگر چالیس پچاس لاکھ بھی دیدین تو انکے خزانہ پر کسی قسم کا زائد بار نہ پڑے خاصکر ایسی صورت مین کہ جوہر سخا اور تربیت غربا و پرورش یتامی انکا پدری اور جدی وصف ہی جو انھین ترکہ مین ملا ہی مسلمانون کے عام جذبات کا خیال نفرمانا دینی غلطی کے علاوہ سیاسی غلطی بھی ہی خاص کر زمانہ جمہوریت مین یہ غلطی نہایت وزن دار ہی خاصکر اس قسم کی مالی فوری ضرورتین زائد تر امرا ہی سے پوری ہوا کرتی ہین -

سخا امرا کا خاص جوہر ہی - حدیث صحیح ترمذی مین یہ قصہ موجود ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ زندگی ہمارے واسطے کس وقت بہتر ہی اور موت کس وقت آپنے جواب دیا اذا کان علماکم اخیارکم و امراکم اسخیاکم و امورکم شوری بینکم فظہر الارض خیر لکم من بطنہا و اذا کان علماکم اشرارکم و امراکم بخلاءکم و امورکم الی نساکم فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا یعنی جبتک تمھارے علما صالح ہون امرا مین جوہر سخا ہو معاملات مجلس شوری سے طی پاتے ہون تو ایسے صورت مین تمھاری زندگی موت سے بہتر ہی مگر جب علما شریر ہون امرا بخیل ہون اور معاملات عظیمہ محض عورتون کی عقل سے طی پاتے ہون تو تمھاری موت زندگی سے بہتر ہی - (اشعار علامہ شبلی نعمانی باقابہ)

ہنگامۂ بلقان

از

شبلی نعمانی

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشان کب تک — چراغِ کشتۂ محفل سے اٹھیگا دھوان کب تک
قبائے سلطنت کے گر فلک نے کر دیے پرزے — فضائے آسمانی مین اڑینگی دھجیان کب تک
مراکش جا چکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے — کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریضِ سخت جان کب تک
یہ سیلابِ بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے — اسے روکے گا مظلومون کی آہون کا دھوان کب تک
یہ سب ہین رقصِ بسمل کے تماشا دیکھنے والے — یہ سیر انکو دکھائیگا شہیدِ خستہ جان کب تک
یہ وہ ہین نالۂ مظلوم کی لے جنکو بھاتی ہے — یہ راگ انکو سنائیگا یتیمِ ناتوان کب تک
کوئی پوچھے کہ اے تہذیبِ انسانی کے استادو! — یہ ظلم آرائیان کبتک یہ حشر انگیزیان کب تک
یہ جوشِ انگیزیِ طوفانِ بیداد و بلا تا کے — یہ لطف اندوزیِ ہنگامۂ آہ و فغان کب تک
یہ مانا تم کو تلوارون کی تیزی آزمانی ہے — ہماری گردنون پر ہوگا اسکا امتحان کب تک
نگارستانِ خون کی سیر گر تم نے نہین دیکھی — تو ہم دکھلائین تمکو زخمہائے خونفشان کب تک
یہ مانا گرمیِ محفل کے سامان چاہئین تمکو — دکھائین ہم تمھین ہنگامۂ آہ و فغان کب تک
یہ مانا قصۂ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے — مگر تمکو سنائین درد دل کی داستان کب تک
یہ مانا تمکو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا — ہم اپنے خون سے سینچین تمھاری کھیتیان کب تک
عروسِ بخت کی خاطر تمھین درکار ہے افشان — ہمارے ذرہائے خاک ہونگے زرفشان کب تک
کہانتک لوگے ہم سے انتقامِ فتحِ ایوبی — دکھاؤگے ہمین جنگِ صلیبی کا سمان کب تک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشان رفتگان ہین ہم
مٹاؤگے ہمارا اسطرح نام و نشان کب تک

زوال دولت عثمان زوال شرع و ملت ہے
عزیزو فکر فرزند و عیال و خانمان کب تک

خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ پہلیان کیا ہین؟
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستان کب تک

یہ ستون ان خانۂ کعبہ دنیا سے اگر اٹھے
تو پھر یہ احترام سجدہ گاہ قدسیان کب تک

جو لوٹ اٹھے گا عالم شور ناقوس کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید و گلبانگ اذان کب تک

بکھرتے جاتے ہین شیرازۂ اوراق اسلامی
چلینگی تند باد کفر کی یہ آندھیان کب تک

حرم کی سمت بھی صید افگنون کی جب نگاہین ہین
تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کا آشیان کب تک

جو ہجرت کر کے بھی جائین تو شبلی اب کہان جائین
کہ اب امن و امان شام و نجد و قیروان کب تک

المؤید مصر کا بیان ہے کہ بلغاریون نے اپنی غایت کمزوری کو محسوس کر کے چتلجہ سے شرکش کوئی جو تیس میل ریلوے سے دور ہے خود ہی چلے گئے ۲۶ نومبر کو نشہ ہرن ہوا، المؤید روسیہ کے [illegible] سے نقل کرتا ہے کہ اطالویون کا بیان ہے کہ معتبر ذرایع سے یقین ہو گیا ہے کہ بلغاری دائمی اور عارضی صلح کے واسطے مضطرب ہین - ۲۶ نومبر پہلے بار بار یہ باتین یورپین نامہ نگارون نے شائع کردی تھین کہ ترکی سپاہ بھوکون مر رہی ہے افسر نالائق ہین حکومت سے کچھ بن نہین پڑتا ہے یہ [illegible] ہے اب وہی اقرار کر رہے ہین کہ بلغاریون کو ان مصائب سے بہ نسبت ترکون کے زائد سابقہ پڑا۔ ہمارا پہلے ہی یہ خیال تھا کہ محض ترکی حکومت کو بدنام کرنے کے واسطے اور ذمہ دار اشخاص کی توہین کے واسطے یہ شوشے چھوڑے جاتے ہین ہان ضرور ہوا ہوگا کہ کسی موقع پر انتظام نہ ہوسکا مگر سوال یہ ہے کہ یورپ کی کونسی سلطنت ایسی مدبر ہے جس پر چار آزاد بادشاہ دفعتہً اچانک سات لاکھ فوج باقاعدہ علاوہ والنٹیرون کے لیکر چڑھ دوڑین اور وہ فوری انتظام اس سے

بہتر کرسکے جو ترکی سلطنت اور فوج نے کردیا ہو انصاف سے شرط ہو کوئی نظیر ہو تو پیش کی جاوے۔

المؤید اپنے نامہ نگار کے حوالہ سے تحریر کرتا ہو کہ اڈریانوپل کی ترکی فوج نے بلغاریہ پر ایسا ہیبتناک حملہ کیا کہ سخت معرکہ کے بعد بلغاری اپنے بارہ ہزار مقتول میدان جنگ مین چھوڑکر ایسے بھاگے کہ سات میل پر جاکر سانس لیا ۲۹ نومبر الحمد للہ اللہم دمر دیارہم و مزق جموعہم۔

سالونیکا کے جوانب مین یونانی اور ترکی فوج مین ہاتا پائی ہورہی ہو ترکی پلہ غالب ہی ایک بلغاری افسر نے اطراف سالونیکا مین ایک یونانی ایڈیٹر کو گولی ماردی (خوب ہوا)

المؤید ٹائمز سے نقل کرتا ہو کہ اُس کے خیال کے مطابق بلغاریون کو ۶ نومبر تک پچاس ہزار اشخاص کا نقصان ہوا۔

ایک انگریز مسٹر بلنٹ نامی نے ایک طویل مضمون مین اس بات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہو کہ وزارت انگلستان ہی کی سازشون سے اٹلی نے طرابلس پر دن دہاڑے عہد بین الاقوام کے مٹے پلید کرکے ڈکیتی کی اور جب اس سے بھی پورا مطلب نہ حاصل ہوا تو دول بلقان کو آمادہ جنگ کیا گیا یہ مضمون مطبوعہ اخبار الہلال کلکتہ و مسلم گزٹ لکھنؤ وغیرہ مین شائع ہوا ہو ان حضرات کی آرا بھی وہان ہی درج ہین مگر ہماری رائے یہ ہو کہ اگر ایڈورڈ گری وزیر خارجیہ انگلستان نے ایسا کیا ہو تو کیا بعید ہو اُن کی سابقہ مہربانیون سے جو وہ اسلام اور مسلمانون کے ساتھ کرتے رہے ہین کچھ بھی بعید نہین۔ وما تخفی صدورہم اکبر۔

المؤید ایک ماہر سیاست سے نقل کرتا ہو کہ بلغاریون کے وہ دو ڈویژن جو صوفیا (دارالسلطنت بلغاری) کے سربرآوردہ اور امراد اعیان سلطنت سے تیار کی گئی تھین ترکی فوج کے ہاتھون بالکل تباہ ہوگئین (اللہم مزقہم)

المؤید ۲۷ نومبر کی اشاعت مین مشائخ و امراء طرابلس کا وہ خط شائع کرتا ہو جس مین

انھون نے بار بار حلف اٹھاکر تمام دنیا اسلام کو یقین دلانے کی کوشش کی ہو کہ وہ ہر صورت ہر طرح ہر عنوان سے اس وقت تک اطالیہ سے لڑائی جاری رکھین گے جب تک کہ ایک اطالوی بھی ملک طرابلس مین ہو یا کہ وہ یعنی عرب سب مٹ جائین اس پر تمام سرہدکو ملک کے دستخط بھی ہین اس مضمون کا ترجمہ مع ثبت دستخط اخبار المشیر مرادآباد مین بھی شائع ہوا ہی - نمبر ۴۵ اخبار مشیر مرادآباد بحوالہ اجیشین میل بیان کرتا ہی کہ بلغاریون کا نقصان ایک لاکھ اشخاص سے کسی طرح کم نہین مجموعہ دول اربعہ کا نقصان ڈیڑھ لاکھ سے بہت زائد ہوا ہی نمبر ۴۵ -

طرابلس کی خبرون سے معلوم ہوا کہ غازی انور بے نے مع دیگر افسران و سپاہیون کے عہد الٰہی کو استقامت دیکر یہ قصد کیا ہی کہ وہ طرابلس مین رہین اگر یہ صحیح ہی تو اسکا مطلب صاف یہی ہی کہ عرب اطالیہ سے جنگ جاری رکھنے کے خواہشمند ہین خدا ایسا ہی کرے کہ طرابلس کا وہ مقدس قطعہ جسے سب سے مقدس جماعت نے فتح کیا تھا وہ کفار اشرار کے ہاتھ نہ آوے ایسی صورت مین دنیا اسلام پر خصوصیت کے ساتھ فرض ہوگا کہ طرابلس کے عربون کی مدد خصوصیت سے کرے - قسطنطینیہ کی خبرون سے صاف معلوم ہوا کہ رعایا و فوج صلح کے بالکل مخالف ہین یہی ہونا بھی چاہیے ترکون کے واسطے صلح سم قاتل ہی مگر کامل پاشا کی ناپاک پالیسی ہمیشہ منحوس ثابت ہوئی ہی اسنے سابق سلطان کو بھی جب یہی پڑھائی تو یہی کہ کچھ دیکر جان چھوڑالو چنانچہ سلطان نے اسی کے منحوس مشورون پر چلکر اپنے ۳۳ سالہ زمانہ سلطنت مین چھ نئے اکثر صوبے نصاری کے سپرد کیے اگر مصر اور بوسنیا و ہرزیگوینا کا معاملہ بھی اسی کے روزنامچہ اعمال مین درج کیا جاوے تو معاملہ اور بھی شدید ہوجاتا ہی اسلام کے واسطے جو بہتر ہی خدا وہی کرے -

اب یہ صاف ہو گیا ہی کہ ۱۷ نومبر کو آٹھ ہزار اور ۱۹ نومبر کو نو ہزار بلغاری علیحدہ علیحدہ اسیر ہوئے فللہ الحمد علی ذلک -

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل نقلی و عقلی۔

(۲) علوم جدید و قدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیاء تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخی واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فریق کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شایع ہوا کریگا۔

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلما کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا آپ ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسے ارسال مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

منیجر الندوہ

الندوہ

نمبر ۱۲ | ذالحجہ ۱۳۳۰ ہجری مطابق دسمبر ۱۹۱۲ عیسوی | جلد ۹

مذہبی اخلاقی علمی تاریخی ماہوار رسالہ

جسکا مقصد

علوم اسلامیہ کا احیاء تطبیق معقول و منقول اور علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ ہے

مرتبہ

حکیم میر عبد الکریم علوی فقیہ اول دار العلوم و اڈیٹر رسالہ

فہرست مضامین

باہتمام محمد حسن [illegible] منتظم مطبع ہذا

شاہی پریس لکھنؤ میں بکمال [illegible] طبع کر

دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوا

درخواست از خیرخواہان علوم آلہی

جو حضرات علمی پرچونکو چاہتے ہین صرف انھی سے درخواست کیجاتی ہے کہ وہان پرچون کے حیوۃ وبقا کے اسباب پر نظر فرما کر عمل مین لائین اور ذمہ دار اور رسائل علمی کو شکرگذاری کا موقع دین ۔

یہ بات بصد افسوس کہنا پڑتی ہے کہ علامہ شبلی نعمانی جیسے لائق مضمون نگار کے نو سالہ اڈیٹری کے طویل زمانہ مین صرف تقریبًا پانسو خریدار الندوہ بہم پونچے اس سے قوم کا علمی مذاق معلوم کیا جا سکتا ہے ایسی حالتون مین کوئی لائق شخص کسی پرچہ کی ذمہ داری نہین کرسکتا ۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

عبادات الٰہی

اس تمام گفتگو رد ہنود اور تردید عقائد کے بعد ہم خدا حافظ کرکے عبادات پر پہونچے۔

شریعت غرا اسلام نے بسبب لحاظ مراتب ضرور یہ عبادات الٰہی کو تین قسم کردیا ہے روحانی جسمانی ملی روح کے سپرد ہوا اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے خیالات اپنے خالق کے متعلق درست کرلے تاکہ آیندہ اس کے افعال بھی ٹھیک عنوان اور طریقہ مناسب پر ہوسکیں اسیواسطے تصحیح عقائد کا اہم سلسلہ از اول تا آخر اسی کی ذمہ داری مین دیا گیا اور اس معاملہ مین اسے کامل محتاط رہنے کی تاکید مزید کی گئی۔

ان ہر سہ قسم عبادات کا اصل اصول جو انکا کامل محافظ بنیگا وہ تقوی خدا تعالی ہے یہی تمام حقوق کا محافظ اور یہی اسلام کی جڑ ہے اسیواسطے سب سے پہلے اسی کی ہدایت کی گئی بلکہ بانی اسلام علیہ السلام نے صاف لفظون مین فرمادیا وَاتَّقُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّقْوٰی مِلَاکُ الْحَسَنَاتِ خدا سے ڈرو یہی تمام کامون کی جڑ ہے۔

جب یہ سب امور اسلام کی جڑ ٹھہرا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناظرین کی خدمت مین سب سے پہلے اسی کے متعلق معلومات بہم پہونچاوین اسکے متعلق بقدر ضرورت چار باتین بیان کرنا ضروری ہین اول تقوی کا معنی لغوی اور شرعی دوم مراتب تقوی سوم علامات تقوی چہارم وہ آیات کتاب عزیز و اقوال رسالت بالاختصار پیش کرینگے جنسے امر تقوی کی تائید مزید اور اہمیت تامہ معلوم ہوسکے۔

امر اول کسی شخص کے حقوق کو اسوقت تک پورا محفوظ رکھنا ناممکن ہے جب تک ذہن مین اچھی طرح

نہ ٹھہر جائے کہ اگر حفاظت نہ کرنے سے فلان فلان امیدون پر پانی پھر جائیگا یا فلان فلان مصائب کا سامنا ہوگا
اسی سے لغوی تقوی اور شرعی مین تناسب معلوم ہوگا۔

لغت مین تقوی بچاؤ حاصل کرنے اور ڈرنے کو کہتے مین ابن اثیر کہتے ہین کہ تقوی اصل مین [illegible]
ہو جاتا ہے ڈھال کو بھی اسی مناسبت سے اہل لغت وقایہ کہتے مین کہ بچانے کا آلہ ہوتی ہے اگر تقوی ایک اچھا [illegible]
ہو تو اسے صدر کہا جاتا ہے خشیت اور رہب اور خوف بھی اسی کے نام ہین بس تقوی کی لغت مین یہی کائنات ہے جو
درج ہوئی۔

انبیا کے مقدس جماعت نے لغوی تقوی کے کامل تناسب کو ملحوظ رکھکر تقوی خوف خدا کا نام رکھا ہے
گویا اس جماعت کے تمام مصبرون نے اگر کچھ تغیر کیا ہے تو صرف یہی کہ اضافہ کو بدل دیا ہے پہلے عام خوف کا نام تھا شرع نے
تمام کا ملیامیٹ کرکے صرف خوف خدا ہی کا نام تقوی رہنے دیا اور یہ شرعی عرف اسقدر غالب آیا کہ محض خدا سے
ڈرنے والے ہی کو متقی بولا گیا لا غیر گویا اسلام نے لفظ تقوی کا شرک سب سے پہلے مٹایا یا یون کہو کہ تقوی کو
توحید کا جامہ پہنایا۔

چونکہ خدا سے ڈرنے والے کو کسی غیر سے کسی بات مین ڈرنے کی ضرورت نہین اسیواسطے کتاب عزیز نے
لَا یَخَافُوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ کہہ کر توحید تقوی کی بنیاد کو مستحکم کر دیا۔

صاحب کشاف فرماتے ہین هُوَ الَّذِیْ یَقِیْ نَفْسَهٗ تَعَاطِیْ مَا یَسْتَحِقُّ بِهِ الْعُقُوْبَةَ
مِنْ فِعْلٍ اَوْ تَرْكٍ متقی وہی ہے جو اسباب عذاب سے بچے عام اسے کہ وہ اسباب افعال ہون جیسے
شرک وغیرہ یا ترک جیسے نماز چھوڑ دینا وغیرہ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر صحابی ہین وہ صرف مسلمانون کو متقی کہنا جائز رکھتے ہین
لا غیر گویا انہون نے خوف خدا کے ساتھ مطابق اصول اسلام اور بھی بڑھا دیا اور یہی صحیح اور تعلیم انبیا کا خلاصہ ہے
خلفا راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو جو اقوال نقل ہین اُن سبکا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا کا خوف
بلا مطابقت اصول اسلام انسان کو متقی نہین بنا سکتا۔

کعب الاحبار سے جب فاروق الاعظم رض نے پوری تصویر کھینچ دینے کے واسطے فرمایا تو حضرت موصوف نے

ایسی تصویر پیش کی کہ شاید اسے بہتر کوئی نہ پیش کر سکے وہ درج ذیل ہے۔

امیر المومنین فاروق اعظم سوال تقویٰ کی پوری کیفیت بیان کرو کہ سب پورے ذہن نشین ہو۔

جواب کیا امیر المومنین آپ کبھی ایسے راستہ پر نہیں چلے جس پر طرح کے کانٹے ہوں جو ہر طرف سے کپڑوں کو نوچتے ہوں راستہ بالکل صاف نہو چاروں طرف سے خوف ہلاک جان ہو مصائب کا خوف ہو

جواب جی ہاں ضرور ایسے راستوں پر چلنے کا مجھے اتفاق ہوا کعب الاحبار پھر امیر المومنین آپ نے ایسے راستہ پر چلنے کا کیا انداز اختیار کیا فاروق اعظم بس ایسے خوفناک صورت میں ہماری سمجھ میں تو یہی آیا کہ چپکے چپکے سرک جانا چاہیے کپڑوں کو بھی سمیٹ لیا اور بلا ملت دیکر سرک گئے کعب الاحبار بس امیر المؤمنین یہی تو تقوی ہے دنیا ایک پرخطر راستہ ہے مصائب اور مخاوف سے بھرا ہے نجات کی صورت یہی ہے کہ چپکے چپکے یہاں سے سرک جانا بہتر ہے۔ (مظہری)

خود رسالت عظمیٰ نے فرمایا کہ راستہ کے شروع پر منادی موجود ہیں راستہ کے کناروں پر پردے پڑے ہوے ہیں جب کوئی چلنے والا کسی پردہ کو اوٹھانا چاہتا ہے تو اوپر والا منادی پکار دیتا ہے کہ ہاں یہ کیا کر رہے ہو ان پردوں کو مت اُٹھاؤ یہی محرمات خداوندی کے حدود ہیں ان کے اندر گھسو گے تو جنگل بیابان میں پڑ جاؤ گے جہاں سے نکلنا نا ممکن ہو جائیگا بس چپکے چپکے چلدو زیادہ چھیڑ چھاڑ مت کرو اسمیں تمہاری ہلاکت ہے (مسند احمد)

امر دوم تقویٰ کے تین مراتب ہیں اول تو یہ ہے کہ عذاب ابدی سے نجات حاصل کر سکے اور اس وبال عظیم الشان سے جسکے فرض کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں بچاؤ حاصل کرلے اور جہاں کہیں کتاب عزیز نے وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وغیرہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہاں یہی مراد ہے کہ لوگوں پر ہمنے لازم اور ضرور کر دیا ہے کہ شرک اور کفر کو چھوڑ کر عذاب مخلد سے بچیں۔

دوم یہ کہ تمام اوامر کو بجا لائے اور تمام کبائر سے اجتناب کرے اسی کو زائد تر تقویٰ مسلمانوں کے اصطلاح میں بولا جاتا ہے جیسے کہ پہلے درجہ کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جہاں کتاب عزیز نے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ فرمایا ہے یہی مرتبہ

مراد یہ ہے کہ اگر لوگ ایمان لاکر متقی ہوجائین تو ہم بھی ان پر ہزار دن برکات آسمانی کی بارش برسا دینگے
تقوی کا نتیجہ درجہ تو کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے بہت ہی مشکل اور کٹھن ہے وہان تک بجز انبیا و علما و صفیا
کسی غیر کی رسائی بہت نادر ہے وہ یہ ہے کہ بہمہ وجوہ بروقت منشا خدا کے تابع ہو سوا خدا کے تمام روابط کو
توڑ دے ہر وقت خلوص کے ساتھ بجمیع حیثیات الی اللہ ہو کسی چیز غیر خدا سے کوئی کسی قسم کا تعلق ہی
نہ رکھے اور تعلق ہو بھی تو وہ بھی خدا ہی کے واسطے غرض یہ کہ اپنی تمام خواہشات کو خدا تعالی کے منشا کے
بالکل موافق کرے یہی زہد کا اعلی درجہ ہے جسے فوق درجہ متصور ہی نہیں اسی مرتبہ کو صوفیان کرام نے
اپنی اصطلاح مین فنافی اللہ اور بقا باللہ کے نام سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب تک تمام اپنی خواہشون کو نہ مٹا دیگا
اپنے کو پورا موافق خواہش خدا نہیں بنا سکتا جب اسنے اپنی خواہشون کا ستیاناس کر دیا تو بس یہان سے
اسکا بقا شروع ہو گیا اس لیے کہ اب جو اسکا بقا ہے وہ محض خدا کیواسطے اور خدا تعالی کی ذات مقدس کی وجہ سے
ہے ورنہ وہ جن جن حیثیات سے اپنے کو قائم رکھ سکتا تھا انکا تو اسنے ستیاناس کر دیا ہے پھر یہ بقا باللہ نہوگا
تو کیا ہوگا صوفیان کرام کے اس مسئلہ کا یہی مطلب ہے جو ہمنے سمجھا ہے انھون نے خود بخود بھی بار ہا تصریح
کر دی ہے کہ ہمارا مطلب یہی ہے دیکھو فصوص الحکم کی فارسی شرح از مولانا کامل عارف جامی کس تصریح کے ساتھ
صاحب موصوف فرماتے ہین کہ صوفیون کی اصطلاح فنافی اللہ و بقا باللہ سے یہی مراد ہوا کرتی ہے کہ اپنی خواہشون
مٹا کر خدا کی خواہش کے مطابق کر لینا اور بس اس صورت مین یہ اصطلاح صوفیون کی تعیب کا باعث نہوگی
ورنہ خلاف شرع اسلام ہو گی عین موافق ہی نہ ہوگی بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس عمدہ فرقہ اسلام نے
اسلام کے اعلی زینہ پر پہونچنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ پہونچے بھی ہین گویا انکی اصطلاح اس حدیث
قدسی کی شرح ہوگی جو صحیح اسناد کے ساتھ کتب حدیث مین موجود ہے کہ باری تعالی فرماتا ہے جب بندہ اپنے آپ کو
میرے تابع بنا لیتا ہے اور حقیقۃ تقوی کو پہونچتا ہے تو مین اسکی زبان بنتا ہون جسے وہ بولتا ہے اُس کا کان
بنتا ہون جسے وہ سنتا ہے وغیرہ الی آخر الحدیث کیونکہ جب اسکی تمام خواہشات خدا کی خواہش کے موافق ہین
تو اسکے کامون کو خدا کی طرف منسوب کرنا اچھی طرح جائز ہوگا یہ درجات محبت و رضا کا بہت بڑا درجہ ہے
اصحاب مین ایسا ہو کرتا ہے جیسے خود رسالت پناہ بسا اوقات ایک کام کرتے تھے اور پھر اسی کو صدیق اکبر

وفاروق اعظم کی طرف بھی منسوب فرمایا کرتے تھے فعلت انا وابو بکر و عمر بارہا آپ سے ایسے کامون کے متعلق صحیح روایات مسلم و ترمذی سے نقل ہوا ہے کہ جنکو ان ہر دو صاحبون نے نہین کیا تھا بلکہ بعض وقت یہ مجلس مین بھی نہوتے تھے ایک دفعہ آپ نے قصہ بیان فرمایا کہ بھیڑیا بکری لیگیا اور بکری والے نے چھوڑانے کی کوشش کی تو بھیڑیے نے اسے کہا کہ ایک دن ایسا بھی ہوگا کہ ہم ہی بکریون کے چرواہے ہونگے لوگون نے تعجب کیا آپ نے فرمایا مین اور ابوبکر اور عمر اسپر ایمان رکھتے ہین آپ نے فرمایا ایک دفعہ ایک شخص گائے پر سوار ہوگیا تو گائے نے کہا مجھے زراعت کے واسطے پیدا کیا گیا ہے نہ سواری کے لیے لوگون نے تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ مین اور ابوبکر اور عمر اسپر ایمان لائے ہین راوی کہتے ہین کہ اس تمام قصہ مین یہ دونون صاحب حاضر مجلس نہ تھے۔

الغرض سوا اسکے ان حضرات کا کچھ اور مطلب ہرگز نہین ہان بعضے محض ناواقف لوگ ان کے ذمہ لگا دین وہ تھوڑا ہی انھون نے اپنے اغراض فاسدہ کے پورا کرنے کے لیے طرح طرح کے شوشہ چھوڑ رکھے ہین بعض بے سمجھ لوگ اسے یہ سمجھے کہ خالق اور مخلوق ایک ہی ہین صرف فرق اعتباری ہے انھون نے عجیب غلط بحث کرکے بزرگان دین کو خوب بدنام کیا پھر اسی پر اندماج واجب و ممکن کا مسئلہ خیال کر بیٹھے جو ہزارون خرابیون اور بیدینیون کا مرکز ہے وحدت وجود کا مسئلہ جو کسی وقت کسی کی زبان سے نکل گیا ہے وہ بھی انھون نے خوب پاک کیا ان سب خرابیون کی جڑ ناواقفی اصطلاحات ہے ورنہ معاملہ بالکل صاف ہے ہم اسپر زائد تحریر اپنا وقت فضول خیال کرتے ہین مگر ان لوگون سے جو اس قسم کے مباحث جلیلہ کو اپنا مشغلہ بنا رکھتے ہین یہ امید کرتے ہین کہ وہ پہلے تصوف کے اُن مراتب پر پہونچے جنپر جنید اور منصور پہونچے غوث اعظم و مجدد الف ثانی فائز المرام ہوئے ازان بعد وہ اس قابل ہونگے کہ اس قسم کے مسائل کی تنقید و بحث کرسکین ورنہ الحاد کے بانی ہوکر ناواقفی حال و تال صوفیا کی وجہ سے کچھ سے کچھ کر بیٹھین گے کم از کم اتنا ہی خیال کرین کہ شرع اور تصوف جہان ان کی نظرون مین مخالف نظر آوے تو خود صوفیا کرام کے فیصل شدہ خیال کو قول فیصل قرار دیا کرین کیا صوفیون نے صاف نہین اعتراف کیا کہ علوم انبیا غلطی سے محفوظ ہین کشف اولیا غیر محفوظ لہذا اختلاف کے وقت علوم انبیا ہی کا اعتماد کیا جا سکتا ہے نہ غیر کیا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے قاضی صاحب سے یہ صاف نہ کہہ دیا تھا کہ

خیر یہ! معلوم ہو کہ مثلاً ایک صاف معنی دودھ کی ہے اور صوف اسکا گھی مچھا چھ وغیرہ ہے اگر تمنے دودھ کی حفاظت کرلی تو تھوڑی سی محنت کر کے گھی حاصل کر سکتے ہو مگر ایسی حالت مین کہ تمنے دودھ ہی کو محفوظ نہ رکھا تو بتاؤ گھی وغیرہ کس سے برآمد کروگے ناواقفی اصطلاح کی وجہ سے بعض وقت آدمی سے شرمناک غلطی ہوجاتی ہے لہذا اس قسم کی ضروری باتون مین بہت بڑی احتیاط ملحوظ رکھنا ضروری ہے ورنہ شرمناک اغلاط کا ارتکاب ہوگا۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے مجھسے وعدہ لینے کے بعد یہ کہا کہ مین تمھے ایک نسخہ کیمیا بتاتا ہون اُنکے زعم مین مجھے اسکا شوق تھا اور نیز اُنکو خیال تھا کہ مجھے بھی بہت سے نسخے معلوم ہین کہ جو اُنکو بتا دونگا چنانچہ بتانے کے بعد انھون نے بیان کیا کہ ان سب اجزا کو خون تیرہ مین ترکیا جاتا ہے اور پھر خود ہی کچھ متحیر ہو کر کہنے لگے کہ مولوی صاحب یہی چیز شرم کے خلاف ہے اسے کیونکر حاصل کیا جاوے فارسی مین خون تیرہ حیض کو کہا جاتا ہے وہ یہی سمجھے ہوئے تھے مین چونکہ کیمیاگری کے اصطلاح سے ایک حد تک واقف تھا جب مینے بیان کیا کہ صاحب خون تیرہ اصطلاح کیمیاگری مین تربوزکے تیزاب کو کہا جاتا ہے تو وہ اپنی سمجھ پر بہت ہی شرمائے۔

دیکھو بڑے سے بڑے ادیب عربی دان یا کسی بڑے مولوی یا کسی خالص عربی النسل کے پاس بھی نسخہ ذیل لیجاؤگے تو وہ ہرگز اسکا صحیح مطلب نہ سمجھے گا جب تک اصول کیمیاگری سے واقف نہ ہو۔

تَأْخُذُ مِنَ الْحَجَرِ الْمُكَرَّمِ الَّذِيْ هُوَ الْمَادَّةُ وَالنَّبَاتِ الْإِلٰهِيِّ وَاللَّيْلِ الْبَهِيْمِ وَالسِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَشَمْسِ الْآفَاقِ وَقَمَرِهَا الْمَفْهُوْمِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ الْمَجْهُوْلِ عِنْدَ الْجُهَّالِ شمس المعارف صفحہ ۱۲۰ اسکا ترجمہ مطلب ہر ایک فاضل یہی کریگا کہ ایک اچھا پتھر جو مادہ سونے کا ہے لے لو اور خدائی کھیتی مین سے کچھ لے لو اور کچھ سیاہ رات اور چمکتا چراغ اور دنیا کا سورج اور چاند یہ سب لے لو اور سونا بنالو اسے علما جانتے ہین احمق نہین جانتے اب جو شخص سمجھدار ہوگا خود خیال کریگا کہ کچھ مطلب ہوگا ہم نہین جانتے بیوقوف یہ کوشش کریگا کہ جب خدا کی قدرت مین سب کچھ ہے تو کیا محال ہے کہ ہم سورج چاند اور کالی رات اور چمکتا چراغ سب کچھ کو جمع کر کے سونا نہ بنائین اور اسی مین عمر کا بڑا حصہ تباہ کردے گا۔

واقف اصطلاح خود سنتے ہی سمجھ لیگا کہ حجر مکرم انسان کے بال ہین نبات الٰہی گوگر دیعنی اصلاحات

تانبا چمکتا چراغ شگوف سوہج سے سونا اور قمر سے چاندی علماے کیمیا گر اور اسنعمالی دینا مراد ہی الخ

جو لوگ تصوف سے ناواقف ہو کر وحدت وجود وغیرہ امور مین بحث کرتے ہین وہ اِس سے بھی کہین زیادہ شرمناک غلطیون کے مرتکب ہوتے ہین۔

جب ہم صحیح ترمذی پڑھاتے ہین تو شیخین سے مراد امام مسلم و امام بخاری بتاتے ہین دوسرے گھنٹہ ہدایہ مین وہی لفظ شیخین ہوتا ہی مگر ہم مجبور ہو کر امام اعظم اور امام ابو یوسف کو مراد لیتے ہین اپنا پہلا قول واپس لینا پڑتا ہی تیسرے گھنٹہ شرح مطالع مین ہین پھر اپنا قول واپس لینا ضروری ہوتا ہی اور اسی لفظ سے ابن سینا اور فارابی مراد بتانے پڑتے ہین۔

ہان جو لوگ جذبات محبت الٰہی مین بالکل محو ہو کر شان جلالی کے سامنے نہایت ہی محجوب ہو گئے ہون احساس اور عقل کا درجہ انسے ساقط ہو گیا ہو تو وہ لوگ جو چاہین وہ کہین جیسے اُنکا قول و فعل قابل اعتبار نہین ویسے ہی قابل اعتراض بھی نہین بعض وقت غایت جذبات محبت الٰہی دہشت کے درجہ پر پہونچا دیتے ہین اِسوقت مین بطور اخلاص و رضا و محبت و جذب ایسے کلمات زبان سے نکل جاتے ہین جو سخت قابل اعتراض خیال کیے جاتے ہین مگر انہین اپنے محمل پر حمل کیا جاوے تو ذرہ بھی قابل اعتراض نہین دیکھو ایک سچے درجہ کا محب اپنے محبوب سے بارہا یہ کہتا ہی کہ تم میری آنکھون مین رہو میرے دل مین رہو حتی کہ انھین لوگون نے من تن شدم تو جان شدی۔ تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری۔ تک بھی کہدیا مگر آج تک کسی نے یہ سکا یہ مطلب نہ سمجھا کہ چلو کرسی لو اور بوٹون سمیت آنکھون مین بیٹھ جاؤ اور دو چار احباب ہون تو اُنکو بھی ساتھ لے لو۔

جب جنگلون مین مجنون سے پوچھتے کہ لیلی کہان ہی تو وہ کہتا مین لیلی ہون پھر سخت حیرت انگیز بات ہی کہ انسانی جذبات محبت مین جب کوئی شخص ایسے کلمات بولتا ہی تو اپنے محمل پر محمول کیے جاتے ہین اور جب کوئی محب خدا ایسے کلمات بولتا ہی تو وہان طرح طرح کی نئے رنگیان پیدا کی جاتی ہین درحقیقت اِسی قسم کے الٹے سمجھ والون نے منصور کو سولی پر چڑھایا اور سرمست کو دار پر کھینچا ورنہ اگر یہ اپنے محمل پر محمول کرتے اور اُلٹی باتین سمجھ کر ہتک اسلام کا باعث نہ بنتے تو علما کبھی منصور کو سولی نہ دیتے مگر اس قسم کے لوگون نے جب اُلٹا سمجھا تو بپاس خاطر شریعت عزا اسلام ضرور ضرور تھا کہ منصور کو بلا تامل دار پر کھینچ دیا جاوے اور یہی وجہ ہی کہ اب بھی اگر کوئی ایسے

کلمات زبان سے نکالے تو بشرط قدرت ہم جماعت طلبا سے فوراً سے پہلے دار پر کھینچ دینے کو تیار ہیں خلاصہ کلام یہ ہے
کہ یہی تین درجات تقوی کی ابتدا اور انتہا ہیں۔

جہاں پر کتاب عزیز نے وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ فرمایا ہے وہاں بھی درجہ ثالث
مراد لیا ہے جیسے بحسب ضرورت سیف بحث کی بعض جگہ کتاب عزیز نے ان تینوں درجات کو ترتیب بھی عطا فرما دیا ہے قال اللہ تعالیٰ
لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا و
احسنوا واللہ یحب المحسنین ۔ یاد رہے کہ تقوی کا درجہ ثالث وجوب شرعی میں داخل نہیں ہاں مستحب اور ارفع درجہ ہے جب آیۃ
واتقوا اللہ حق تقاتہ نازل ہوئی تو صحابہ وجوب سمجھ کر چلا اٹھے مگر کتاب عزیز نے دوسری جگہ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فرما کر مطلب صاف کر دیا کہ جس قدر طاقت میں ہو اتنا خدا سے
ڈرو طاقت بھی عرفی مراد ہے نہ فلسفی وَذٰلِكَ ظَاهِرٌ عَلٰى مَنْ لَهٗ مَسْكَةٌ بِالشَّرْعِ ۔

امر سوم علامات تقوی کے متعلق اسلاف کرام ہی کے اقوال بہتر ہیں۔

عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے جب علامات تقوی کے متعلق جواب تحریر فرمایا تھا وہ
درج ذیل ہے، عزیزی، اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لِاَهْلِ التَّقْوٰى عَلَامَاتٍ يُعْرَفُوْنَ بِهَا وَيَعْرِفُوْنَهَا
مِنْ اَنْفُسِهِمْ صَبْرٌ عَلَى الْبَلَاۤءِ وَرِضًى بِالْقَضَاۤءِ وَشُكْرٌ لِلنَّعْمَاۤءِ وَذُلٌّ
لِحُكْمِ الْقُرْاٰنِ تحسین یاد رہے کہ اہل تقوی کے لیے کھلے علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی
اپنے ان علامات سے واقف ہیں۔

مصائب پر صبر کرنا جو فیصلہ خدا ہوا اس پر پوری خوشی سے رہنا۔

جو نعمت عطا ہوا اس کا کامل شکر ادا کرنا۔

اور احکام قرآن کے سامنے گردن جھکا دینا بس یہی علامات تقوی ہیں واقعی اس لائق خلیفہ وقت
نواسہ صدیق اکبرؓ نے پورے قرآن کا خلاصہ نکال کر بتا دیا ہے۔

عبد اللہ ابن مبارک رئیس المحدثین فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا تقوی تین باتوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے
آنے والے کاموں پر خدا پر کامل بھروسہ رکھے جو کچھ خدا کی طرف سے مل رہا ہو اس پر رضامندی ظاہر کرے

اور دنیا سے دل نہ لگا کے۔

حضرت سعید مقبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو متقی بننا چاہے اوسے تین کام کرنا چاہیے اپنی محبت دلی کا سلسلہ خدا کے واسطے مخصوص کر دے یا یون کہو کہ دل کو غیر خدا سے صاف کر لے۔

اور جہانتک قدرت ہو احکام خدا کے کامل اطاعت کرے اور لوگون کے ساتھ ویسے معاملات کرے جو اپنے واسطے بھی پسند کر سکے۔

امر ثالث خود رسالت سے بھی تصدیق شدہ ہی حدیث صحیح مشہور مین موجود ہی۔

سہم ابن عبداللہ فرماتے ہین کہ بس تقویٰ کی یہی واحد علامت ہی کہ تمھاری زبان ہر وقت خدا کی یاد سے تازہ بتازہ رہے۔

عون ابن عبداللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو خدا تعالی کے ساتھ حسن نیت ہو سمجھو کہ اُسنے تقویٰ کی پہلی منزل مین پاؤن رکھا ہی اور جب وہ اسی نیت کے مطابق اطاعت خدا بھی پورے طور سے کرنے لگے تو جانو کہ وہ تقویٰ کے اونچے زینہ پر پہونچا ہی مگر تم یاد رکھو کہ اس زینہ تک پہونچنے کے واسطے بہت سے مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔

سفیان ثوری رئیس المحدثین فرماتے ہین تمام معاملہ کے دارمدار تقویٰ ہی اور تقویٰ کا مرکز دل ہی ہر دو امر رسالت کے تصدیق شدہ ہین ہر ایک کے واسطے صحیح روایات مسلم و بخاری و ترمذی موجود ہین

ایک لائق شخص تابعی سے خلیفہ عبدالملک ابن مروان نے دریافت کیا کہ کن کن باتون سے آدمی متقی بن سکتا ہی اُسنے جواب دیا کہ جو لوگون پر خدا کو ترجیح دے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیکر مراتب روحانی کی پوری تکمیل کرے اور اُسکے تمام امراض کی شفا قرآن ہی ہو اور بس شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہین کہ اس مجلس مین بہت سے اکابر تابعین موجود نے اسکی تصدیق کی۔

یہ سب امور رسالت عظمی سے تصدیق ہو چکے ہین زہے سعادت کہ ان پر عمل نصیب ہو میرے خیال قرآن ہی کو اگر تمام امراض کے شفا مانا جاوے تو زہے سعادت یہ خود سب امور کا کفیل صادق وطبیب باتدبیر ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ خود خدا کا فرمان ہے

سب سے اعلیٰ وارفع اور افضل اور تمام مراتب تقوی کوئی ہوے وہی بات ہے جو خود رسالت کی پاک اور معصوم زبان سے معلوم ہوے امام ترمذی صحیح حدیث نقل فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقوی اور زہد یہ ہے کہ تمھین خدا پر اس سے بھی زائد بھروسا اور اعتماد ہو جیسے اپنے ہاتھ مین پکڑی ہوئی چیز پر ہوتا ہے بس اسی پر علامات تقوی کو ہم ختم کیے دیتے ہین۔

امر چہارم۔ تقوی کی تاکید قرآن اور فرامین رسالت عظمیٰ مین اسقدر ہے کہ سبکا احاطہ کیا جاوے تو علاوہ ایک ضخیم کتاب کے تمام احکام اسلام پر بحث کرنا ضرور ہو جاوے اسواسطے کہ ہر حکم کے ساتھ حکم تقوے موجود ہے شاید ہی کوئی حکم قرآن مین ملے جسکے ساتھ امر تقوی کو تاکید کے ساتھ مستحکم نہ کیا گیا ہو وجہ بالکل ظاہر ہے کہ تقوی ہی تمام امور کی جڑ ہے اسی سے روابط عبدیت و معبودیت قائم رہ سکتے ہین اصلاح قلب کا بھی ذمہ دار واحد ہے اور اصلاح قلب پر تمام افعال اقوال وعقائد کی تصحیح موقوف ہے اسیواسطے رسالت عظمےٰ نے اطلاع دی ہے۔

اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ تمھین خوب یاد رہے کہ جسم مین ایک لیسا اہم حصہ ہے کہ جب ٹھیک ہو جاتا ہے تو تمام جسم صالح ہو جاتا ہے اور اسی کے بگاڑ سے سب کچھ بگڑتا ہے تم یاد رکھو وہ دل ہے) تقوی سے اخلاص پیدا ہوتا ہے اور یہی واحد چیز تمام افعال کو بہت ہی عمدہ عنوان پر لانے کی ذمہ دار ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کو لوگونسے مطلوب بھی یہی ہے یہی وجہ ہے خدا تعالیٰ نے کسی کافر یا منافق کے عمدہ افعال کو منظور فرمانے کا وعدہ نہین فرمایا بلکہ ایسی راکھ سے تشبیہ دی جسے تند بارش اور ہوا اڑا کر لیجاتے ہین۔

جب کسی سے روابط مستحکم ہو جاتے ہین تو افعال خود بخود اُسکے منشا کے موافق ہونے لگتے ہین اور احیانا اگر کسی سے خلاف بھی ہو جاتا ہے تو وہ ہیجان غضب کا باعث نہین بنسکتا دیکھو دوستون سے چونکہ ہمارے روابط قائم ہوتے ہین تو ہم مین سے ہر ایک شخص اس بات کی گواہی دینے کو تیار ہے کہ افعال واقوال بھی اُنکے ہی موافق رہتے ہین اسی اخلاص کی وجہ سے وہ بارہا ایسے الفاظ کہدیتے ہین کہ اگر کوئی دشمن اُسکا عشر عشیر بھی کہدے

خوشگوار وصفا و ہم پا ہو مگر جو نکہ طرفین کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ خباثت باطنی کا نتیجہ نہین اسواسطے کسی قسم کی رنجش زائد پیدا ہی نہین ہوتی یہی وجہ ہے کہ اہل اخلاص سے کہدیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے سیأت کی تدارک توبہ سے کرلین تو ان کے سیأت بھی حسنات بنسکتے ہین اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ امر این قرآن مین موجود ہے۔

امر تقوی مین چونکہ اسلام نے بہت زور دیا ہے لہذا اہل اسلام کو اسکا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

ہر ذی شعور تامہ جب کسی حکم کی تعمیل کرتا ہے تو پہلے پانچ باتون کو ضرور مد نظر رکھ لیتا ہے

اول حیثیت حاکم جیسے حاکم کی شان اعلیٰ و ارفع ہوتی ہے تعمیل حکم بھی اوسی کے موافق ہوا کرتے ہے

دوم حیثیت محکوم جس درجہ کا محکوم ہوتا ہے اوسی کے موافق تعمیل کرتا ہے۔

سوم حاکم کے وہ احسانات جو اس سے پہلے موصول ہوے یا حال مین موجود ہین بقدر احسانات تحریک تعمیل ہوتی ہے۔

چہارم حاکم سے امید آیندہ کی وابستگی جسقدر امیدین اہم اور اعلے ہونگی اسیقدر تعمیل حکم پر آمادہ کرین گے۔

پنجم مصلحت اور غرض اصلی اور نتیجہ حکم جسقدر حکم زائد مفید اور پر مصالح ہوگا اتنا ہی جذبات تعمیل بڑھادیگا خاصکر جب اُسکے تمام نتائج اور فوائد محکوم ہی کی طرف راجع ہون ایسے وقت مین تو وہ حکم ہی کو ایک احسان عظیم اور تربیت عظیم قرار دیکر لبیک پکار دیتا ہے۔

ان مقدمات مسلمہ کے بعد ہم تمام احکام خدا اور خاصکر امر تقوی کے متعلق ایک اچھی خاصی راے بہت جلد قائم کرسکتے ہین۔

امر اول تو ایسا ظاہر ہے کہ جسپر تحریر بھی فضول کون نہین جانتا کہ حاکم کی شان ایسی اعلیٰ وارفع و اعظم و اکبر ہے کہ وہان تک کسی کے حاشیہ خیال کو بھی رسائی نہین۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر	ما ہم چنان در اول وصف تو ماندہ ایم

امر دوم بھی ظاہر ہے کون نہیں جانتا ہے کہ انسان تمام موجودات سے بڑھ چڑھ کر حیثیت رکھتا اور یہی نائب خدا ہے

امر سوم بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کسے معلوم نہیں کہ از ماہ تا ماہی سب کچھ انسان ہی کے قبضہ میں ہے سب کچھ ہے یہی تو نعمت عظیمہ حاصل کی ہے یہ سب کچھ خدا ہی کا دیا ہوا ہے کسی چیز کو یہ خالہ کے گھر نہیں لایا اسی واسطے کتاب [illegible] نے اس پر متنبہ بھی کر دیا قال اللہ تعالیٰ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً خدا نے تم پر ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بھرمار کر رکھی ہے اور وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تمہارے احاطہ شمار سے باہر ہونگی۔

امر چہارم بھی یہ کچھ نہیں کون ناواقف ہے کہ انسان کی تمام آئندہ امیدوں کا مرکز خدا ہی ہے اور انسان کی بڑی نجات کا فیصلہ جو انسان کے واسطے اہم الامور ہے یہ بھی خدا تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے امر سوم و چہارم پر تو اسی کتاب عزیز کے فاتحہ ہی نے متنبہ کر دیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تاکہ یہ ہوش میں آکر سنبھلے۔

امر پنجم کے متعلق تھوڑی سمجھ کے بعد ہی اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ تقویٰ خدا تمام کامیابیوں کا مرکز ہے اور یہ کہ تمام منافع تقویٰ خود انسان ہی کے واسطے ہیں خود لفظ تقویٰ ہی اسے یہ سبق پڑھا رہا ہے خدا نے حکم دیا کہ تم بچاؤ حاصل کرو یہ حکم نہیں دیا کہ مجھے بچاؤ پھر کون انکار کر سکتا ہے کہ اپنا بچاؤ ضروری نہیں ہے۔

اب ہم چند ہم آیات تقویٰ کو مع ترجمہ باختصار نقل کرنا چاہتے ہیں جنمیں امر تقویٰ کی تاکید ہے اور اس اشد ضروری امر کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں صرف سورۂ بقرہ میں ۲۶ جگہ اور آل عمران جو اسکے بعد ہے ۱۲ جگہ ذکر تقویٰ موجود ہے ہم انہی دو سورتوں سے جو رسالت عظمیٰ کی پاک زبان سے زہراوین کا لقب حاصل کر چکی ہیں کچھ تحریر کرتے ہیں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ضرور یہ کتاب خدا ہی کی طرف سے ہے مگر راستہ انہی لوگوں کو بتاتی ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ لوگو جس خدا نے تمہیں اور تمہارے پچھلوں کو پیدا کیا اسی کی عبادت کرو تاکہ عذاب سے بچ سکو۔

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ) اگر تسے بمقابلہ قرآن کچھ نہ بن سکے اور یہ صاف ظاہر ہو کہ تسے کچھ بھی نہ بنے گا تو بجہ
ایمان لاکر اس جلتی بلتی آگ سے بچو جسکا ایندھن پتھر اور انسان ہونگے منکرین قرآن کیواسطے بالکل تیار رہے
کوئی دیری نہین ہی۔

یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ
وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ای اولاد یعقوب ان نعمتون کی پھر یاد کرو جو تم پر ہین اور وعدہ وفائی کو عمل مین لاؤ نکرامی مت کرو
ہم بھی تسے جنت دینے کا وعدہ پورا کرینگے اور مجھی سے اچھی طرح ڈرتے رہو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْا اَوَّلَ کَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا
وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ جو قرآن تمہارے واسطے رسالت عظمیٰ کے توسط سے بھیجا گیا ہی اسکی ہدایت کو مانو شروع شروع مین تمھین کافر
مت ہو اور بد عادت تحریف آیات اللہ کو جو اغراض فاسدہ دنیاوی کے واسطے تمھین پڑگئی ہی بالکل چھوڑ دو اور اس
معاملہ مین مجھسے بہت ڈرو۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
هُمْ یُنْصَرُوْنَ اُس دن سے اچھی طرح ڈرو جسمین کوئی شخص کسی شخص کو کسی قسم کا کوئی نفع نہ پہونچائیگا اور نہ کسی کی
سفارش ہی چلیگی (الا باذنہ)

اور نہ ہی بدلا لیکر چھوڑا جاویگا اور نہ ہی کہین سے زور و امداد پہونچ سکیگی۔

یہ کتاب محفوظ کے ایسے الفاظ ہین جنپر ہر اُس شخص کو جو عالم آخرت مین اپنی نجات ابدی کا خواہان ہے
پوری غور کرنی چاہیے وقت از دست رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نیاید۔

خُذُوْا مَا اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (جو احکام تمھین بتائے
گئے ہین اُنپر صاف صاف عمل کرو جو کتاب اللہ مین ہی اسے یاد رکھو تاکہ تمھارے بچاؤ کی صورت برآمد ہو۔

فَجَعَلْنٰهَا نَکَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ (عذاب مذکور کو ہمنے اگلے
پچھلوں کے لیے عذاب ہی رکھا مگر اہل تقویٰ کے واسطے نصیحت ہی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ
اگر یہ ایمان لاکر متقی بھی ہوتے تو ضرور بہت بڑا ثواب خدا کی طرف سے پاتے جو سب چیزوں سے
بہتر ہے اگر انہیں عقل ہوتی تو ضرور انجام کو سوچتے۔
وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ترجمہ اوپر کی آیۃ سے ملاؤ صرف تقدم تاخر الفاظ کا فرق ہے۔
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ یہی نیک کام کرنے والے متقی ہیں حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ والدین اور اقربا کے ساتھ
زائد بھلائی کرنا متقین پر لازم ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ
اے ہوشیار لوگو قصاص میں تمہارے واسطے بہت بڑی زندگی ہے تمہیں خونریزی سے بچائیگی۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ
اے مسلمانو تمہی پر روزے فرض نہیں کیے گئے بلکہ پہلوں پر بھی فرض تھے تاکہ تم متقی ہو۔
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اسیطرح خدا اپنے احکام لوگوں پر صاف کرتا ہے تاکہ
وہ متقی بنیں۔ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى لیکن خدا کے نزدیک تو وہی نیک ہے جو خدا سے ڈرے یا یہ کہ خدا کے
نزدیک اسی شخص کے پہلے کام بھلائی سمجھے جاتے ہیں جو خدا سے ڈرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ خدا سے
ڈرو تاکہ نجات دائمی حاصل کرو۔
فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ
جو تم پر ظلم کرے اتنی زیادتی تم بھی کرو جسقدر تم پر کی گئی ہو قدر اعتدال سے مت بڑھو خدا سے ڈرو اور یاد رکھو کہ
خدا متقین ہی کا ساتھ دیا کرتا ہے اور انہی کی حقیقی مدد کیا کرتا ہے (غرض جاہلوں ہی کا بھوت بھگانے کو یہ تعویذ
انہیں لگا دیا کرو تاکہ ہوش میں آجائے اور بس) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
خدا سے ڈرو اسکی پکڑ بہت سخت ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ خدا سے ڈرو اور
یاد رکھو کہ اسی کے پاس لائے جاؤ گے وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ
جب کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو اسکی عزت دنیاوی جو باعث شکر خدا ہونا چاہیے تھی اور اسے اُلٹے جرائم پر آمادہ

کرتی ہو اور اطاعت خدا کو کسر شان خیال کرتا ہو بس ایسون کے واسطے جہنم کافی ہو وہی انکا اوڑھنا بچھونا ہوگی
وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۤءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
قیامت مین متقیون کے درجات بالا ہون گے اللہ جسے چاہتا ہو بلا بازپرس رزق دیتا ہو۔
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْاۤ اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ خدا سے ڈرو اور یہ یاد رکھو کہ ضرور تمھارا اور اُسکا سامنا ہوگا۔

اے پیمبر تم خود ایسی باتون کو یقین سے ماننے والونکو نجات دائم اور جنت قائم کی بشارت دو۔
وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ایسی قسم مت کھاؤ کہ جو تقویٰ کے خلاف ہو اور تمھاری بھلا اور مصلح بین الناس ہونے کے برعکس ہو خدا تمھاری سب باتون کو سنتا اور سب کچھ جانتا ہو۔
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْاۤ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ خدا سے ڈرو اور یاد رکھو کہ خدا سب کچھ جانتا ہو
اسکے حکم کے بعد اُسکے ہر پہلو پر علم کا دعویٰ حکم کو بے انتہا مستحکم کر دیتا ہو اہل سمجھ پر بالکل ظاہر ہو۔
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْاۤ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ خدا سے ڈرو اور خوب یاد رکھو کہ خدا تمھارے کامون کو اچھی طرح دیکھ رہا ہو۔
وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ مطلقات کو بھی کچھ مال دے ہی کر کے رخصت کرنا چاہیے اہل تقویٰ پر لازم ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اے مسلمانو خدا سے ڈرو سود کو بالکل چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو تو ان احکام کی تعمیل کرو اور اگر تم ایسا نہین چاہتے ہو تو ابھی سے خدا کی طرف سے تمھین بلا مہلت اعلان جنگ سنایا جاتا ہے
دیکھو کہ یہ حکم لازمانا گوار طبع تھا پہلے مہلت سے پھر ایمان سے کام لیا پھر تقویٰ خدا کا حکم ایک اصل حکم سُنایا پھر اپنی جانب سے اعلان جنگ پر ختم کیا اسی کے نزول کے بعد حضرت عباس نے کہا تھا کہ ہم خدا سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے پاسود جاہلیت مع اصل مال چھوڑ دیا سود خوارو بکو خلاکے اس حکم پر خوب غور کرنا چاہیئے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا - دستاویز لکھوانے والے کو خدا کا ڈر مد نظر رکھنا چاہیے
اور حق سے کچھ بھی کم نہ کرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ خدا سے ڈرو خدا تمھیں تعلیم
دیتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ
خدا کا ڈر گواہی دینے والے کے مد نظر رہنا چاہیے اور گواہی کو مت چھپاؤ اگر کوئی ایسا کریگا وہ دل کا پاپی ہے
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ اہل تقوی کے لیے خدا کے ہاں باغات ہیں جنمیں نہریں
بھری ہیں اور پاک بیبیاں ہیں رضا مندی خدا تعالی انکے شامل ہو وہ اس سب حالت میں ہمیشہ رہیں گے
اللہ بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ خدا تمھیں اپنے احکام کے متعلق ڈراتا ہے
اور وہاں ہی تمہارا جانا بھی مقرر ہے يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ
سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ -
اس دن کا بھی خیال رکھو جبدن ہر شخص اپنے نیک و بد کاموں کو سامنے پائیگا اور بد اعمال کے متعلق اسکی
غایت آرزو یہی ہوگی کہ وہ اس سے بہت ہی دور رہیں - خدا تمکو اپنے سے ڈراتا ہے اور خدا بندوں پر بہت
مہربان ہے بلا وجہ کسی کو عذاب نہ دیگا -
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى
فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ہاں جو اپنے عہد کو پورا کرے اور تقوی اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالے
اہل تقوی کو محبوب رکھتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا
تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اے مسلمانو خدا سے ایسے ڈرو جیسے اسکی شان ہے اور اسلام کو مت چھوڑو تا کہ مسلمان ہی
مرو - وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ جو کچھ بھی نیک کام
کرینگے کسی سے جزا کے وقت انکار نہ ہوگا اہل تقوی کو تو خدا جانتا ہے اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ
كَيْدُهُمْ شَيْئًا اگر تم صبر کے ساتھ متقی بنے ہوگے تو کفار کی چالبازیاں تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہونچا سکینگی
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

ضرور خدا نے تمہاری مدد بدر مین ایسی حالت مین کی جب تم بالکل ضعیف حالت مین تھے پس خدا سے ڈرو جسکے ہاتھ مین فتح اور شکست ہو تاکہ تم شکر ادا کرسکو۔

بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ

اگر تم صبر کے ساتھ متقی رہو اور وہ اپنے جوش کفر مین ابھی تمپر چڑھ دوڑین تو خدا تمہاری پانچ ہزار فرشتون سے مدد کریگا جو پہچانے جاوینگے (بدر کا واقعہ ہے یون ہی ہوا فرشتے پہچانے گئے۔ ترمذی)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے مسلمانو سود مت کھاؤ خاصکر دگنا چگنا۔ خدا سے ڈرو تاکہ نجات پاسکو (جواہر المقاصد ہے)۔

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ قرآن لوگون کے واسطے بیان نجات اور راستہ فلاح کا ذمہ دار اور اہل تقویٰ کے لیے نصیحت ہے۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ جو لوگ متقی ہوکر عبادت خدا کرتے ہین اُنکے لیے اجر عظیم ہے

اِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اگر تم ایمان لاکر متقی رہو تو تمہارے واسطے اجر عظیم ہے

اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اگر تم صبر کے ساتھ متقی رہو تو یہ عزم بالجزم والون کے کام ہین۔

لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ان لوگون کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہین ایسے باغات ہین جنمین نہرین بھری ہین وہ انمین ہمیشہ رہینگی یہ جگہین اُنکے واسطے خدا کی طرف سے تیار کی گئی ہین اور جو کچھ اللہ کے پاس بہتری ہے وہ انہی ابرار کے واسطے تو ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے مسلمانو مصائب جہاد پر صبر کرو اور مقابلہ صبر مین تمہارا پلہ بھاری رہنا چاہیے اور خدا کی راہ مین جہاد کیلیے گھوڑی رکھا کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرسکو۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (بقرہ)

اے مسلمانو اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں خدا کے سامنے لایا جاویگا اور ہر شخص کو پوری جزا و سزا اعمال دیجاویگی اور کسی پر ظلم کا شائبہ بھی نہوں یہ کتاب پاک کی آخری آیۃ ہے اس کے بعد قرآن شریف کی کوئی آیۃ نہیں نازل ہوئی مفسرین کی اجماعی رائے ہے کہ کتاب اللہ کا نزول اسی آیۃ پر ختم کیا گیا ہے تاکہ امر تقوی اور امر آخرت کا اہم ہونا مسلمانوں پر روشن ہوجاے۔

بعض مفسرین یوں نقل فرماتے ہیں کہ اسکے نزول کے بعد تھوڑی ہی دیر کو رسالتِ عظمیٰ کا انتقال عالم آخرت کی طرف ہوا بعض روایات میں ستر دن بعد رسول اللہ کا انتقال نقل ہوا بعض میں ایک ہفتہ کے بعد اس سراج منیر کا انتقال نقل ہوا میرے خیال میں روایات کی صحت کی رو سے یہی نقل ارجح ہے۔

یہ امر خود ناظرین کے فہم پر چھوڑا جاتا ہے کہ وہ خیال فرماویں کہ خدا تعالیٰ نے کن کن حیثیات اور وجوہ سے اور یہ پہلو تقوی پر کن کن زوردار طریقوں سے بعنوانات مختلفہ اسے مستحکم کر دیا ہے

ہذا ما عندی والعلم التحقیقی عند اللہ العلی العلیم

نعیم سید عبدالکریم

شہاب ثاقب کی حقیقت

اکثر راتوں کو دیکھا جاتا ہی کہ روشن تارے شعلۂ نار کے مثل فضائی آسمانی مین دوڑتے نظر آتے ہین،
کسی کی روشنی انکی سرخ اور کسی کی سفید، زردی، اور سبزی مائل ہوتی ہی، بعض فوراً غائب ہوجاتے ہین،
اور بعض کے پیچھے ایک چمکدار لکیر فوسفورس کے مثل چمکتی ہوئی (جو کچھ دیر تک قائم رہتی ہی) بنتی جاتی ہے،
یہ تارے بوجہ آتشبازی کے مثل درخشان اور آتش فشان ہونے کے شہاب ثاقب کہلاتے ہین،

حکمائے قدیم کا یہ قول ہی کہ بخارات ارضی ہین جو کرۂ نار تک پہونچکر مشتعل ہوجاتے ہین، بعد ازان
یہ کیفیت نظر آتی ہی۔ فلاسفہ قدیم کا کومٹ (دمدار ستارہ) کے متعلق بھی یہی خیال تھا، مگر دمدار ستارونکی ایک مدت
معینہ پر دورہ کرنے سے ثابت ہوگیا ہی کہ وہ بخارات ارضی نہین ہین، بلکہ وہ بھی ایک قسم کے سیارے ہین، جنکا
ظہور ایک خاص اصول اور معین قاعدہ سے تعلق رکھتا ہی، تحقیقات جدیدہ نے ثابت کردیا ہی کہ شہاب ثاقب بخارات
ارضی نہین ہین، بلکہ بہت ہی چھوٹے چھوٹے سیارے ہین جو مثل ذرات کے اس فضائے غیر محدودہ مین کہین تو
منتشر اور کہین جھنڈ کے جھنڈ مثل قطار مور و ملخ پھر رہے ہین۔

تجربہ نے ثابت کردیا ہی کہ فرکشن (رگڑ) سے حرارت پیدا ہوتی ہی، کرۂ ہوا ایک مادی شئ ہے لہذا
اسکے فرکشن سے بھی حرارت کا پیدا ہونا ضروری ہی، اس لیے کہ کوئی جسم صفت عام سے خالی نہین ہوسکتا،
مگر مقدار حرارت کو اقسام مادہ اور مقدار فرکشن سے تعلق ہوتا ہی، گو ہوا مین لطافت کی سبب سے فرکشن کی قابلیت
بہت ہی کم ہی، تاہم توپ کا گولا اپنی ویلوسیٹی (تیز روی) کی وجہ سے ہوا سے جو اسکی حرکت کی مانع ہی اس قدر
رگڑ کھاتا ہی کہ مارے گرمی کے آخرکار سرخ ہوجاتا ہی، پس ظاہر ہی کہ جسقدر ویلوسیٹی کسی چیز کا کرۂ ہوا مین زیادہ ہوگی
اتنی ہی آپس کی رگڑ بھی زیادہ ہوگی، اور اُسی کی مقدار کے مطابق حرکت پیدا ہوگی،

شہاب ثاقب کی چال جو کرۂ ارض کے قریب اور زیادہ ہوجاتی ہی عموماً پندرہ سو گنا توپ کے گولہ سے
تخمینہ کی گئی ہی، پس ظاہر ہی کہ جب چھوٹے مادی اجسام جو تمام فضائے آسمانی مین منتشر ہین کرۂ ہوا مین اتفاقیہ ہوکر
قدم شروع کرتے ہین تو ہوا کی رگڑ تیز روی کی وجہ سے اس قدر زیادہ ہوتی ہی کہ غایت درجہ کی حرارت پیدا ہوجاتی ہی کہ

اور جس طرح توپ کا گولہ گرمی کی وجہ سے سرخ پڑ جاتا ہے اسیطرح چھوٹے ستارے جنکی کیمیائی ترکیب اس شعلہ فشان
ستارون کی نظر سے غائب ہو جانے کے چند اسباب ہین، اوّل تو یہ کہ جو ان مین کچھ بڑے ہوتے ہین وہ کرہ ہوا سے
باہر نکلتے ہی [illegible] ہو جاتے ہین، دوم یہ کہ جو بہت ہی چھوٹے ہوتے ہین ان کا کرہ ہوا سے نکلتے نکلتے خاتمہ ہو جاتا ہے
وہ جلا [illegible] جاتے ہین [illegible] ایک نورانی خط فوسفورس کے مثل چمکتا نظر آتا رہتا ہے،
ایک گذشتہ صورتون کے سوا ایک تیسری صورت یہ ہے کہ جب ان پراگندہ ستارون مین سے کسی کی چال سیدھی
زمین کی طرف واقع ہوتی ہے اور وہ بہت ہی قریب آجاتے ہین تو زمین کی کشش سے کھچکر زمین پر گر پڑتے ہین،
[illegible] کی چال جذب [illegible] کی سبب سے اسقدر زیادہ ہوتی ہے اور اسقدر گرمی بڑھ جاتی ہے کہ وہ حرارت
کی تاب نہین لا سکتے یعنی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہین، اور زمین پر مثل قطرات باران برس پڑتے ہین،
چنانچہ اہل [illegible] کو ایک بڑا [illegible] ۔ نومبر ۱۸۵۹ء مین نظر آیا تھا جسکی روشنی اسقدر زیادہ تھی
کہ ٹھیک بارہ بجے دن کے تمام فضائے آسمانی سرخ ہوگئی تھی، اور اس کے پھٹنے کی آواز سے بہت سے
چھوٹے جانور خوف سے [illegible] ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آٹھ میل کے حلقہ مین منتشر ہو کر گرا تھا،
اسیطرح ۹ جون ۱۸۶۶ء مین [illegible] کو ایک شہاب ثاقب زمین کی طرف گرتا ہوا دکھلائی دیا، [illegible]
جون جون قریب [illegible] منتشر ہوتا گیا یہانتک کہ تقریباً اسی فیٹ کی بلندی تک آتے آتے اس درجہ
حرارت زیادہ ہوئی [illegible] پاش ہو کر زمین پر [illegible] میل کے حلقہ مین گرا۔ اس کے پھٹنے کی آواز عجیب ہولناک
اور مہیب تھی [illegible] ٹکڑون کے ایک بہت بڑا ٹکڑا جسکا وزن [illegible] من کے قریب تھا پایا گیا،
اس [illegible] کے بعد تمام فضائے آسمانی مین آدھ گھنٹہ کے قریب دھوان چھایا رہا،

خلاصہ یہ کہ ایسی ایسی نظیرین ہزارون موجود ہین جسکا جی چاہے بڑے بڑے عجائب خانو نمین جاکر فضائے آسمان
سے گرے ہوئے ستارون کے ٹکڑون کو جو واقعی اس دنیا سے کوئی تعلق نہین رکھتے جاکر دیکھ لے،
ان ٹکڑون کے اجزا کو علم کیمسٹری کے اصول سے علٰحدہ کر کے جانچنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انمین
کوئی ایسا مادہ نہین ہے جسکو ہم لوگ نہ جانتے ہون، ہان البتہ ان اجزا کی ترکیب کیمیائی یعنی انکے ساتھ ملنے کا
طریقہ نرالا ہے جس سے اب تک لوگ بالکل لاعلم ہین، علاوہ فوسفورس، منگنیس، میگنیشیم، سوڈیم وغیرہ سے کے

(جو بہت جلد تھوڑی سی حرارت پہونچنے سے مشتعل ہو جاتے ہین) لوہا تانبا کرومیم وغیرہ بھی پائے جاتے ہین،
بعض ٹکڑون مین تو لوہا سو حصون مین ۹۰ حصہ پایا گیا ہی، مگر اکثر ٹکڑون مین لوہا، فوسفورس اور نیکل سے بنا ہوا ایسا
مرکب پایا گیا ہی جو ابھی علم کیمیای ارضی کی تحقیق سے باہر ہی مین اوپر بیان کر آیا ہون کہ شہاب ثاقب دو قسم کے ہوتے ہین
اوّل تو وہ ہین جو منتشر اور پراگندہ پھرتے ہین،، اور دوسرے وہ ہین جو ایک ساتھ جھنڈ کے جھنڈ فضاے آسمانی
مین سیر کرتے ہین، چنانچہ نظام شمسی مین ایک ایسا جھنڈ جو ایک ساتھ مثل قطار مور و ملخ چکر لگا رہا ہی موجود ہی
چونکہ یہ جھنڈ زمین کی دائرہ حرکت کو قطع کرتا ہی اس لیے اُسکا دورہ قریب قریب ہر ۳۳ برس کے بعد ہوتا ہی،
کیونکہ جسوقت زمین ۱۴ - ۱۵ اکتوبر سیر کرتی ہوئی نقطۂ تقاطع پر پہونچتی ہی اسی وقت یہ جھنڈ بھی (جو ہر ۳۳ برس کے
اس مقام کو طے کرتا ہی) سیر کرتا ہوا پہونچ جاتا ہی تو ان دونون کے درمیان مقابلہ و مواجہہ ہوتا ہی پس
جسوقت ان شہابون کا گروہ ہوا کے کرہ سے مشتعل ہو ہو کر گذرنا شروع کرتا ہی اسوقت کی سینری قابل دید
ہوتی ہی، تمام فضاے آسمانی مین لاکھون شعلے فشان تارے توپ کے گولہ کی طرح زن زن ایک جانب سے
دوسری جانب گذرتے ہوے دکھائی پڑتے ہین، بادی النظر مین تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا آسمان کے کل ستارے
ٹوٹ ٹوٹ کر گرے پڑتے ہین، مگر جب ان شہابون کی قطار کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہی تو کل کواکب آسمانی پھر اسیطرح
چمکتے ہوے نظر آنے لگتے ہین۔

اس گروہ کے ہر دورہ کے نظر آنے کے بہت سے اسباب ہین۔ اوّل تو یہ کہ شہابون کے گروہ کو کرۂ ہوا سے
ہو کر گذرنا لازمی شرط ہی اس لیے کہ اگر ذرا سا بھی فرق ہو جائے اور یہ کرہ تزلزل حرکت کی وجہ سے کرۂ ہوا
مین داخل نہو اور اوپر ہی اوپر گذر جائے تو ظاہر ہی کہ وہ کسیطرح مشتعل نہین ہو سکتا اور بغیر مشتعل ہوئے
ہم اسکو دیکھ نہین سکتے، دوسرا سبب جو بہت ہی نادر الوقوع ہی یہ ہی کہ زمین اور شہابون کے گروہ کا
نقطۂ تقاطع مدار سے ایک ہی وقت گذرنا ضروری ہی اگر ان دونون مین سے ایک بھی ایک ساعت
قبل یا بعد نقطۂ تقاطع مدارات سے گذر جائے تو ایک دوسرے کے مقابل نہین ہو سکتا، اس حالت مین بھی
دیکھنا غیر ممکن ہی، غرض ایسے ایسے ہزارون اسباب ہین جنمین اگر ذرا بھی فرق ہو جائے تو شہاب ثاقب کے
دورہ کو اہل زمین نہین دیکھ سکتے، پس ان صورتون مین جبکہ کسی دورہ کا نظر آنا ایسے ایسے نازک اتفاقات کے

کا اجتماع پر موقوف ہی۔ تو کسی نا پاپ پیشین گوئی بہا عتہ امن کرنا اور یا مجھے شی شنائی با قون پر سلسلہ علم ہیئت کو چھوڑنا ہمینا جہالت سے خالی نہین ہو۔

جسوقت سے یہ گروہ نظام شمسی مین داخل ہوا ہی اسوقت سے آج تک اس نے ۵۰ دورے کئے ہین چنانچہ اسکی خبر مورخین نے بھی دی ہی اکاندی اپنی تاریخ عرب مین لکھتا ہی کہ ۱۲۔ ماہ اکتوبر ۹۰۲ء مین جس شب کو شاہ ابراہیم بن احمد نے رحلت کی تھی شہاب ثاقب یہ میشوان دورہ تھا جو اہل عرب کو دکھائی دیا تھا اسی طرح اور دوروں کی بھی خبرین ہین جنکو مفصل لکھنا طول کی وجہ سے مناسب نہین اکثر تاریخون اور کتب علم ہیئت مین بقید تاریخ درج ہین،

واقعہ مندرجہ بالا مین جسکو اکثر مورخین معتمد بھی خبر دے رہے ہین دو باتین قابل غور ہین، اول تو یہ کہ جب یہ حیرت انگیز کیفیت وقوع مین آتی ہی تو کل شہاب ثاقب قطار در قطار ہمیشہ برج اسد کی جانب سے آتے ہوے نظر آتے ہین، اور ایک ہی سمت غول باندھے ہوئے نکل جاتے ہین ہان یہ البتہ ہی کہ بعض شہاب ثاقب اپنی جماعت سے علحدہ ہوکر منتشر ہو جاتے ہین مگر مین حصون زائد تارے جن کی تعداد لاتعد ولاتحصی ہوئی ہی ایک ہی سمت اپنا پرا جمائے ہوئے اپنی راہ لیتے ہین، دوسرا امر جو قابل غور ہی وہ یہ ہی کہ جسوقت پہلا دورہ اہل زمین کو نظر آیا تھا اسوقت تاریخ ۱۲۔ اکتوبر تھی مگر اس کے بعد ہر دورہ کی تاریخ بدلتی گئی یہانتک کہ ستر ہ سو برس کے زمانہ مین ایک مہینہ کا فرق ہوگیا اور آخر دورہ جس کو کہ لوگون نے ۱۸۶۶ء مین دیکھا وہ ۱۴۔ نومبر کو واقع ہوا، اسکی وجہ یہ ہی کہ نقطۂ تقاطع جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہین وہ روزمرہ آگے بڑھتا جاتا ہی،

اگر فکر صحیح اور عقل سلیم اس بیان کے نتیجہ کو خود ہی سمجھ رہی ہی تاہم اشارتاً اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہون کہ ان شہابون کا اس طرح دورہ کرنا کوئی اتفاقی امر نہین ہی، بلکہ ایک قاعدۂ معین اور صول محکم سے تعلق رکھتا ہی، پس ظاہر ہی کہ ان کے وقوع کو کسی حادثۂ عظیم پر نہین سمجھنا یا زمین کے بخارات مشتعلہ کا شعلہ تصور کرنا جہالت محض کی دلیل اور وہم فاسد ہی،

کیمیاے شمسی اور اختری سے (جسکی تحقیق روز بروز مرآۃ العکس وغیرہ سے زیادہ ہوتی جاتی ہی) یہ ثابت ہوگیا ہی کہ اجرام فلکی و ارضی کے مادّے ایک ہی ہین؛ اس مسئلہ کا بدیہی ثبوت جسکو ہم ابھی بیان کرچکے ہین یہ ہی کہ شہاب ثاقب کے ٹکڑون مین جو اجزا فلکی مین داخل ہین کوئی ایسا مادہ نہین پایا جاتا جو زمین کی اشیاء مین موجود نہو، پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ سے کواکب آفتاب، ماہتاب، سب اسی قسم کے مادون سے مرکب ہین جو کیمیاے ارضی کی تحقیق مین آچکے ہین، ممکن ہی کہ انکی ترکیب کیمیائی دوسری طرح کی ہو مگر مفردہ سب کے ایک ہم قسم کے ہین،

علاوہ ان پراگندہ اور منتشر تارون کے جو اکثر اتفاقیہ کرۂ ہوا سے ہوکر گذرتے ہین اور شعلہ زن نظر آتے ہین، اور بھی دوسری قسم کے شہاب ثاقب ہین، جو ایک ساتھ جوق جوق ایک خاص اصول اور قاعدہ سے وقت معینہ پر دورہ کرتے ہین، اکثر علماء ہیئت کا یہ خیال ہے کہ ایسے شہاب ثاقب کا گروہ بعض دُمدار ستارون کے منجمد ہوجانے سے بنا ہی، مگر ابھی تک یہ خیال ہی خیال ہی اس کی اس وقت تک پوری تحقیق نہین ہوئی،

معین الدین احمد ندوی

بقیہ علم صلہ

معزز ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگا کہ گذشتہ پرچہ مین ہم نے صلہ کے متعلق علم صلہ اور اسکی
ضرورت کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا تھا۔ لیکن چونکہ اُسکا کچھ حصّہ (جسکی واقفیت نہایت ضروری تھی) باقی
رہ گیا تھا اس بنا پر ہم اسکو ہدیۂ ناظرین کرتے ہین منجملہ اُن اشیاء کے جو فن صلہ سے تعلق رکھتی ہین اور جن سے
ہمارے اس دور جدید کے اکثر معزز عربی خوان حضرات بے بہرہ و محروم نظر آتے ہین ایک شے علم تضمین ہے جو
اہم و لطیف ہے اور کلام عرب مین بکثرت رائج ہے اور عربی زبان کی وسعت کے لیے ایک اعلیٰ درجہ کی معین و مددگار ہے
ایک افضل و اشرف و کثیر الرائج و مرقوق النظر ہونے کے لیے علم ادب و نحو کے مشہور ماہر علامہ ابن جنی کا کتاب الخصائص
مین اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوے عبارت مذکور الذیل کا ادا کرنا۔

مین نے اس فن کے متعلق علم لغۃ مین بہت کچھ پایا ہے — وجدت في اللغة من هذا الفن شيئاً كثيرا
جس کا احاطہ غیر ممکن ہے اور بشرط امکان اگر اُسکا — لا يكاد يحاط به ولعله لو جمع
تمام حصّہ چھوڑ کر کچھ حصّہ یکجا کیا جائے تو اس مین — أكثره لا جميعه لجاء كتابا
شک نہین کہ وہ ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار — ضخما وقد عرفت طريقه فاذا
کریگا ہم نے اسکے متعلق جو طریقہ تمکو بتلایا ہے اُسکو — مر بك شيء منه فتقبله
تم نے جان لیا ہے اب تم کو اُس کے مطابق عمل درآمد — وانس به فانه فصل من
کرنا چاہیے اور اس سے دلبستگی لینا چاہیے کیونکہ — العربية لطيف حسن۔
علم ادب کی یہ ایک پسندیدہ شاخ ہے۔

اور نیز بلند پایہ ادیب شہاب الدین احمد خفاجی کا اپنے علم ادب کی بےمثل کتاب طراز المجالس
مطبوعہ مطبعہ وہبیہ مصر کے صفحہ ۱۹ مین اسکے متعلق اس عبارت سے ابتدا کرنا۔

من جملہ اُن چیزون کے جو کلام عرب مین بہ کثرت رائج ہین
فن تضمین ہے ایک ایسی کافی شہادت ہے کہ جس کے بعد کسی قسم کی دلیل و برہان کی سلیم العقل اشخاص کو
حاجت نہین۔ پس مسئلہ کے وضاحت وانکشاف کے لیے امور ذیل بحث طلب ہین

اولاً یہ کہ تضمین کیا شئ ہی اور اس کی کیا تعریف ہی ثانیاً یہ کہ اس سے کیا فائدہ مستنبط ہوتا ہی ثالثاً یہ کہ آیا یہ مسئلہ قیاسی ہی یا سماعی رابعاً یہ کہ ایا اسکی کچھ مثالین بھی موجود ہین یا نہین ۔

(تعریف تضمین) لغۃً تضمین کے معنی کسی شئ کو کسی شئ کے ضمن مین کرنا یا کسی شخص کو کسی شخص کا ضامن قرار دینا ہی اصطلاحاً اگرچہ اس کے معنی مین عروضیون اور نحویون اور ارباب معانی و بیان مین اختلاف ہی لیکن جو معنی تضمین کے فن صلہ مین مقصود ہین اور جنکو اس مقام پر درج کرنا چاہیئے وہ وہ معنی ہی کہ جس کا دارمدار اصطلاح نحاۃ پر ہے یعنی یہ کہ کسی لفظ کے احکام کو کسی لفظ پر اس غرض سے جاری کرنا کہ وہ لفظ جسپر احکام جدید جاری کیے گیے ہین اُس لفظ کے معنی کو جس کی طرف یہ احکام فی الاصل منسوب ہین ادا کرے ۔ یا یہ کہ کسی لفظ مین کسی لفظ کو معنی کو اس لحاظ سے جاری کرنا کہ لفظ اول سے لفظ ثانی کا اثر صادر ہو ۔ لفظ سے مراد لفظ عام سے خواہ لفظ مفرد ہو خواہ جزو جملہ خبریہ ہو یا انشائیہ فعل لازم ہو یا متعدی اسم ہو یا حرف کیونکہ تضمین، ہر ایک مین پائی جاتی ہی بقلت یا بہ کثرت اس معنی کو لغوی مسبوق الذکر معنیین مین سے ہر ایک کے ساتھ یک گونہ تعلق ہی پہلے معنی کے ساتھ اس بنا پر کہ متضمَّن اس طور پر ہوتا ہی کہ گویا وہ ضمن مین متضمِّن کے ہو کر پایا جاتا ہی دوسرے معنی کے ساتھ اس بنا پر کہ متضمِّن مستلزم ہوتا ہی متضمَّن کو جس لفظ پر کسی لفظ کے احکام اس خیال سے جاری کئے جاتے ہین کہ اُس سے لفظ آخر کے معنی پیدا ہون اُس کو علم صلہ کے واقفین کے نزدیک متضمِّن کہتے ہین ۔ اور جس لفظ کے احکام کسی لفظ پر اُس کے معنی پیدا کرنے کے لئے جاری کئے جاتے ہین اسکو اس فن والون کے نزدیک متضمَّن کہتے ہین متضمِّن متضمَّن کے معنے کبھی تو اس طریقہ سے بتلاتا ہی کہ اُسمین متضمَّن کے بعض متعلقات ذکر کردیے جاتے ہین جیسا کہ حافظ ابو داؤد نے اس کو اپنے اس خط کے سرنامہ مین جو اہل مکہ کی طرف روانہ کیا تھا انی احمد الیکم اللہ کے جملہ سے ادا کیا ہی جملہ مذکورہ کے لفظ احمد مین علامہ موصوف نے معنی انہاء

؎ اس بنا پر علی التدریج ہمکو ہر ایک سے بحث کرنا چاہیے ۱۲

کی تضمین کی ہے اس بنا پر جملہ مذکورہ میں حمد متضمن ہے اور انہی متضمن ہے حمد متضمن نے انہا متضمن کے
معنی کو اس طریقہ سے ادا کیا ہے کہ اس کا بعض متعلق یعنی کلمہ الی غائیہ جس کے ساتھ اسکا صلہ مستعمل
ہوتا ہے لفظ متضمن میں ذکر کر دیا ہے گویا کہ علامہ مذکور نے بجائے احمد الیکم اللہ انہی الیکم حمدہ کہنے
کلمے ادا کیا ہے۔ اور کبھی اس طریقہ سے تبلاتا ہے کہ لفظ متضمن کے بعض متعلق دور کر دیے جاتے
ہیں جیسے کہ خداوند عز اسمہ نے اپنی کتاب کلام مجید میں روزہ رمضان المبارک کے ذکر میں احل لکم
الرفث الی نسائکم فرمایا ہے اس آیۂ کریمہ کے لفظ رفث میں خداوند تعالیٰ نے معنی افضا کی تضمین کی
ہے اور اس کے بعض متعلق یعنی با یا مع کو حذف کر دیا ہے اور ان کے بجائے لفظ متضمن میں متضمن
(یعنی لفظ افضا) کے بعض متعلق (یعنی کلمہ الی) کا جس کے ساتھ اسکا صلہ مستعمل ہے ذکر کیا ہے اس
لحاظ سے خلاف اصل احل لکم الرفث الی نسائکم کہا گیا اور اصل احل لکم الرفث بنسائکم یا مع نسائکم
میں کہا گیا۔ کبھی اس طریقہ سے تبلاتا ہے کہ لفظ متضمن متضمن میں سے ہر ایک کے بعض
متعلق ذکر کر دیے جاتے ہیں جیسا کہ عرب میں وہ شخص جس سے کوئی کام بگڑ گیا ہو اور اسنے
اسکی اصلاح میں نہایت جانفشانی سے کام لیا ہو اس شخص کے جواب میں جو اسپر اس کام کے خراب
ہونے میں طعن و تشنیع کا چھپا ڈال رہا ہو۔ أتلومني ولم آل فيه جهدًا۔ کا جملہ استعمال کرتا ہے
اس جملہ کے استعمال کرنے میں بھی عرب کے لوگ تضمین سے کام لیتے ہیں لفظ اول میں معنی ترک کی تضمین
کرتے ہیں اور لفظ اول متضمن اور لفظ ترک متضمن میں سے ہر ایک کا بعض متعلق ذکر کرتے ہیں اس
مقام پر بھی ہر ایک کا بعض متعلق مذکور ہے) یعنی متضمن کا متعلق لفظ (فیہ) موجود ہے کیونکہ اصلی معنی اس کے
تقصیر کے ہیں اور وہ فی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے متضمن (یعنی ترک) کا متعلق بھی جہدًا موجود ہے کیونکہ
یہ اپنے مفعول کو بلا واسطہ کسی حرف جر کے نصب دیتا ہے۔ اگر اس جملہ میں تضمین سے نہیں کام لیا گیا
ہے تو اس تقدیر پر أتلومني ولم آل فيه کا جملہ فقط صحیح ہو سکتا ہے جہدًا کا لفظ بیکار و لغو ثابت ہوگا
کیونکہ اول کے اصلی معنے میں کوتاہی کرنا داخل ہے اور تقصیر کا صلہ اس طرح مستعمل ہے کہ وہ فی کے
ساتھ متعدی ہوتا ہے لیکن جب کہ قدیم کتب ادبیہ کے باب تضمین میں یہ مثال بار بار آتی ہے اور نیز

اُن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ جاہلین اپنے محاورات و روزمرہ مین عمل سابق الذکر یا اسکو استعمال کر چکے
ہین تو اس کی کوئی وجہ نہین کہ ہم جاہلین کے کلام کو غلط قرار دین اور تضمین مان کر اس جملہ کو صحیح نہ
تسلیم کرین۔ اور کبھی متضمِن متضمَن کے معنی کو طرق ثلثہ مذکورہ مین سے کسی ایک کے ذریعہ سے بھی نہین
ادا کرتا بلکہ وہ متضمَن کے معنی کو بغیر کسی قسم کے حذف اور بغیر کسی قسم کی تغیر کے ادا کرتا ہو جیسا کہ خداوند
تعالیٰ نے اپنے کلام مجید مین حرام خوارون کی بابت فرمایا ہو۔ انما یاکلون فی بطونھم نارا۔
اس آیۂ کریمہ مین اللہ عز اسمہ نے لفظ اکل مین معنے دخول کے تضمین بلا حذف و تغیر کی ہو کیونکہ اکل
کا وقوع بطن مین نہین ہوتا بلکہ منہ اور اس کے مثل مین ہوتا ہو (فائدۂ تضمین) تضمین سے یہ نفع مستنبط
ہوتا ہو کہ اختصاری طرز پر صرف متضمِن محذوف کے صلہ ذکر کرنے سے زیادہ تر متضمِن اور متضمَن مین سے
ہر ایک کے معنے کا مجموعہ علی سبیل القصد بالذات یا بالتبع لفظ متضمِن سے پیدا ہوتا ہو۔ متضمِن
اور متضمَن مین سے ہر ایک کا صلہ اگر متضمِن کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس صورت مین کلام کا ایجاز
جاتا رہتا ہو اور اگر متضمِن مین صرف متضمَن کا صلہ ذکر کیا جائے تو اس مقام پر کوئی ایسی شئ پائی نہین
جاتی جو محذوف متضمَن کے معنی و حذف پر دلالت کرے حالانکہ زیادہ تر متضمِن مین خود اپنے اور
متضمَن کے معنی کا مجموعہ پایا جاتا ہو اس بنا پر اکثر متضمِن مین صرف متضمَن محذوف کا صلہ
ذکر کیا جاتا ہو تا کہ اُس کے معنے و حذف پر اس کے ذریعہ سے ایک دلالت قائم رہے مثال اسکی
اگرچہ متضمِن کے متضمَن کے معنی ادا کرنے کے طریقہ اولیٰ مین علامہ ابو داؤد کے قول احمد الیکم اللہ
مین ادنیٰ تامل سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہو لیکن پھر بھی انکشاف تام کے لیئے دو دوسری مثال پیش
کی جاتی ہو جیسے باری تعالیٰ کا قول حمید۔ لتکبروا اللہ علی ما ھداکم۔ اس آیۂ کریمہ مین خداوند تعالیٰ
نے لفظ تکبیر مین معنے تحمید کی تضمین کی ہو اس لحاظ سے لفظ تکبیر متضمِن ہو اور لفظ تحمید یا حمد
متضمَن ہو اور متضمَن کا بعض متعلق یعنے صلہ علی ما ھداکم مین علی استعلائیہ موجود ہو کیونکہ محمود علیہ
پر یہ حرف صلہ لایا جاتا ہو اور متضمِن کا بعض متعلق یعنے صلہ لتکبروا اللہ مین لفظ اللہ جو بنا بر
مفعول منصوب ہو موجود ہو اس لیے گویا اصل عبارت لتکبروا اللہ حامدین علی ما ھداکم ہو

یعنی اپنے خدا کی اُس کی ہدایت پر تعریف کرتے ہوئے بڑائی کرو - اب اس موجودہ صورت مین آیۂ کریمۂ قولہ ولتکبروا اللہ علی ما ہداکم مین لفظ تکبیر متضمن نے خود اپنے اور لفظ تحمید یا تحمد متضمن کے معنے کا مجموعہ بلا اشتباہ ادا کر دیا -

اوسیطرح قوم عرب اپنے روزمرہ مین ہیّجنی شوقًا کے جملہ کا استعمال کرتا ہی یعنی قوم عرب لفظ تہییج کو جس کے معنی کسی شے کو کسی شے کی طرف برانگیختہ کرنا ہی بذریعہ دو مفعولون کے متعدی بنفسہ استعمال کرتے ہین حالانکہ یہ لفظ بالاطراد اپنے اس معنے مین اپنے مفعول اول کی طرف بلا حرف جر اور مفعول ثانی کی طرف بوساطت حرف جر بخصوص یعنی لفظ الی غائیہ مستعمل ہوتا ہی اور بالندرۃ اپنے دونون مفعولون کی طرف بنفسہ متعدی ہو کر مستعمل ہوتا ہی اس کی وجہ زبان عربی کی مستند قدیم کتب ادبیہ کی جہان بین سے -

جیسا کہ صاحب طراز المجالس نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۲۰ مین علامہ کشاف کا قول ذیل نقل کیا ہی -

کما قال صاحب الکشاف انھم یضمنون الفعل معنی فعل آخر فیجرونه مجراه فیقولون ھیجنی شوقا فیعدی الی مفعولین بنفسه وانکان ھو یتعدی الی الثانی بالی نحو ھیجته الی کذا لتضمنه معنی ذکر وقد وقع متعدیا الیھما بنفسه فی کلام العرب کقول نصیبؔ

امن مقرود منی قصیبۃ[۱]

جیسا کہ صاحب کشاف نے کہا ہی کہ عرب کے لوگ کسی فعل مین کسی فعل کے معنی کی تضمین قائم کرکے فعل اول کو فعل ثانی کا قائم مقام کر دیا کرتے ہین - اسوجہ سے وہ لوگ ہیّجنی شوقًا کے جملہ مین لفظ تہییج مین تذکیر کے معنی کی تضمین کرکے لفظ تہییج کو دو مفعولون کی طرف بنفسہ متعدی کرتے ہین ورنہ دراصل یہ اپنے مفعول کی طرف بنفسہ متعدی ہوتا ہی اور

[۱] قد ھیجت بانذکری تھیجک زینبا
تو نے اپنے دلمین اُسکی یاد کو جگہ دی حالانکہ تیرے دلمین اُسکی یاد کو جگہ دینا ہی اُسکی محبت پر ابھارتا ہی -
واجمع باقی الوصل منھا تقضبا
جب اوسکے وصل کے آرزو کی بھی رسی جلتی ہی ہو تو اسکی یاد کے دل مین لانے سے کیا نفع ہی -

اور دوسرے مفعول کی طرف بذریعہ الی جس طرح
وہ لوگ بعثتہ الی کذا کہتے ہین اگرچہ لفظ مذکور
شاذ و نادر اپنے دونون مفعولون کے طرف
بھی بنفسہ متعدی ہو جاتا ہے جیسا کہ ربیعہ ابن مقروم
نے اپنے ایک قصیدہ مین اس کو اپنے آپ کو
مخاطب کر کے ظاہر کیا ہے۔

یہ پائی جاتی ہے کہ عرب کے لوگ اس لفظ کو خلاف اصل دو مفعولون کی طرف بلا حرف جر اس بنا پر متعدی مانتے ہین کہ قوم مذکور کے لوگ اسمین تضمین جاری کرتے ہین یعنی لفظ تہییج مین تذکیر کے معنے کی اُسکے بعض متعلق (یعنی اپنے دونون مفعولون کی طرف متعدی بنفسہ ہونا) کو ذکر کر کے تضمین کرتے ہین - اس لحاظ سے جملہ مذکورہ مین لفظ تہییج متضمِّن ہے اور لفظ تذکیر متضمَّن ہے جسکا بعض متعلق (یعنی دو مفعولون کی طرف اس کا متعدی بنفسہ ہونا) لفظ تہییج متضمِّن مین اس کے بعض متعلق (یعنی اپنے مفعول اول کی طرف متعدی بنفسہ ہونا اور مفعول ثانی کیطرف متعدی بالی ہونا) حذف کر کے ذکر کر دیا گیا ہے - اور بہ صورت موجودہ خود تضمین تہییج اپنے اور متضمَّن تذکیر کے مجموعہ معنین کو ادا کر رہا ہے گویا عرب کے جملہ مستعملہ کے یہ معنی ہین کہ اس نے مجھکو شوق کے ذکر کے طرف برانگیختہ کیا۔

(تضمین کا قیاسی یا سماعی ہونا) اس مسئلہ کے سماعی یا قیاسی ہونے مین علماء عربیہ باہم مختلف ہین - اس اختلاف کا سلسلہ تین مذاہب پر پہونچ کر منتہی ہوتا ہے - پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ مسئلہ غیر قیاسی ہے - یعنی یہ کہ جس لفظ کی بابت کسی لفظ کے معنی کی تضمین کلام عرب مین پائی جاتی ہے ہم اسی لفظ مخصوص مین اُس لفظ آخر کے معنی کی تضمین جاری کر سکتے ہین کسی اور دوسرے لفظ مین جو متضمِّن کا ہم معنے یا لازم المعنے یا متضمِّن المعنے ہو ہمکو اُس لفظ متضمَّن کے معنی کی (جسکی تضمین عرب سے کسی لفظ کے بابت مسموع ہے) تضمین جاری کرنے کا اختیار نہین - دوسرا مذہب یہ ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے

یعنی یہ کہ اگر کسی ایسے لفظ کا ہم معنی یا لازم المعنی یا متضمن المعنے جیسین کسی لفظ آخر کے معنی کی تضمین کی گئی ہو موجود ہو تو اُس لفظ مترادف المعنی یا لازم المعنی یا متضمن المعنے مین بھی اُسی لفظ آخر کے معنے کی تضمین کرسکتے ہین۔ تیسرا مذہب اس مسئلہ کے متعلق یہ ہو کہ یہ مسئلہ من وجہ سماعی ہو

اور من وجہ قیاسی اس مذہب کے پیرو انے اس متعارض قول کی تطبیق یا توفیق اس طرح پر دیتے ہین کہ اس مسئلہ کا سماعی ہونا باعتبار اصل ہو اور قیاسی ہونا باعتبار شیوع جس طریقہ سے اصول فقہ مین رخصتون کے بارہ مین لکھا گیا ہو کہ وہ باعتبار اصل غیر قیاسی ہین اور باعتبار شیوع قیاسی۔ مذاہب ثلثہ مین سے ہر ایک مذہب کے پیرو انفرادی طور سے کچھ نہ کچھ مشاہیر کبار و مستند علمار پائے گئے ہین پہلے مسلک کے مشہور قائلین مین سے امام خفاجی علامہ نے ابن ہشام کو شمار کیا ہو دوسرے مسلک کے مشہور متبعین مین سے علامہ مذکور نے ابوالخطاب المازنی کو (جو متاخرین مین سے تھے) ذکر کیا ہو تیسرے مسلک کے مشہور پیروی کرنے والون مین سے علامہ مسبوق الذکر نے ابن جنی کو بیان کیا ہو۔ لیکن درحقیقۃ جس مسلک کا نحویین مین سے ایک سواد اعظم قائل ہو اور جس مذہب کے جمہور علمار عربیۃ پابند ہین اور جو اقرب من الحق ہو وہ یہ ہو کہ یہ مسئلہ مطلقاً سماعی ہو کیونکہ بنا و بر سماع افعال کے معانی ضبط کرنے کے لیے ضابطہ کی ضرورت نہین۔ علاوہ براین اس مسئلہ کے قیاسی قائل ہونے کے لیے کوئی ضابطہ قائلین قیاسی سے پایا نہین جاتا جس پر بعد تامل سماع چھوڑکر قیاس اختیار کیا جائے۔

[تضمین کے ذریعے علم صلہ کے عدم واقفیت کا دفعیہ]

علم صلہ کی عدم واقفیت اور نیز اس بنار پر کہ مادری زبان والا اپنے زبان کے کسی فعل کے لیے جو صلہ اپنی زبان مین استعمال کرتا ہو وہی صلہ اُس فعل کے لیے جب اسکی عربی بناتا ہو تجویز و درج کرتا ہو عربی دان جماعت کے اکثر افراد (الا ماشاء اللہ) اپنی مختلف تحریرون و تقریرون مین مختلف غلطیون سے کام لیتے ہین جیسا کہ ہماری مادری زبان مین یہ لکھا کرتے ہین کہ مجنون لیلے پر عاشق تھا اس جملہ مین فعل عشق کے لیے لفظ پر یعنی کلمہ علی علۃ ذکر کیا جاتا ہو اور جیسا کہ ہم اپنے

اوری زبان مین جب کسی شخص سے ملاقاۃ و معانقہ کرتے ہین تو اسکا اظہار اپنے ملاقاتی اور ہم زبانون سے یون کرتے ہین کہ آج مین نے فلان کے ساتھ معانقہ کیا اس جملہ مین فعل معانقہ کے لیے لفظ ساتھ یعنی کلمہ مع صلۃً ذکر کرتے ہین - جب ہمارے ہم زبان وہم مشرب ان دونون جملون کی تعریب کرتے ہین تو اُن مین زیادہ وہ حضرات پائے جاتے ہین جو ان کے عربی بنا نے مین بھی اپنی زبان اردو کا صلہ جاری کرتے ہین - اور پہلے جملہ کی عربی کان المجنون یعشق علی لیلی بجای کان المجنون یعشق لیلی (کیونکہ عشق متعدی بنفسہ ہی) اور دوسرے جملہ کی عربی عانقت الیوم مع فلان (یہ لفظ مع کے ساتھ اُس وقت مستعمل ہوتا ہی جب یہ مقصود ہو کہ تنے اور کسی دوسرے شخص نے ساتھ ہو کر کسی تیسری شخص سے ملاقات کی) بجای عانقتہ الیوم (یعنی مین نے اُس سے بغیر کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہو کر معانقہ کیا) بناتے ہین اس قسم کے انشاء پرداز اور خطیبون کے انشاء یا خطبہ کی جب کبھی کوئی صلہ کا واقف غلطی نکالتا ہی تو یہ حضرات اپنی لغزش وجہالت تسلیم کرنے کے بجاے اُس لغزش کے دفعیہ کی مختلف قسم کی تاویلین پیش کرتے ہین زیادہ تر صلہ کے غلطیون کی جو تاویلین پیش کیجاتی ہین وہ مسئلہ تضمین سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہین (جو ہمارا موضوع بحث ہی) لیکن درحقیقۃ یہ ایک حیلہ صریحی ہی جو صلہ کی غلطی کرنے والون کی طرف سے علی العموم پیش کیا جاتا ہی اور جس کے تسلیم کرنے کے لیے علم ادب اور لغت کی کتابین ایک لمحہ کے لیے تیار نہین - مثلاً کتم وکتمان کے معنی کسی شی کے کسی شی سے چھپانے کے ہین اس کا صلہ فی الاصل اس طرح مستعمل ہی کہ یہ فعل اپنے دونون مفعولون کی طرف بنفسہ مستعمل ہوتا ہی جیسا کہ خداوند عز اسمہ نے اپنے کلام مجید مین فرمایا ہی ولا یکتمون اللہ حدیثاً اور جیسا کہ جمیل نے اپنے محبوبہ بثینہ کے بابت نظماً کہا ہی

الا ملک کتمانی بثینة حاجةً من الحاج ، کتنے دنون تک مثنیہ سے مین نے اپنی حاجتین
ماتدری بثینة ماھے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ پوشیدہ رکھا کہ جس کی اسکو خبر نہین -

لیکن پابند اغلاط حضرات اسکو یون مستعمل کرتے ہین کہ خبر یا بعید کی طرف اس فعل کو بنفسہ

متعدی کرتے ہین اور مستور منہ کی طرف اس کو بحرف جر من - اور مین نے فلان سے وہ خبر پوشید رکھا - کے جملہ کو کتمت الخبر منْ فلان کے جملہ سے ادا کرتے ہین جب ان حضرات پر یہ اعتراض کیا جاتا ہی کہ یہ فعل اپنے دونون مفعولون کی طرف بنفسہ متعدی ہوتا ہی نہ اس طریقہ پر جس کو آپنے کیا - تو یہ لوگ اسکے جواب مین یہ تاویل کرتے ہین کہ یہ لفظ معنے ستر کو متضمن ہوکر کلام عرب مین مستعمل ہی جب ستر کا صلہ - اپنے مفعول اول کی طرف بنفسہ و مفعول ثانی کی طرف بمعنٰ یا عنْ متعدی ہوکر مستعمل ہی تو اسمین بھی اگر وہی صلہ لایا گیا ہی تو کیا نقص و قبح لازم آتا ہی اور نیز بالفرض اگر ہم تضمین نہ اختیار کرین تو خداوند تعالیٰ نے اپنی بے مثل کتاب کلام مجید مین اسکو من کے ساتھ ومن کتم شہادۃً عندہٗ من اللہ کے جملہ سے استعمال کیا ہی خداوند تعالیٰ کا اپنے کلام پاک کی اس آیہ کریمہ مین لفظ کتم کو من کے ساتھ بطور صلہ استعمال کرنا ہمارے لیے ایک کافی دلیل ہی-

در حقیقت ان قسم کے اصحاب کی یہ دونون تاویلین بارد و لغو ہین - پہلی تاویل اس بنا پر ہی کہ آیہ کریمہ مذکورہ مین کلمہ منْ لفظ کتم کا صلہ نہین ہی بلکہ وہ لفظ شہادت مذکور کی صفت ہی جیسا کہ مفسرین کبار نے کتب تفاسیر مین اسکو بیان کیا ہی - دوسری تاویل اس بنا پر ہی کہ دواوین و لغت کی کتابون کے کسی مقام سے لفظ کتم کی معنے ستر کے ساتھ تضمین پائی نہین جاتی-

دستور العمل

(۱) حمایت مذہب اسلام بدلائل نقلی وعقلی۔

(۲) علوم جدیدہ وقدیم مین موازنہ۔

(۳) اصلاح تعلیم پر تجاویز پیش کرنا۔

(۴) احیار تاریخ اسلام پر مسلمانون کو متوجہ کرنا اور ضروری تاریخی واقعات سے اطلاع دینا۔

(۵) غیر مسلم فریق کے اعتراضات کا جواب دینا بطریق متانت۔

(۶) اخبارون کا ضروری انتخاب خاصکر علمی خبرین۔

(۷) عربی زبان کی نادر الوجود کتابون پر تقریظ و تنقید۔

(۸) اسکا حجم (۳۲) صفحہ کا ہوگا اور ہر مہینے کے دوسرے ہفتہ شایع ہوا کریگا۔

(۹) اسکی آمد بعد وضع مصارف ندوۃ العلما کے سرمایہ مین داخل ہوگی۔

(۱۰) ہر مضمون نگار اپنے مضمون کا آپ ذمہ دار ہے۔

(۱۱) خط وکتابت و ترسیل زر بنام منیجر ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسے ارسال مضامین بنام اڈیٹر ضروری ہے۔

(۱۲) یہ ضرور لحاظ رہیگا کہ عام فہم مضمون نادر ہون

منیجر الندوہ

قیمت سالانہ عہ

رجسٹرڈ نمبر ل

الندوہ

جلد ۱۱	جولائی ۱۹۱۴ء مطابق شعبان ۱۳۳۲ھ	نمبر ۱

مجلس ندوۃ العلماء کا ماہوار علمی تاریخی مذہبی رسالہ

مرتبہ

محمد اکرام اللہ خان ندوی

باہتمام و حسن انتظام بندۂ ناچیز عابد علیخان مالک مطبع

شاہی پریس لکھنؤ میں بکمال حسن و خوبی بطبع ہو کر

دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الندوہ

شذرات

ایامِ گذشتہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے افتتاح کے بعد ارکان ندوہ نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ دارالعلوم ندوہ کے اغراض و مقاصد کی شہرت اور ملک مین علمی تاریخی مذہبی معلومات کی اشاعت بغیر اس کے ممکن نہین کہ خود مجلس ندوۃ العلماء کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ شائع کیا جائے جو نہایت خوش اسلوبی سے ندوہ کے مقاصد کو مسلمانون کے سامنے پیش کرے اور اسلامی علوم و معارف کے خزانے مین جو زر و جواہر محفوظ ہین انکو منظر عام پر لائے تاکہ قدماء کی علمی جد و جہد سرفروشانہ سعی و کوشش اور حیرت انگیز ولولہ علمی کی تاریخ ہمارے لئے عبرت و بصیرت کا باعث ہو۔

آج ہمارے زمانے مین جو تہذیب و شائستگی اور عروج و ترقی کا زمانہ ہو کوئی تحریک خواہ مذہبی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا تجارتی بغیر پریس کی اعانت کے بار آور و کامیاب نہین ہو سکتی، اس زمانے مین جس قوم کا پریس زبردست ہو وہی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور مہذب خیال کی جاتی ہو۔

ترقی یافتہ ممالک مین اخبارات و رسائل کو جو طاقت حاصل ہو وہ نہایت حیرت انگیز و اکثر اوقات

قومون کی قسمت کا فیصلہ پریس کی طاقت و آواز کے مطابق کیا جاتا ہے اخبارات جس تحریک کی حمایت و اشاعت کے لیے آواز بلند کرتے ہین وہ آخرکار کامیاب ہوکر رہتی ہے تبلیغ مذہب کا ذریعہ بھی صرف پریس ہے جسکی بدولت آج بائبل کی لاکھون کروڑون جلدین دنیا کی ہر زبان مین ترجمہ ہوکر گھر گھر پھیل گئی ہین ان واقعات و حالات کے لحاظ سے یہ کیونکر ممکن تھا کہ ندوہ جیسی عظیم الشان مذہبی و اصلاحی تحریک پریس کی منت کش نہوتی اس بنا پر حسب تجویز بالا ندوۃ العلماء کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ کی اشاعت کا اعلان کیا گیا۔ اس زمانے مین مولوی محمد مسیح الزمان خان مرحوم و مغفور استاد حضور نظام خلد آشیان ندوہ کے ناظم تھے اور چونکہ مولوی صاحب مرحوم خانگی ضروریات کی وجہ سے لکھنؤ مین مستقل قیام نہین کر سکتے تھے اس لیے ندوۃ العلماء کا دفتر مرحوم کے وطن (شاہجہانپور) کو منتقل ہو گیا تھا لہذا رسالہ الندوہ بھی شاہجہانپور ہی سے شائع کیا گیا۔

الندوہ کا پہلا نمبر جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ مین شائع کیا گیا اور ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مین پہلی جلد نمبر ۸ پر ختم ہو گئی اس کے بعد دفتر لکھنؤ اٹھ آیا اور دوسری جلد سے نوین جلد (اخیر ۱۲ء) تک الندوہ لکھنؤ سے شائع ہوتا رہا ابتدا سے شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی اور مولوی حبیب الرحمن خان شروانی اڈیٹر رہے لیکن جب علامہ شبلی نعمانی نے استعفا دیا تو جون ۱۲ء سے مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم مدرس دار العلوم الندوہ کے اڈیٹر مقرر کیے گئے جو آخر ۱۲ء تک رسالہ شائع کرتے رہے لیکن بدقسمتی سے اسی زمانے مین ایک ایسا ناگوار واقعہ پیش آگیا جس سے الندوہ کی اشاعت چند روز ملتوی رہی لہذا گذشتہ سال الندوہ کا کوئی پرچہ شائع نہین ہوا۔

الندوہ کا جدید دور حیات

دسمبر ۱۹۱۳ء کا مہینہ تھا مین درجہ تکمیل ادب کے امتحان سے فارغ ہو چکا تھا نتیجہ کا انتظار تھا

زمانہ تھا جبکہ دارالعلوم کے اندر ندوۃ العلماء کے مستقبل کا مسئلہ زیر بحث تھا ہر شخص کے نتائج افکار جداگانہ تھے مسئلہ غور و فکر کے درجے سے گذر چکا تھا لیکن با این ہمہ لاینحل تھا ندوہ کی گذشتہ تاریخ سب کے پیش نظر تھی، اور اس قدر ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی گذر چکا ہی جبکہ ندوہ کی صدائے غلغلہ انداز نے عالم اسلام مین ایک ہلچل پیدا کر دی تھی، اور ہزارون لاکھون مسلمانون نے اس تحریک کا فدائیانہ جوش و خروش سے خیر مقدم کیا تھا لیکن آج کیا حالت ہی؟ ایک آواز بھی ندوہ کی حمایت کے لیے بلند نہین ہوتی، ایک قلم بھی ندوہ کی خدمت کے لیے جنبش نہین کرتا، ایک ہاتھ بھی ندوہ کی اعانت کے لیے دراز نہین ہوتا، ایک قدم بھی ندوہ کی اصلاح و فلاح کے لیے نہین اُٹھتا، ایک آنکھ بھی ندوہ کی ناکامیابی پر اشکبار نہین ہوتی، آخر یہ کیون ہی؟ یا تو غفلت شعار مسلمانون کے پہلو مین دل نہین، یا دل تو ہی لیکن درد آشنا نہین؛

غرض مندرجۂ بالا حالات نے ندوہ کے مستقبل کو تاریک بنا رکھا تھا ہر شخص خوف و رجاء کی حالت مین مبتلا تھا۔ لیکن اس مایوسی مین بھی کبھی کبھی اُمید کی جھلک نظر آجاتی تھی، اور شب تاریک مین آثار صبح کے نمایان ہونے کی توقع کیجاتی تھی کیونکہ انتہا درجہ کی مایوسی نے لوگونکی طبیعت مین جوش اور دلونمین ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اگرچہ دست عمل نے ابھی تک جنبش نہین کی تھی لیکن معاملہ عزم و ارادہ کی سرحد تک آچکا تھا، یعنی بعض فرزندان دارالعلوم کے حلقہ مین ندوہ کی خدمت کا خیال روزبروز رو بترقی تھا۔ مین اسی زمانہ مین بعض احباب نے مجکو مشورہ دیا کہ منجلہ اور خدمات کے ایک خدمت ندوہ کی یہ بھی ہو سکتی ہی کہ رسالہ الندوہ جو مدت سے بند ہی دوبارہ شائع کیا جاے، اور اسکی ترتیب و اشاعت کا انتظام تم اپنے ہاتھ مین لو، اگر مجکو اس کام کے مشکلات کا علم نہ ہوتا تو شاید مین اس مشورہ کو نہایت خوشی سے قبول کر لیتا لیکن مین حالات سے بے خبر نہ تھا اگر ایک طرف الندوہ کی ضرورت اور موجودہ خدمت کی اہمیت میرے لیے محرک عمل [illegible] دامن کش

تھی تو دوسری طرف اپنی ناتجربہ کاری و علمی بے مائگی ہمت شکن و زنجیر پا، آخر کار کسی قدر غور و فکر کے بعد میں نے اس مشورہ کو قبول کر لیا کیونکہ مخلصانہ خدمت کا جوش ہمیشہ ناآزمودہ کاروں کو میدان عمل میں لاتا ہے اور ولولۂ کار کے مقابلہ میں عواقب امور کا لحاظ نہیں کیا جاتا؛

ارادہ تھا کہ الندوہ جنوری ۱۹۱۲ء سے شائع کیا جائے، لیکن از سر نو حصول اجازت میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی، اس لئے رسالہ وقت پر شائع نہ ہو سکا، مجبوراً جلد ۹ کی ابتدا جولائی سے کی جاتی ہے، یہ جلد ایک ششماہی پر ختم ہو جائیگی؛

مجکو امید ہے کہ الندوہ کے پرانے قدردان بدستور رسالہ کی قدردانی کا ثبوت دیں گے، الندوہ کوئی شخصی رسالہ نہیں ہے اسلئے آپ اسکی جو اعانت فرمائیں گے وہ قومی رسالہ کی اعانت ہوگی۔"

الندوہ کے سلسلہ حبیب کے تذکرہ میں غالباً یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ اپریل ۱۹۱۲ء کے آخری ہفتہ میں مولوی میر عبد الکریم صاحب مرحوم مدرس دار العلوم نے انتقال فرمایا، مولوی صاحب مرحوم دار العلوم میں دینیات کی تعلیم پر مامور تھے، ندوہ میں تشریف لانے سے پہلے ایک مدت تک شاہجہانپور اور حیدرآباد میں درس و تدریس کے مشاغل میں مصروف رہ چکے تھے، دینیات کے علاوہ آپ کو منطق اور فلسفہ سے بھی خاص رغبت تھی؛

مرحوم کو فن مناظرہ سے طبعی مناسبت تھی آپ ہمیشہ آریوں خصوصاً مسیحی مبلغین سے مناظرہ کیا کرتے تھے اور ہر موقع پر کامیاب ہوتے تھے آخری ایام حیات میں آپ کے وقت کا بڑا حصہ اسی قسم کی مذہبی خدمات میں صرف ہوتا تھا، آپ دار العلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے اور وہاں کے ممتاز اصحاب میں شمار کیے جاتے تھے، مرحوم نے صرف ایک ہفتہ بیمار رہ کر انتقال فرمایا، اگرچہ علاج اور تیمارداری میں پوری توجہ کی گئی اور لکھنؤ کے مشہور اطباء نے نہایت دلسوزی سے اپنا فرض ادا کیا

لیکن موت کا کیا علاج ؟

ہم دارالعلوم کے تمام طلبہ، مدرسین اور ارکان ندوۃ العلماء کی طرف سے اس واقعہ پر عمیق رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے احباب اور عزیز واقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے "

اشاعت اسلام اور یورپ | اگرچہ اشاعت اسلام کے متعلق اجتماعی حیثیت سے مسلمانون نے کوئی باقاعدہ نظام عمل اب تک مرتب نہین کیا لیکن جابجا شخصی طور پر تبلیغی کام شروع ہو گیا ہے ہندوستان مین تو مدت سے بعض علماء اس بزرگترین خدمت مین مصروف سعی وعمل ہین اور ایک حد تک قابل ستائش کام انجام دیچکے ہین، لیکن اب دو تین سال سے انگلستان مین بھی اشاعت اسلام کا سنگ اساس رکھدیا گیا ہے؛

اسلام چونکہ خدائے واحد وبرتر کا عالمگیر قانون ہے جو تمام انسانون کی صلاح وفلاح کا داعی ہے، اس لئے خواہ کسی زمانے اور کسی ملک مین اسلام کی تبلیغ کیجاے عین احکام اسلام کے مطابق ہے یہی وجہ ہو کہ انگلستان سے بعض لوگون کے قبول اسلام کی جو خبرین ہندوستان آتی ہین مسلمان اسکو نہایت مسرت سے پڑھتے ہین۔ چندہ کی تحریک بھی ہندوستان مین سرعت سے ترقی کررہی ہے؛ بظاہر یہ آثار امید افزا ہین لیکن واقعہ ہو کہ ابھی منزل مقصود بہت دور ہے اور کامیابی کے لیے طویل استقامت کی ضرورت ہے؛

ہمکو یورپ وامریکہ مین اشاعت اسلام کی ضرورت سے مطلق انکار نہین، لیکن خود ہندوستان کے اندر ہماری جو حالت ہو اسکو بھی ہم کسی طرح نظر انداز نہین کرسکتے حالات کے لحاظ سے ہمکو اشاعت اسلام سے زیادہ حفاظت اسلام کی ضرورت ہو آج ہندوستان مین اگرچہ سات کروڑ مسلمان موجود ہین لیکن ان مین لاکھون ایسے ہین جو کلمہ بھی صحیح طور پر نہین جانتے،

ہو، ایسے تو کروڑون ہین جنکو اسلامی عقائد و احکام کی مطلق خبر نہین، ان کے عقائد کی یہ حالت ہو کہ ہر قسم کے بیہودہ وہم اسمین اور شرک و بدعت مین گرفتار ہین اعمال کی یہ کیفیت ہو کہ صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ سے مدت العمر تعلق نہین رہا، ان سب حالات پر اسقدر اور اضافہ کرو کہ ایک طرف تو آریہ مذہب کے داعی انکو ہر وقت آریہ بنانے کے لیے ساعی ہین دوسری طرف مسیحی مشنری انکو اپنے حلقہ مین شامل کرنے کے لیے طیار، اور یہ سب سعی و کوشش ہماری آنکھون کے سامنے ہو رہی ہو، اب انصاف کرو کہ بلحاظ حالات موجودہ ہمارے لیے یہ کہان تک مناسب ہو کہ مسلمانونکی اندرونی اصلاح اور مخالفین اسلام کے حملون کی مدافعت سے قطع نظر کرکے اپنی طاقت کا بڑا حصہ سمندر پار صرف کردین اسکے علاوہ اشاعت اسلام کے لیے ہندوستان ہی مین وسیع میدان موجود ہی لاکھون نام کے ہندو یہان ایسے ہین جنکو ہندو عملاً اپنے مین شامل نہین کرتے، اگر مسلمان حسن سعی سے کام لین تو نہایت آسانی سے انکو حلقۂ اسلام مین داخل کرسکتے ہین۔

یورپ مین اشاعت اسلام کا مسئلہ ایک اور حیثیت سے بھی ارباب فکر کے غور و نظر کا محتاج ہو یعنی ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہمارے پاس داعیان اسلام کی کوئی ایسی جماعت موجود ہو جو یورپ مین اس فرض کو قابلیت سے ادا کرسکے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہو کہ نہیں۔

واقعہ یہ ہو کہ ہماری قوم مین دو قسم کے اشخاص ہین علماء اور جدید تعلیم یافتہ اصحاب علماء کی حالت یہ ہو کہ جدید خیالات سے بے خبر، انگریزی زبان سے ناآشنا، وہ یورپ جاکر کس زبان مین اپنا مافی الضمیر ادا کرین گے۔ جدید تعلیم یافتہ اصحاب بے شبہ اہل یورپ کو اپنا مخاطب بنا سکتے ہین لیکن کون کہہ سکتا ہو کہ وہ اسلامی مسائل کی صحیح تعبیر بھی بیان کرسکین گے، درآنحالیکہ وہ قرآن مجید و احادیث کو اسکی اصلی زبان مین نہین پڑھ سکتے، یہ حالات ہین

جسکی وجہ سے اشاعتِ اسلام کے مسئلہ نے نہایت پیچیدہ صورت اختیار کرلی ہو اور کامیابی مشتبہ نظر آتی ہو'

اب سے چند سال قبل جاپان مین بھی اشاعتِ اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تھا' خوش اعتقاد مسلمانون کا خیال تھا کہ جاپان اسلام قبول کرنے کے لیے طیار بیٹھا ہو۔ لیکن ان خوش آئند توقعات کا جو نتیجہ نکلا وہ مخفی نہین'

حقیقت یہ ہو کہ آج نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیائے اسلام مین کوئی شخص اس رتبہ کا نظر نہین آتا جو اس فرض کو علی وجہ الکمال ادا کرسکے ہمکو ایسے حکماء اسلام کی ضرورت ہو' جو ایک طرف تو اسلام کے غوامض و اسرار سے واقف ہون دوسری طرف جدید علوم و فنون مین کامل دستگاہ رکھتے ہون' تاکہ انکی صدائے توحید سے یورپ کے دشت و جبل گونج اُٹھین'۔

اگر مسلمان درحقیقت اس مہتم بالشان خدمت (دعوت اسلام) کی ضرورت محسوس کرتے ہین توان کا پہلا فرض یہ ہو کہ اس قسم کے اشخاص طیار کرین' جو اس خدمت کو پوری قابلیت سے انجام دے سکین سب سے پہلے ندوۃ العلماء نے آج سے ۲۰ برس قبل اس ضرورت کو محسوس کر کے منجملہ اور مقاصد کے ایک اہم مقصد یہ بھی قرار دیا تھا' اگر اُس زمانے مین اس تحریک کا سرگرمی سے خیر مقدم کیا جاتا تو آج ہمارے پاس دعوتِ اسلام کے لئے متعدد اشخاص موجود ہوتے۔ مقاصد ندوۃ العلماء کے نام سے جو رسالہ عام طور پر شائع ہوچکا ہو اسکی پانچوین دفعہ حسب ذیل ہو:

"(۵) پانچوان مقصد یہ ہو کہ ہندوستان اور ممالک غیر مین اسلام کی اشاعت کی جائے اسکے دو طریقے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ جو مقامات ایسے ہین کہ وہان مسلمان موجود ہین لیکن اسلام کے فرائض اور احکام حتی کہ نماز روزہ سے مطلق واقف نہین وہان ایسے واعظ بھیجے جائین جو مسائل اسلام کی تلقین کرین اور دینداری۔ تہذیب۔ اخلاق۔ معاشرت اور تمدن کے

اعلی رتبے پر پہونچانے کی کوشش کرین اور قرون اولی کے قدم بقدم چلنے کی ترغیب دین دوسرا
یہ کہ قابل اور لائق لوگونکو اس کام پر مقرر کیا جائے کہ دوسرے ممالک مین جاکر غیر قومونکو وعظ
اور تقریر کے ذریعے سے اسلام کی رغبت دلائین اور ان مین اسلام کو پھیلائین اور جہان تک
ممکن ہو اس کام کو حسن اخلاق اور تالیف قلوب کے ساتھ عمل مین لائین یہ محقق ہوچکا ہے کہ
بہت سے ممالک ہین جہان کے لوگ مذہب حق کی تلاش مین ہین بلکہ اسلام کے غائبانہ مشتاق
ہین لیکن اسلام کا کوئی واعظ یا نقیب اُن تک نہین پہونچا کہ اُنکو اسلام کی حقیقت اور حقیت
سمجھاتا اس غرض کے لیے یہ قرار پایا ہے کہ جن ممالک مین واعظون کا بھیجا جانا قرار پائیگا پہلے وہان
کی زبان واعظونکو سکھائی جائیگی واعظون کو بھیجنے اور اُن کے ہر قسم کے مصارف کا ذمہ دار
ندوۃ العلما ہوگا"

انہی مقاصد کو پیش نظر رکھکر ندوہ نے اپنے دار العلوم مین انگریزی تعلیم لازمی قرار دی
ہے اگر ندوہ کبھی اپنے مقصد مین کامیاب ہوگیا تو اس مسئلہ کے مشکلات کا حل نہایت خوبی سے
ہوجائے گا بہین ہمہ جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے یورپ گئے ہین ہم ان کی کامیابی کے دل سے
متمنی ہین'

مدینۃ الرسول

مدینۂ منورہ یا مدینۃ الرسول جس کو طیبہ بھی کہتے ہین اور جو ہجرت سے پہلے یثرب کہلاتا تھا سطح بحر سے قریبًا ۶۱۹ میٹر بلند ہو اور وہ مشرق کی جانب ۳۹ درجہ اور ۵۵ دقیقہ کے طول پر اور خطِ استوا سے شمال کو ۲۴ درجہ اور ۱۵ دقیقہ کے عرض پر واقع ہو موسم گرما مین اسکی حرارت ۲۸ درجہ تک پہنچ جاتی ہی اور سرما مین دن کو صفر کے اوپر ۱۲ درجہ تک اور رات کو صفر کے نیچے ۵ درجہ تک اُتر آتی ہو سردی کے ایام مین اکثر دیکھا گیا ہو کہ صبح کے وقت پانی ظروف مین جم جاتا ہو'

بعض لوگون کا خیال ہو کہ لفظ یثرب مصری کلمہ اتریبس سے بگڑ کر بنا ہو اگر یہ صحیح ہو تو ہمین غور کرنا چاہیئے کہ مدینہ کو عمالقہ نے مصر سے نکلنے کے بعد بنایا اور انکی یہودیت سے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہو کہ حضرتِ موسیٰؑ نے فلسطین کو جاتے ہوئے ایک جماعت کو بھیجا تا کہ اس جانب کے حالات دریافت کرین جب وہ لوگ اس طرف پہونچے اور انکو حضرتِ موسیٰؑ کی خبر وفات سے اطلاع حاصل ہوئی تو اُنھون نے شہر اتریبس بنا کر اس مین اقامت اختیار کی اس قول کی بنا پر مدینہ کی آبادی سنہ ۱۶۰۰ قبل مسیح یا سنہ ۲۲۲۲ قبل ہجرت شروع ہوئی ہو' اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر لفظ طیبہ قبل ہجرت مدینہ کا نام تھا تو قطعًا یہ بھی مصری لفظ ہو'

مدینۂ منورہ جو ضلع کا صدر مقام ہو اَب تک صوبۂ حجاز مین شامل تھا لیکن اَب مستقل کمشنری قرار دیا گیا ہو یہان کی عنانِ حکومت دو اعلیٰ افسرون کے ہاتھ مین ہو ایک کو شیخ الحرم اور دوسرے کو محافظ (گورنر) کہتے ہین فوجی طاقت آخر الذکر کے قبضہ مین ہو'

قرب وجوار کے جو مقامات مدینہ کی حکومت مین شامل ہین ان مین ینبع - کورہ - دو تلایل ذعارمہ - وادی القری - مدین - فدک قابل ذکر ہین مدینہ مین شریف مکہ کا ایک وکیل (ایجنٹ)

رہتا ہی جو اہل عرب کے معاملات کی نگرانی کرتا ہی؛

مدینہ ایک وادی مین واقع ہی جو شمال سے جنوب کی طرف گئی ہی، یہان اکثر مکانات پتھر کے ہین جو اطراف مدینہ سے فراہم کیا گیا ہی، مکانات کی تعداد قریبًا ۱۲ ہزار ہی طرز تعمیر جدہ و مکہ معظمہ کے مکانات کے مانند ہی لیکن مکانات مختصر اور سڑکین تنگ ہین خصوصًا حرم کے اطراف مین ہمہ گنجان آبادی ہی حالانکہ ضرورت اِس امر کی تھی کہ حرم کے گرد وسیع میدان ہوتا تاکہ شہر کی فضا صاف رہتی اور حرم تک آمد و رفت مین سہولت ہوتی، لیکن ناآبادلوار شوق نے لوگون کو روضۂ اطہر سے تقرب حاصل کرنے پر مجبور کیا، چونکہ مدینہ کی اکثر گلیان تنگ ہین اِس لئے زقاق (کوچہ) کے نام سے مشہور ہین مثلاً زقاق البقر، زقاق الخیاطین، زقاق البدور، زقاق الکبریت، زقاق مالک بن انس وغیرہ لیکن بااین مدینہ کی گلیان صاف ستھری ہین؛

بازار | مدینہ منورہ کا بازار باب المصری سے حرم شریف تک قریبًا ۵۰۰ میٹر کے طول سلسلہ مین ایک تنگ راستے کے اندر واقع ہی جہان زمانۂ حج اور ماہ رجب مین (جو آجکل اہل عرب کے دستور کے مطابق باہمی ملاقات کا زمانہ ہی) غیر معمولی اجتماع ہوتا ہی، مدینہ منورہ کی تجارت کا مدار زیادہ تر خارجی مصنوعات پر ہی، خاصکر جاوہ ہندوستان اناطولیا اور شام کا مال بکثرت آتا ہی اونی سوتی اور ریشمی پارچہ جات، دریان، قالین، عبائین نہایت گران قیمت پر فروخت ہوتی ہین، لیکن باایں ہمہ حجاج بطور تبرک یا روزمرہ کی ضروریات کے لحاظ سے اِن چیزون کو نہایت رغبت سے خریدتے ہین، یہان کی مقامی تجارت مین خُرما ایک نمایان حیثیت رکھتا ہی کیونکہ مدینہ کے گرد و نواح مین بکثرت باغ اور نخلستان ہین، جہان قریبًا ۰۰ قسم کا خُرما پیدا ہوتا ہی، بہترین قسم عنبری عجوہ حلبی برنی اور سکری ہی، آخرالذکر نہایت لذیذ اور شیرین ہوتا ہی، ایک اور قسم سیح ہی جو اطراف خیف مین منحنی اور الحمراء کے درمیان پیدا ہوتا ہی؛

خرما بیچنے والے اکثر اوقات بعض اقسام خرما کے متعلق موضوع روایات و احادیث بیان کرکے عام لوگوں کو خریداری کی ترغیب دیتے ہین، خرما ایک خاص پیمانے سے ناپ کر فروخت کیا جاتا ہی جس کا وزن ۶۰۰ درہم ہی، چاول کے لیے علٰحدہ پیمانہ ہی جس کا وزن ۳۰۰ درہم ہوتا ہی، روغن زرد رطل کے ذریعے سے فروخت ہوتا ہی جو ۱۲ اوقیہ کا ہوتا ہی اور اروب ۱۲۰ اقہ کا،

کتب خانہ | مدینہ منورہ مین متعدد کتب خانہ موجود ہین جن مین سب سے زیادہ قابل قدر شیخ الاسلام عارف حکمت کا کتب خانہ ہی جو باب جبرئیل کے قریب ایک خوش منظر مقام پر واقع ہی اور حسن انتظام و حسن ترتیب کے لحاظ سے نہایت ممتاز ہی، کتب خانہ کے اندر گران قیمت ایرانی قالین کا فرش ہی، وسط صحن مین وضو کے لیے نل لگے ہوئے ہین اس کتب خانے مین ۴۰۴۵ نادر اور بیش قیمت کتابین موجود ہین منجملہ ان کتابون کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ ہی جو فن خطاطی کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا جا سکتا ہی، صنعت تحریر کا حیرت انگیز کمال یہ ہی کہ حروف علٰحدہ سے چسپان کیے گئے ہین بیان کیا جاتا ہی کہ اس صنعت کے ماہر جب چاہتے تھے حروف کو ناخن سے جُدا کرکے دوسرے کاغذ پر چسپان کر دیتے تھے،

دوسرا کتب خانہ سلطان محمود کا ہی جو باب السلام مین واقع ہی، یہان ۴۵۶۹ کتابین ہین یہ کتب خانہ اگرچہ زیادہ وسیع نہین لیکن با این ہمہ مرتب منتظم اور خوبصورت ہی، ایک کتب خانہ سلطان عبدالحمید اول کا بھی ہی جس مین کتابون کی تعداد ۱۶۵۹ ہی ایک کتب خانہ بشیر آغا کا زقاق الخیاطین مین ہی یہان ۳۴۴ کتابین ہین ایک اور کتب خانہ ہی، جہان زیادہ تر مذہب امام مالک کی کتابین ہین، انکے علاوہ اور بھی کتب خانے ہین جنکی تفصیل غیر ضروری ہی،

اماکن متبرکہ و مزارات | مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار مین بکثرت مقدس و تاریخی مقامات موجود ہین جن کا اجمالی تذکرہ حسب ذیل ہی،

(۱) مسجد قبا جو مدینہ منورہ سے ۵ کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہو یہ سب سے پہلی مسجد ہو جو ۱ھ
مین تعمیر ہوئی جب آنحضرت صلعم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اس مسجد کو تعمیر فرمایا
وہان سلطان عبدالحمید اول نے اسکو از سر نو تعمیر کیا مسجد کے وسط صحن مین ایک قبہ ہو جو اس مقام
پر تعمیر کیا گیا ہو جہان آنحضرت صلعم کی ناقہ نے قیام کیا تھا،

(۲) مسجد حضرت حمزہؓ سید شہداء مسجد مدینہ منورہ سے جانب شمال وادی احد مین واقع ہو۔ احد کو تاریخ اسلام
مین نہایت شہرت حاصل ہو کیونکہ یہان ۱۵۔ شوال ۳ھ کو کفار قریش اور مسلمانون کے درمیان مشہور
معرکہ کارزار پیش آیا تھا جو مسلمانون کے لیے ایک زبردست آزمائش کا موقع تھا، اس معرکہ مین آنحضرت
صلعم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہؓ نے شہادت پائی اور جناب سرور کائنات کے دندان مبارک
شہید ہوئے یہان ایک مقام قبۃ السن کے نام سے مشہور ہو، عام خیال ہو کہ اس مقام پر آنحضرت
کے دندان مبارک ساقط ہوئے تھے، اختتام جنگ پر اہل مدینہ نے ارادہ کیا کہ شہداء کو دفن کرنے کیلئے
مدینہ منورہ لیجائین لیکن آنحضرت نے منع فرمایا اور حکم دیا کہ ہر شخص اپنے مصرع (قتلگاہ) مین دفن کیا جائے
اس بنا پر حضرت حمزہؓ بھی اس میدان مین دفن کیے گئے اور وہان ایک گنبد تعمیر کیا گیا جو قبۃ المصرع
کے نام سے مشہور ہو، انکی قبر کے پاس ۷۰ سے زیادہ ان جان نثاران ملت کے مزارات ہین جو غزوہ احد
مین شہید ہوئے،

وادی کے اختتام پر جانب شمال جبل احد واقع ہو جو اگرچہ اس کوہستانی سلسلہ مین داخل ہو
جو سرزمین عرب کو قطع کرتا ہوا چلا گیا ہو لیکن بااین ہمہ وہ ایک ممتاز اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہو اسکا
طول مشرق سے مغرب تک ۶ کیلو میٹر ہو،

(۳) البقیع جس کو بقیع الغرقد بھی کہتے ہین مسلمانون کے نزدیک یہ مقام نہایت مقدس اور معدن خیر و
برکت ہو کیونکہ یہان خاندان رسالت کے اکثر گرانمایہ جواہر اور قریبا دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہین بجملہ

اہل بیت جہان حضرت امام زین العابدین کا مزار مبارک بھی ہو اور حضرت عباسؓ کے مقبرہ مین حضرات امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما مدفون ہین،

مدینہ مین حسب ذیل مساجد ہین۔ مسجد الرایہ، مسجد الفتح، مسجد ذو القبلتین، مسجد السقیا، مسجد الغمامہ (جو مناخہ مین ہو) مسجد علی (جو قبا کے راستہ مین واقع ہو) مسجد المائدہ (بقیع کے جانب شرق) مسجد الاحزاب (کوہ سلع کے دوسری طرف بیرون باب شامی) مسجد عروہ،

وسائل آب | اہل مدینہ زیادہ تر کنوین کا پانی استعمال کرتے ہین جو یہان بکثرت پائے جاتے ہین، اور جنھین بعض کو تاریخی اہمیت حاصل ہو مثلاً۔ بیر الاعواف، بیر انسؓ مالک، بیر القیم، بیر العباسیہ، بیر ضعیفہ، بیر البوپرہ، بیر فاطمہ، بیر عروہ، آخر الذکر دونون کنوئین نہایت ممتاز ہین، زمانہ گذشتہ مین امراء و سلاطین کو ان کا پانی بطور ہدیہ بھیجا جاتا تھا، بیر رومہ جسکو اوائل اسلام مین حضرت عثمان ابن عفانؓ نے خرید کر عام مسلمانون کے لیے وقف کر دیا، بیر اریس جسکو بیر خاتم بھی کہتے ہین، کیونکہ آنحضرت صلعم کی انگوٹھی جو خلیفۂ ثالث کے دست مبارک مین تھی، اس کنوین مین گر پڑی تھی، یہ انگوٹھی علی الترتیب حضرت عثمان تک پہونچی تھی جس سے احکام و فرامین پر مہر کرتے تھے، اور اس پر محمد رسول اللہ منقوش تھا،

لیکن اہالی مدینہ زیادہ تر عین الزرقا نام چشمہ کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہین جو مسجد قبا کے جانب غرب واقع ہو اس کا پانی نہایت شیرین و لذیذ ہو اس چشمہ کو مروان ابن الحکم نے حضرت معاویہؓ کے ایام خلافت مین جاری کیا تھا اور اسپر اوائل عہد سے آجتک سلاطین و امراء اسلام کی توجہ مبذول رہی، اس چشمہ کا سلسلہ ایک دوسرے چشمہ تک منتہی ہوتا ہو جو عین النبی کے نام سے مشہور ہو اور جس کا پانی ایک مضبوط و مستحکم نہر کے ذریعے سے مدینہ منورہ تک جاتا ہو اور اس سے بکثرت شاخین نکلکر حوالی مدینہ مین پھیل گئی ہین جس کے لیے چند خزانہ آب تعمیر کیئے گئے ہین، جو سطح زمین سے بیس سیڑھی نشیب پر واقع ہین، بہشتی یہان سے پانی بھر بھر کر شہر مین لیجاتے ہین بعض اوقات لوگ

پختہ نہرین کے ذریعہ سے سرچشمہ تک چلے جاتے ہین وہان ٹوٹیان ہین جن سے کنکرے وغیرہ یہان بھر لیتے ہین یہی سبب ہو کہ مدینہ منورہ کا پانی نہایت صاف و پاکیزہ و ملیح ہی اِس بنا پر یہان کہ مکہ معظمہ اور جدہ کے مانند متعدی امراض نہین پائے جاتے،

مذکورہ بالا چشمہ کی تعمیر و تجدید مین اکثر اُمرا اسلام نے حصہ لیا۔ دولت عثمانیہ کے عہد اولین مین یہ چشمہ خراب ہوگیا تھا ایک زمانہ تک اہل مدینہ نہایت تکلیف اُٹھاتے رہے آخرکار سلطان سلیمان نے سنہ ۹۳۲ھ مین اسکو ازسرنو تعمیر کیا لیکن جب سنہ ۹۹۰ھ مین سیلاب نے اسکو پھر برباد کردیا تو دوبارہ سُلطان مراد خان نے اسکی درستگی پر توجہ کی اور بیر الغربالی (ایک کنوان) کو خرید کر اسکے ساتھ شامل کردیا اسکے بعد سنہ ۱۱۱۱ھ مین سلطان مصطفےٰ خان کے حکم سے، بیر العقد بھی اِس مین شامل کیا گیا بعد ازان سنہ ۱۲۲۲ھ مین سُلطان سلیم نے اسکو تعمیر کیا لیکن جب وہابیون نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا تو اسکو برباد کردیا، جب یہ فتنہ فرو ہوگیا تو محمد علی پاشا خدیو مصر نے اسکی مرمت کی اور چند روز بعد سلطان عبد الحمید خان ثانی نے ازسرنو اسکو درست کیا، چنانچہ اَب یہ چشمہ اہل مدینہ کے لیے نہایت منفعت بخش ثابت ہو رہا ہی،

مدینہ منورہ کے نواح مین علاوہ عین الزرقا کے عین کہف (ایک چشمہ کا نام) ہی، جو جبل سلع کے غربی جانب واقع ہی، اور عین خیف مدینہ کے بالائی حصہ سے جاری ہوا ہی، اور عین الوادی جو حضرت حمزہؓ کی قبر کے متصل واقع ہو اور عین السلطان جس کا پانی کھاری ہی، اسکا رُخ قبا سے مدینہ کی طرف ہو جو نالیون کو خس و خاشاک سے صاف کرتا ہوا مدینہ کے باغات مین جاتا ہی،

مدینہ منورہ کے باغات | مدینہ منورہ کے شمالی جانب شہر پناہ کے متصل بکثرت باغات موجود ہین جنمین خاص خاص نام سے مشہور ہین مثلاً حدیقۃ الداودیہ، حدیقۃ الزکی وغیرہ اندرون شہر مین بھی باغات موجود ہین خصوصاً

شہر کا مشرقی حصہ زیادہ قابل اعتنا ہے اور قبا کی جانب ذو الحلیفہ وعوالی کثرت زراعت و باغات کے لحاظ سے ممتاز مقامات ہین، آخر الذکر فواکہ کے اعتبار سے مشہور ہین، اور یہان اکثر ترکاریان و فواکہ پیدا ہوتے ہین، مثلاً کرم کلہ، گوبھی، گندنا، بھنڈی، خلمی، بیگن، کدو، لوبیا، خرفہ، پالک، کرفس، بانگلا، تربوز، خربزہ، آڑو، انار، انگور، لیموں، کیلا، کھجور، نارنگی، گیہون، گاجر زرد،

مدینہ منورہ کے اطراف مین وادیان بھی ہین، بارش کے موسم مین یہ جاری ہو جاتی ہین اور انکا پانی باغات مین پہونچتا ہے، یہ وادیان زیادہ تر پست حصہ مین پائی جاتی ہین بعض اوقات جب سیلاب زیادہ آتا ہے تو یہ وادیان شہر کے لیے مضرت بخش ثابت ہوتی ہین، چنانچہ حضرت عثمان رض کے عہد خلافت مین وادی مہزور مین اس بلا کا سیلاب آیا کہ مدینہ کے درودیوار کے منہدم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا اس خطرہ کو محسوس کر کے حضرت عثمان رض نے بیر مدری کے قریب دیوارین تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اسطرح سیلاب کا رُخ وادی بطحان کی طرف پھر گیا اور مدینہ تباہی سے محفوظ رہا، دوبارہ ۱۵۶ھ مین خلیفہ ابو جعفر منصور کے عہد حکومت مین بکثرت سیلاب آیا خلیفہ کے حکم سے روک تھام کی گئی اور سیلاب کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا گیا اسکے بعد [illegible]ھ مین وادی القناۃ مین سیلاب آیا، اور شہر کا شمالی حصہ مدینۂ منورہ سے جبل احد تک غرق ہو گیا، اور وسائل آمد و رفت چھ ماہ تک منقطع رہے بعدازان [illegible]ھ مین بھی خوفناک سیلاب آیا، اور جبل احد کے قریب نصف میل تک اسکا اثر محسوس ہوا،

آبادی اور ذریعہ معاش | مدینہ منورہ کی آبادی قریباً ساٹھ ہزار ہے انمین ایک معقول تعداد ان مہاجرین کی بھی شامل ہے جو ترک وطن کر کے مدینہ منورہ مین آباد ہو گئے ہین اور جو زیادہ تر ہندوستانی ترکی مغربی مصری و شامی مسلمان ہین،

منجملہ مدینہ کے مشہور خاندانون کے اسعد کا خاندان جو سادات سے ہے نہایت مشہور ہے

اسیطرح سفاریہ کا خاندان جو عائلہ بری کے نام سے مشہور ہین ۱۲ اور عائلہ السمہودی جو اہل
سے ہین'

مدینہ منورہ کے اکثر شخص جو ملازم حرم نبوی ہین اور نیز ترکی یا خدیو مصر کے وظیفہ خوار ہین' اور ایک
گروہ کثیر کی معاش کا مدار حرم نبوی کی خدمت پر ہی خصوصًا موسم حج اس قسم کے محاصل کے لیے
نہایت زر ریز خیال کیا جاتا ہی' اکثر اشخاص رہتے ہین جو قابل زیارت مقامات کی سیر کرانے کا
فرض ادا کرتے ہین انکو مزورین کہتے ہین اور یہ بعینہ ان خدمات کو ادا کرتے ہین جو مکہ معظمہ مین
مطوفین سے متعلق ہین بعض اشخاص معمولی درجہ کے تجارت پیشہ ہین اہل مصر غلہ کی تجارت کرتے
ہین جو قصیر کے راستے لایا جاتا ہی'

عادات و اطوار | اہل مدینہ سیر و تفریح کے دلدادہ ہین شہر کے باہر کسی باغ یا نزہت گاہ مین جا کر قدرت
کے دلفریب مناظر سے خوب لطف اُٹھاتے ہین' منگل اور جمعہ کے روز بعد نماز عصر علیحدہ علیحدہ
ٹولیان بنا کر شہر کے باہر جاتے ہین اور شام کو واپس آتے ہین بعض اوقات اپنے ہمراہ ناشتہ لیکر شہر
کے قریب کسی باغ مین چلے جاتے ہین اور صبح سے شام تک لطف صحبت اُٹھاتے ہین'

ایک دستور مدینہ منورہ مین یہ بھی ہی کہ ہر شخص ستائیسوین ذی القعدہ کی شب کو گیہون
کی ایک خاص مقدار روضۂ منورہ پر بطور ہدیہ بھیجتا ہی اور اس کا طریقہ یہ ہی کہ گیہون کو دھو کر اور
پاک وصاف کر کے کپڑے کی ایک عمدہ و نفیس تھیلی مین بھر لیتے ہین' اور حجرہ کے پاس جا کر
آنحضرت صلعم کے اسم مبارک کے ساتھ ندا کرتے ہین' اور اس تھیلی کو حجرہ کے اندر رکھ دیتے ہین'
روضۂ مبارکہ کے مجاور اسکو اُٹھا لیتے ہین' اور اُمرا اور اہل دولت کو بطور تبرک ہدیۃً دیتے ہین'

اہل مدینہ نہایت فیاض طبع شریف النفس اور مہمان نواز ہین نو وارد اور اجنبی زائرین
کا نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرتے ہین' اور انکو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

مہمان خاص خیال کرکے اپنے گھر لیجاتے ہین اور نہایت خلوص و محبت سے فرائض ضیافت ادا کرتے ہین مہمان جب تک انکے یہان رہنا چاہے بے تکلف رہ سکتا ہے' اس خدمت پر وہ کسی معاوضہ کے طالب نہین ہوتے' اور بعض اوقات انکو جو معاوضہ دیا جاتا ہے' وہ انکی خدمات کے مقابلے مین ناکافی ہوتا ہے' گھر کی عورتین خانہ داری کے فرائض انجام دیتی ہین اور کثرتِ کاروبار سے مطلق نہین گھبراتین بلکہ نہایت مستعدی سے مصروف رہتی ہین۔ مہمانون کی خاطر تواضع مین مردونکی اعانت کرتی ہین اور ہمیشہ صاف ستھرا لباس پہنے مصروف نظر آتی ہین'

مدینہ منورہ مین دستور ہے کہ جب بچے کی عمر چالیس دن کی ہوجاتی ہے تو اسکو نہلاتے ہین اور نہایت خوبصورت و نفیس سفید لباس پہنا کر عطر لگاتے ہین اور روضۂ منورہ پر لیجاتے ہین' خادم اسکو حجرۂ مبارک کا پردہ اُڑھا کر دعائے خیر و برکت کرتے ہین' اس رسم کے ادا ہوجانے پر بچہ مان کو واپس دیا جاتا ہے' جو اسکو لیکر شادان و فرحان پلٹ آتی ہے'

اہل مدینہ کسی میت پر نالہ و بکا نہین کرتے' بلکہ جنازہ کے ہمراہ باب الرحمۃ مین داخل ہو کر حجرہ شریف کے مقابل جاتے ہین اور وہان جنازہ رکھکر علیحدہ ہوجاتے ہین پھر نماز جنازہ ادا کرتے ہین' اور باب جبریل سے باہر لاکر بقیع کے مشہور قبرستان مین دفن کرتے ہین'

اس موقع پر تکبیر و درود پڑھتے جاتے ہین' بعدازان میت کا عزیز خاص باب الرحمۃ پر رک جاتا ہے' اور میت کے اعزا و احباب یہان آکر رسم تعزیت ادا کرتے ہین' یہ نہایت پرانا دستور ہے' سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر انکے برادر عزیز امام حسین علیہ السلام نے باب البقیع پر توقف فرماکر تعزیت کو قبول کیا تھا'

مدینہ منورہ کا رمضان | اہل مدینہ کی عادت ہے کہ رمضان المبارک مین مغرب سے ایک گھنٹہ قبل حرم شریف مین جاکر روضہ کے قریب جمع ہوتے ہین اور دن کا باقی حصہ تلاوت قرآن مجید یا درود شریف کے ورد

ہین گذارتے ہین جب افطار کی توپ چلتی ہو تو ہر شخص کے یہان سے ایک سینی آتی ہو جس مین حلوا، پنیر، پانھا، خرما، روغن زیتون اور بطیخ کی دوسری چیزین جو افطار کے لیے مناسب ہین آتی ہین، اس موقع پر اکثر اوقات زائرین بھی مدعو کیے جاتے ہین، جو کچھ بچتا ہو فقرا و مساکین پر تقسیم کر دیا جاتا ہو تھوڑے عرصہ مین افطار سے فارغ ہو کر نماز مغرب ادا کرتے ہین، اسکے بعد ہر شخص اپنے اپنے مہمانون کو لیکر گھر جاتا ہو جہان باہم جمع ہو کر رات کا کھانا کھاتے ہین، کھانے کے بعد مسجد جاتے ہین اور نماز عشا سے فارغ ہو کر تراویح مین مشغول ہو جاتے ہین، لیکن تراویح کی ایک جماعت نہین ہوتی، بلکہ پچاس یا ساٹھ جماعت پر منقسم ہو جاتے ہین، ہر جماعت کے لیے علیحدہ امام ہوتا ہو جس کے سامنے مختلف وضع قطع کے دو شمعدان رکھ دیے جاتے ہین، ہر شخص کو اختیار ہو خواہ کسی امام کی اقتدا کرے، کیونکہ ہر امام مختلف مقدار مین قرآن مجید سناتا ہے،

امام کے روبرو جو شمعدان رکھے جاتے ہین ان کے متعلق عزت و احترام کے خاص خاص مراسم ادا کیے جاتے ہین یعنی طلائی و نقرئی شمعدان روضۂ مبارک کے خزانے مین محفوظ ہین جن کو اس موقع پر باہر نکالتے ہین، اور تراویح کے بعد بدستور خزانے مین پہونچا دیتے ہین، امرا و اعیان اس موقع پر خصوصیت سے مدعو کیے جاتے ہین، جن مین سے ہر شخص نہایت فخر و مباہات سے شمعدان کو اُٹھا کر اندر لیجاتا ہو اور اس عزت کو اپنے لیئے باعث خیر و برکت خیال کرتا ہو مسجد کے متعلق جو فراش ہین ان کا شیخ اُمرا کو مدعو کرتا ہو،

نماز عید مسجد نبوی مین ادا کرتے ہین حنفی اور شافعی امام نماز پڑہاتے ہین۔ نماز و خطبہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلعم کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہین، اسکے بعد اپنے اپنے گھرون کو چلے جاتے ہین اور عید کا پورا دن لطف و مسرت سے گذارتے ہین،

مدینہ منورہ کے گوشۂ ہمہ | اوائل اسلام مین مدینہ نہایت گلزار و پُرفضا مقام تھا نیز مادی و ادبی حیثیت سے

ترقی یافتہ و متمدن مقامات مین شمار ہوتا تھا مدینہ مین بکثرت باغات موجود تھے جنکی وجہ سے شہر تر و تازہ و شاداب رہتا تھا خصوصاً شہر کا شمالی و مشرقی حصہ نہایت سرسبز و خوش منظر تھا،

سب سے زیادہ نظر فریب و دلکش مقام وادی عقیق تھا جسکو خوبصورت مکانات، دلچسپ مناظر، فرحت بخش آب و ہوا، لطیف فواکہ، تر و تازہ پھول اور خوشگوار موسم نے نہایت ممتاز بنا رکھا تھا یہان کے اکثر باغات آنحضرت صلعم کی ازواج کے قبضہ و تصرف مین تھے،

وادی عقیق کے مشہور مقامات مین سے زغابہ اضم غابہ حصیر خلیقہ اور جثجاثہ قابل ذکر ہین، جو حضرت عبد اللہ ابن زبیر اور انکی اولاد کی ملکیت مین تھے ایک اور مقام حمران اسد تھا جہان اہل قریش کے مکانات تھے دوسرا خاخ جو علویون کے قبضہ مین تھا منجملہ مشہور مقامات کے ثنیۃ الشرید، الحمرا، العرس، البیدا بھی ہین۔ یہان شرفا قریش کے مکانات ہین خصوصاً مکہ معظلہ کے مقابل جبل عیر کے دامن مین زیادہ آبادی تھی، جبل عیر کے دوسری طرف ایک مشہور مقام حجا ہے اور اسکے مقابل مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلے پر ضفیرہ کی طرف حرۃ الوبرۃ ہے یہان عروہ بن زبیر کا ایک محل ہے جو قصر العقیق کے نام سے مشہور رہے اور کنوان ہے جسکو بیر عروہ کہتے ہین، مذکورہُ بالا قصر کے حصہ زیرین کے متصل اور حجا کے مقابل ایک مقام ہے جس کو عرصہ کہتے ہین، یہان سعید ابن العاص کا مشہور و معروف قصر تھا، جو اُس زمانے کے فن عمارت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا اُس کے آثار اب تک موجود ہین، سعید ابن العاص حضرت معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے عامل (گورنر) رہ چکے تھے،

ابو قطیفہ شاعر نے اپنے ایک شعر مین اس قصر کو ابواب جیرون (دمشق) پر فضیلت دی ہے، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ قصر کس رتبہ کا ہوگا کیونکہ دمشق اُس زمانے مین دولت بنی اُمیہ کا دار الخلافت اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا آج بھی ارض شام مین دمشق باعتبار آب و ہوا

اور بلحاظ مناظر کے اپنا نظیر نہین رکھتا۔ جو مسافر جنوب کی طرف سے دمشق جاتے ہین انکو غوطہ سے گذرنا پڑتا ہو جو نہایت مشہور تاریخی مقام ہو جس کو عربی شعرا جنت سے تشبیہ دیتے ہین، اسیطرح جو مسافر مغرب کیطرف سے دمشق مین داخل ہوتے ہین انکو مرج ملتا ہو جو نہایت فرحت بخش سیرگاہ ہو۔ منجملہ وادی عقیق کے مشہور ایوان وقصور کے حسب ذیل نہایت مشہور ہین، جن کے آثار وعلامات اب تک موجود ہین، جو وادی عقیق کی گذشتہ عظمت وشوکت کا پتہ دیتے ہین،

قصر عاصم قصر محمد بن عیسیٰ، قصر یزید بن عبد الملک بن المغیرہ، قصر جعفر بن سلیمان، قصر آل ہاشم قصر عنبہ بن عمرو بن عثمان بن عفان قصر عنبہ بن سعید بن العاص قصر عبداللہ بن ابی بکر بن عثمان بن عفان، قصر خارجہ قصر عبداللہ بن عامر، قصر مروان بن الحکم،

غالباً مدینہ مین سب سے پہلے حضرتِ عثمان بن عفان نے پختہ عمارات کی طرف توجہ کی، چنانچہ انھون نے اپنا گھر پتھر اور چونہ سے تعمیر کرایا، اور اسکے دروازہ کے لیے سال دعرعر (سروکوہی) کا استعمال کیا، وادی القری وحنین مین حضرت عثمان کی جو جائداد تھی، اسکا تخمینہ انکی وفات کے بعد ایک لاکھ دینار کیا گیا۔ حضرت عثمان کے اصحاب کی مدینہ منورہ مین وسیع جائدادین اور کشادہ مکانات موجود تھے، حضرت سعد بن وقاص نے وادی عقیق مین ایک پختہ وبلند مکان تعمیر کیا، جس کا صحن نہایت وسیع وکشادہ تھا، بالاخانہ پر کھڑکیان تھین اسی طرح مقداد نے مدینہ منورہ سے کسی قدر فاصلہ پر جو مکان تعمیر کیا وہ اندر و باہر سے پختہ تھا،

مدینۂ منورہ مین پختہ مکانات اور بلند عمارات کی تعمیر کا سلسلہ خلفائے راشدین کے بعد دولت بنی امیہ کے عہد مین شروع ہوا۔ کیونکہ جب زمام خلافت بنو امیہ کے ہاتھ آئی، تو انھون نے سیاسی مصالح کے لحاظ سے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قریش خصوصاً مہاجرین وانصار کے معزز طبقہ کو انعام واکرام سے اپنا مرہون منت بنا لیا۔ اس سے انکا مقصود یہ تھا کہ ملک کے سرآوردہ وصاحب اثر اشخاص کو

اپنا ہم آہنگ بنالین، اور دولت و ثروت کی کثرت انکو عیش و عشرت مین مصروف کر دے تاکہ کسیکو استظام حکومت مین مداخلت کا خیال نہ پیدا ہو، چنانچہ یہ طریقہ نہایت سودمند ثابت ہوا، دولت کی فراوانی نے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دیئے اور لوگون نے عادات و اطوار مین خورد نوش و لباس مین بنو امیہ کی تقلید شروع کر دی،

اور خوبصورت مکانات پُر فضا باغات فرحت افزا مناظر نے مدینہ کو نہایت خوش نما نزہت گاہ بنادیا لیکن جب رفتہ رفتہ حکومت کو انحطاط ہوا، اور زمانے نے رُخ بدلا تو عیش و طرب کا یہ تمام سامان افسانہ ہوگیا،

مدینہ منورہ کی شہر پناہ جب عربی خلافت کے کمزور ہو جانے پر مدینہ کے امن و امان اور تمدن مین فرق آگیا اور بادیہ نشین اعراب کے پیہم حملون نے شہر کو غیر محفوظ بنا دیا تو عضد الدولہ ابو شجاع وزیر الطائع للہ نے سنہ ۳۶۰ھ مین مدینہ کے لیے ایک شہر پناہ تعمیر کی جو زمانہ دراز تک شہر کی حفاظت کا ذریعہ رہی ہے لیکن پانچوین صدی ہجری کے وسط مین اسکی دیوارین جا بجا سے مرمت طلب ہو گئین، اسوقت فرمانروائے موصل کے وزیر جمال الدین نے از سرنو مرمت کی اسکے بعد سنہ ۵۵۸ھ مین سلطان نورالدین زنگی نے اسپر کسی قدر اضافہ کیا، بعد ازان ملک صالح بن قلاوون نے سنہ ۷۵۵ھ مین اور سلطان قائتبائی نے سنہ ۸۸۱ھ مین اور سلطان سلیم فرمانروائے ترکی نے سنہ ۹۳۹ھ مین اس شہر پناہ کی تعمیر و تجدید مین حصہ لیا۔ اسکے بعد خدیو مصر محمد علی پاشا نے اسکو تعمیر کیا اور اسمین باب مصری کا اضافہ کیا آخر مین سلطان عبدالعزیز مرحوم نے سنہ ۱۲۸۵ھ مین اسکی تجدید کی اور اسکو ۲۵ میٹر بلند کیا اور ۳۰ برج شہر کی حفاظت اور بیرونی حملہ کی مدافعت کے لیے تعمیر کیے، یہ شہر پناہ ابتک موجود ہے، جو باب العنبریہ کے راستے مین واقع ہے یہان ذخائر جنگ کی کافی مقدار موجود ہے، ہر برج پر توپ بندوق اور اسلحہ جنگ موجود ہین جس سے اہل بادیہ کی روک ٹوک مقصود ہے جو ہمیشہ حرم پر حملہ کرتے رہتے ہین،

مذکورۂ بالا دیوار کے علاوہ ایک اور بیرونی دیوار ہی جو جابجا سے مرمت طلب ہو لیکن اسکو کوئی خاص اہمیت حاصل نہین ہو،

باب المصری و باب العنبریہ کے درمیان ایک بڑی وادی ہو جس کا نام مناخہ ہو اسکا عرض ۰۰۰ میٹر ہو چونکہ اکثر حجاج اپنے اونٹ یہان بٹھاتے ہین اس لئے اسکا نام مناخہ رکھدیا گیا اسی جگہ حجاج قیام بھی کرتے ہین مصر سے ہر سال جو محمل آتا ہو اسکا قیام بھی آخر تک مناخہ مین رہتا ہو مناخہ کے باہر کثرت مکانات ہین ان مین سے جو عام شاہراہ پر ہین وہ زیادہ خوبصورت ہین اب یہ شاہراہ جس پر مدینہ منورہ کا اسٹیشن واقع ہو شارع رشادی کے نام سے مشہور ہو یہان مصری تکیہ بھی ہو جس کے سالانہ مصارف گورنمنٹ مصر ادا کرتی ہو یہان غربا کو روزانہ شوربا تقسیم ہوتا ہو اور ترکی فوج کی بارک ہو ان عمارات کو خاندان خدیو کے مورث اعلیٰ ابراہیم پاشا نے تعمیر کیا تھا،

ابواب مدینہ | مدینہ منورہ مین متعدد دروازے ہین جن کے علیحدہ علیحدہ نام ہین انکی تفصیل حسب ذیل ہو، الباب المجیدی، الباب الشامی، باب الکوفہ، باب العنبریہ، باب قوبہ، باب العوالی، باب الجمعہ ان دروازون سے عام طور پر آمد و رفت رہتی ہو لیکن جب حجاج مین وبا پھیل جاتی ہو تو دروازے بند کر دیے جاتے ہین صرف باب مجیدی سے حرم تک آنے کی اجازت دیجاتی ہو، زائرین اندر داخل ہو کر زیارت کرتے ہین، اور ایک دو روز بعد چلے جاتے ہین، کسی قافلہ کو اندر آنے کی اجازت نہین ہوتی اس احتیاط کی وجہ سے مدینہ ہمیشہ متعدی امراض سے محفوظ رہتا ہو لیکن چونکہ اس موقع پر زائرین کے لیے حرم کا صرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہو اس لیے نہایت خوفناک کشمکش رہتی ہو ایک دوسرے پر گرتا ہو ایک جماعت اندر جانا چاہتی ہو دوسری باہر آنے کے لیے جدوجہد کرتی ہو اس اژدحام مین اکثر کمزور آدمی کچل کر مرجاتے ہین،

مدارس۔ | مدینہ منورہ کے مدارس چندان قابل اعتنا نہین ہین اگرچہ قریبًا ۱۰ مدارس موجود ہین،
جن مین معمولی تعلیم دیجاتی ہو خود حرم شریف مین بعض علما حدیث، تفسیر، فقہ، کا درس دیتے ہین،
لیکن اب اوائل ۱۳۳۲ھ مین خاص سلطان کے حکم سے مدینہ یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہو
امید ہو کہ آئندہ زمانے مین یہ یونیورسٹی اسلامی علوم و فنون کا سرچشمہ ثابت ہوگی، یونیورسٹی کا افتتاح
جس سروسامان سے ہوا اُسکی کیفیت ایک فرانسیسی اخبار کے بیان کے مطابق حسب ذیل ہو،

مدینہ منورہ کا دار العلوم | سرزمین مدینہ مین یکم محرم الحرام ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۹۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو قسطنطینیہ کے
ایک مخصوص وفد نیز زائرین و معتقدین کے ایک کثیر مجمع کے سامنے ایک مہتم بالشان دار العلوم کا
سنگ بنیاد رکھا گیا اُس کے لیے جو موقع تجویز ہوا ہو وہ شہر بجانب مشرق اس مقام پر واقع ہو جسے
"گھوڑ دوڑ کا میدان" کہتے ہین اور جسکی بابت روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم اس مقام پر عربی
گھوڑونکی دوڑ کراتے تھے،

سولہ ہزار ایک (تقریبًا فٹ) مربع آراضی یونیورسٹی کی ابتدائی جماعت کے لیے تجویز ہوئی
ہو، علاوہ ازین ایک باغ پیمائشی دولاکھ چھیاسی ہزار ایک مربع جو مشہور و معروف وادی عائشہ مین
شہر سے بیس منٹ کی مسافت پر واقع ہو یونیورسٹی کی آمدنی کے لیے وقف کردیا گیا ہو، یہ بھی تجویز ہو
کہ بعد ازان اس باغ مین ایک مدرسہ فن زراعت اور دوسرا صنعت و حرفت کی تعلیم کیلئے
کھولا جائے،

فرمان سلطانی کے بموجب ۲ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۔ اپریل ۱۹۱۳ء کو مدینہ
یونیورسٹی کا افتتاح ہوا، اس درسگاہ کا نصب العین ایسے طلبا کا طیار کرنا ہو جو "اسلام کی صداقت
اور اُسکی تعلیم" کی دُنیا مین اشاعت کرسکین یونیورسٹی مذکور مین حسب ضرورت متعدد کلشن
ہونگے اور ایک پرائمری و ایک سکنڈری اسکول بھی ملحق ہوگا دار العلوم کے متعلق ایک جمعیت اصلیہ

ہوگی جس کا صدر دفتر قسطنطنیہ مین رہیگا اور کونسل انتظامیہ کا اجلاس مدینہ منورہ مین ہوا کریگا
جمعیت صلیہ زیر صدارت وزیر اوقاف دس ممبرون پر مشتمل ہوگی۔ جمعیت کے اولین
ممبر سلطانی حکم کے مطابق منتخب ہونگے بعد ازان کسی ممبر کے استعفا دینے یا انتقال کرجانے کی صورت
مین اس جگہ کے لیے اس اُمیدوار کا تقرر ہوگا جس کا انتخاب جمعیت صلیہ کے دو تہائی ممبرون کی
تائید و شاہی منظوری سے عمل مین آئے۔ تمام رزولیوشن کثرت رائے پر پاس ہوا کرین گے اور جمعیت
موصوف یونیورسٹی کے تمامی معاملات پر حاوی ہوگی۔
کونسل انتظامیہ مین حسب ذیل اشخاص شریک ہون گے۔ شیخ الحرم النبوی، گورنر مدینہ
ناظم یونیورسٹی، ڈائرکٹر سکنڈری اسکول نیز تین وہ ممبر جنکو جمعیت صلیہ علمائے مدینہ مین سے
منتخب کرے گی، اور اخیر مین ایک یا متعدد پروفیسر جنکی شرکت ضروری سمجھی جائیگی، تمام رزولیوشن
کثرت رائے پر پاس ہوا کرین گے،
یونیورسٹی کا انتظام اور اندرونی نظم ونسق اس ضابطہ کے مطابق ہوگا جو خاص اس مقصد
کیلئے مرتب کیا جائیگا، جمعیت صلیہ کا فرض ہوگا کہ یونیورسٹی کا اندرونی ضابطہ تجویز کرے نصاب
تعلیم کو مرتب کرے اور اس مین ضروری ترمیمات اور تبدیلیان کرتی رہے نیز سالانہ بجٹ کے
متعلق ضروریات کا لحاظ کرتے ہوے منظوری دے۔ ان وسائل کو اختیار کرے جن سے کہ پاس
شدہ تجاویز اور منظور شدہ فیصلہ جات کی تکمیل ہو سکے آمد وخرچ کی نگرانی رہے اور اس کا لحاظ
رکھے کہ اخراجات کا مصرف مفید ترین ہو۔ مزید بران کونسل انتظامیہ وناظم دار العلوم کے درمیان
جو اختلافات رونما ہون ان کا تصفیہ کرتی رہے، پروفیسرون اور ڈائرکٹرون کا تعین کرے اور حسب
ضرورت ان کو برخاست کرے ضروری عہدہ دارون کو نامزد کرے اور ان کو ان کے فرائض
منصبی سے آگاہ کرے یونیورسٹی کو جو عطیات مرحمت ہون انکی وصولیابی کرے اور انکی نگران رہے

کہ یہ رقومات دار العلوم مین صرف ہون اور ان کا مصرف باقاعدہ ہو'

کونسل انتظامیہ کے فرائض منصبی حسب ذیل ہون گے"

(۱) اولاً یہ کہ جمعیت اصلیہ کے فیصلہ جات کی تعمیل کرے۔

(۲) ثانیاً یہ کہ اسکا خیال رکھے کہ جمعیت مذکور کے احکام پر عملدرآمد ہوتا رہے'

(۳) ثالثاً یہ کہ یونیورسٹی کے کام کی دیکھ بھال رکھے اور تیسرے مہینہ اس مضمون کی ایک مفصل رپورٹ جمعیت اصلیہ کو ارسال کرتی رہے'

(۴) رابعاً یہ کہ یونیورسٹی کی ترقی وحسن انتظام کے لیے جو اصلاحات ضروری معلوم ہون اُنکو جمعیت اصلیہ کے سامنے پیش کرتی رہے اور اس عنوان پر ناظم جو تجاویز پیش کرے اس پر بحث ومباحثہ کرتی رہے'

(۵) خامساً یہ کہ اگر باستثنائے پروفیسران کے کسی تقرر یا برخاستگی کے معاملے مین خواہ وہ شخص یونیورسٹی مین کوئی شخصیت رکھتا ہو' ناظم سے اختلاف رائے رکھتا ہو' اور اسکے متعلق کوئی درخواست گذرے یا کوئی اعتراض کیا جائے تو کونسل انتظامیہ پر لازم ہوگا کہ اس اختلاف کی علت غائی کی تفتیش کرنے اور اسباب اختلاف کے دفعیہ کی کوشش کرے'

کونسل انتظامیہ کی وہ تجاویز جنکو جمعیت اصلیہ مین پیش کرنے کی تاریخ سے تین ماہ کی میعاد منقضی ہو جائے اور کوئی فیصلہ انکی نسبت نہ کیا گیا ہو لیکن اسکی اطلاع کونسل انتظامی کو نہ دیگئی ہو پاس شدہ تصور کی جائین گی"

پروفیسران یونیورسٹی کو اس خاص مضمون یا علم مین جسکی تعلیم انکے ذمہ ہوگی تجربہ حاصل ہوگا اور وہ اِن تمام صفات سے متصف ہون گے جن کا ہونا یونیورسٹی کے مقصد ومنتہائے خیال کی تکمیل کیلئے ضروری ہو'

جمعیت اصلیہ بہت جلد طلبا کے داخلہ کے متعلق قواعد مرتب کرنے والی ہو کہ یونیورسٹی کی عطا کردہ اسناد وہی قدر و قیمت رکھین گے جو قلمرو ے عثمانیہ مین دوسرے مدارس کالجون کی اسناد کو تناسب مدارج حاصل ہو تعلیم زبان عربی مین ہوگی، یونیورسٹی کی آمدنی مین ماسوا اس آمدنی کے جو بصیغہ عطیات جائداد وغیرہ ہوگی، وزیر اوقاف کا سالانہ عطیہ بمقدار دس لاکھ پیاسٹر (ایک لاکھ ۶۰ ہزار روپیہ کے) شامل ہوگا،

جمعیت اصلیہ آنریری ممبران و نیز ان اشخاص کے تقرر کی مجاز ہوگی جن سے کہ یونیورسٹی کے نشو و نما مین مدد ملنے کی امید ہو،

گورنمنٹ عثمانیہ نے مختصر ۱۰۰ ہزار ترکی پونڈ (دس لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ) یونیورسٹی کے ابتدائی اخراجات کی کفالت کے لیے مرحمت فرمائے ہین اخیر مین اس درس گاہ کے بانی اسلامک اسپرٹ کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہوگا جمعیت اصلیہ قسطنطنیہ کے ممبرو نمین ہمکو ہندوستان کے دو مسلمانونکے نام نظر آتے ہین، ایک تو مسٹر ظفر علیخان اڈیٹر اخبار زمیندار دوسرے ڈاکٹر مختار احمد انصاری جنھون نے مسلمانان ہندوستان کے اس طبی مشن مین کام کیا تھا جو بزمانہ جنگ بلقان چانجہ بھی گیا تھا اس کے ماسوا تیس ممبرونکی ایک کمیٹی اس غرض سے منتخب ہوئی ہو کہ مختلف اسلامی ممالک مین مدینہ یونیورسٹی کے لیے چندہ جمع کرے کمیٹی مذکور عرب، مراکش، الجزائری، افغانی، روسی، ہندوستانی، کردستانی، و ترک باشندون پر مشتمل ہو، یہ ممبران مختلف الاقوام حجاج مین سے منتخب کیئے گئے ہین جو رسم افتتاح کے موقع پر موجود تھے تاکہ یہ حضرات واپسی وطن پر اپنے اپنے ملک مین ایسی سب کمیٹیون کا تقرر کرین گے، جو اس اسلامی کام کیلئے چندہ فراہم کرین گی،

شیخ عبدالعزیز شاویش جو سابق مین اخبار اللواء کے چیف اڈیٹر تھے، اور جو مصری جماعت احرار کے شیرازہ اتحاد کے منتشر ہوجانے پر جس کے متفرق کرنے مین شیخ موصوف نے بہت کچھ

کوشش کی تھی) استنبول چلے آئے تھے، مدینہ یونیورسٹی کے بانی ہونے کے مستحق ہین،
انجمن اتحاد و ترقی کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد جس کے شیخ موصوف پرجوش مؤید ہین،
انھون نے یونینسٹ جماعت کو اسکا یقین دلایا کہ وسط حجاز مین مسلمانون اور عربون کے واسطے
ایک عظیم الشان تعلیمی درس گاہ کی بنیاد بالعموم تمام دنیا کے مسلمانون خصوصا عربون کی ہمدردی
کو نوجوان ترکون کے ساتھ وابستہ کرنے مین مدد دیگی، مدینہ روانہ ہونے سے قبل شیخ موصوف
سے خلیفۃ المسلمین نے خاص طور پر ملاقات فرمائی،

حمام | مدینہ منورہ مین دو ترکی حمام ہین ایک سلطان سلیمان قانونی کا جو شہر کے اندر واقع ہی
دوسرا مناخہ مین،

تکیہ یا رباط | یہان ۸ لنگر خانے بھی ہین ایک حکومت مصر کی طرف سے ہی جس کو تکیہ مصریہ کہتے ہین
لیکن اکثر لنگر خانون کی آمدنی نہایت قلیل ہی جو مصارف کے لیئے کافی نہین ہوتی،

اخبار | سنہ ۱۹۱۰ئہ مین یہان سے ایک اخبار بھی ترکی اور عربی زبان مین شائع ہوتا تھا جس کا نام
المدینۃ المنورۃ تھا،

فنِ بلاغت

(۱)

قدرت نے جسطرح ہر چیز کو خوبصورتی کے دو مختلف پہلو دیئے ہین زبان کو بھی اس فطری تقسیم سے محروم نہین رکھا، تمدن انسانی کی مختلف ضرورتون کے لحاظ سے جب کوئی زبان عالم وجود مین آتی ہو تو حسن و قبح کو اپنے ساتھ لیئے ہوئے آتی ہو چونکہ انسان کی تمدنی ضرورتین اسکے بغیر پوری نہین ہوسکتین کہ قومین ایک جگہ مجتمع ہون اور ہر انسان ضروریات زندگی مہیا کرنے مین اپنے بنی نوع کی امداد کرے اور خود دوسرون سے امداد کا طالب ہو اور یہ جب ہی ہوسکتا ہو کہ ایک کو دوسرے کی حاجتونکا علم ہو اور صاحب حاجت اپنی ضرورت سے دوسرے کو آگاہ کرے اس ضرورتکے پورا کرنیکے لیے، اول مرتبہ نہایت سادے لباس مین زبان جلوہ نما ہوتی ہو،

پھر جسقدر تمدن مین ترقی ہوتی جاتی ہو قوم کی دولت و ثروت بڑھتی جاتی ہو معاشرت کے طریقے وسیع ہوتے جاتے ہین سامان زندگی مین تکلفات پیدا ہوتے جاتے ہین زبان بھی آہستہ آہستہ ترقی کرتی جاتی ہو آپس مین ایک دوسرے کو اپنی ضروریات سمجھانے کے لیے تو محض سادہ فقرے اور معمولی الفاظ کافی سمجھے جاتے ہین مگر بڑے بڑے مجمعون مین اخلاقی اور سیاسی مضامین بیان کرنیکے لیے شعرا اور اسپیکر تمام اُن ذرائع کو استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہین جو اُن کے مافی الضمیر کو سامعین کے قلوب تک پہونچانے مین معاون ہون قدرت نے افراد انسان کو مختلف دماغ اور مختلف طاقتین بخشی ہین بعض انسان معمولی طریقے سے بھی اپنے دلکی بات دوسرونکو نہین سمجھا سکتے اور بعض معمولی بات کو بھی اس خوبصورتی سے ادا کرسکتے ہین کہ سامعین پر اُس کا اچھا اثر پڑتا ہو،

زبان کے اسی خوبصورت پہلو کا نام بلاغت ہو اور اسی نے دُنیا مین بڑے بڑے

انقلاب پیدا کیے ہین اب سوال پیدا ہوتا ہو کہ وہ کون سے قواعد ہین جن کے استعمال سے زبان مین یہ خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہو' جواب یہ ہو کہ فطرت خود بخود ایسے قواعد سکھا دیتی ہو جسطرح زبان کے صرفی اور نحوی قواعد زبان مرتب ہو جانیکے بعد اہل زبان کے محاورات سے اخذ کیے جاتے ہین اسیطرح بلاغت کے قواعد بھی بلغا کے کلام کا تتبع کرنے کے بعد بنائے جاتے ہین تاکہ وہ لوگ بھی جنکو فطرت نے یہ ملکہ نہین دیا اپنے کلام مین ایسا نمونہ قائم کر سکین۔

ہندوستان کے نصاب تعلیم مین اسوقت فن بلاغت کی دو کتابین پڑہائی جاتی ہین' یعنی مطول اور مختصر المعانی جو ایک ہی متن کی دو شرحین ہین مگر ہمین دیکھنا یہ ہو کہ جس طرح ہر فن کی کتابین پڑھنے سے انسان اُس فن کو سیکھ لیتا ہو مثلاً منطق یا فلسفہ یا طب کی کتابین پڑھ لینے کے بعد انسان منطقی یا فلسفی یا طبیب کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہو' اِن کتابون کے پڑھ لینے کے بعد بھی بلیغ کی ڈگری حاصل کر سکتا ہو یا نہین جب ہم اِس سوال پر غور کرتے ہین تو جواب نفی مین ملتا ہو۔ اس کا سبب یہ ہو کہ ان کتابون مین بلاغت کے وہ صحیح اُصول نہین بتلائے گئے جو ایک دستور العمل کا کام دے سکین اسکے علاوہ مثالون سے اسقدر بے اعتنائی کی گئی ہو کہ کسی مسئلہ کی مثال ایک سے زیادہ نہین بتائی گئی اور کہین وہ بھی نہین۔

اسلئے سب سے پہلے ہمین بلاغت کی تاریخ پر ایک اجمالی نظر ڈالنی چاہیئے کہ یہ فن کیونکر مرتب ہوا اور اُس مین ہر زمانے مین کیا کیا انقلاب ہوئے اسکے بعد متقدمین اور متاخرین کی کتابونکا موازنہ کرنا چاہیئے اور اُن اُصول کو جانچنا چاہیئے جو کلام مین بلاغت پیدا کرنے کے لیے بنائے گئے ہین'

بلاغت کی تاریخ

زمانۂ قدیم مین جو قومین علم و فضل مین مشہور تھین اور جنھون نے علم کی زیادہ تر خدمت

کی تھی وہ یہ قومین تھیں۔کلدانی۔یونانی۔بابلی۔آشوری۔فنیقی۔مصری۔رومانی۔اہل فارس اہل ہند۔خلافت عباسیہ کے زمانے مین مسلمانون نے انھین قومون کی علمی کتابونکے ترجمے کیئے تھے اور ہر علم مین اپنی جانب سے بہت کچھ اضافہ کرکے جدید اسلامی تمدن کی بنا ڈالی تھی ہر فن کے بڑے بڑے ماہر ترجمہ کرنیکے لئے مقرر کیئے گئے تھے۔جیسے حجاج بن یوسف۔یوحنا بن بطریق۔قسطا بن لوقا بعلبکی حنین ابن اسحاق۔اسحاق بن حنین۔یعقوب بن اسحاق کندی۔انکے علاوہ اور بہت سے ماہرین فنون مین جنھون نے منطق۔فلسفہ۔ریاضی۔ہیئت۔نجوم۔طب۔تاریخ غرضکہ تمام ہی علوم کے مختلف زبانوںسے عربی مین ترجمے کیئے۔مگر تاریخ سے کہین اسکا پتہ نہین چلتا کہ مسلمانون نے علم بلاغت کو بھی کسی دوسری قوم سے لیا ہو بجز ایک کتاب کے جو ارسطو نے فن خطابت مین لکھی تھی جسکا ترجمہ ابن سینا نے چوتھی صدی ہجری مین کیا تھا اُس کے بعد چھٹی صدی ہجری مین ابن رشد اندلسی نے اِس کتاب کا خلاصہ لکھا تھا جسکا ذکر ہم آئندہ چلکر کرینگے۔وجہ یہ ہی یونانیون نے منطق و فلسفہ مین بہت کچھ ترقی پیدا کی تھی آخر زمانہ مین حکماء یونان دو فرقون مین منقسم ہوگئے تھے اشراقیین اور مشائین ارسطو اسی آخر الذکر فرقہ کا سرگروہ تھا اسنے منطق کو ایک نئے طرز پر مرتب کیا تھا اسی لئے مسلمان اسکو معلم اول کہتے ہین۔منطق پڑھنے سے غرض یہ ہوتی ہی کہ معلومات کو بطرز خاص ترتیب دیکر آسانی کے ساتھ صحیح طریقہ سے کسی نامعلوم نتیجہ پر پہونچ سکین یہ مرتب معلومات اگر از قبیل تصورات ہین تو انکو معرف کہتے ہین اور اگر از قبیل تصدیقات ہین تو حجۃ اور قیاس کہتے ہین۔قیاس کی باعتبار مادہ اور صورت کے بہت سی قسمین ہین منجملہ انکے ایک خطابیہ بھی ہی۔خطابیہ اُس قیاس کو کہتے ہین جس مین ظنی مقدمات سے کام لیا گیا ہو محافل مین کسی کسی مضمون پر لکچر دینے کے وقت ایسے قیاسات سے بہت کچھ کام لیا جاتا ہی اسی ضرورت کو ملحوظ رکھکر ارسطو نے اس فن پر علیحدہ ایک کتاب لکھی تھی جس مین ان مسائل پر بحث کی ہی کیونکر ایک مقرر اپنی تقریر کو موثر بنا سکتا ہی اور کیونکر ایک دعوی کو مختلف طریقون سے سامعین کے دلونمین بٹھا سکتا ہی۔ (باقی دارد)

واقعات اور خبرین

روداد مجلس انتظامی ۱۰ جون سنہ ۱۹۱۴ء

مسودہ دستور العمل ندوۃ العلماء پیش ہوا تجویز ہوا کہ مسودہ دستور العمل مرتبہ سب کمیٹی ندوہ اسلامی اخبارات کو اشاعت کے لیے بھیجدیا جائے، اور استدعا کیجائے کہ اصلاح و ترمیم حتی الامکان دفعات مسودہ کے حوالے سے کیجائے اگر کوئی جدید امر بطور مشورہ ظاہر کرنا مقصود ہو تو اسکو جدا عنوان سے لکھا جائے، تاکہ مجلس کو معلوم ہو جائے کہ اس امر کے اضافہ کی خواہش ہی،

اڈیٹران اخبارات سے اعلان مین استدعا کی جائے کہ اگر وہ اپنے اخبار مین کوئی مشورہ شائع کرین تو اس اخبار کی تین کاپیان ناظم ندوہ کو ضرور عنایت کرین تاکہ انکی رائے سے مجلس مستفید ہوسکے اور اعلان کیا جائے کہ اس کے متعلق تمام رائین آخر اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک دفتر ندوۃ العلماء مین پہونچ جائین،

حسب تجویز جلسہ انتظامیہ منعقدہ ۱۰۔ جون سنہ ۱۹۱۴ء ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ بمقام لکھنؤ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء مین قرار پایا ہی اس جلسہ مین رسم افتتاح "عمارت جدید" بھی ادا کی جائے گی اور دار الاقامہ کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا،

مولوی غلام محمد صاحب شملوی وکیل ندوۃ العلماء فیض آباد سے فارغ ہو کر سلطان پور کا دورہ کر رہے ہین، لیکن بوجہ قحط چندہ مین کوئی معقول کامیابی نہین ہوئی،

اطلاع

دار العلوم کا پرانا مکان فروخت ہونیکے بعد ابتک دار العلوم اور دار الاقامہ کرایہ کے مکانات مین تھا جسکی وجہ سے قطع نظر تکلیف کے ایک معقول رقم ماہوار ادا کرنی پڑتی تھی اسلئے گذشتہ اپریل سے دار العلوم شہر کے باہر جدید عمارت منتقل کر دیا گیا لیکن چونکہ ابھی دار الاقامہ کی تعمیر شروع نہین ہوئی اس لیے بالفعل یہ انتظام کیا گیا ہو کہ نصف حصہ عمارت مین طلبا رہتے ہین اور نصف مین درس گاہ ہو اس انتظام سے جس قدر دشواریان پیش آتی ہین ظاہر ہو،

بالفعل فوری ضروریات کی وجہ سے باورچیخانہ کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے لیے عارضی مکانات کی تعمیر شروع کردی گئی ہو جس پر دو ہزار روپیہ صرف ہوگا، ضرورت ہو کہ قوم دار الاقامہ و مسجد کیطرف توجہ کرے تاکہ ان مشکلات سے نجات حاصل ہو،

اب سے چند سال پہلے یہ تجویز قرار پائی تھی کہ ہر ضلع کے ارباب ہمت اپنے اپنے ضلع کیطرف سے دار الاقامہ (بورڈنگ) کیلئے ایک ایک کمرہ تعمیر فرمائین جس مین تین طالب علم قیام کرسکین ایک کمرہ پر سات سو روپیہ لاگت آتی ہو جو ہر ضلع کے مسلمان نہایت آسانی سے جمع کرسکتے ہین،

اس تحریک کے سلسلے مین یہ خبر نہایت مسرت کے قابل ہو کہ مسلمانان جونپور نے حسب تحریک مولانا ابوبکر شیث صاحب جونپور کیطرف سے ایک کمرہ تعمیر کرانے کا ارادہ کیا ہو اور مولوی حافظ عبدالحق صاحب سفیر ندوہ کی معرفت ایک سو سے زیادہ بھیجدیا ہو امید ہو کہ باقی رقم بھی جلد وصول ہوجائیگی،

اب معلوم ہوا ہو کہ مسلمانان سیتاپور بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ایک عام جلسہ کرنیوالے ہین ہمکو امید ہو کہ دیگر اضلاع کے مسلمان بھی اس کار خیر مین حسب توفیق حصہ لین گے، فقط

خلیل الرحمن ناظم ندوۃ العلماء لکھنو

دستور العمل

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پندرھوین تاریخ کو شائع کیا جائیگا،

(۲) اس رسالے کی ضخامت ۳۲ صفحے ہوگی،

(۳) اس رسالے کی قیمت مع محصولڈاک عہ سالانہ ہوگی نمونہ کا پرچہ بوصول ۲ آنے روانہ کیا جائیگا

(۴) اس رسالے کی آمدنی کسی کی ملک نہوگی بلکہ اس رسالے کی ترقی مین صرف کیجائیگی،

(۵) جسکے پاس کسی مہینہ کا رسالہ نہ پہونچے تو اسی مہینہ مین اطلاع دینی چاہئیے ورنہ تعمیل نہو سکے گی،

(۶) جو صاحب خط لکھین اپنا نام صاف اور واضح خط مین لکھین اور قید کا نمبر بھی ضرور درج کردین،

(۷) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ آنا چاہئیے ورنہ دفتر جوابدہ نہوگا،

(۸) کل خط و کتابت مینیجر رسالہ کے نام "دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ" کے پتہ سے کی جائے اور روپیہ بھی اسی پتہ سے بھیجا جائے،

محمد اکرام اللہ خان ندوی

بانیہ۔ مینیجر رسالہ "الندوہ"